

# فضلاء دیوبند

کی فقہی خدمات



آفتاب غازی قاسمی / عبدالحسید قاسمی



حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

سہارنپور (یو پی)

المعبد العالی الاسلامی حیدرآباد کے زیر اہتمام مرتب شدہ تحقیقی رسائل

---

۱۴

فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات - ایک مختصر جائزہ

---



وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً ، فَلَوْلَا نَفَرَ  
مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي  
الدِّينِ ، وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا  
إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ . ( التوبة : ١٢٢ )

# فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات ایک مختصر جائزہ

جس میں فقہ اسلامی کے تعارف، فضلاء دیوبند کی تالیفات و مجموعہ ہائے فتاویٰ، فضلاء دیوبند کے قائم کردہ فقہی ادارے اور گزشتہ اور موجودہ فقہی شخصیتوں کے حالات و خدمات پر اختصار و جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے، نیز مقدمہ میں دیوبند کے فقہی منہج فکر کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

ترتیب

آفتاب غازی قاسمی / عبدالحسب قاسمی



حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی



المعهد العالي الاسلامي حيدرآباد

## جملہ حقوق بہ حق معہد محفوظ

طبع اول ۱۴۳۲ھ — ۲۰۱۱ء

کتاب : فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات — ایک مختصر جائزہ

ترتیب : آفتاب غازی قاسمی / عبدالحسیب قاسمی

صفحات : ۲۳۹

کمپیوٹر کتابت : محمد نصیر عالم سیٹھی ("العالم" اردو کمپیوٹر سنٹر، بیت العلم بارکس،

کوٹہ پیٹ، حیدرآباد: 9959897621, 9396518670)

سن اشاعت : ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فروری ۲۰۱۱ء

قیمت :



المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد



کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور (یوپی)

### ملنے کے پتے

- ♦ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور (یوپی)
- ♦ المعہد العالی الاسلامی، تعلیم آباد قبا کالونی، شاہین نگر، حیدرآباد
- ♦ جامعہ دارالعلوم شرنیادایا لہیر یا سرائے ضلع دربھنگہ، بہار
- ♦ ہندوستان پیپر ایسپریم، مچھلی کمان، حیدرآباد

## فہرست مضامین

♦ مُقتَضَمَا (دارالعلوم دیوبند اور اس کا فقہی منہج): حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۲۷

♦ حرفِ آغاز: آفتاب غازی قاسمی ۳۹

### پہلا باب : تحریک دارالعلوم دیوبند

○ دارالعلوم کے قیام کا پس منظر ۴۹

♦ دارالعلوم کا آغاز ۴۹

♦ دارالعلوم ایک تحریک ۵۰

♦ دارالعلوم دینی تحریکوں کا میر کارواں ۵۱

♦ دارالعلوم اپنی نوعیت کا پہلا ادارہ ۵۱

♦ اصولِ ہشت گانہ ۵۲

♦ دارالعلوم کے بارے میں ایک انگریز جاسوس کا تبصرہ ۵۳

### دوسرا باب : فقہ اسلامی — مختصر تعارف

♦ فقہ کی لغوی تحقیق ۶۱

♦ فقہ کی اصطلاحی تعریف ۶۱

♦ تدوین فقہ کی ضرورت ۶۱

♦ فقہ اسلامی کے ماخذ ۶۳

۱- کتاب اللہ ۶۳

۲- سنت رسول اللہ ۶۶

- ۶۸ ۳- اجماع
- ۶۹ ♦ حجیت اجماع حدیث کی روشنی میں
- ۷۲ قیاس
- ۷۲ ♦ قیاس کے لغوی معنی
- ۷۲ ♦ قیاس کی اصطلاحی تعریف
- ۷۲ ♦ حجیت قیاس قرآن کی روشنی میں
- ۷۳ ♦ حجیت قیاس حدیث کی روشنی میں
- تیسرا باب : تدوین فقہ، اصول فقہ اور قواعد فقہیہ پر چند تالیفات
- ۷۷ ♦ آپ فتویٰ کیسے دیں؟
- ۷۷ ♦ آسان اصول فقہ
- ۷۷ ♦ اصول فقہ
- ۷۸ ♦ القواعد الفقہیہ المحمودہ
- ۷۸ ♦ الموجز فی اصول الفقہ (عربی)
- ۷۸ ♦ امداد الفقہ
- ۷۸ ♦ اودھ میں افتاء کے مراکز اور ان کی خدمات
- ۷۹ ♦ تسہیل اصول الفقہ
- ۷۹ ♦ فقہ اسلامی — تدوین و تعارف
- ۷۹ ♦ فقہ حنفی کے اصول و ضوابط
- ۷۹ ♦ مقدمہ اسلامی عدالت
- ۸۰ ♦ مقدمہ تدوین فقہ
- ۸۰ ♦ مقدمہ قنادی دارالعلوم دیوبند
- ۸۰ ♦ مقدمہ نور الایضاح

## چوتھا باب : مسائل فقہیہ پر چند تالیفات

- ۸۳ ♦ آئینہ نماز
- ۸۳ ♦ آل مکرم الصوت کے شرعی احکام
- ۸۴ ♦ احکام الحج
- ۸۴ ♦ احکام الزکاة والصدقة
- ۸۴ ♦ احکام المسجد
- ۸۵ ♦ اختلاف الأئمة فی المسائل المهمة
- ۸۵ ♦ اسلام اور جدید معاشرتی مسائل
- ۸۵ ♦ اسلام اور جدید میڈیکل مسائل
- ۸۶ ♦ اسلام کا مکمل نظام طلاق
- ۸۶ ♦ اسلام کا نظام عشر و زکوٰۃ
- ۸۷ ♦ اسلامی تقریبات
- ۸۷ ♦ الأعمدة فی عربیة خطبة العروبة
- ۸۷ ♦ الاعلام الرفوعة فی حکم الطلقات المجموعة
- ۸۸ ♦ التصوير لا حکام التصوير
- ۸۸ ♦ الحلیۃ الناجزة
- ۸۹ ♦ الربا
- ۹۰ ♦ اقامت صلاۃ
- ۹۰ ♦ انوار الصانع فی توضیح التراجع
- ۹۰ ♦ ایک مجلس میں تین طلاق
- ۹۱ ♦ بغیۃ الأریب فی مسائل القبلة والمحارب
- ۹۱ ♦ بہشتی ثمر (دو جلدیں)



- ۹۱ ♦ بہشتی زیور
- ۹۲ ♦ بیوٹی پارلر کی شرعی حیثیت
- ۹۳ ♦ تبیین الحجۃ فی إعفاء اللحية
- ۹۳ ♦ تحذیر الإخوان عن الربا فی الہندوستان
- ۹۴ ♦ تحفہ حج
- ۹۴ ♦ تحفہ حفاظ
- ۹۴ ♦ تحقیق سمت قبلۃ البلاد سعی رئیس جہانگیر آباد
- ۹۵ ♦ تحقیق مسئلہ خطبہ جمعہ
- ۹۵ ♦ تنزیہ القرآن عن استبدال الأزمان
- ۹۵ ♦ توثیق الکلام فی الإنصات خلف الإمام
- ۹۶ ♦ توضیح البرہان فی اشتراط السلطان
- ۹۶ ♦ چند اہم فقہی مسائل بدلتے ہوئے حالات میں
- ۹۷ ♦ حلال و حرام
- ۹۷ ♦ حل الدقائق فی تحقیق الصبح الصادق
- ۹۷ ♦ داڑھی اور انبیاء کی سنتیں
- ۹۸ ♦ دو ضروری مسئلے
- ۹۸ ♦ ذبح و قربانی — احکام و مسائل
- ۹۹ ♦ رسالہ فرائض
- ۹۹ ♦ رفع الخلاف عن احکام فونوغراف
- ۹۹ ♦ رفیق حج و عمرہ
- ۱۰۰ ♦ رفیق سفر
- ۱۰۰ ♦ رکعات تراویح
- ۱۰۱ ♦ رمضان المبارک کے فضائل و مسائل

- ۱۰۱ ♦ رہبر حجاج
- ۱۰۲ ♦ سفر آخرت — احکام و مسائل
- ۱۰۲ ♦ صبح صادق و شفق کی تحقیق
- ۱۰۲ ♦ صلاۃ الصالحات
- ۱۰۳ ♦ طریق السداد فی عقوبۃ الارتداد
- ۱۰۴ ♦ طہور المسلمین
- ۱۰۴ ♦ عبادت اور چند اہم جدید مسائل
- ۱۰۵ ♦ غیۃ الناسک فی بغیۃ الناسک
- ۱۰۵ ♦ فتاویٰ محمدی مع شرح دیوبندی
- ۱۰۶ ♦ قاموس الفقہ
- ۱۰۶ ♦ قول الامام فی فساد امامۃ الغلام
- ۱۰۷ ♦ کحل العینین فی ترک رفع الیدین
- ۱۰۷ ♦ مباحث فقہیہ
- ۱۰۷ ♦ مروجہ بدعات — فقہاء اسلام کی نظر میں
- ۱۰۸ ♦ مروجہ سیاست کے شرعی احکام
- ۱۰۹ ♦ مسائل اذان
- ۱۰۹ ♦ مسائل مجتہد سہو
- ۱۰۹ ♦ مسجد کے آداب و احکام
- ۱۱۰ ♦ مسنون قراءت
- ۱۱۰ ♦ معاشرتی مسائل — دین فطرت کی روشنی میں
- ۱۱۱ ♦ منیۃ الساجد فی آداب الساجد
- ۱۱۱ ♦ میراث المسلمین

- ◆ نوازل فقہیہ معاصرہ ۱۱۱
- ◆ ہماری نمازیں ۱۱۲

### پانچواں باب : فضلاء دیوبند کے مطبوعہ فتاویٰ

- ◆ احسن الفتاویٰ ۱۱۵
- ◆ امداد الفتاویٰ ۱۱۵
- ◆ امداد المفتیین ۱۱۵
- ◆ حبیب الفتاویٰ ۱۱۶
- ◆ خیر الفتاویٰ ۱۱۶
- ◆ دینی مسائل اور ان کا حل ۱۱۶
- ◆ عزیز الفتاویٰ ۱۱۶
- ◆ فتاویٰ احیاء العلوم ۱۱۷
- ◆ فتاویٰ امارت شرعیہ ۱۱۷
- ◆ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۱۷
- ◆ فتاویٰ رشیدیہ ۱۱۸
- ◆ فتاویٰ قاضی ۱۱۸
- ◆ فتاویٰ محمودیہ ۱۱۹
- ◆ کتاب الفتاویٰ ۱۱۹
- ◆ کفلیۃ المفتی ۱۱۹
- ◆ منتخب نظام الفتاویٰ ۱۲۰

### چھٹا باب : معہد کے تربیت یافتہ فضلاء دارالعلوم کی تالیفات

- ◆ اجارہ — احکام و تطبیقات ۱۲۳

- ۱۲۳ ♦ اجتہاد اور تقلید
- ۱۲۳ ♦ احکام الحائض
- ۱۲۴ ♦ احکام الصلاۃ — فقہ شافعی میں
- ۱۲۴ ♦ احکام القرآن للجصاص (تحقیق و تعلیق)
- ۱۲۴ ♦ اختلاف مشائخ الحنفیہ
- ۱۲۵ ♦ اردو زبان میں فقہیات کا سرمایہ
- ۱۲۵ ♦ اسلام اور جدید ذرائع ابلاغ
- ۱۲۵ ♦ اسلام اور ماحولیات
- ۱۲۵ ♦ اسلام کا قانون تعزیر
- ۱۲۶ ♦ الأدلۃ الشریعۃ علی مذہب الإمام أبی حنیفہ (تحقیق و تعلیق)
- ۱۲۶ ♦ بچے — حقوق و احکام
- ۱۲۶ ♦ حقوق اور ان کی خرید و فروخت
- ۱۲۷ ♦ حیوانات کے فقہی احکام
- ۱۲۷ ♦ خطبات — احکام و مسائل
- ۱۲۷ ♦ جہدے — احکام و مسائل
- ۱۲۷ ♦ سود اور مروج سودی معاملات
- ۱۲۸ ♦ شرکت — احکام و تطبیقات
- ۱۲۸ ♦ غیر مسلموں سے متعلق فقہی احکام
- ۱۲۸ ♦ فتاویٰ نوازل
- ۱۲۸ ♦ فتح نکاح بہ سبب ظلم و زیادتی
- ۱۲۹ ♦ مراجم — احکام و تطبیقات
- ۱۲۹ ♦ مرد و عورت کے مسائل میں فرق

- ۱۲۹ ♦ مزارعت کے شرعی احکام
  - ۱۳۰ ♦ مضاربیت — احکام و تطبیقات
  - ۱۳۰ ♦ معاشرتی زندگی سے متعلق قرآنی تعلیمات
  - ۱۳۰ ♦ معاشرتی زندگی سے متعلق منشیات کے شرعی احکام
  - ۱۳۰ ♦ موافقات الأئمة الأربعة
  - ۱۳۱ ♦ موافقات الإمام أبي حنيفة والإمام مالك
- ساتواں باب : فقہی ادارے

- ۱۳۵ ○ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند
- ۱۳۵ ♦ دارالافتاء کے قیام سے پہلے فتاویٰ نویسی
- ۱۳۵ ♦ فتاویٰ نویسی کا پہلا دور
- ۱۳۵ ♦ فتاویٰ نویسی کا دوسرا دور
- ۱۳۶ ♦ فتاویٰ نویسی کا تیسرا دور
- ۱۳۶ ♦ فتاویٰ نویسی کا چوتھا دور
- ۱۳۷ ♦ فتاویٰ نویسی کا پانچواں دور
- ۱۳۷ ♦ دارالافتاء کا قیام اور پہلے صدر مفتی
- ۱۳۸ ♦ دارالافتاء میں کام کرنے والی شخصیات
- ۱۳۸ ♦ مفتی عزیز الرحمن عثمانی
- ۱۳۹ ♦ مفتی ریاض الدین بجنوری
- ۱۴۰ ♦ مفتی محمد شفیع دیوبندی
- ۱۴۰ ♦ مولانا محمد سہول بھاگلپوری
- ۱۴۱ ♦ مولانا کفایت اللہ گنگوہی
- ۱۴۱ ♦ مولانا فاروق احمد امجدی

- ۱۴۱ ♦ مولانا اعجاز علی امر و ہوی
- ۱۴۲ ♦ مفتی مہدی حسن شاہجہاں پوری
- ۱۴۲ ♦ مفتی محمود حسن گنگوہی
- ۱۴۲ ♦ مفتی نظام الدین اعظمی
- ۱۴۲ ♦ مفتی ظفر الدین مفتاحی
- ۱۴۳ ♦ مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی
- ۱۴۳ ♦ دارالعلوم دیوبند میں فتاویٰ نویسی کا منہج
- ۱۴۵ ♦ آن لائن افتاء کی شروعات
- ۱۴۵ ♦ فقہ و فتاویٰ میں دارالعلوم کا مقام
- ۱۴۷ ♦ حیدر آباد کی عدالت عالیہ کے لئے دارالعلوم کے مہتمم کا انتخاب
- ۱۴۸ ♦ دارالافتاء کی توسیع اور جدید عمارت میں منتقلی
- ۱۴۹ ♦ نقل فتاویٰ کا اہتمام
- ۱۴۹ ♦ فتاویٰ کی ترتیب و طباعت
- ۱۵۱ ♦ دارالافتاء کی موجودہ صورت حال
- ۱۵۲ ♦ شعبہ تربیت افتاء
- ۱۵۳ ○ دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
- ۱۵۳ ♦ امارت شرعیہ کے قیام کا پس منظر
- ۱۵۴ ♦ سن قیام، بانی اور امیر
- ۱۵۵ ♦ امارت شرعیہ کے سلسلہ میں شبہات و جوابات
- ۱۵۸ ♦ امارت شرعیہ کے مقاصد
- ۱۵۹ ♦ مختلف شعبوں میں امارت کی خدمات
- ۱۶۰ ♦ امارت شرعیہ کا شعبہ افتاء، وقضاء

- ◆ دارالافتاء اور دارالقضاء میں کام کرنے والی شخصیات ۱۶۱
- ◆ دارالقضاء میں فیصل کئے گئے مقدمات ۱۶۲
- ◆ ملک بھر میں نظام قضاء کا قیام ۱۶۲
- ادارۃ السباحۃ النظمیہ ۱۶۴
- ◆ قیام کا پس منظر ۱۶۳
- ◆ سن قیام اور بانی ۱۶۵
- ◆ ادارہ کے فقہی اجتماعات ۱۶۵
- ◆ نظام قضاء کا قیام ۱۶۶
- ◆ دوسرا فقہی اجتماع ۱۶۷
- ◆ تیسرا فقہی اجتماع ۱۶۹
- ◆ چوتھا فقہی اجتماع ۱۶۹
- اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا ۱۷۰
- ◆ قیام کا پس منظر ۱۷۰
- ◆ سن قیام اور بانی ۱۷۱
- ◆ اکیڈمی کے بنیادی مقاصد ۱۷۳
- ◆ اکیڈمی کے کام کا منہج اور دیگر فقہی اداروں سے اس کا امتیاز ۱۷۴
- ◆ اکیڈمی کی عالمی شہرت اور لوگوں کا اعتماد ۱۷۶
- ◆ اکیڈمی کی علمی و فقہی خدمات ۱۷۸
- الف: تربیتی ورکشاپ ۱۷۸
- ب: فقہی سیمینار ۱۷۹
- ج: فقہی لٹریچر کی طباعت ۱۷۹
- دارالافتاء مدرسہ قاسمیہ شاعی مراد آباد ۱۸۱

- ۱۸۱ ♦ سن قیام اور پہلے مفتی
- ۱۸۲ ♦ دارالافتاء میں کام کرنے والی شخصیات
- ۱۸۲ ♦ مفتی مصلح الدین
- ۱۸۳ ♦ مفتی محمد میاں دیوبندی
- ۱۸۳ ♦ مولانا عجب نور صاحب
- ۱۸۳ ♦ مفتی حامد میاں دیوبند
- ۱۸۴ ♦ مفتی واحد رضا مراد آبادی
- ۱۸۴ ♦ مفتی اختر شاہ سنہلی
- ۱۸۵ ♦ مفتی عبدالرحمن مراد آبادی
- ۱۸۵ ♦ مفتی محمد یحییٰ درہنگوی
- ۱۸۶ ♦ مفتی ریاض الدین میرٹھی
- ۱۸۶ ♦ مفتی عبدالوہاب سہارنپوری
- ۱۸۷ ♦ مفتی شبیر احمد قاسمی
- ۱۸۷ ♦ مفتی محمد سلمان منصور پوری
- ۱۸۷ ♦ ترحیب فتاویٰ
- ۱۸۷ ♦ شعبہ ترمیم افتاء
- ۱۸۹ ○ المعهد العالی للحدیب فی القضاء والافتاء
- ۱۸۹ ♦ معہد کے قیام کا پس منظر
- ۱۹۱ ♦ سن قیام اور بانی
- ۱۹۱ ♦ معہد کے قیام کا مقصد
- ۱۹۱ ♦ فضلاء کی تربیت کا نہج
- ۱۹۱ ۱- تدریس



۱۹۲	۲- تحریر
۱۹۲	۳- مشق فتاویٰ اور تربیت قضاء
۱۹۳	۴- محاضرات
۱۹۳	۵- مطالعہ
۱۹۳	♦ فضلاء کی تربیت کرنے والی شخصیات
۱۹۴	♦ تربیت پانے والے فضلاء کی تعداد
۱۹۴	♦ معبد کا علمی و تحقیقی سرمایہ
۱۹۵	○ المعبد العالی الاسلامی حیدرآباد
۱۹۵	♦ قیام کا پس منظر اور سن قیام
۱۹۶	♦ قیام کے مقاصد
۱۹۶	♦ تعلیمی شعبہ جات
• ۱۹۶	♦ اختصاص فی علوم القرآن
۱۹۷	♦ اختصاص فی الحدیث
۱۹۸	♦ اختصاص فی الفقہ الاسلامی
۱۹۸	♦ اختصاص فی الدعویہ
۱۹۹	♦ ان شعبوں کے مشترک مضامین
۲۰۰	♦ شعبہ اسلامک فائننس
۲۰۰	♦ تربیت تحقیق
۲۰۱	♦ مدرسہ عبداللہ بن مسعود
۲۰۱	♦ فاصلاتی کورس برائے دینی تعلیم
۲۰۱	♦ دارالافتاء
۲۰۲	♦ سنٹر فار پیس اینڈ ٹرویٹی

- ۲۰۲ ♦ محاضرات اور تربیتی کیمپ
- ۲۰۳ ♦ سپوزیم کا انعقاد
- ۲۰۴ ♦ معہد کے تربیت یافتہ افراد
- ۲۰۴ ♦ معہد کی علمی و تحقیقی خدمات
- ۲۰۵ ♦ معہد کی مطبوعات

## آٹھواں باب : گذشتہ فقہی شخصیات

- ۲۰۹ ○ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
- ۲۰۹ ♦ سن ولادت اور تعلیم و تربیت
- ۲۱۰ ♦ تدریس، افتاء اور اصلاح کا سلسلہ
- ۲۱۱ ♦ دارالعلوم دیوبند سے آپ کا تعلق
- ۲۱۳ ♦ فقہ و فتاویٰ میں آپ کا مقام
- ۲۱۴ ♦ علمی و قلمی سرمایہ
- ۲۱۶ ○ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (۱۲۸۶ھ)
- ۲۱۶ ♦ سن ولادت اور وطن
- ۲۱۶ ♦ ابتدائی تعلیم
- ۲۱۷ ♦ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ اور تعلیم سے فراغت
- ۲۱۹ ♦ درس و تدریس
- ۲۲۰ ♦ شانِ تفقہ
- ۲۲۳ ♦ فقہی خدمات
- ۲۲۵ ♦ وفات
- ۲۲۵ ♦ تالیفات
- ۲۲۷ ○ مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ (۱۲۹۷ھ)

- ۲۲۷ ♦ سن ولادت اور تعلیم و تدریس
- ۲۲۸ ♦ خدمت افتاء
- ۲۲۹ ♦ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں
- ۲۳۰ ♦ وفات و تدفین
- ۲۳۱ ○ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۳۰۰ھ)
- ۲۳۲ ♦ سن ولادت اور وطن
- ۲۳۲ ♦ ابتدائی تعلیم
- ۲۳۳ ♦ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ و فراغت
- ۲۳۳ ♦ کانپور میں تدریسی و اصلاحی خدمات
- ۲۳۴ ♦ شانِ جامعیت
- ۲۳۶ ♦ تھانہ بھون میں
- ۲۳۷ ♦ فقہی خدمات اور خصوصیات
- ۲۳۹ ♦ وفات و تدفین
- ۲۴۰ ♦ تلامذہ و مستفیدین
- ۲۴۰ ♦ علمی و قلمی سرمایہ
- ۲۴۱ ○ حافظ محمد احمد صاحبؒ
- ۲۴۲ ♦ سن ولادت اور تعلیم
- ۲۴۳ ♦ دارالعلوم کے منصبِ اہتمام پر
- ۲۴۵ ♦ جامعہ نظامیہ حیدرآباد کی صدارت
- ۲۴۵ ♦ فقہ و فتاویٰ میں آپ کا مقام
- ۲۴۶ ♦ حیدرآباد کی عدالت عالیہ کے لئے آپ کا انتخاب
- ۲۴۷ ♦ سفر آخرت

- ۲۳۹ ○ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ (۱۳۱۵ھ)
- ۲۳۹ ◆ سن ولادت اور وطن
- ۲۳۹ ◆ تعلیم و تربیت
- ۲۳۹ ◆ تدریس و افتاء کی خدمات
- ۲۵۰ ◆ آپ کی جامعیت اور مختلف دینی و ملی سرگرمیاں
- ۲۵۲ ◆ شانِ فقہ اور فتاویٰ نویسی کا سچ
- ۲۵۸ ◆ وفات و تدفین
- ۲۵۸ ◆ آپ کے اساتذہ و تلامذہ
- ۲۵۹ ◆ علمی و قلمی سرمایہ
- ۲۶۴ ○ مولانا محمد سہول بھاگلپوریؒ
- ۲۶۵ ○ مولانا اعجاز علی امرہویؒ (۱۳۲۱ھ)
- ۲۶۹ ○ مفتی مہدی حسن شاہ جہا پوریؒ (۱۳۲۷ھ)
- ۲۷۰ ○ مفتی محمد اسماعیل بسم اللہ سورتیؒ (۱۳۳۶ھ)
- ۲۷۱ ○ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ (۱۳۳۷ھ)
- ۲۷۱ ◆ ولادت اور خاندان
- ۲۷۱ ◆ دارالعلوم دیوبند میں
- ۲۷۳ ◆ فراغت و تدریس
- ۲۷۴ ◆ افتاء کی خدمت اور آپ کا فقہی مقام
- ۲۷۶ ◆ امتیازات و خصوصیات
- ۲۷۹ ◆ آپ کے مخصوص اساتذہ و تلامذہ
- ۲۸۰ ◆ عہدے اور مناصب
- ۲۸۰ ◆ سن وفات اور علمی سرمایہ

- مفتی محمد میاں دیوبندیؒ (۱۳۳۳ھ)
- ۲۸۳ ♦ سن ولادت اور تعلیم
- ۲۸۳ ♦ تدریسی خدمات
- ۲۸۴ ♦ سیاسی سرگرمیاں اور جمعیت علماء ہند سے وابستگی
- ۲۸۴ ♦ مدرسہ امینیہ دہلی میں
- ۲۸۵ ♦ جمعیت کے پلیٹ فارم سے آپ کی خدمات
- ۲۸۶ ♦ آپ کی فقہی خدمات اور مباحث فقہیہ کا قیام
- ۲۸۶ ♦ علمی و قلمی سرمایہ
- مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
- ۲۹۲ ○ مفتی محمد حسن گنگوہیؒ (۱۳۵۰ھ)
- ۲۹۲ ♦ ولادت و سلسلہ نسب
- ۲۹۲ ♦ ابتدائی تعلیم
- ۲۹۳ ♦ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ و فراغت
- ۲۹۳ ♦ مظاہر علوم سہانپور میں
- ۲۹۴ ♦ جامع العلوم کانپور میں
- ۲۹۵ ♦ دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء میں
- ۲۹۷ ♦ خدمت افتاء اور شانِ تفقہ
- ۳۰۲ ♦ فتاویٰ نویسی میں آپ کا نبج
- ۳۰۳ ♦ وفات اور تدفین
- ۳۰۴ ♦ آپ کے اساتذہ و تلامذہ
- ۳۰۴ ♦ علمی و قلمی سرمایہ
- مفتی نظام الدین اعظمیؒ (۱۳۵۲ھ)
- ۳۰۵

- ۳۰۵ ♦ سن ولادت اور تعلیم
- ۳۰۶ ♦ خدمت تدریس و افتاء
- ۳۰۶ ♦ آپ کے اساتذہ و تلامذہ
- ۳۰۷ ♦ علمی و قلمی سرمایہ
- ۳۰۹ ♦ سفر آخرت
- ۳۱۰ ○ مفتی رشید احمد پاکستانی (۱۳۶۱ھ)
- ۳۱۴ ○ قاضی مجاہد الاسلام قاسمی
- ۳۱۴ ♦ سن ولادت اور وطن
- ۳۱۴ ♦ ابتدائی تعلیم
- ۳۱۵ ♦ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ و فراغت
- ۳۱۶ ♦ دارالعلوم دیوبند سے گہری وابستگی
- ۳۱۷ ♦ جامعہ رحمانی موئگیر میں
- ۳۱۹ ♦ قاضی صاحب کی فقہی خدمات
- ۳۱۹ ۱- فتاویٰ نویسی
- ۳۲۲ ۲- قاضی شریعت دارالقضاء امارت شریعہ پٹنہ
- ۳۲۵ ۳- مسلم پرسنل لا بورڈ میں خدمت
- ۳۲۶ ۴- مرکز البحث علمی کا قیام
- ۳۲۷ ۵- سرمایہ بحث و نظر
- ۳۲۷ ۶- اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا قیام
- ۳۲۸ ۷- المعهد العالي للحدیث فی القضاء والافتاء کی بنیاد
- ۳۲۸ ۸- تصنیفات و تالیفات
- ۳۲۹ ♦ دوسرے میدانوں میں خدمت

- ۳۳۰ ♦ عہدے اور ایوارڈ
- ۳۳۲ ♦ تلامذہ و مستفیدین
- ۳۳۳ ♦ وفات و تدفین

### نواں باب : موجودہ فقہی شخصیات

- ۳۳۷ ○ مفتی ظفر الدین مفتاحی (۱۳۶۳ھ)
- ۳۳۷ ♦ تاریخ پیدائش اور وطن
- ۳۳۷ ♦ تعلیم و تدریس
- ۳۴۰ ♦ دارالعلوم دیوبند میں تقرری کا سبب
- ۳۴۱ ♦ دارالعلوم کی آغوش میں علمی و فقہی خدمات
- ۳۴۱ ۱- شعبہ تبلیغ و تصنیف
- ۳۴۱ ۲- ترتیب فتاویٰ
- ۳۴۲ ۳- کتب خانہ کی ترتیب
- ۳۴۳ ۴- خدمت افتاء
- ۳۴۵ ♦ دیگر عہدے اور ذمہ داریاں
- ۳۴۶ ♦ اساتذہ اور تلامذہ
- ۳۴۶ ♦ علمی و قلمی سرمایہ
- ۳۵۰ ○ مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی (۱۳۷۲ھ)
- ۳۵۳ ○ مولانا خورشید عالم قاسمی (۱۳۷۶ھ، ۱۹۵۶ء)
- ۳۵۵ ○ مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی (۱۳۷۶ھ)
- ۳۵۸ ○ مولانا برہان الدین سنہلی (۱۳۷۷ھ)
- ۳۶۲ ○ مولانا زبیر احمد قاسمی (۱۳۷۹ھ)
- ۳۶۲ ♦ سہ ولادت اور ابتدائی تعلیم

- ۳۶۲ ♦ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ اور فراغت
- ۳۶۳ ♦ تدریس و افتاء کی خدمت
- ۳۶۷ ♦ خصوصیات و امتیازات
- ۲۶۹ ♦ آپ کے تلامذہ
- ۳۷۰ ○ قاضی عبدالاحد ازہری (۱۳۸۰ھ)
- ۳۷۳ ○ مفتی اشرف علی باقوی (۱۳۸۱ھ)
- ۳۷۴ ○ مفتی سعید احمد پالن پوری (۱۳۸۲ھ)
- ۳۷۸ ○ قاضی عبدالجلیل قاسمی (۱۳۸۳ھ)
- ۳۸۱ ○ مفتی عزیز الرحمن فتح پوری (۱۳۹۰ھ، ۱۹۷۰ء)
- ۳۸۳ ○ مولانا عبید اللہ اسعدی (۱۳۹۰ھ)
- ۳۸۵ ○ مولانا شفیق احمد بستوی (۱۳۹۰ھ)
- ۳۸۷ ○ مولانا محمد قاسم مظفر پوری (۱۳۹۳ھ، ۱۹۷۵ء)
- ۳۸۷ ♦ سن ولادت اور تعلیم
- ۳۸۸ ♦ فراغت و تدریس
- ۳۸۸ ♦ خدمت قضاء
- ۳۸۹ ♦ علمی و قلمی سرمایہ
- ۳۹۰ ♦ تلامذہ
- ۳۹۱ ♦ خصوصیات و امتیازات
- ۳۹۳ ○ مفتی جمیل احمد نذیری (۱۳۹۵ھ، ۱۹۷۵ء)
- ۳۹۵ ○ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (۱۳۹۶ھ)
- ۳۹۵ ♦ سن ولادت اور وطن
- ۳۹۵ ♦ تعلیم و تربیت



- ۳۹۷ ♦ تدریسی خدمت
- ۳۹۸ ♦ المعهد العالی الاسلامی کا قیام
- ۳۹۸ ♦ امتیازات و خصوصیات
- ۳۹۹ ۱- وسعت مطالعہ
- ۴۰۰ ۲- نئے مسائل کا مناسب حل
- ۴۰۱ ۳- نصوص سے اعتناء
- ۴۰۱ ۴- جائز مقابلہ پیش کرنا
- ۴۰۲ ۵- آسان تر زبان و اسلوب
- ۴۰۳ ♦ دینی و فقہی خدمات
- ۴۰۳ ۱- دینی اداروں کا قیام
- ۴۰۴ ۲- فقہی رہنمائی
- ۴۰۴ (الف) مسلم پرسنل لا بورڈ
- ۴۰۴ (ب) اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا
- ۴۰۵ (ج) دارالقضاء امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش
- ۴۰۶ (د) شرعی کالم روزنامہ ”منصف“
- ۴۰۶ (ه) سہ ماہی ”بحث و نظر“
- ۴۰۶ (و) مختلف اداروں کی شرعی ایڈوائزری
- ۴۰۷ (ز) علمی و فقہی اسفار و ورکشاپ
- ۴۰۷ ۳- فقہ میں علماء کی تربیت
- ۴۰۸ ۴- فقہی تالیفات
- ۴۱۰ ♦ آپ کے ممتاز طالبانہ
- ۴۱۰ ♦ عہدے اور مناصب

- ۴۱۱ ○ مفتی حبیب اللہ قاسمی (۱۹۷۷ء)
- ۴۱۳ ○ مولانا انیس الرحمن قاسمی (۱۹۷۸ء)
- ۴۱۵ ○ مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی (۱۹۸۲ء)
- ۴۱۷ ○ مفتی شبیر احمد قاسمی (۱۳۰۴ھ، ۱۹۸۴ء)
- ۴۲۰ ○ مفتی نذیر احمد کشمیری (۱۳۰۴ھ)
- ۴۲۲ ○ مفتی محمد جنید عالم قاسمی (۱۳۰۶ھ)
- ۴۲۵ ○ مفتی ظہیر احمد کانپور (۱۳۰۶ھ)
- ۴۲۷ ○ مفتی محمد طاہر قاسمی (۱۳۰۷ھ)
- ۴۲۹ ○ مفتی محمد سلمان منصور پوری (۱۳۰۷ھ، ۱۹۸۷ء)
- ۴۳۱ ○ مولانا اختر امام عادل قاسمی (۱۹۸۷ء)
- ۴۳۳ ○ مفتی اقبال احمد قاسمی (۱۹۹۰ء)
- ۴۳۶ ◆ مراجع و مصادر



## مُقَدِّمَہ

### (دارالعلوم دیوبند اور اس کا فقہی منہج)

دارالعلوم کا لفظ اصلاً تو مدرسہ اور درس گاہ کے لئے ہے اور عام طور پر اس لفظ سے ذہن ایک روایتی تعلیم گاہ کی طرف جاتا ہے، لیکن اگر دارالعلوم دیوبند کو بھی ان ہی معنوں میں دارالعلوم کہا جائے، تو یہ اس کے مقاصد و اہداف اور مزاج و مذاق سے یا تو نا آگہی ہوگی یا نا انصافی، دارالعلوم محض ایک مدرسہ نہیں، بلکہ ایک تحریک اور مشن ہے، ایک ایسی تحریک جس نے علم دین کی روشنی کو رؤساء و اہل ثروت کے عشرت کدوں سے غریبوں اور فاقہ مست مسلمانوں کی جمہور پیڑیوں تک پہنچایا، جس نے اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر یورش سے بچہ آزمائی کی اور اسلام کی فکری سرحدوں کی حفاظت میں ایک لمحہ بھی تغافل کو روا نہیں رکھا، جس کے پیش نظر محض چند کتابوں کا پڑھنا اور پڑھانا اور چند مضامین سے طلبہ کے قلب و ذہن کو آشنا کر دینا نہیں تھا، علماء امت کو اس درد اور تڑپ سے آشنا کرنا تھا، جو ایک نبی کو اپنی امت کے تئیں ہوا کرتا تھا۔

اس تحریک نے اسلام کے خلاف اٹھنے والے کن طوفانوں کا منہ نہیں موڑا؟ ہندو اہیاء پسندی اور آریہ سماجی تحریک کے مقابلہ کون کھڑا ہوا؟ جب عیسائی پادری اور مناظر ملک کے کوچہ کوچہ میں دولت ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے حملہ زن تھے تو بحیثیت جماعت کس نے ان کی شمشیر باطل کو کند کیا؟ جب علی گڑھ سے اعتزال کا فتنہ نئے رنگ و روپ میں ظاہر ہوا اور اس نے نصوص کی اتباع کے مقابلہ عقل پرستی اور خردنارسا کی اتباع کا صورت پھونکا، تو اجتماع بحیثیت سے کس طبقہ نے اس فتنہ کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کو کتاب و سنت کی ابدی حقیقتوں کا قائل کیا؟

جب انگریزوں کی شہ پر پنجاب سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر وار کرنے کی کوشش کی گئی تو کن حضرات نے میلہ وقت سے پنجہ آزمائی میں پیش قدمی کی اور ہندوستان کے کوچہ کوچہ میں اس فتنہ کا تعاقب کیا؟ جب کچھ لوگوں نے قرآن کے نام کا غلط استعمال کر کے حدیث نبوی ﷺ کا انکار کیا اور اس کے اعتبار و استناد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو کن لوگوں نے حدیث کی حفاظت و میانت کے لئے اپنی قلمی اور ذہنی صلاحیت کو وقف کر دیا؟ جب اس ملک میں عقل و دانش، جمہوریت اور سیکولرزم کے نام پر قانون شریعت کو ہدف بنایا گیا اور مسلمانوں کو ان کے مذہبی اور ثقافتی تشخص سے محروم کرنے کی کوشش کی گئی تو تحفظ شریعت کے جہاد کی سالاری کن لوگوں نے کی؟ اور کس نے سوتوں کو جگایا اور غفلوں کو بیدار کیا؟ ہندوستان میں جنگ آزادی کی تحریک ہو یا آزادی کے بعد مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سیاسی سازشیں، طبقہ علماء میں زیادہ تر کن حضرات کو ان کے مقابلہ کی توفیق میسر آئی؟

کوئی بھی حقیقت پسند مؤرخ اگر ان سوالات کا جواب دینا چاہے تو اس کا جواب ”دیوبند اور علماء دیوبند“ ہی ہوگا، قیام دارالعلوم کے بعد سے اسلام کی دعوت و اشاعت اور اس کے تحفظ و بقاء کا جو بھی کام اس برصغیر میں ہوا ہے، دیوبند یا تو اس تحریک کا میر کارواں رہا ہے یا کم سے کم اس نے ایک مخلص، فرض شناس، جری اور اپنے مقصد سے عشق کی حد تک محبت رکھنے والے سپاہی کی حیثیت سے اس قافلہ میں شرکت اور اپنا فریضہ ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے، یا تو جو روشنی پہلے سے موجود تھی، اس نے اس کی کرنوں میں اضافہ کیا یا بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی بن کر امت کے لئے قبلہ نما اور خطر طریق کا کام دیا۔ **فروحمہم اللہ رحمة واسعة**۔

اسلام کی خدمت و اشاعت کا ایک اہم ترین حصہ علوم اسلامی کی خدمت اور اس میدان میں نظر و تحقیق کی وسعت ہے، دارالعلوم کی تاریخ اس باب میں بھی ”ورق درق روشن“ کا مصداق ہے، کلام و عقیدہ ہو، احسان و تصوف ہو، قرآن کی تفسیر و توضیح ہو، حدیث کی شرح و تبیین ہو، فقہ اور فقہ کے متعلقات ہوں، عربی زبان و ادب اور قواعد و ضوابط کا میدان ہو، تاریخ

وتذکرہ اور سیرت کا موضوع ہو، اردو زبان کا تعمیری ادب اور شعر و سخن کی دنیا ہو، ہر فن کی آبیاری اور ہر میکدہ علم کی قدح خواری میں اس نے اپنا کردار ادا کیا ہے، تاہم فقہ و فتاویٰ دیوبند کی خاص جولان گاہ تحقیق رہا ہے، ہندوستان کی مختلف درسگاہوں کا اپنا اپنا مذاق ہے اور کسی خاص علم کا رنگ اس پر غالب رہا ہے، مدرسۃ الاصلاح سرانے میر نے قرآن مجید کو اپنا موضوع بنایا، مظاہر علوم سہارنپور پر حدیث کا غلبہ رہا، قرآن و حدیث کی زبان بلکہ اسلام کی گویا سرکاری اور ایک الہامی زبان کی حیثیت سے ندوہ نے عربی زبان و ادب کو اپنی توجہ کا خاص مرکز بنایا، دیوبند نے گو علوم اسلامی کے ہر شعبہ میں نہایت ہی قیمتی ورثہ چھوڑا ہے اور شاید ہی کسی اور گروہ کے لئے اس کا مقابلہ ممکن ہو، لیکن فقہ دیوبند کی بحث و تحقیق اور فکر و نظر کا خاص مرجع رہا ہے۔

اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ فقہ دراصل تمام علوم اسلامی کا عطر اور نچوڑ ہے، وہ قرآن کی عملی ہدایات کا خلاصہ ہے، وہ احادیث احکام کا لب لباب ہے، کتب فقہ میں ردت اور الفاظ کفر کے احکام کو دیکھیں تو گویا عقیدہ و کلام کا کشیدہ ہے، آداب کی جو بحثیں خطر و اباحت اور کراہیت کے ذیل میں آجاتی ہیں، وہ احسان و تزکیہ اخلاق سے مربوط ہیں اور بدعات پر فقہاء کے کلام کا جائزہ لیں تو اس کا مقصد تصوف کے حصہ صافی کو اجنبی اور غیر اسلامی آمیزش سے بچانا اور محفوظ رکھنا ہے، جو شخص عربی زبان و ادب، طریقہ کلام اور قواعد اظہار سے واقف نہ ہو اور الفاظ و حروف کے دائرہ اثر کو سمجھنے پر قادر نہ ہو، وہ فقہی استنباط میں ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا، گویا کوئی فقیہ ادب اور زبان و بیان کے عصری اسالیب سے بھی نااہل نہیں رہ سکتا، اس لئے یہ کہا جائے تو غلو اور مبالغہ نہ ہوگا کہ فقہ گویا تمام علوم اسلامی کا عطر اور خلاصہ ہے؛ اسی لئے تاریخ کی بہترین ذہانتیں اس میدان میں صرف ہوئیں اور یہ کوئی مذہبی خوش عقیدگی اور قومی تفاخر نہیں کہ آج دنیا میں کوئی نظام قانون خالص مادی نقطہ نظر سے بھی ایسا جامع، انسانی ضروریات سے ہم آہنگ، فطرت انسانی کا آئینہ دار اور اپنے وقت ہی کے نہیں بلکہ مستقبل میں پیدا ہونے والے مسائل و مشکلات کو حل کرنے کی صلاحیت سے مالا مال نہیں، جیسا کہ یہ نظام قانون ہے؛ بلکہ آج مشرق و مغرب کا کوئی مہذب قانون نہیں جس نے اسلامی قانون اور بالخصوص اسلام

کے شخصی قوانین سے خوشہ چینی نہ کی ہو، اس لئے اگر دیوبند پر فقہ کی چھاپ گہری ہو اور اس کا رنگ غالب ہو تو چنداں باعث تعجب نہیں۔

دیوبند کا امتیاز افراط و تفریط کی پگڈنڈیوں کے درمیان سے اعتدال کی شاہراہ تعمیر کرنا ہے، دیوبند یقیناً ارباب حق اور اہل اللہ کے مسلک یعنی مذہب اہل سنت والجماعت کا ترجمان و نقیب ہے، لیکن اس کے پاس ”یافت“ کے ساتھ ”دریافت“ بھی ہے، اس نے سلف صالحین کی قائم کی ہوئی فکر و عمل کی سرحدوں کے دائرہ میں رہتے ہوئے نئے راستے بھی دریافت کئے ہیں، مثلاً دیوبند کا مسلک فقہی ”خفیت“ ہے، لیکن علم کلام کی تشریح و توضیح میں اس نے ماتریدی نقطہ نظر پر انحصار نہیں کیا، وہ ماتریدی بھی ہے اور اشعری بھی اور بہت سے مقامات پر صفات باری وغیرہ کی توضیح میں علماء دیوبند نے حنبلی نقطہ نظر کو بھی اختیار کیا ہے، احسان و تصوف دیوبند کے خون میں رچا بسا ہے، بانی دارالعلوم اور ان کے رفقاء سے لے کر آج تک ہر عہد میں دیوبند سے ایسے ذاکرین و شاغلین اور اصحاب اصلاح پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے بیعت کو صالح انقلاب اور تزکیہ نفس کا ذریعہ بنایا؛ لیکن تصوف میں جو باتیں صوفیاء کے ذاتی مذاق پر مبنی تھیں اور جن کے لئے کتاب و سنت کی نصوص میں کوئی سند نہیں تھی، دیوبند نے کبھی ان کو درخور اعتناء نہیں سمجھا؛ بلکہ بہت سی وہ باتیں جو مشاہیر صوفیاء کے یہاں موجود تھیں، ان کو بدعت کہنے میں بھی تامل نہیں برتا، یہاں تک کہ دیوبند کے شیخین حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ نے خود اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرکیؒ سے بعض مسائل کی بابت بے تکلف اختلاف کیا۔

فقہ حنفی کے متبع ہونے کی حیثیت سے دیوبند نے ہر جگہ احادیث کی تعبیر و تشریح میں فقہاء عراق ہی کے طریقہ کی پیروی نہیں کی، بلکہ بہت سے مقامات پر فقہاء حجاز اور محدثین کے نقش قدم کو بھی سرمہ حیات بنایا اور احادیث میں خصوصیت سے ترجیح سے زیادہ تطبیق و توفیق کی راہ اختیار کی، دیوبند کا یہی رنگ اعتدال فقہ میں بھی نمایاں ہے، اگر کوئی شخص دقت نظر کے ساتھ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت مولانا اشرف علی

تھانویؒ کی فقہی آراء اور شرح حدیث کے ذیل میں ان کی توجیہات و تشریحات دیکھے گا تو یقیناً اس بات کو محسوس کرے گا کہ دیوبند نے ائمہ کی تقلید شخصی کو نفس پرستی کے فتنہ سے بچانے کے لئے یقیناً ضروری سمجھا ہے اور ان کا یہ سمجھنا موجودہ حالات میں حرف بہ حرف درست ہے، لیکن وہ اس جامد اور غالی تقلید کے بھی روادار نہیں تھے جو علماء کے ایک گروہ میں پایا جاتا تھا اور جس کی وجہ سے بعض اوقات ”شارع“ اور ”شارح“ کا فرق مٹا ہوا محسوس ہوتا ہے، جہاں وہ ترک تقلید کو اصولی طور پر فتنہ کبریٰ سمجھتے تھے، وہیں بعض جزوی مسائل میں ظاہر نفس کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر یا زمانہ کی ضرورتوں کے تحت فقہ حنفی سے عدول کو بھی ورع و تقویٰ کے خلاف نہیں جانتے تھے، بعض دفعہ علمائے المسلمین کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے اور بعض دفعہ موجودہ حالات کے پس منظر میں اباحت اور فساد فکر و عمل سے بچانے کے لئے وہ دوسرے فقہاء سے بھی استفادہ کرتے تھے، وہ اپنے مشائخ و فقہاء کے اجتہادات اور تفریعات کا تتبع بھی کرتے تھے، لیکن اس چیز نے کبھی ان کو کتاب و سنت کی نصوص سے دور نہیں کیا اور مستغنی نہیں بنایا، فکر و نظر کا یہ اعتدال دیوبند کی سب سے قیمتی متاع، اس کی وجہ شناخت اور اس کا تمغہ امتیاز ہے اور ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اخلاف و اصاغر اپنے اسلاف و اکابر کے اس منہج و مسلک کو پورے حزم و احتیاط اور ساتھ ہی ساتھ وسعت قلبی اور فراخ چشمی کے ساتھ سمجھیں اور اس کو اپنے لئے دلیل راہ بنائیں۔

علماء دیوبند کے مسلک و مشرب اور مزاج و مذاق کے غالباً سب سے بڑے نقیب و ترجمان حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے دارالعلوم کے مسلک پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے :

علمی حیثیت سے یہ ولی اللہی جماعت مسلک اہل سنت والجماعت ہے، جس کی بنیاد کتاب و سنت اور اجماع و قیاس پر قائم ہے، اس کے نزدیک تمام مسائل میں اولین درجہ نقل روایت و در آثار سلف کو حاصل ہے، جس پر پورے دین کی ثمارت کھڑی ہوئی ہے، اس

کے یہاں کتاب و سنت کی مراد محض قوتِ مطالعہ سے نہیں؛ بلکہ اقوالِ سلف اور ان کے متوارث مذاق کی حدود میں محدود رہ کر نیز اساتذہ اور شیوخ کی صحبت و ملازمت اور تعلیم و تربیت ہی سے متعین ہو سکتی ہیں، اسی کے ساتھ عقل و درایت اور تفقہ فی الدین بھی اس کے نزدیک فہم کتاب و سنت کا ایک بڑا اہم جزو ہے، وہ روایات کے مجموعے سے شارح علیہ السلام کی غرض و غایت کو سامنے رکھ کر تمام روایات کو اسی کے ساتھ وابستہ کرتا ہے اور سب کو درجہ بدرجہ اپنے اپنے محل پر اس طرح چسپاں کرتا ہے کہ وہ ایک ہی زنجیر کی کڑیاں دکھائی دیں، اس لئے جمع بین الروایات اور تعارض کے وقت تطبیق احادیث اس کا خاص اُصرار ہے، جس کا منشاء یہ ہے کہ وہ کسی ضعیف سے ضعیف روایت کو بھی چھوڑنا اور ترک کر دینا نہیں چاہتا، جب تک کہ وہ قائل احتجاج ہو، اسی بنا پر اس نے جماعت کی نگاہ میں نصوص شرعیہ میں کہیں بھی تعارض اور اختلاف محسوس نہیں ہوتا، بلکہ سارے کا سارا دین تعارض اور اختلاف سے مبرا رہ کر ایک ایسا گلدستہ دکھائی دیتا ہے، جس میں ہر رنگ کے علمی و عملی پھول اپنے اپنے موقع پر کھلے ہوئے نظر آتے ہیں، اسی کے ساتھ بطریق اہل سلوک، جو رسمیات اور رواجوں اور نمائشی حال و قال سے مبرا اور بری ہے، تزکیہ نفس اور اصلاحِ باطن بھی اس کے مسلک میں ضروری ہے۔ (تاریخ دارالعلوم ۲۲۳-۲۲۵)

حلقہ دیوبند میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو تفقہ میں جو درجہ و مقام حاصل تھا، وہ محتاج اظہار نہیں، حضرت تھانویؒ احکام فقہیہ میں سختی سے تقلید کے قائل تھے، لیکن تقلید میں غلو کو بھی اسی درجہ ناپسند فرماتے تھے، مولانا تھانویؒ نے تقلید کی حقیقت کو سمجھاتے ہوئے لکھا ہے:



تقلید کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ امام کے قول کو حدیث و قرآن سے زیادہ سمجھا جاتا ہے، بلکہ یہ حقیقت ہے کہ ہم کو اتنا علم نہیں، جتنا کہ ان فقہاء کو تھا، جنہوں نے فقہ کو مرتب کیا، نصوص سے جس فہم اور احتیاط کے ساتھ وہ مسائل کا استخراج کر سکتے تھے، ہم نہیں کر سکتے۔ (وعظ الصالحین: ۲۱)

ایک اور موقع پر تقلید شخصی کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :  
اس حکم کو مقصود بالذات سمجھنا بے شک بدعت ہے، لیکن مقصود بالغیر سمجھنا یعنی مقصود بالذات کا مقدمہ سمجھنا یہ بدعت نہیں بلکہ طاعت ہے۔ (بیاد النوار: ۷۹)

اگر کسی فقہی جزئیہ کے مقابلہ میں نص صریح مل جائے تو کیا رویہ ہونا چاہئے؟ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں :

اگر کسی اور جزئی میں بھی ہم کو معلوم ہو جائے کہ حدیث صریح نصوص کے خلاف ہے تو چھوڑ دیں گے اور یہ تقلید کے خلاف نہیں۔ (حسن العزیز: ۲۷۲/۲)

ایک موقع پر فرماتے ہیں :

بعض اہل تعصب کو ائمہ کی تقلید میں ایسا جمود ہوتا ہے کہ وہ امام کے قول کے سامنے احادیث صحیحہ غیر معارضہ کو بے بھرک رد کر دیتے ہیں، میرا تو اس سے روٹکنا کھڑا ہو جاتا ہے۔ (اشرف المعلومات: ۱۹)

ایک اور موقع پر رقم طراز ہیں :

اگر امام کی دلیل سوائے قیاس کے کچھ نہ ہو اور حدیث معارض موجود ہو تو قول امام چھوڑ دیا جاتا ہے، جیسے ”ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام“ میں ہوا ہے کہ امام صاحبؒ نے قدر غیر مسکر کو

جائز کہا ہے اور حدیث میں اس کے خلاف کی تصریح موجود ہے،  
یہاں امام صاحبؒ کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں، مگر اس کے لئے  
بڑے تبحر کی ضرورت ہے۔ (حسن العزیز: ۳۹۷/۴)

احکام فقہیہ میں استدلال کا کیا طریقہ ہونا چاہئے؟ اس بارے میں لکھتے ہیں :  
توحید و رسالت اور عقائد اصل ہیں اور قطعی دلائل پر قائم ہیں،  
اس میں مذاہب حقہ سب شریک ہیں، آگے فروغ ہیں، جس  
کے دلائل خود ظنی ہیں، ان میں کسی جانب کا جزم کر لینا احداث  
فی الدین ہے، اس لئے مذہب حنفی کے کسی مسئلہ کو اس طرح  
ترجیح دینا کہ شافعی مذہب کے ابطال کا شبہ ہو، یہ طرز پسندیدہ  
نہیں۔ (انفاس عیسوی: ۶۳۳)

حضرت تھانویؒ کا جو انداز فکر ہے، یہی طریقہ استنباط حضرت گنگوہیؒ کے یہاں بھی ملتا  
ہے، گوان کے یہاں شاید اس قدر صراحت کے ساتھ یہ باتیں نہ ملیں، لیکن احادیث میں تطبیق  
و ترجیح کے باب میں مولانا گنگوہیؒ کے یہاں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں، خود مولانا تھانویؒ کا  
بیان ہے :

میرا ارادہ تھا کہ ایک رسالہ احکام معاملات میں ایسا لکھوں کہ جن  
معاملات میں عوام جھٹلا ہیں، اگر وہ صورتیں کسی مذہب میں بھی  
جائز ہوں تو اس کی اجازت دے دوں، تاکہ مسلمانوں کا فعل کسی  
طرح سے تو صحیح ہو سکے، میں نے احتیاطاً اس کے بارے میں  
حضرت مولانا گنگوہیؒ سے بھی دریافت کیا کہ ایسے مسائل میں  
دوسرے مذہب پر فتویٰ دینا جائز ہے یا نہیں؟ تو حضرت نے بھی  
اجازت دے دی، مولانا بہت پختہ حنفی تھے۔ (مکمل، حقوق ائمہ)

اور یہ توسع خدا نخواستہ نفس پرستی پر مبنی نہیں تھا؛ بلکہ مقصد یہ تھا کہ لوگوں میں شریعت کی

محبت پیدا ہو اور وہ اپنے اوپر احکام شریعت کو بوجھ نہ سمجھنے لگیں؛ چنانچہ مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں :

مختلف فیہ مسائل میں وسعت دینی چاہئے، اس طرح ایک تو

شریعت سے محبت ہوگی، دوسرے آرام رہے گا۔ (انفاس عینی: ۲: ۳۳۳)

اگر کوئی شخص نصوص اور فقہاء کے اجماع و اتفاق سے آزاد ہو کر فتویٰ دینے لگے، مقصد شریعت کے پردہ میں خود شریعت ہی سے آزاد ہونا اور اپنے کاندھوں سے تکلیف کے بوجھ کو اتار پھینکنا ہو اور اس کے لئے شذوذ و نوادر کی تلاش کی جائے اور اس کو ہمیز بنا کر خواہشات نفس کی اتباع کا دروازہ کھولا جائے، تو یہ اباحت ہے، جو ضلالت و گمراہی اور زلیغ و کجروی ہی نہیں؛ بلکہ بعض اوقات انسان کو کفر کے دروازہ تک پہنچا دیتی ہے، اعاذنا اللہ منہ، لیکن امت کی واقعی ضروریات کو دیکھتے ہوئے کتاب و سنت کی نصوص، ائمہ متبوعین کے اجتہادات اور مشائخ مذہب کے فتاویٰ اور تخریجات کے دائرہ میں رہتے ہوئے کسی خاص جزئیہ میں فقہی عدول سے کام لیا جائے، بلکہ اپنے زمانہ کے احوال اور عادات کی روشنی میں ان احکام کی تطبیق کی جائے، تو یہ دین سے بے دینی کی طرف نہیں، بلکہ دین سے دین کی طرف سفر ہے، اس کا مقصد لوگوں میں شریعت اسلامی کی محبت پیدا کرنا ہے، اس کا منشاء یہ بتانا ہے کہ دین ایسا بوجھ نہیں جسے اٹھایا نہ جاسکے، بلکہ اس کے دامن میں بڑی فراخیاں اور وسعتیں ہیں، اس کا مقصد لوگوں میں یقین پیدا کرنا ہے، کہ شریعت میں ہر عہد کی مشکلات اور انسانی ضروریات کا حل موجود ہے اور انسان کے واقعی اور حقیقی مسائل کو حل کرنے لئے شریعت کے دائرہ سے باہر جانے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ قواعد شرع کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنے عہد اور زمانہ پر اس کی تطبیق کی ضرورت ہے۔

یہ ہے وہ فقہی منہج جو بزرگانِ دیوبند نے اپنے اخلاف کے لئے دیا ہے، جس میں تقلید بھی ہے، تمام فقہاء و محدثین کا احترام بھی، نصوص کا اہتمام بھی اور سلف صالحین کے اجتہادات سے ارتباط بھی، جس میں احتیاط اور اباحت سے حفاظت بھی ہے اور امت کی حقیقی ضروریات کا حل اور وسیع الفکری بھی؛ احکام شریعت کی تشریح و توضیح میں سلف صالحین کے اجتہاد و بیان سے آزاد ہو جانا بھی دیوبندیت نہیں اور تقلید میں جمود و غلو اور نصوص کے ”شرارین“ کو ”شارعین“

کا درجہ دے دینا بھی دیوبندیت نہیں اور شاید اسی کا نام ”فکر ولی اللہی“ ہے، جس کو تمام بزرگان دیوبند نے اپنی فکر کا اصل مرجع و منبع اور سرچشمہ قرار دیا ہے۔

یہ کتاب جو اس وقت قارئین کے سامنے ہے، کا محرک یہ ہوا کہ ’المعبد العالی الاسلامی‘ کے قیام کے بعد ہی سے جہاں قرآن و حدیث، فقہ اور دعوہ سے متعلق اہم مسائل پر علمی و تحقیقی کام کرایا جاتا ہے، وہاں اس بات کی بھی کوشش کی جاتی ہے کہ مختلف حلقوں اور علاقوں کی اہم خدمات کا تعارف سامنے آئے؛ کیوں کہ سلف کی خدمات خلف کے لئے مشعل راہ ہوتی ہیں، بزرگوں کے کام کو دیکھ کر خوردوں کو حوصلہ ملتا ہے، گذرے ہوئے لوگوں کی خدمات اگر سامنے آئیں تو ایک تو ان اہل علم پر اعتماد بڑھتا ہے، دوسرے اپنے اندر بھی جذبہ خدمت انگیزائی لینے لگتا ہے، اس طرح علمی کاموں میں تسلسل باقی رہتا ہے؛ چنانچہ معبد نے علماء دیوبند کی خدمت حدیث، علماء گجرات کی خدمت حدیث اور علماء بہار کی خدمت حدیث پر اہم مقالات لکھوائے ہیں، اسی طرح علماء دکن کی فقہی خدمات پر ایک فاضل نے قلم اٹھایا ہے، برصغیر کی ایک ممتاز دینی درس گاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی فقہی خدمات پر ایک تفصیلی مقالہ مولوی منور سلطان ندوی کے قلم سے مرتب ہو کر شائع ہو چکا ہے، جسے بحمد اللہ اہل علم کے درمیان بڑی پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور یہ معبد میں تربیت کے دوران لکھا گیا پہلا مقالہ ہے، جو کتابی شکل میں شائع ہوا ہے۔

اس کے بعد سے ہی دل میں تقاضا تھا کہ دیوبند کی فقہی خدمات پر بھی اسی طرح کام کیا جائے، مختلف اہل علم کی طرف سے بھی اس کا تقاضا ہو رہا تھا؛ چنانچہ عزیزی مولوی عبدالحسیب قاسمی سلمہ کو اس حقیر نے یہ موضوع حوالہ کیا، مقالہ کے لئے ذیلی عنوانات مقرر کئے اور انھوں نے اس کام کو شروع کیا، ایک سال میں یہ کام موضوع کے پھیلاؤ کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا اور نامکمل ہونے کی وجہ سے اس کی اشاعت مناسب محسوس نہیں ہوئی، اللہ جزائے خیر دے عزیزی مولوی آفتاب غازی قاسمی سلمہ کو، جو اس وقت معبد کے شعبہ تحقیق

کے رفقاء میں ہیں، اس حقیر نے ان سے خواہش کی کہ وہ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں، ماشاء اللہ انھوں نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ نہ صرف باقی ماندہ عنوانات کو مکمل کیا؛ بلکہ جو حصہ ان کے پیش رو کا کیا ہوا تھا، اس میں بھی جہاں کہیں اضافہ کی ضرورت محسوس کی گئی، یا اس حقیر نے مشورہ دیا؛ سے بھی انھوں نے مکمل کیا، اس طرح اس کتاب میں درج ذیل ابواب مولوی عبدالحسب قاسمی سلمہ کے لکھے ہوئے ہیں :

پہلا باب: تحریک دارالعلوم دیوبند۔

دوسرا باب: فقہ اسلامی کا مختصر تعارف۔

تیسرا باب: تدوین فقہ، اصول فقہ اور قواعد فقہیہ پر چند تالیفات۔

چوتھا باب: مسائل فقہیہ پر چند تالیفات۔

جن کے مجموعی صفحات (۶۴) ہیں۔

اور درج ذیل ابواب مولوی آفتاب غازی قاسمی سلمہ کے قلم سے ہیں — پانچواں باب: فضلاء دیوبند کے مطبوعہ فتاویٰ، چھٹا باب: معہد کے تربیت یافتہ فضلاء دیوبند کی فقہی تالیفات، ساتواں باب: فقہی ادارے، آٹھواں باب: گذشتہ فقہی شخصیات، نواں باب: موجودہ فقہی شخصیات — جن کے مجموعی صفحات (۳۷۷) ہیں، اللہ تعالیٰ ان دونوں عزیزوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اگر مسلک دیوبند کے حامل اہل علم و نظر کی تحریروں کو شامل کر لیا جاتا تب تو علماء دیوبند کی خدمت کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا؛ بلکہ اگر بانیان دیوبند، اور ابنائے دیوبند کی خدمات کا احاطہ کیا جاتا تو یہ بھی کچھ کم نہیں، اسی لئے اسی دوسرے پہلو سے دیوبند کی فقہی خدمات پر طائرانہ نظر ڈالی گئی ہے، یہ موضوع تشنہ رہ جاتا اگر اس میں فقہ کے سلسلہ میں علماء دیوبند کی فکر اور اس کے منہج کو واضح نہیں کیا جاتا، اس سلسلہ میں معہد کے ایک فاضل مولوی جمیل اختر ندوی سلمہ نے ”علماء دیوبند اور افتاء بمذہب الغیر“ کے عنوان سے اپنا مقالہ لکھا،

جو انشاء اللہ آئندہ شائع ہوگا، تاہم اس حقیر نے اپنے ایک مقالہ میں اس پہلو پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، یہ مقالہ دارالعلوم اسلامیہ بستی (یوپی) کی دعوت پر ”علماء دیوبند کی فقہی خدمات“ کے عنوان سے لکھا گیا تھا، جس کو اہل علم کے حلقہ میں بڑا پسند کیا گیا اور ہندو پاک کے کئی رسائل نے اس کو شائع کیا، اب یہ مقالہ اس حقیر کی تالیف: ”فقہ اسلامی — تدوین و تعارف“ کا حصہ ہے، اس کی ابتدائی سطور جو ”علماء دیوبند کے فقہی منہج“ سے متعلق ہیں، آپ نے ابھی اس مقدمہ میں ملاحظہ فرمائیں، انشاء اللہ یہ کم سواد سطریں اگرچہ کہ اس موضوع کا حق ادا نہیں کر سکتیں؛ لیکن ایک حد تک موضوع کو واضح کرتی ہیں۔

آج جب کہ یہ کتاب اشاعت کے لئے جاری ہے بے حد خوشی و مسرت کا احساس ہو رہا ہے کہ :

نام نیک رفتاں ضائع کمن  
کے مطابق انشاء اللہ یہ تحریر نو جوان فضلاء میں علمی و تحقیقی کاموں کا حوصلہ پیدا کرے گی، اپنے بزرگوں کی کاوشوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے محرک بنے گی اور وہ اس سے روشنی حاصل کر سکیں گے۔

وبالله التوفیق وهو المستعان .

خالد سیف اللہ رحمانی  
(ناظم المعهد العالی الاسلامی حیدرآباد)

۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

۱۷ دسمبر ۲۰۱۰ء



## حرفِ آغاز

دارالعلوم دیوبند محض ایک ادارہ نہیں؛ بلکہ ایک تحریک ہے، جس کا مقصد ہندوستان میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور مسلمانوں کی صحیح اسلامی خطوط پر رہنمائی ہے اور دارالعلوم دیوبند اپنے شروع زمانہ قیام سے ہی اس فریضہ کو بڑی خوبی کے ساتھ انجام دیتا آ رہا ہے؛ چنانچہ دارالعلوم کے فضلاء اور متعلقین نے ہمیشہ تفسیر، حدیث، کلام، ادب اور فلسفہ کے علاوہ عامۃ الناس کی رہنمائی کے لئے فقہ و فتاویٰ پر خصوصی توجہ دی ہے۔

اسلام ایک ابدی اور آفاقی مذہب ہے، نئے مسائل کا حل اور نئی ضروریات کی تکمیل ہمیشہ ہر دور کے اصحابِ نظر علماء اور فقہاء نے کی ہے، ان میں سے سرفہرست امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ہیں، جن کو فقہ اسلامی کی باضابطہ تدوین کا اعزاز حاصل ہوا اور جن کی فقہ کو علماء اہل سنت میں سب سے زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی، ہندوستان میں آزادی سے پہلے گیارہویں صدی ہجری تک فقہ و فتاویٰ میں دہلی (خصوصاً مدرسہ رحیمیہ) کو مرکزیت حاصل رہی؛ لیکن جب ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند قائم ہوا اور اس کو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جیسی شخصیتوں کی سرپرستی حاصل ہوئی تو دارالعلوم دیوبند پورے ہندوستان؛ بلکہ برصغیر کے لئے فقہ و فتاویٰ کا مرکز بن گیا اور دارالعلوم سے ہمیشہ ایسے اہل علم پیدا ہوتے رہے، جنہوں نے فقہ و فتاویٰ کو اپنی توجہ کا خاص مرکز اور اپنی خدمات کا مخصوص میدان بنایا؛ چنانچہ اس میدان میں دارالعلوم کی مرکزیت آج بھی برقرار ہے اور بقول قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ: ”دارالعلوم دیوبند کو فقہ و فتاویٰ میں بلاشبہ قیادت کا مرتبہ حاصل ہے۔“



دارالعلوم دیوبند کے فضلاء نے مختلف پہلوؤں سے فقہ کی خدمات انجام دی ہیں، انھوں نے مدارس اور فقہی ادارے قائم کئے، فقہی مجالس و سیمینار کی قیادت کی، فقہی کتابیں تالیف کیں، قدیم فقہی کتابوں کی تشریح و تسہیل کا فریضہ انجام دیا، نئے مسائل کے حل کی کوششیں کیں، عوام الناس کی رہنمائی کے لئے فتوے لکھے اور ان کو شائع کیا، مختلف فقہی مسائل میں زبانی اور تحریری طور پر اُمت کی رہنمائی کی، فقہ حنفی پر کئے جانے والے اعتراضات کا جواب دیا اور حکومتی سطح پر اگر کوئی خلاف شرع قانون مسلمانوں پر تھوپنے کی کوشش کی گئی تو حکومت اور عدالت کے سامنے اسلامی موقف کی وضاحت کی، غرض فقہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے، جس میں فضلاء دیوبند نے قابل ذکر خدمت انجام نہ دی ہو۔

فضلاء دیوبند کی ان تمام خدمات کا تعارف مشکل ترین امر اور طویل وقت کا متقاضی ہے؛ اس لئے اس مقالہ میں محض نمونہ کے طور پر فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات کے چند گوشوں پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے اور دارالعلوم دیوبند سے خوشہ چینی کا حق ادا کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کی گئی ہے، جن بزرگوں سے براہ راست استفادہ کا موقع نہیں مل سکا، ان کی خدمات کے تذکرہ کے بہانے ان کی زندگیوں کو پڑھنے اور احباب کے سامنے ان کو پیش کرنے کا موقع، جہاں ہم کہتروں کے لئے سعادت کی بات ہے، وہیں یہ جذبہ بھی کارفرما ہے کہ ان بزرگوں کی زندگی، ان کی محنت و کوشش، ان کا اخلاص و للہیت اور قوم و ملت سے ان کی ہمدردی، ہم لوگوں کو بھی اپنے مستقبل کا خاکہ اور زندگی کا لائحہ عمل مرتب کرنے میں مدد و معاون ثابت ہو؛ کیوں کہ یہ سچ ہے کہ گزری ہوئی بہاریں خزاں رسیدہ چمن کے پودوں میں بھی ذوق نو پیدا کر دیتی ہیں۔

زیر نظر مقالہ کو نو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلے باب میں دارالعلوم دیوبند اور اس کے قیام کے مقصد کو واضح کیا گیا ہے، دوسرے باب میں فقہ اسلامی کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے، تیسرے باب میں تدوین فقہ، اصول فقہ اور قواعد فقہیہ پر فضلاء دیوبند کی تالیفات کا تعارف ہے، چوتھے باب میں عام مسائل فقہیہ پر فضلاء دیوبند کی تالیفات کا ذکر ہے،



پانچویں باب میں فضلاء دیوبند کے مطبوعہ فتاویٰ کا ذکر ہے، چھٹے باب میں ان مقالات و بیانات کا ذکر ہے، جو نو جوان فضلاء دارالعلوم نے المعهد العالی الاسلامی حیدرآباد کے زمرہ قیام میں ترتیب دی ہیں؛ البتہ اس بات کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ علماء دیوبند کی فقہی تصنیفات کا دائرہ بہت وسیع ہے، نیز یہ فضلاء ایشیاء سے یورپ و امریکہ تک میں پھیلے ہوئے ہیں، اس لئے یقینی طور پر بعض کتابوں کا ذکر رہ گیا ہوگا، اُمید کہ قارئین مرتبین کو اس سلسلہ میں معذور سمجھیں گے۔

ساتویں باب میں چند ایسے فقہی اداروں کا تعارف کرایا گیا ہے، جنہیں دارالعلوم کے کسی فاضل نے قائم کیا ہے، یا وہاں نمایاں طور پر خدمت انجام دی ہے، آٹھویں باب میں دارالعلوم سے فارغ چند گزشتہ شخصیتوں کے حالات و خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور نویں باب میں چند موجودہ شخصیتوں کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے یہ اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے کہ یہ فضلاء کس طرح اپنے اکابر کی مثال کو باقی رکھے ہوئے ہیں اور فقہ و فتاویٰ کی خدمت کا یہ سلسلہ کس طرح اب بھی جواں اور تازہ دم ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہندوستان کے بیشتر فقہی اداروں کو فضلاء دیوبند کی خدمات حاصل ہیں، نیز ہندوستان سے باہر بھی بہت سے ادارے علماء دیوبند کی کاوشوں کا ثمرہ ہیں؛ لیکن سبھی اداروں کا احاطہ دشوار تھا؛ اس لئے ہندوستان کے چند معروف اور اہم اداروں کا ذکر کیا گیا ہے، اسی طرح شخصیتوں میں بھی ایسے نام رکھے گئے ہیں، جو معروف ہیں اور جن کی خدمات اس باب میں نمایاں ہیں، اس لئے ہو سکتا ہے کہ بعض قابل ذکر شخصیتوں کے کا نام نہ آ سکے ہوں — موجودہ فقہی شخصیتوں میں بہت سوں سے تو رابطہ نہیں ہو سکا، بہت سو کے پاس خطوط اور معلومات حاصل کرنے کے لئے فارم بھیجے گئے، مگر ان کو خط نہیں مل سکا یا ان کا جواب یہاں تک نہیں پہنچ سکا اور بہت سے حضرات کی فقہ میں بھی اگرچہ کچھ خدمات ہیں، مگر حدیث و تفسیر یا کسی دوسرے فن میں ان کے ممتاز ہونے کی وجہ سے ان کے نام فقہی شخصیات میں شامل نہیں کئے گئے، تاہم بعض ایسی شخصیات کا ذکر آ گیا ہے، جن کی دارالعلوم دیوبند سے

گو باضابطہ فراغت نہیں ہے، مگر انھوں نے دارالعلوم میں رہ کر فتاویٰ نویسی کی خدمات انجام دی ہیں۔ غرض اس مقالہ میں مرتبین کو دیوبند کی خدمات کے احاطہ کا دعویٰ نہیں؛ بلکہ فقہ و فتاویٰ میں دارالعلوم کی وسیع خدمات کے چند گوشوں کا مختصر تعارف مقصود ہے۔

یہ موضوع دراصل ہمارے محترم دوست مولوی عبدالحسب قاسمی کے پرد کیا گیا تھا؛ لیکن موضوع چوں کہ بہت پھیلا ہوا تھا اور کام بھی اسی انداز سے شروع کیا گیا تھا؛ اس لئے یہ کام ایک سال میں مکمل نہیں ہو سکا، مولانا موصوف نے شروع کے دو ابواب — تحریک دارالعلوم دیوبند اور فقہ اسلامی کے تعارف — پر کافی تفصیلی بحث کی تھی، جس کی وجہ سے تیسرے باب میں فضلاء دیوبند کی چند ہی تالیفات کا تعارف ہو سکا کہ سال ختم ہو گیا، بعد میں یہ محسوس کیا گیا کہ شروع کے دو ابواب تمہیدی ہیں؛ اس لئے انھیں مختصر رکھا جانا چاہئے اور اصل موضوع کے مناسب فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات کے مختلف گوشوں — مثلاً فقہی ادارے، گزشتہ فقہی شخصیات، موجودہ فقہی شخصیات وغیرہ — پر روشنی ڈالی جانی چاہئے۔

میں بہت ممنون و شکر گزار ہوں استاذ محترم حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا، کہ اس اہم کام کی تکمیل کے لئے آپ کی نظر عنایت اس حقیر پر پڑی، جس وقت آپ نے اس کام کو مکمل کرنے کا حکم دیا وہ میرا ”تربیت تحقیق“ کا سال تھا، اس سے قبل دو سال معہد میں گزار چکا تھا اور دوسرے سال ”مضاربت — احکام و تطبیقات“ کے موضوع پر اپنا سندی مقالہ بھی لکھ چکا تھا؛ چنانچہ حضرت الاستاذ نے اس اُمید پر یہ ذمہ داری اس حقیر کے سپرد کی کہ یہ کام بھی وقت پر مکمل ہو سکے گا اور میں نے اسے اپنے لئے سعادت اور مادر علمی دارالعلوم دیوبند کا ایک حق سمجھتے ہوئے قبول کر لیا اور دوسرے تحقیقی کاموں کے ساتھ اس کام کو بھی شروع کر دیا، مولانا نے کام کی پوری نوعیت سمجھائی، مقالہ کا مقصد — فقہ و فتاویٰ کے مختلف گوشوں میں فضلاء دیوبند کی خدمات کا مختصر نمونہ پیش کرنا — واضح کیا، کئے گئے کاموں کا بار بار جائزہ لیتے رہے اور کام میں تیزی پیدا کرنے کی تلقین کرتے رہے، اس طرح مولانا کی توجہات سے مجھ پر یہ کام مکمل ہوا۔

اس مقالہ میں مولانا کے حسب ہدایت شروع کے دو تمہیدی ابواب کو مختصر کر دیا گیا ہے، تیسرے باب میں کتابوں کے تعارف میں تدوین فقہ، تاریخ فقہ، اصول فقہ اور قواعد فقہیہ پر فضلاء دیوبند کی تالیفات کو الگ رکھا گیا ہے اور عام مسائل فقہیہ سے متعلق کتابوں کے تعارف کو الگ کیا گیا، نیز چند اہم کتابوں کا اضافہ بھی کیا گیا، پھر ان تمام کتابوں کی الف بائی ترتیب قائم کی گئی ہے، اس طرح شروع کے چار ابواب مولوی عبدالحسب قاسمی کے قلم سے ہیں، باقی پانچ ابواب اس حقیر نے لکھے ہیں۔

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ معبد کے تربیت یافتہ فضلاء کی تالیفات میں صرف انھیں فضلاء کی تالیفات ذکر کی گئی ہیں، جنھوں نے دارالعلوم دیوبند سے فضیلت کی ہے، دوسری درسگاہوں کے فضلاء کی تالیفات شامل نہیں کی گئی ہیں اور ان فضلاء کی بھی صرف فقہی تالیفات و مقالات کو شامل کیا گیا ہے، حدیث، تفسیر، یا کسی اور موضوع پر لکھے گئے مقالات کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا ہے، نیز فقہی شخصیات کے تعارف میں کتابوں کی طرح الف بائی ترتیب نہیں رکھی گئی؛ بلکہ سن فراغت کے لحاظ سے ترتیب قائم کی گئی ہے؛ تاکہ زمانی اعتبار سے سلسلہ دار فضلاء دیوبند کی خدمات پر روشنی پڑ سکے اور یہ واضح ہو سکے کہ کس طرح یکے بعد دیگرے ہر زمانہ میں فضلاء دیوبند نے فقہ و فتاویٰ کی لائن سے خدمات انجام دی ہیں، نیز اس کی بھی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اس مقالہ کے آخر میں جو مراجع کی فہرست دی گئی ہے، وہ صرف ان کتابوں کی ہے، جن کے حوالے اس تحریر میں ذکر کئے گئے ہیں، ورنہ ہر کتاب — جس کی مجموعی تعداد ۱۱۹ ہے — کا تعارف کراتے ہوئے اس کتاب سے مراجعت کی گئی ہے؛ لیکن اس کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی، اسی طرح بعض اداروں اور موجودہ شخصیتوں کی تفصیلات خطوط اور فارم کے ذریعہ معلوم کی گئیں، جس کی وجہ سے مقالہ میں مراجع کی فہرست مختصر ہو گئی ہے۔

میں ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں استاذ محترم حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا کہ انھوں نے اکابر اور فضلاء دیوبند پر کام کرنے کا موقع دیا، جگہ جگہ رہنمائی فرمائی، پورے

مقالہ پر نظر ثانی کی، بعض تبدیلیوں کا حکم دیا اور کام کی تکمیل پر خوشی اور حوصلہ افزائی کے کلمات فرمائے، اس کے علاوہ اس حقیر کو ہمیشہ مولانا کی بے پناہ شفقتیں اور خصوصی عنایات حاصل رہی ہیں، معبد کے تخصص فی الفقہ سال اول میں زمانہ تعلیم کے علاوہ ایام تعطیل میں بھی مولانا نے خدمت کا موقع عنایت فرمایا، سال دوم میں سندھی مقالہ کی ترتیب کے ساتھ بعض دوسرے تحقیقی کاموں کا بھی موقع دیا، تیسرے، چوتھے سال بھی مولانا نے تحقیقی کاموں کے لئے منتخب کیا اور یہ معبد میں اس حقیر کا پانچواں سال ہے، اس پورے زمانہ میں مولانا کی جو شفقتیں حاصل رہیں، صحیح بات یہ ہے کہ ان شفقتوں اور محبتوں کے سامنے کبھی شفقت پذیری بھی پھسکی معلوم ہونے لگتی ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

اس موقع پر میں اپنے مشفق والدین کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انھوں نے بچپن سے تعلیم و تربیت کا نظم فرمایا اور اپنے بہت سارے ارمانوں کی قربانی دے کر فضیلت کے ادب بھی پانچ سال کے طویل عرصہ تک علمی کاموں میں لگے رہنے کا موقع دیا، اسی طرح وہ تمام ادارے بھی شکریہ کے مستحق ہیں، جن کی آغوش میں تربیت پاکر زینہ بہ زینہ یہاں تک پہنچنے کا موقع ملا، اس سلسلہ میں مدرسہ حسینیہ (شرنیا)، مدرسہ مظہر العلوم کانپور اور دارالعلوم دیوبند کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور خصوصی طور پر المعبد العالی الاسلامی حیدرآباد کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جس کے علمی و تحقیقی ماحول نے علم میں جلا، فکر میں توازن اور تحریر میں اعتماد پیدا کیا اور اس لائق بنایا کہ یہ چھوٹی سی کاوش پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، نیز شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اپنے چچا مفتی محمد صابر صاحب قاسمی کا کہ انھوں نے تعلیم کے ہر مرحلہ میں رہنمائی بھی کی اور حوصلہ افزائی بھی، اسی طرح وہ حضرات بھی شکریہ کے مستحق ہیں، جنھوں نے مقالہ کی ترتیب کے لئے فارم کی خانہ پری کے ذریعہ مطلوبہ تفصیلات فراہم کیں، خصوصیت کے ساتھ مولانا محمد نصیر عالم سبیلی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے بڑی محنت سے مقالہ کمپوز کیا، بڑی خوبصورتی سے اس کی سیٹنگ کی اور بار بار کی بعض تبدیلیوں کو بھی بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

ترتیب کے اعتبار سے اگرچہ یہ ہمارا دوسرا مقالہ ہے — اس سے قبل ”مفسارِ برت — احکام و تطبیقات“ کے عنوان سے سندی مقالہ لکھ چکا تھا — لیکن چوں کہ دونوں مقالات کی طباعت ایک ساتھ ہو رہی ہے؛ اس لئے مجھے دو گنی خوشی ہو رہی ہے، خدا سے دُعا ہے کہ باری تعالیٰ مادرِ علمی ”دارالعلوم دیوبند“ سے منسوب اس حقیر سی کاوش کو قبول فرما کر اکابر دیوبند کے علم و فضل کا کوئی حصہ ہمیں بھی عطا فرمائیں۔

واللہ ہو الموفق وهو المستعان .

آفتاب عالم غازی

۱۲ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

(شعبۂ تحقیق المعبد العالی الاسبق حیدر آباد)

۱۹ دسمبر ۲۰۱۰ء





## فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات - ایک مختصر جائزہ

پہلا باب

تحریک دارالعلوم دیوبند





## دارالعلوم کے قیام کا پس منظر

ہندوستان پر جب انگریزی حکومت کا قبضہ ہوا اور اس نے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے طرح طرح کی کوششیں شروع کر دیں تو علماء ہند نے جہاں انگریزی سامراج سے مقابلہ کے لئے میدان جنگ کا رخ کیا، وہیں دین اسلام اور شریعت اسلامیہ کی حفاظت کے لئے بھی بڑی مبارک کوششیں کیں، انھیں کوششوں کی پہلی کڑی ”دارالعلوم دیوبند“ کی شکل میں ظاہر ہوئی؛ چنانچہ مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں :

العلماء الذين قاموا في شبه القارة (الهند وباكستان)  
بتبليغ الدين الحنيف، والدعوة إلى الله، والجهاد في  
سبيله من خلال جامعته دارالعلوم بدیوبند، التي تعتبر  
في هذه الديار أكبر جامعة للعلوم الإسلامية والعربية،  
أقيمت في عهد الاستعمار الإنكليزي الغاشم،  
لمواجهة مكابده في مجال التربية والتعليم، التي  
أرادت أن تطمس عن هذه البلاد مآثر الدين الحنيف،  
وتحرم مواطنيها من تعاليم الإسلام النيرة . (۱)

### دارالعلوم کا آغاز

مورخہ: ۱۵/ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق: ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء بروز پنجشنبہ دیوبند کی قدیم مسجد (پتھر) کے کھلے صحن میں انار کے ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے نہایت سادگی کے ساتھ کسی رسمی تقریب کے بغیر دارالعلوم کا افتتاح عمل میں آیا، حضرت مولانا ملامحمد دیوبندیؒ کو

اس کا پہلا مدرس مقرر کیا گیا اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی اس مدرسہ کے اولین طالب علم ہوئے، یہ عجیب اتفاق بلکہ حسن اتفاق ہے کہ استاذ اور شاگرد دونوں کا نام محمود ہی تھا۔ اگرچہ بظاہر یہ ایک مدرسہ کا بہت ہی مختصر اور محدود پیمانے پر افتتاح تھا، مگر درحقیقت ہندوستان میں دینی تعلیم کی ایک عظیم تحریک کے نئے دور کا آغاز ہو رہا تھا، جس کو پوری فکری بصیرت کے ساتھ شروع کیا گیا تھا، جیسا کہ بعد میں دارالعلوم کی عظیم الشان ترقی سے واضح ہوا، دارالعلوم کے بزرگوں نے برصغیر میں ملت کی دینی اور اجتماعی زندگی کی بقاء اور تحفظ کے لئے کتاب اللہ کی مشعل روشن کی اور تفسیر و حدیث، فقہ اور ادب اسلامی اور عقائد و اعمال کے ذریعہ اس تاریک دور کے خطرات سے بچانے کے لئے یہ ایک ایسا مضبوط دفاعی حصار تیار کیا، جس نے مسلمانوں کو روحانی اور علمی شکست سے بچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

### دارالعلوم ایک تحریک

دارالعلوم محض ایک مدرسہ نہیں؛ بلکہ ایک تحریک و مشن ہے، ایک ایسی تحریک جس نے علم دین کی روشنی کو رؤسا و اہل ثروت کے عشرت کدوں سے غریبوں اور فاقہ مست مسلمانوں کی جھونپڑیوں تک پہنچایا، جس نے اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر یورش سے پنجہ آزمائی کی اور مسلمانوں کی فکری سرحدوں کی حفاظت میں ایک لمحہ بھی تغافل کو روا نہیں رکھا اور علماء اُمت کو اس تڑپ سے آشنا کرایا جو نبی ﷺ کی حیات مبارکہ کا حصہ تھی۔

اس تحریک نے اسلام کے خلاف اٹھنے والے کن طوفانوں کا منہ نہیں موڑا؟ ہندو احمیا پسندی اور آریہ سماجی تحریک کے مقابلہ کون کھڑا ہوا؟ جب عیسائی پادری اور مناظر ملک کے کوچہ کوچہ میں دولت ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے، تو بہ حیثیت جماعت کس نے ان کی شمشیر باطل کو کند کیا؟ جب علی گڑھ سے اغترال کا فتنہ نئے رنگ و روپ میں ظاہر ہوا اور اس نے نصوص کی اتباع کے مقابلہ میں عقل پرستی اور خردنارسا کی اتباع کا تصور پھیلایا، تو کس طبقہ نے اس فتنہ کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کو کتاب و سنہ کی اہل حقیقتوں سے، و شناس کرایا؟ جب

انگریزوں کی شہ پر پنجاب سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پروار کرنے کی کوشش کی گئی تو کن حضرات نے مسلمانہ وقت سے پنجہ آزمائی میں پیش قدمی کی اور ہندوستان کے کوچہ کوچہ میں اس فتنہ کا تعاقب کیا؟ جب قرآن کے نام کا غلط استعمال کر کے حدیث نبوی ﷺ کا انکار کیا گیا اور اس کے اعتبار و استناد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو کن لوگوں نے حدیث کی حفاظت و صیانت کے لئے اپنی قلمی اور جہنی صلاحیت کو وقف کیا؟ جب اس ملک میں عقل و دانش، جمہوریت اور سیکولر ازم کے نام پر قانون شریعت کو ہدف بنایا گیا اور مسلمانوں کو ان کے مذہبی اور ثقافتی تشخص سے محروم کرنے کی کوشش کی گئی، تو تحفظ شریعت کی کوشش کن لوگوں نے کی؟ ہندوستان میں جنگ آزادی سے قبل یا آزادی کے بعد مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سیاسی سازشوں کو کن لوگوں نے بے نقاب اور ناکام کیا؟ — کوئی بھی حقیقت پسند مؤرخ اگر ان سوالات کا جواب دینا چاہے تو اس کا جواب ”دیوبند اور علماء دیوبند“ ہی ہوگا۔

### دارالعلوم دینی تحریکوں کا میر کارواں

قیام دارالعلوم کے بعد سے اسلام کی دعوت و اشاعت اور اس کے تحفظ و بقاء کا جو بھی کام اس برصغیر میں ہوا ہے، دیوبند یا تو اس تحریک کا میر کارواں رہا ہے، یا کم سے کم اس نے ایک مخلص، فرض شناس، جری اور اپنے مقصد سے عشق کی حد تک محبت رکھنے والے سپاہی کی حیثیت سے اس قافلہ میں شرکت اور اپنا فریضہ ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے، جو روشنی پہلے سے موجود تھی دارالعلوم نے اس کی کرنوں میں اضافہ کیا اور جہاں تاریکیاں تھیں وہاں قندیل برہانی بن کر امت کے لئے قبلہ نما اور خضر طریق کا کام دیا :

ستاروں کی ضو سے چراغوں کی لو تک  
تمہیں ہم ملیں گے ، جہاں رات ہوگی

### دارالعلوم اپنی نوعیت کا پہلا ادارہ

اب تک مدارس ریاستوں کے اوقاف پر چلتے تھے، اساتذہ کو اوقاف کی آمدنی سے

تنخواہیں ملتیں تھیں، کچھ اہل علم حسبہ اللہ اپنے گھروں پر تعلیم دیتے تھے، ان دونوں شکلوں میں طلبہ کو اپنا بار بالعموم خود اٹھانا پڑتا تھا، اپنی رہائش، خوراک اور کتابوں کا بندوبست بھی طلبہ خود کرتے تھے، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ دینی تعلیم محض ایک مخصوص حلقہ تک محدود ہو کر رہ گئی تھی، کہیں کہیں کوئی عالم پایا جاتا تھا اور معاشی اعتبار سے پست حال طبقہ تک تعلیم نہیں پہنچ پاتی تھی، دیوبند کے اس مدرسہ نے سب سے پہلے فروغ تعلیم کے سلسلہ میں اس رکاوٹ کو دور کرنے کا تہیہ کیا اور غریب طلبہ کی کفالت اور جملہ تعلیمی ذمہ داریاں اپنے سر لیں، یہ تاریخ کا ایسا انقلابی فیصلہ تھا جو دارالعلوم قائم کرنے والوں کی دوراندیشی اور تدبیر و فراست کی واضح شہادت ہے۔

### اُصول ہشت گانہ

چوں کہ اخراجات مدرسہ کا سارا دار و مدار حکومت کی عطیات کے بجائے عوامی چندہ پر رکھا گیا تھا؛ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کے لئے کچھ اُصول و ضوابط اور طریقہ کار مرتب کر دیا جائے، چنانچہ بانی دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اس لائحہ عمل کی جانب توجہ فرمائی اور آٹھ دفعات پر مشتمل دستور العمل مرتب کیا، (۱) جسے ”اُصول ہشت گانہ“ کے نام سے جانا جاتا ہے، حضرت نانوتوی کے مرتب کردہ آٹھ اُصول یہ ہیں :

۱- تا مقدور کارکنان مدرسہ کو ہمیشہ تکثیر چندہ پر نظر رہے، آپ کوشش کریں اوروں سے کرائیں، خیراندیشان مدرسہ کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہے۔

۲- ابقاء طعام طلبہ؛ بلکہ افزائش طلبہ میں جس طرح ہو سکے خیراندیشان مدرسہ ہمیشہ سعی رہیں۔

۳- مشیران مدرسہ کو ہمیشہ یہ بات ملحوظ رہے کہ مدرسہ کی خوبی اور خوش اُسلوبی ہو، اپنی بات کی بچانہ کی جائے، خدا نخواستہ جب اس طرح کی نوبت آئے گی کہ اہل مشورہ کو اپنی مخالفت رائے اور اوروں کی رائے کے موافق ہونا ناگوار ہو تو پھر اس مدرسہ کی بنیاد میں تزلزل آجائے گا۔

القصد تہہ دل سے بروقت مشورہ اور نیز اس کے پس و پیش میں اُسلوبی مدرسہ ملحوظ رہے، سخن پروری نہ ہو اور اس لئے ضروری ہے کہ اہل مشورہ اظہار رائے میں کسی وجہ سے متاثر نہ ہوں اور سامعین بہ نیت نیک اس کو سنیں، یعنی یہ خیال رہے کہ اگر دوسرے کی بات سمجھ میں آجائے گی تو اگرچہ ہمارے مخالف میں کیوں نہ ہو، بدل و جان قبول کریں گے، نیز اسی وجہ سے یہ ضرور ہے کہ مہتمم 'مور' مشورہ طلب میں اہل مشورہ سے ضرور مشورہ کیا کرے، خواہ وہ لوگ ہوں جو ہمیشہ مشیر مدرسہ رہتے ہیں، یا کوئی وارد و صادر جو علم و عقل رکھتا ہو اور مدرسوں کا خیر اندیش ہو اور نیز اس وجہ سے ضرور ہے کہ اگر اتفاقاً کسی وجہ سے اہل مشورہ سے مشورے کی نوبت نہ آئے اور بقدر ضرورت اہل مشورہ کی مقدار معتد بہ سے مشورہ کیا گیا ہو تو پھر اس وجہ سے ناخوش نہ ہو کہ مجھ سے کیوں نہ پوچھا، ہاں اگر مہتمم نے کسی سے نہ پوچھا تو پھر اہل مشورہ معترض ہو سکتا ہے۔

۴۔ یہ بات بہت ضروری ہے کہ مدرسین مدرسہ باہم متفق المشرع ہوں اور مثل علماء روزگار خود ہیں اور دوسروں کے درپے تو ہیں نہ ہوں، خدا نخواستہ جب اس کی نوبت آئے گی تو پھر اس مدرسہ کی خیر نہیں۔

۵۔ خواہنگی مقررہ اس انداز سے جو پہلے تجویز ہو چکی ہے، یا بعد میں کوئی اور انداز مشورہ سے تجویز ہو، پوری ہو جایا کرے، ورنہ یہ مدرسہ اول تو خوب آباد نہ ہوگا اور اگر ہوگا تو بے فائدہ ہوگا۔

۶۔ اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں جب تک یہ مدرسہ انشاء اللہ بشرط توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہوگئی، جیسے جاگیر یا کارخانہ تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ، تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف درجاء جو سرمایہ رجوع الی اللہ ہے، ہاتھ سے جاتا رہے گا اور امداد غیبی موقوف ہو جائے گی اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہو جائے گا، القصد آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سرد سامانی ملحوظ رہے۔

۷۔ سرکار کی شرکت اور امراء کی شرکت بھی زیادہ مضر معلوم ہوتی ہے۔

۸- تا مقدور ایسے لوگوں کا چندہ موجب برکت معلوم ہوتا ہے، جن کو اپنے چندہ سے

امید ناموری نہ ہو؛ بالجملہ حسن نیت اہل چندہ زیادہ پائیداری کا سامان معلوم ہوتا ہے۔ (۱)

دارالعلوم کے بارے میں ایک انگریز جاسوس کا تبصرہ

دارالعلوم دیوبند جس زمانہ میں قائم ہوا، اس وقت ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی پر صرف نو سال گزرے تھے؛ چوں کہ عام مسلمان اور دارالعلوم کے اکابر جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف صف آراء رہ چکے تھے؛ اس لئے انگریزی حکومت مسلمانوں کے سخت خلاف اور ان سے بدظن و برگشتہ تھی، مسلمانوں کی حرکات و سکنات پر کڑی نگرانی رکھی جاتی تھی؛ چنانچہ جب دارالعلوم قائم ہوا تو اس کے بارے میں مدتوں خفیہ و علانیہ تحقیقات کا سلسلہ جاری رہا اور ۱۲۹۱ھ-۱۸۷۵ء میں صوبہ متحدہ ”اتر پردیش“ کے گورنر ”سرجان اسٹریچی“ نے اپنے ایک معتمد ”جان پامر“ کو اس غرض سے دارالعلوم میں بھیجا کہ وہ خفیہ طور پر تحقیقات کر کے رپورٹ پیش کرے کہ دارالعلوم کے قیام کیا مقصد ہے؟ اور مسلمان علماء دارالعلوم کے پس پردہ کس فکر و عمل میں مصروف ہیں؟

جان پامر نے دارالعلوم کو دیکھ کر جو رپورٹ تیار کی اور جو تاثرات اس نے اخذ کئے، وہ اس نے اپنے ایک دوست کو خط لکھتے ہوئے نہایت تفصیل سے بیان کئے ہیں، جان پامر نے دارالعلوم کی تعلیمی کیفیت کا انگریزی یونیورسٹیوں سے موازنہ کرتے ہوئے اپنے مشاہدات و تاثرات کا جس دلچسپ اور عالمانہ انداز میں اظہار کیا ہے وہ دارالعلوم کے علمی موقف کو سمجھنے میں بھی بڑی مدد دیتا ہے، جان پامر لکھتا ہے :

لیفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی کے ساتھ دورے میں ۳۰ جنوری ۱۸۷۵ء کو دیوبند میں قیام ہوا، گورنر نے مجھ سے کہا کہ ”یہاں دیوبند میں مسلمانوں نے گورنمنٹ کے خلاف ایک مدرسہ جاری کیا ہے، تم لاجبیا نہ طور پر اس مدرسہ میں جا کر پتہ لگاؤں کہ کیا تعلیم ہوتی ہے اور مسلمان کس فکر و خیال میں لگے ہوئے ہیں؛

چنانچہ ۳۱ جنوری اتوار کے دن میں آبادی میں پہنچا، یہاں کے باشندے خلیق اور نیک ہیں، مگر غریب اور فلاکت زدہ ہیں، پوچھتے پوچھتے مدرسہ میں پہنچا، یہاں پہنچ کر میں نے ایک بڑا کمرہ دیکھا جس میں چٹائی کے فرش پر لڑکے کتابیں سامنے رکھے ہوئے بیٹھے تھے اور ایک بڑا لڑکا ان کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا، میں نے لڑکوں سے دریافت کیا کہ تمہارا استاد کون ہے؟ ایک لڑکے نے اشارہ سے بتایا، معلوم ہوا کہ جو لڑکا درمیان میں بیٹھا ہوا تھا وہی استاد ہے، مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیا استاد ہوگا؟ میں نے اس سے پوچھا آپ کے لڑکے کیا پڑھتے ہیں؟ جواب دیا! یہاں فارسی پڑھائی جاتی ہے، یہاں سے آگے بڑھا تو ایک جگہ ایک صاحب میانہ قد نہایت خوبصورت بیٹھے ہوئے تھے، سامنے بڑی عمر کے طلبہ کی ایک قطار تھی، قریب پہنچ کر سنا تو علم مثلث کی بحث ہو رہی تھی، میرا خیال تھا کہ مجھے اجنبی سمجھ کر یہ لوگ چونکیں گے؛ لیکن کسی نے مطلق توجہ نہ کی، میں قریب جا کر بیٹھ گیا اور استاد کی تقریر سننے لگا، میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، میں نے دیکھا کہ علم مثلث کے ایسے ایسے عجیب اور مشکل قاعدے بیان ہو رہے تھے، جو میں نے کبھی ڈاکٹر اسپرنگر سے بھی نہیں سنے تھے، یہاں سے اٹھ کر دوسرے دالان میں گیا تو دیکھا کہ ایک مولوی صاحب کے سامنے طالب علم معمولی کپڑے پہنے بیٹھے ہوئے ہیں، یہاں انیسویں کے چھٹے مقالہ کی دوسری شکل کے اختلافات بیان ہو رہے تھے، اور مولوی صاحب اس برجستگی سے بیان کر رہے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اقلیدس کی روح ان میں آگئی ہے، میں منہ تکتا رہ گیا



، اسی دوران میں مولوی صاحب نے ریاضی کا ایک ایسا مشکل سوال طلبہ سے پوچھا کہ مجھے بھی اپنی حساب دانی پر پسینہ آگیا اور میں حیران رہ گیا، بعض طلبہ نے صحیح جواب نکالا، یہاں سے اٹھ کر میں تیسرے دالان میں پہنچا، ایک مولوی صاحب حدیث کی کوئی موٹی کتاب پڑھا رہے تھے، اور ہنس ہنس کر تقریر کر رہے تھے، یہاں سے میں ایک زینے پر چڑھ کر دوسری منزل میں پہنچا، وہاں دو اندھے بیٹھے بڑا بڑا رہے تھے، میں یہ سننے لگا تو معلوم ہوا کہ علم ہیئت کی کسی کتاب کا سبق یاد کر رہے ہیں، اتنے میں ایک اندھے نے دوسرے اندھے سے کہا ”بھائی! کل کے سبق میں شکل عروسی اچھی طرح میری سمجھ میں نہ آئی، اگر تم سمجھے ہو تو بتاؤ!“ دوسرے اندھے نے پہلے دعویٰ بیان کیا اور اس کی ہتھیلی پر لکیریں کھینچ کر ثبوت شروع کیا، پھر جو آپس میں ان کی بحث ہوئی تو میں دنگ رہ گیا اور مسٹر بریگر پر پھل کی تقریر کا سماں میری آنکھوں میں پھر گیا، وہاں سے اٹھ کر ایک پانچ درے میں گیا، چھوٹے چھوٹے بچے صرف ونحو کی کتابیں نہایت ادب سے استاذ کے سامنے بیٹھے پڑھ رہے تھے، تیسرے درجہ میں علم منقول کا درس ہو رہا تھا، میں دوسرے زینے سے اتر کر نیچے آیا، میرا خیال تھا کہ مدرس بس اسی قدر ہیں، اتفاق سے ایک شخص سے ملاقات ہوئی، میں نے اس سے اپنے خیال کی تصدیق چاہی، اس نے کہا ”نہیں! قرآن شریف دوسری جگہ پڑھایا جاتا ہے“، وہ مجھ کو مسجد میں لے گیا، مسجد کے دالان میں بہت سے چھوٹے چھوٹے بچے ایک تابینا خانہ کے سامنے قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔



میں نے پوچھا گزشتہ سال اخباروں میں دیکھا تھا کہ چار طالب علموں کے دستار فضیلت باندھی گئی ہے، ان میں سے یہاں کوئی موجود ہے؟ وہ بولا کہ ”ہاں ایک صاحب ہیں، چلے میں ملائے دیتا ہوں“ وہ مجھے ایک مکان میں لے گیا جہاں نوجوان بیٹھا ہوا تھا، ایک موٹی سی کتاب سامنے رکھی تھی، اور دس بارہ طالب علم بیٹھے پڑھ رہے تھے، ایک طرف بندوقیں پڑی تھیں، میں نے سلام کیا، اس نے کمال اخلاق سے جواب دیا، میں نے پوچھا کہ سال گزشتہ آپ ہی کے دستار فضیلت باندھی ہے؟ بولے کہ ”اساتذہ کی عنایت ہے“ میں نے کہا یہ کیا کتاب ہے؟ فرمایا کہ ”عربی زبان میں ایک فنی کتاب ہے، ایک مطبع کے مہتمم نے ترجمہ کے لئے بھیجی ہے، اس کی اجرت ایک ہزار روپے ٹھہری ہے، مجھے ترجمے کرتے ہوئے تین مہینے ہوئے ہیں اور تین چوتھائی کے قریب ترجمہ ہو چکا ہے، بقیہ انشاء اللہ ایک مہینہ میں ہو جائے گا، میں نے پوچھا یہ بندوقیں کیسی ہیں؟ کہنے لگے ”مجھے شکار کا شوق ہے، سات بجے سے دس بجے تک پڑھاتا ہوں، گیارہ سے ایک تک شکار کھیلتا ہوں اور دو سے چار بجے تک ترجمہ کرتا ہوں، میں نے دریافت کیا آپ نوکری کیوں نہیں کرتے؟ بولے کہ ”خدائے تعالیٰ گھر بیٹھے بٹھائے ڈھائی سو روپے مہینہ دیتا ہے، پھر کس لئے نوکری کروں؟“۔

یہاں سے اٹھ کر کتب خانہ میں آیا، منتظم کتب خانہ نے میرا خیر مقدم کرتے ہوئے فہرست دکھائی، میں حیران رہ گیا، کوئی فن ایسا نہ تھا جس کی کتاب موجود نہ ہو، ایک دوسرا رجسٹر

دکھلایا جو طلبہ کی حاضری کا تھا، نہایت صاف، خوش خط لکھا ہوا تھا،  
من جملہ دوسو دس کے، دوسو آٹھ طلبہ حاضر تھے۔

میں انھنے ہی والا تھا کہ ایک صاحب آئے اور سلام کر کے  
بیٹھ گئے، میں نے پوچھا آپ کی تعریف؟ بولے کے ”میں مہتمم ہوں“  
اور تین بڑے بڑے رجسٹر میرے سامنے رکھ دیئے اور بتلایا کہ  
”یہ سال بھر کے آمد و صرف کا حساب ہے“ میں نے دیکھا تو تاریخ  
دار نہایت صحت کے ساتھ حساب لکھا ہوا تھا، گوشوارے سے معلوم  
ہوا کہ گذشتہ سال کے آخر میں خرچ کے بعد کچھ روپیہ بچ گیا تھا۔  
طبیعت چاہتی تھی کہ کتابوں کی کچھ سیر کروں؛ مگر وقت  
تنگ ہو گیا تھا اور شام ہونے کو تھی، مجبوراً واپس ہوا۔

میری تحقیقات کے نتائج یہ ہیں کہ یہاں کے لوگ تعلیم  
یافتہ، نیک چلن اور نہایت سلیم الطبع ہیں، کوئی ضروری فن ایسا نہیں  
جو یہاں پڑھایا نہ جاتا ہو، جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں  
کے صرفہ سے ہوتا ہے، وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپے میں  
کر رہا ہے، مسلمانوں کے لئے اس سے بہتر کوئی تعلیم گاہ نہیں  
ہو سکتی اور میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی غیر مسلمان بھی  
یہاں تعلیم پائے تو نفع سے خالی نہیں، انگلستان میں اندھوں کا ایک  
اسکول سنا تھا؛ مگر یہاں آنکھوں سے دیکھا کہ دو اندھے تحریر  
اقلیدس کی شکلیں کف دست پر اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ باید  
و شاید! مجھے افسوس ہے کہ آج سر ولیم موجود نہیں ہیں، ورنہ بکمال  
ذوق و شوق اس مدرسہ کو دیکھتے اور طلبہ کو انعام دیتے۔

## فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات - ایک مختصر جائزہ

دوسرا باب

فقہ اسلامی - مختصر تعارف



## فقہ کی لغوی تحقیق

فَقِہ، فِقْہاً، وَتَفَقَّہَ کے معنی ہیں: سمجھنا اور فِقْہَ وافقہ کے معنی ہیں: سمجھانا، سکھانا اور فِقْہَ: علم و سمجھ کو اور خاص کرا احکام شرعیہ کے علم کو کہتے ہیں؛ (۱) چنانچہ ابن منظور فرماتے ہیں:

الفقه: العلم بالنسب والفهم له، قال ابن الأثير: وقد

جعل له العرف خاصا بعلم الشريعة، قال تعالى:

لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ أَيْ لِيَكُونَ عُلَمَاءُ بِهِ وَفَقَّهَهُ اللَّهُ،

وَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ:

اللَّهُمَّ عِلْمَهُ الدِّينِ وَفَقَّهَهُ فِي التَّأْوِيلِ. (۲)

### فقہ کی اصطلاحی تعریف

اصطلاح میں مکلف کے عمل سے متعلق احکام، فرائض، وجوب، حظر، ندب

اور اباحت وغیرہ کے جاننے کو ”فقہ“ کہتے ہیں۔ (۳)

### تدوین فقہ کی ضرورت

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں احکام کا دار و مدار وحی پر تھا کہ بوقت ضرورت وحی نازل

ہوتی رہتی تھی، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ تک شروفتن کا بھی خدشہ نہیں تھا؛

(۱) دیکھئے: القاموس الجديد: ۷۱۰

(۲) لسان العرب: ۳۰۵/۱۰

(۳) دیکھئے: المدخل: ۶۲، الفقیہ والمتفقہ: ۳۶

لیکن جب حضرات صحابہ کرام کا دور ختم ہوا، تو طرح طرح کے فتنے کھڑے ہونے لگے اور نئے نئے مسائل پیش آنے لگے، روزمرہ کے مسائل میں پیچیدگیاں بڑھنے لگیں، لوگ بیانِ حدیث میں بے باک اور فتاویٰ میں غیر محتاط ہونے لگے، تب ضرورت محسوس کی گئی کہ قرآن و سنت کی روشنی میں کچھ اصول و ضوابط مقرر کئے جائیں؛ تاکہ دین کے نام پر بے دینی اور ہوس پرستی کا دروازہ نہ کھلنے پائے، اسی پس منظر میں ورع و تقویٰ سے لیس اور گہرے اور وسیع علم رکھنے والے علماء کے ذریعہ قوانین اسلامی کی تدوین عمل میں آئی۔

صحابہ کے بعد حضرات تابعین اور تبع تابعین کے دور میں افتاء اور شرعی رہنمائی کے لئے جن مقامات کو اعتماد و اعتبار حاصل تھا، ان میں مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، کوفہ، بصرہ، دمشق، مصر اور یمن خاص کر قابل ذکر ہیں، مذکورہ مقامات میں سے ”کوفہ“ کو خاص کر بڑی اہمیت حاصل تھی، جہاں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے تلامذہ موجود تھے، یہیں حضرت حماد بن سلمہ کا بھی درس ہوتا تھا، جن کے ممتاز شاگردوں میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ذات گرامی تھی، جنہوں نے اپنے استاذ کے بعد ان کی جانشینی اختیار کی اور کوفہ آپ کے علم و تفقہ سے گونجنے لگا، حضرت امام ابو حنیفہؒ عقل و اصابت رائے اور فہم و فراست میں بے مثال تھے اور احادیث اور آثار صحابہ بھی پر بڑی گہری نگاہ رکھتے تھے۔ (۱)

خلافت راشدہ کے بعد مجلس شوریٰ کا نظام ختم ہو جانے کی وجہ سے اسلام کے نظامِ قانون میں جس طرح کا شکاف آچکا تھا، اس کو ہر ذی شعور مسلمان محسوس کر رہا تھا، اکنافِ عالم میں اسلام پھیل جانے کی وجہ سے اور لوگوں کی دین سے بے اعتنائی اور مسائل سے ناواقفیت کی بنا پر، آئے دن نئی نئی پیچیدگیاں پیدا ہو رہی تھیں، مالیات کے مسائل، تجارت و زراعت، صنعت و حرفت، شادی بیاہ، دستوری، دیوانی اور فوجداری قوانین، دوسرے ملکوں کے درمیان سفارتی تعلقات، تجارتی لین دین، بحری و بری مسافرت اور کٹم وغیرہ کے مسائل میں مشکلات پیدا ہو گئی تھیں، ایسے وقت میں قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک جامع قانون بنانے

کی ضرورت تھی؛ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے علماء کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر اس عظیم الشان خدمت کا بیڑہ اٹھایا اور قوانین اسلامی کی تدوین فرمائی، اس طرح امام صاحب کو فقہ کا مدون اول ہونے کا شرف حاصل ہوا (۱) :

ورد فی المناقب للمکی بقول : أبو حنیفة أول من

دون علم هذه الشریعة ، لم یسبقه أحد قبله . (۲)

امام ابوحنیفہؒ کی فقہ اکیڈمی میں باضابطہ چالیس ممبران تھے اور وہ چالیس کے چالیس مجتہد تھے، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی مسئلہ پر تین دن تک بحث و مباحثہ ہوتا رہا، ہر ایک اپنی دلیلیں دل کھول کر بیان فرماتے رہے، تیسرے دن شام کے وقت اللہ اکبر کی آواز گونجی، میں نے اس کی وجہ معلوم کی تو پتہ چلا کہ مسئلہ کا فیصلہ ہو چکا ہے، کبھی کبھی کسی مسئلہ پر ہفتوں اور مہینوں بحث و مباحثہ ہوتا تھا، پھر کسی فیصلہ پر سمجھوں کا اتفاق ہوتا تھا، یہ سلسلہ ۱۲۱ھ سے ۱۵۰ھ تک چلتا رہا، جن میں ۸۳ ہزار مسائل متفق ہو کر لوگوں کے سامنے آئے اور یہ تمام مسائل ایک ہی طرح کے نہیں تھے؛ بلکہ مختلف پہلوؤں کو شامل تھے، حتیٰ کہ آئندہ زمانوں میں پیش آسکتے والے مسائل (مسائل مقدروہ) پر بھی بحث و مباحثہ اور غور و خوض کے بعد قرآن و حدیث کا حکم ظاہر کر دیا جاتا تھا، تاکہ قوانین اسلامی جامع ترین شکل میں لوگوں کے سامنے آسکے؛ چنانچہ علامہ محمد علی السالیں فرماتے ہیں :

و أبو حنیفة أول من اشتغل بالفقه التقديری ، وفرض

المسائل التي لم تقع بعد ، وبين أحكامها عساها إن

نزلت ظهرت حکمها ، فزاد علم اتساعا ومجاله

انبساطاً . (۳)

(۱) دیکھئے: امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصلی کارنامے: ۱۷۰

(۲) تآویف تارخانیہ: ۱۳۱

(۳) تاریخ الفقہ الاسلامی: ۹۴

امام اعظمؒ کی اکیڑی میں عبادات، معاشیات اور معاملات وغیرہ کے صرف ہکی قانون پر اکتفاء نہیں کیا گیا تھا؛ بلکہ بین الاقوامی قانون بھی مدون کیا گیا تھا، بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بین الاقوامی قانون ایک نئی چیز ہے اور پہلا شخص جس نے اس شعبہ قانون کی بناء ڈالی، وہ ہالینڈ کا ”گروٹئس“ (Gortius ۱۵۸۳ء-۱۶۲۵ء) ہے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ گروٹئس سے نو سو برس پہلے یہ علم امام ابو حنیفہؒ کے ہاتھوں بڑی تفصیل کے ساتھ مدون ہو چکا تھا اور اس میں بین الاقوامی قانون کے اکثر گوشوں اور اس کے بڑے بڑے نازک مسائل پر بحث کی جا چکی تھی، حال ہی میں اس حقیقت کو اہل علم کے ایک گروہ نے تسلیم بھی کیا ہے اور جرمنی میں ”شیبانی سوسائٹی آف انٹرنیشنل لاء“ بھی قائم کی گئی ہے۔ (۱)

### فقہ اسلامی کے مأخذ

حضرت امام اعظمؒ سے منقول ہے کہ سب سے پہلے کتاب اللہ میں غور و فکر کرتا ہوں، کامیابی ملی تو فہما، ورنہ پھر حدیث شریف میں تجسس کرتا ہوں، اس میں بھی مسائل کا سراغ نہ ملا تو آثار صحابہ اور ان کے فتاویٰ میں تفتیش کرتا ہوں، یا جس پر اجماع صحابہ ہو اس کو اختیار کرتا ہوں، جب کہیں بھی کامیابی نہیں ملتی ہے تو پھر پیش آمدہ مسائل کی نظیر میں غور و فکر کر کے قیاس کرتا ہوں، (۲) گویا امام صاحب نے قوانین اسلامی کی تدوین کے لئے پار بنیادی مأخذ کا ذکر فرمایا، قرآن، حدیث و آثار صحابہ، اجماع اور ان سب کی روشنی میں قیاس — ذیل میں ان چاروں مأخذ پر مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

### ۱- کتاب اللہ

اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ”فاسئلوا اہل الذکر ان کتّم لا تعلمون“ (۳) اس آیت کریمہ میں پروردگار عالم نے نامعلوم شی کو صاحب علم سے معلوم کرنے کی ترغیب دی ہے،

(۱) امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصلی کارنامے: ۲۰

(۲) دیکھئے: تاریخ الفقہ الاسلامی: ۹۴، الدراسات الاسلامیہ: ۱۷۸/۳۷: پاکستان۔

(۳) الانبیاء: ۷



اس آیت کی تشریح میں علامہ زجاجؒ فرماتے ہیں: ”سلوا کل من یدکر بعلم و تحقیق“ (۱) صاحب علم و تحقیق سے مسائل دریافت کرو اور علامہ ثناء اللہ پانی پٹیؒ لکھتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ناواقف لوگ، علماء سے مراجعت کریں :

دلیل علی وجوب المراجعة إلى العلماء ..... للجهال

فیما لا یعلمون ، وأن الأخبار مفیدة للعلم . (۲)

دوسری آیت ”فلو لا نفر من کل فرقة منهم الخ“ (۳) میں اللہ جل شانہ نے فرمایا:

کہ تم میں ہمیشہ ایک جماعت ایسی ہو جو دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر کے لوگوں تک پہنچائے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو حکم دیا ہے کہ ان میں چند اشخاص تحصیل علوم دین کے لئے اپنا وقت فارغ کریں اور اس کے لئے ہر طرح کی مشقت برداشت کریں۔  
ارشاد ربانی ہے :

کتاب أنزلناہ إلیک لتخرج الناس من الظلمات إلی

النور . (۴)

کہ یہ ایسی کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل کیا؛ تاکہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت فرما کر لوگوں کو سناتے جس سے لوگ متاثر ہو کر ضلالت و گمراہی سے ہدایت کی طرف آتے تھے اور تاریکی سے روشنی کی راہ اختیار کرتے تھے۔

آیت کریمہ میں تدبر و تفکر کا نام ہی فقہ ہے؛ چنانچہ ارشاد باری ہے: لعلمهم یتفکرون، (۵) علامہ ثناء اللہ پانی پتیؒ اس آیت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ اللہ پاک نے قرآن کریم کو نازل ہی اس لئے فرمایا تاکہ لوگ اس میں غور و فکر کریں، جس میں وعدہ و وعید اور احکام و شرائع سب موجود ہیں :

(۱) دیکھئے: تفسیر کبیر: ۵۳۱/۹

(۲) تفسیر مظہری: ۳۳۲/۵ (۳) التوبة: ۱۲۲

(۴) ابراہیم: ۱ (۵) النحل: ۴۴

لعلہم يتفكرون الخ (۱) ای فی الذکر بتوسط انزالہ  
الیک من الوعد والوعید والاحکام والشرائع  
المجملة أو مما تشابه علیہم والبیان قد یكون  
صریحاً بالقول أو الفعل والتقیریر ، وقد یكون غیر  
صریح کالامر بالقیاس . (۲)

## ۲- سنت رسول اللہ

قرآن مجید کے بعد شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ حجت ہے؛ اس  
لئے کہ رسول کی بات بھی وحی الہی ہی ہوتی ہے :

و ما یَنطَقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی . (۳)  
رسول اپنے جی سے نہیں بولتے ، وہ تو بس اللہ کے پاس سے آئی  
ہوئی وحی ہوتی ہے۔

تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو بھی کلام حضور نے تشریحی طور پر کیا ہو یا کسی صحابہ کو  
کرتے دیکھ کر تنگی نہ فرمائی ہو تو اس کی اتباع ضروری ہے ، خود قرآن کریم ناطق ہے :  
فان تنازعتم فی شئی فردوه الی اللہ والرسول . (۴)  
جب کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول  
کی طرف رجوع کرو۔

کسی بھی معاملہ میں اللہ و رسول کا فیصلہ سامنے آجائے تو اس سے انحراف کی قطعاً  
گنجائش نہیں ، ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :  
من یطع الرسول فقد اطاع اللہ . (۵)

(۱) النحل: ۴۳

(۲) النجم: ۳-۴

(۲) تفسیر مظہری: ۵/۲۳۳

(۵) النساء: ۸۰

(۲) النساء: ۵۹

جس نے رسول کا کہنا مانا اس نے اللہ کا کہنا مانا۔

ایک دوسری جگہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ . (۱)  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمہارے لئے اچھا قابل اقتداء  
نمونہ ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے :

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا . (۲)  
جو تمہیں رسول دیں اسے لے لو اور جس سے روک دیں، اس  
سے رک جاؤ۔

ان تمام آیتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات من جانب اللہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ کا فرمایا ہوا ہر کام قابل عمل  
ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا  
اور فرمایا: میں دو چیزوں کو تمہارے درمیان چھوڑے جا رہا ہوں، جو ان دونوں کی اتباع کرے گا  
وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا، وہ ”کتاب و سنت“ ہے۔ (۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس نے قرآن کی تلاوت کی اور اس پر عمل  
پیرا ہوا تو اللہ عز و جل گمراہی و ضلالت سے ہدایت عطا فرمائے گا اور قیامت کے دن برے  
حساب سے محفوظ رکھے گا اور جس نے حضور ﷺ کی اتباع کی، اللہ گمراہی سے اس کی حفاظت  
فرمائے گا۔ (۴)

علامہ ابن حجر حضرت عبد اللہ بن مسعود کی ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

(۲) حشر: ۷

(۱) احزاب: ۲۱

(۴) دیکھئے: مصنف عبدالرزاق: ۳/۳۸۲

(۳) مؤطا امام مالک: ۱۳۹۵

”فمن اتبعه كان في الجنة“ (۱) کہ جو شخص حضور ﷺ کی اتباع کرے گا اور سنت نبوی کے مطابق زندگی بسر کرے گا، وہ جنت میں جگہ پائے گا۔

پس احادیث جو رسول ﷺ کے ارشادات، آپ کے افعال اور آپ کی تقریرات کا مجموعہ ہیں، واجب الاطاعت اور دین کے باب میں حجت ہیں۔ (۲)

### ۳- اجماع

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی زمانہ کے تمام فقہاء مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے :

وفی الإصطلاح : اتفاق المجتہدین من أمة محمد

علیہ الصلاۃ والسلام فی عصر عنی أمر دینی . (۳)

اجماع کی حجیت پر علماء حق کا اتفاق ہے اور اس کی حجیت پر قرآن کی دلیل بھی ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع

غير سبيل المؤمنين نوله من تولى ونصله جهنم . (۴)

یعنی جو شخص حق کا راستہ ظاہر ہو جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا اور مسلمانوں کے خلاف چلے گا تو اس کا انجام برا ہوگا؛ کیوں کہ تمام مسلمان جس راستے کے پیروکار ہیں وہ اس سے ہٹ کر ایک الگ راہ اختیار کرنا چاہتا ہے۔

علامہ ثناء اللہ پانی پٹیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

ويتبع غير سبيل المؤمنين أي غير ما هم عليه أجمعون

من اعتقاد أو عمل ، ولا بأس بمخالفة البعض إذا

وافق البعض ، لقوله عليه السلام : ” أصحابي

(۱) فتح الباری: ۳/۳۱۸ (۲) دیکھئے: التیسیر علی التحریر: ۲/۲۲

(۳) کتاب التعریفات: ۱۲ (۴) النساء: ۱۱۵

کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم“ (۱)۔  
 اور مومنوں کے راستہ کے علاوہ کی پیروی کرے، یعنی عقائد  
 و اعمال کے حوالہ سے جس پر مسلمانوں کا اجماع ہو اس سے ہٹ  
 کر چلے اور اگر کچھ لوگ (اس اجماع سے) موافقت کریں تو  
 بعض لوگوں کی مخالفت میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: میرے اصحاب ستاروں کی مانند  
 ہیں، ان میں جس (بعض) کی اتباع کر لو گے راہ راست پر رہو  
 گے۔

آگے لکھتے ہیں :

ہذہ الآیۃ دلیل علی حرمة مخالفة الإجماع ..... فثبت أن  
 إتياع غیر سبیلہم محرم ، وأن إتياع سبیلہم واجب . (۲)  
 یہ آیت اجماع کی خلاف ورزی کے حرام ہونے پر دلیل ہے؛  
 لہذا ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کے راستہ سے ہٹ کر راہ اختیار  
 کرنا حرام ہے اور (اسی سے یہ بھی) ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں  
 کے راستہ کی اتباع واجب ہے۔

حجیت اجماع حدیث کی روشنی میں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کبھی بھی گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی :

لا یجمع اللہ ہذہ الأمة علی الضلالة . (۳)

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا :

اے لوگو! عنقریب ایک ایسا دن آئے گا کہ جھوٹ عام ہو جائے گا،

(۱) تفسیر مظہری: ۲/۲۳۶ (۲) تفسیر مظہری: ۲/۲۳۶

(۳) مستدرک حاکم: ۲۵۸، المعجم الكبير: ۱۳۳۸

لوگ بغیر طلب شہادت گواہی پر آمادہ ہو جائیں گے، تم میں سے جو جنت چاہتا ہے ”فلیلزم الجماعة“ (۱) وہ جماعت مسلمین کے ساتھ رہے۔

حضرت علی ؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایسا مسئلہ پیش آجائے جو قرآن و سنت میں نہ ہو تو کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: ”ساودوا فیہ الفقہاء“ (۲) فقہاء اور عابدین سے مشورہ کرو، شخصی رائے سے فیصلہ نہ کرو، اس حدیث میں فقہاء کرام کے اجماعی فیصلہ کو اختیار کرنے اور شخصی رائے سے دور رہنے کا حکم فرمایا گیا ہے، اسی طرح حضرت جبیر بن مطعم ؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ کی مسجد خیف میں خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا کہ تین خصلتیں ایسی ہیں، جن کی موجودگی میں دل خیانت کرنے سے باز رہتا ہے، ایک تو وہ عمل جو خالص اللہ کے لئے کیا جا رہا ہو، دوسرے مسلمانوں کی خیر خواہی، تیسرے اتباع جماعت۔ (۳)

ایک روایت میں ہے ”علیکم بالسواد الأعظم“ (۴) سواد اعظم کی اتباع تم پر ضروری ہے، اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں :

يعبر به عن الجماعة الكثيرة ، والمراد ما عليه أكثر المسلمين . (۵)

عربی میں بڑی جماعت کو سواد اعظم کہتے ہیں، یہاں پر وہ راستہ مراد ہے، جس پر مسلمانوں کی اکثریت چلتی ہو۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کے اس ارشاد سے بھی اجماع کی حجیت پر روشنی پڑتی ہے، جس میں آپ نے فرمایا کہ :

(۱) مسند امام أحمد بن حنبل: ۲۳/۱

(۲) مجمع الزوائد: ۱۷۸/۱

(۳) سنن ابن ماجہ: ۱۸۸/۲

(۴) سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۰، کتاب الفتن . (۵) مرقاۃ: ۲۴۹/۱

جن چیزوں کو مسلمان (۱) اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک حسن  
اور اچھی ہیں اور جن چیزوں کو مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے  
زودیک بھی بری ہیں :

ما راہ المسلمون حسناً فهو عند الله حسن ، وما راہ  
المسلمون قبیحاً فهو عند الله قبیح . (۲)



(۱) مسلمان سے مسلمان کامل، یعنی ذی علم سلیم الطبع مسلمان مراد ہے۔

(۲) کشف الخفاء ومزیل الإلیاس: ۲۲۱۳، نیز دیکھئے: مجمع الزوائد: ۷/۷۷۱

## قیاس

### قیاس کے لغوی معنی

لغت میں قیاس کے معنی ہیں اندازہ کرنا، کہا جاتا ہے :  
 قاس الشيء ، يقيسه قيساً وقياساً ، إذا قدر على مثاله ،  
 والقيس والقياس ، المقدار . (۱)

### قیاس کی اصطلاحی تعریف

ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند قرار دیا جائے ، دونوں چیزوں میں کسی علت کے اشتراک کی وجہ سے ، تو اس کو فقہاء کی اصطلاح میں قیاس کہتے ہیں ، جیسے کہا جائے کہ چٹا بھی گیہوں کی طرح ربوی جنس ہے ؛ کیوں کہ دونوں ”قدری“ ہیں ، تو یہ چٹا کو گیہوں پر قیاس کرنا ہوا ، کہ جس طرح گیہوں کے تبادلہ میں کمی بیشی سود ہوگی ، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں صراحت فرمائی ہے ، اسی طرح چنے میں بھی کمی بیشی سود ہوگی ؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ چنے کے بارے میں صراحت نہیں کی ہے ؛ مگر چٹا بھی چوں کہ گیہوں ہی کی طرح قدری ہے ؛ اس لئے اس کا حکم بھی گیہوں کی طرح ہی ہوگا۔ (۲)

### حجیت قیاس قرآن کی روشنی میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے : ”فاعتبروا یا اولی الابصار“ (۳) یعنی جب کسی مسئلہ میں قرآن وحدیث اور اجماع امت کی صراحت نہ ہو تو پھر پیش آمدہ مسائل کو اس کے اشباه ونظائر پر پرکھا جائے گا ؛ چنانچہ علامہ ثناء اللہ پانی پٹیؒ اس آیت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں :

(۱) لسان العرب: ۱۱/۳۷۰، نیز دیکھئے: إرشاد الفحول: ۱۹۸

(۲) دیکھئے: أصول البزدوی: ۲۵۰ (۳) الحشر: ۲



استدلوا بهذه الآية على حجية القياس من حيث انه  
تعالى امر بالاعتبار والمجاوزة من اصل إلى فرع  
لمشاركة بينهما في وصف يصلح سببا لذلك  
الحكم . (۱)

فقہاء نے اس آیت سے قیاس کے حجت ہونے پر استدلال کیا  
ہے، اس طرح پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ”اعتبار“ کا،  
یعنی اصل سے فرع کی طرف جانے کا حکم دیا ہے، کسی ایسے وصف  
میں دونوں کے اشتراک کی بنا پر جو اس حکم کا سبب بن سکتا ہو۔

### حجیت قیاس حدیث کی روشنی میں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر  
رخصت فرما رہے تھے تو آپ نے فرمایا، معاذ تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انھوں نے جواب دیا:  
کتاب اللہ سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس میں نہ پاؤ تو؟ حضرت معاذ نے فرمایا:  
پھر سنت رسول اللہ سے، آپ نے فرمایا: اگر ان دونوں میں بھی نہ پاؤ تو؟ حضرت معاذ نے کہا  
پھر اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کروں گا، یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار  
فرمایا۔ (۲)



(۱) تفسیر مظہری: ۲۳۴/۹

(۲) دیکھئے: ترمذی: ۱۱۲۴۹، ابوداؤد: ۳۱۱۹



فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات - ایک مختصر جائزہ

تیسرا باب

مدوین فقہ، اصول فقہ اور قواعد فقہیہ پر چند تالیفات



اُردو زبان میں تاریخ و تدوین فقہ پر کتابوں کی تعداد گرچہ کم ہے؛ لیکن اس فن میں بھی فضلاء دیوبند کی باضابطہ یا جزوی طور پر کئی تالیفات ملتی ہیں، ذیل میں ان تالیفات کا مختصر تعارف کرایا جاتا ہے :

آپ فتویٰ کیسے دیں؟

اصول افتاء پر علامہ ابن عابدین شامیؒ کا رسالہ ”شرح عقود رسم المفتی“ محتاج تعارف نہیں، علماء کی سہولت کے لئے مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) نے اس کا آسان اُردو ترجمہ اور مختصر تشریح کی ہے، نیز اخیر میں علامہ شامیؒ کے ذکر کردہ علماء کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے، اسی طرح کی ایک کتاب ”فتویٰ نویسی کے رہنما اصول“ کے نام سے مفتی محمد سلمان منصور پوری کی بھی ہے۔

آسان اصول فقہ

یہ کتاب حضرت الاستاذ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی گراند قدر تالیف ہے، جس میں اصول فقہ کے دقیق مباحث کو انتہائی آسان پیرائے میں سمجھایا گیا ہے، یہ کتاب نصابی نقطہ نظر سے مرتب کی گئی ہے؛ اس لئے ہر سبق کے آخر میں تمرین کے طور پر چند سوالات بھی قائم کئے گئے ہیں؛ تاکہ طلبہ کے ذہن میں پورے سبق کا خلاصہ محفوظ رہ سکے؛ چنانچہ اس وقت متعدد مدارس کے نصاب میں یہ کتاب شامل ہے، کتاب کی ضخامت (۹۶) صفحات ہے، جس کی اشاعت ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۶ء میں دارالعلوم سہیل السلام حیدرآباد سے ہوئی۔

اصول فقہ

یہ کتاب مولانا مناظر احسن گیلانی کی تصنیف ہے، جس میں قانون مقتضیات کو سامنے رکھتے ہوئے مختصر اصول فقہ بیان کئے گئے ہیں؛ تاکہ مسائل کے استخراج و استنباط میں صحیح رہنمائی مل سکے۔

## القواعد الفقہیہ المحمودہ

یہ کتاب مولانا ابوالکلام شفیق کی تالیف ہے، مولانا موصوف نے اس کتاب میں ان ساری بحثوں اور شرطوں کو پوری تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، جن کی اس علم میں ضرورت پیش آتی ہے، مولانا نے خاص طور پر قواعد کے ساتھ ماخذ و امثلہ کی وضاحت اور تعریفات بھی بڑی احتیاط اور حدود و قیود کی رعایت کے ساتھ ذکر کی ہیں، موصوف نے ”الاشباہ والنظائر“ کی ترتیب اور نیچ پر چلنے کی کوشش کی ہے اور قواعد کبریٰ کے ذیل میں آنے والے ذیلی قواعد کو بالترتیب لکھ کر اس کی مثالیں بھی لکھی ہیں؛ تاکہ افہام و تفہیم میں آسانی ہو، مکتبہ المظاہر، مظاہر العلوم عربی کالج، سلیم، جملنا ڈسے اس کی طباعت ہوئی ہے۔

## الموجز فی أصول الفقہ (عربی)

یہ کتاب مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب نے مرتب کی ہے، جس میں مولانا نے اختصار کے ساتھ اصول فقہ کے قواعد کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے، شیخ عبدالفتاح ابو نعہ اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہما اللہ کا بیش قیمت مقدمہ کتاب کی زینت ہے، کتاب کی ضخامت (۳۵۱) صفحات ہے، جسے ۱۹۹۰ء مطابق ۱۴۱۰ء میں دارالسلام قاہرہ نے شائع کیا۔

## امداد الفقہ

قواعد فقہ پر مولانا مہربان علی صاحب بڑوتی کا یہ مختصر رسالہ ہے جو (۲۴) صفحات پر مشتمل ہے، اس میں متعدد کتابوں سے انتخاب کر کے صرف قواعد کو ذکر کیا ہے، تاکہ حفظ قواعد میں آسانی ہو، کتاب گمر حیات الاسلام ہر سولی، مظفر نگر سے اس کی اشاعت ہوئی ہے۔

## اودھ میں افتاء کے مراکز اور ان کی خدمات

یہ کتاب ڈاکٹر اشتیاق احمد اعظمی (فاضل دارالعلوم دیوبند) کی مرتب کردہ ہے، جس میں دو پر رسالت، دو پر صحابہ، دو پر تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانہ میں افتاء کی تاریخ، فقہ و فتاویٰ میں

فرق، ہندوستان میں قضا و افتاء کی تاریخ، افتاء نویسی کے اصول و ضوابط، مفتی کے شرائط و اوصاف، تدوین فقہ، کتب فتاویٰ کی تدوین و تاریخ، اودھ میں افتاء کے مراکز، اودھ اور مضافات میں اصحاب افتاء کے مختصر حالات وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے، یہ کتاب دراصل موصوف کے پی، ایچ، ڈی کا مقالہ ہے، جس کا موضوع ”انیسویں صدی میں اودھ میں افتاء کے مراکز“ ہے، یہ مقالہ لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ عربی (عرب کلچر) کے لئے لکھا گیا تھا، کتاب کی ضخامت (۲۸۰) صفحات ہے، جس کی طباعت ۲۰۰۹ء میں شیروانی آرٹ پرنٹرز دہلی سے ہوئی ہے۔

### تسہیل اصول الفقہ

یہ کتاب مولانا مہربان علی صاحب کی مختصر تالیف ہے، جس میں اصول فقہ کے قواعد کو آسان اور عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

### فقہ اسلامی — تدوین و تعارف

یہ کتاب حضرت الاستاذ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی تالیف ہے، جس میں فقہ اسلامی کی جامعیت، اس کا دوام وابدیت، فطرت انسانی سے اس کی ہم آہنگی، عہد بہ عہد اس کی تدوین و ارتقاء، مختلف مذاہب فقہیہ اور فقہ کے مختلف ذیلی موضوعات جیسے: اصول فقہ، قواعد فقہ وغیرہ پر اس کی تالیفات، مذاہب اربعہ کی فقہی خصوصیات و اولیات، فقہ حنفی کی تدوین پر مستشرقین کے اعتراضات اور علماء دیوبند کی فقہی خدمات وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، کتاب کی ضخامت (۳۷۶) صفحات ہے، جسے ۱۴۲۹ھ، ۲۰۰۸ء میں کتب خانہ نعیمیہ دیوبند نے شائع کیا ہے۔

### فقہ حنفی کے اصول و ضوابط

یہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی گرانقدر تصنیف ہے، جس میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ فقہ حنفی کے اصول و ضوابط بیان کئے گئے ہیں، یہ کتاب ترتیب و سلاست، جامعیت و معنویت اور ایجاز و اختصار کی بنا پر علمی دنیا میں مقبول ترین کتابوں کی صف میں ہے۔

### تقدمہ اسلامی عدالت

یہ کتاب قاضی مجاہد اسلام صاحب قاسمیؒ نے مرتب فرمائی ہے، جس میں اصول فقہ

کے اہم مباحث اور قانون شریعت کے ذیلی مصادر کا مختصر تعارف، خلفاء راشدین کے زمانہ میں کارقضاء کی تاریخ اور ممتاز قاضیوں کی مختصر سوانح، نیز اجتہاد اور اس کی شرائط پر بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے، یہ مقدمہ (۱۳۴) صفحات پر مشتمل ہے، جو اصل کتاب ”اسلامی عدالت“ کے ساتھ ملحق ہے، قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، نئی دہلی نے اسے شائع کیا ہے۔

### مقدمہ تدوین فقہ

یہ کتاب مشہور صاحب قلم مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی مرتب کردہ ہے، اس کتاب میں مولانا نے اپنے اچھوتے انداز میں تدوین فقہ، تعقل و تفقہ، اجتہاد و استنباط اور فقہی اختلافات کی نوعیت وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے، کتاب کی ضخامت (۲۴۰) صفحات ہے، جسے ڈاکٹر رشید احمد جالندھری کے مقدمہ اور نظر ثانی کے ساتھ اتحاد بک ڈپو دیوبند نے شائع کیا ہے۔

### مقدمہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (۱۲ جلدیں) کے مرتب مفتی محمد ظفر الدین مفتاحی نے اس مکی پہلی جلد پر تدوین و تاریخ فقہ پر ایک طویل مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جس میں تدوین فقہ کی ضرورت، تدوین فقہ اور امام ابوحنیفہ، طریقہ تدوین، استنباط مسائل اور اس کے لئے احتیاط، فتویٰ اور اس کی اہمیت، تاریخ فتاویٰ، ملت اسلامیہ کے پہلے مفتی، آنحضرت ﷺ کے فتاویٰ کی حیثیت، صاحب فتویٰ صحابہ کرام، صحابہ کے بعد فتاویٰ نویسی، دارالافتاء دارالعلوم دیوبند، مفتی اور مستفتی کا فریضہ، افتاء کے لئے ضروری شرائط، مفتی کے اختیارات و فرائض، قاضی اور مفتی میں فرق، دارالعلوم دیوبند اور خدمت افتاء وغیرہ مختلف عناوین پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، یہ مقدمہ (۶۴) صفحات پر مشتمل ہے۔

### مقدمہ نور الایضاح

مولانا اعجاز علی امرہ ہونی نے ”نور الایضاح“ کے مقدمہ میں تاریخ فقہ پر اچھی روشنی ڈالی ہے، یہ تحریر مختصر مگر جامع ہے، گویا سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے۔





فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات - ایک مختصر جائزہ

چوتھا باب

مسائل فقہیہ پر چند تالیفات



## آئینہ نماز

یہ کتاب مولانا عاشق الہی میرٹھی کی تصنیف ہے، جس میں طہارت، نجاست، کنویں کے مسائل، وضوء، غسل، تیمم، موزوں پر مسح، نماز کے فرائض اور نماز کی نیت، نیز زکوٰۃ، اہمیت و فضائل، مسائل حج، احکام رمضان، اذکار شب قدر، نیت صوم و افطار، مصارف صدقات، احکام قربانی اور اس کی دُعاء اور مسافر آخرت کے احکام مختصر مگر جامع بیان کئے گئے ہیں، کتاب کا تین چوتھائی حصہ چوں کہ نماز سے متعلق ہے؛ اس لئے اس کتاب کا نام ”آئینہ نماز“ رکھا گیا، گو اس میں دوسرے ابواب کے مسائل بھی بیان کر دیئے گئے ہیں — یہ کتاب (۱۶۰) صفحات پر مشتمل ہے، جسے ۱۳۷۹ھ میں دارالاشاعت اسلامیہ کولہنولہ، کلکتہ نے شائع کیا ہے۔

## آلہ مکبر الصوت کے شرعی احکام

لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہمارے زمانہ میں عام ہے؛ لیکن جب یہ ایجاد ہوا تھا اس وقت نماز میں اس کے استعمال کے سلسلہ میں کافی ہنگامہ اور شور و غوغا ہوا اور دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں مختلف حلقوں سے اس سلسلہ میں استفتاءات آئے، چنانچہ اس وقت دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی نے اس کا مفصل جواب تحریر فرمایا، پھر اس جواب پر کچھ اشکالات آئے جن کا جواب دیا گیا، اسی جواب اور جواب الجواب وغیرہ کو ایک جگہ جمع کر کے ”آلہ مکبر الصوت کے شرعی احکام“ کے نام سے چھاپ دیا گیا، یہ رسالہ چار فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، پہلی فصل میں ”آلہ مکبر الصوت کا استعمال دنیوی ضرورتوں میں“ کے عنوان سے اس کے جواز و عدم جواز پر بحث کی گئی ہے، دوسری فصل میں مجالس و عظم و درس وغیرہ دینی ضرورتوں میں مصالحہ مرسلہ کو بنیاد بنا کر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر بحث کی گئی

ہے، تیسری فصل میں: ”مکمل الصوت کا استعمال عبادات مقصودہ میں“ کا عنوان لگایا گیا ہے، جس میں عبادات مقصودہ اور عبادات غیر مقصودہ کے فرق کو واضح کیا گیا ہے اور دونوں کے احکام لکھے گئے ہیں، اس رسالہ میں لاؤڈ اسپیکر کے بارے میں اہل سائنس کی تحقیق بھی شامل کی گئی ہے، رسالہ کی ضخامت (۲۴) صفحات ہے۔

### احکام الحج

حج کے احکام پر یہ متوسط حجم کی بہت ہی مفید اور جامع کتاب ہے، جو مشہور عالم اور صاحب افتاء بزرگ مفتی محمد شفیع کے قلم سے ہے، اس کتاب میں حج کے ضروری مسائل نقل کئے گئے ہیں اور ایسے مسائل کا انتخاب کیا گیا ہے، جن کی زیادہ ضرورت پیش آتی ہے، مفتی صاحب نے اس کتاب میں جن آراء کا اظہار کیا ہے، ان میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ حالت احرام میں سلی ہوئی لنگی بھی پہنی جاسکتی ہے۔

### احکام الزکوٰۃ والصدقہ

یہ کتاب حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ہے، جسے مفتی محمد زید مظاہری نے مرتب کیا ہے، فاضل مرتب نے اس کتاب کو سات ابواب پر تقسیم کیا ہے جس میں بعض شبہات کا ازالہ، ترغیب و ترہیب کی آیات و حدیث، زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں کمی کا شبہ اور اس کا جواب، زکوٰۃ کے متعلق عورتوں کی کوتاہیاں، کون کون سے مال میں زکوٰۃ واجب ہے؟ زکوٰۃ میں ردی اور خراب مال دینا، دوکان میں سامان بہت زیادہ ہو تو زکوٰۃ کا حساب کس طرح لگائیں؟ نیز عشر وغیرہ کے مسائل پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، کتاب کی ضخامت (۱۰۴) صفحات ہے، جو ۱۴۱۹ھ میں ادارہ تالیفات اشرفیہ (باندہ) سے شائع ہوئی ہے۔

### احکام المسجد

یہ کتاب مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مختلف ملفوظات و تحریرات کا مجموعہ ہے، جسے مفتی محمد زید مظاہری نے مرتب کیا ہے، اس کتاب میں مسجد کے احکام اور اس پر فتن دور میں غیر

ضروری رسموں کا جو رواج ہے اس کا جائزہ لیا گیا ہے، نیز مسجد کے اراکین و ذمہ داران کس طرح کے ہوں، مسجدوں کی آمد و صرف اور اس کا طریقہ کیا ہونا چاہئے، زکوٰۃ کی رقوم مسجد میں شامل کی جاسکتی ہیں یا نہیں، غلط پیشوں سے کمانے والوں کا مال مسجد میں لے سکتے ہیں یا نہیں؟ — اس طرح کے مسائل پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، یہ کتاب (۲۲) صفحات پر مشتمل ہے اور ادارہ افادات اشرفیہ (باندہ) سے اس کی طباعت ہوئی ہے۔

### اختلاف الائمۃ فی المسائل المہمہ

یہ کتاب مولانا عبدالغفور صاحب سنبھلی نے ترتیب دی ہے، جو دراصل اساتذہ کرام کی تقریروں کا نچوڑ ہے، اس کتاب میں ایمان و رفع یدین اور دیگر اہم فقہی مسائل میں ائمہ کے اختلافات اور رائج مسلک کی نشان دہی کی گئی ہے، کتاب کی ضخامت (۱۱۲) صفحات ہے۔

### اسلام اور جدید معاشرتی مسائل

یہ کتاب حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی مرتب کردہ ہے، جس میں نکاح کی شرطیں، تفویض طلاق کا مسئلہ، کفایت کے مسائل، خیال بلوغ کا حق اور اس کا استعمال، نفقہ ادا نہ کرنے کی بنا پر فسخ نکاح، مفقود الخیر کی بیوی کا حکم، ظلم و زیادتی اور امراض و عیوب وغیرہ کی بنا پر فسخ نکاح، خلع میں قاضی اور حکم کے اختیارات، حالت نشہ کی طلاق، ہندوستان میں نظام قضاء کا حکم، تعزیری مالی کے احکام وغیرہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، یہ کتاب مولانا کی معرکہ الآراء تصنیف ”جدید فقہی مسائل“ کی تیسری جلد ہے، جس کی ضخامت (۲۴۹) صفحات ہے اور جسے ۱۹۹۹ء میں کتب خانہ نعیمیہ دیوبند نے شائع کیا ہے۔

### اسلام اور جدید میڈیکل مسائل

یہ کتاب بھی حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (ناظم المعهد العالی الاسلامی حیدرآباد و جنرل سکرٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا) کی گرانقدر تالیف ہے، جس میں طبی اخلاقیات، ایڈز کی وجہ سے فسخ نکاح اور اسقاط حمل، شراب کے ذریعہ علاج، اعضاء کی پیوند کاری، اعضاء کی

خرید و فروخت، اسلام میں فیملی پلاننگ، عزل اور اس کے متماثل صورتیں، مانع حمل دواؤں کا استعمال، نس بندی، ٹیسٹ ٹیوب سے تولید، ٹیوب بے بی کے ثبوت نسب کا مسئلہ، کلوننگ کا شرعی حکم وغیرہ موضوعات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، یہ کتاب مولانا کی مشہور تصنیف ”جدید فقہی مسائل“ کی پانچویں جلد ہے، جس کی ضخامت (۱۷۳) صفحات ہے، اس کتاب کی طباعت ۱۹۹۸ء میں کتب خانہ نعیمیہ دیوبند سے ہوئی۔

### اسلام کا مکمل نظام طلاق

یہ کتاب قاضی عبدالجلیل قاسمی (قاضی شریعت امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ) کی تالیف ہے، اسلام میں نکاح کی حیثیت اور اس کی حکمتیں، طلاق کی حقیقت، قدیم ہندوستان میں طلاق کا رواج، قدیم چینوں اور یونانیوں کے یہاں طلاق، دین مسیح میں طلاق، برطانیہ، اٹلی، امریکہ میں قانون طلاق، نیرودھ (کنڈوم) کے ذریعہ حلالہ، نشہ والے، گونگے، پاگل، معتوہ، نابالغ، برسام والے، غش کھانے والے اور مدہوش کی طلاق، خلع کے احکام، فسخ و تفریق کے احکامات اور عدالت ہند کا فیصلہ وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، کتاب کی ضخامت (۲۲۳) صفحات ہے، جو ۱۹۹۰ء میں دارالموئین دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔

### اسلام کا نظام عشر و زکوٰۃ

یہ کتاب حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی تصنیف ہے، جس میں زکوٰۃ کا ثبوت، اس کی حکمت و مصلحت، اس کے متعلق شرائط، دیون کی زکوٰۃ، پراویڈنٹ فنڈ میں زکوٰۃ، باؤنڈز اور شیرز پر زکوٰۃ، جانوروں میں زکوٰۃ، کمپنی کی زکوٰۃ، زکوٰۃ و عشر کا فرق، ہندوستان کی اراضی میں عشر، مصارف زکوٰۃ، موکفۃ القلوب، ہاشمی عالمین اور موجودہ مصلحین کو زکوٰۃ دینا، زکوٰۃ کا اجتماعی نظام، صدقہ فطر کے مسائل، کفارہ کے مسائل، صدقات نافلہ کے احکام وغیرہ پر قرآن و حدیث اور مذاہب ائمہ اربعہ کی روشنی میں تفصیلی بحث کی گئی ہے، یہ کتاب فقہ کی (۸۰) سے زائد کتابوں کا عرق اور نچوڑ ہے، کتاب کی ضخامت (۲۳۱) صفحات ہے، جسے ۱۴۱۵ھ میں

حسامی بک ڈپو حیدر آباد نے شائع کیا ہے اور ۱۳۲۲ھ میں کتب خانہ نعیمیہ دیوبند سے اس کی اشاعت ہوئی ہے۔

### اسلامی تقریبات

یہ رسالہ مولانا محمد میاں صاحب دیوبندی نے مرتب کیا ہے، جس میں عید الفطر کے احکام و لوازمات اور نماز عید کے طریقے، قربانی کے فضائل و طریقے، دُعاء، نیت، قربانی کے جانوروں کی صفات، عقیقہ و تحنیک کی حقیقت، حکمت و مصلحت، ثواب و فضائل اور عقیقہ کی دُعاء اور اس کے احکام تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، رسالہ کی ضخامت (۳۲) صفحات ہے، جس کی اشاعت کتابستان گلی قاسم جاں، دہلی سے ہوئی ہے۔

### الاعجوبہ فی عربیۃ خطبۃ العروۃ

یہ رسالہ مفتی محمد شفیع صاحب نے مرتب فرمایا ہے، جس میں خطبہ کے ارکان و آداب کے ساتھ ان مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ خطبہ کی اصلی حقیقت ذکر ہے و عظ و تذکیر نہیں، خطبہ جمعہ غیر عربی میں جائز نہیں، جیسا کہ صحابہ غیر عربی داں کے سامنے بھی جمعہ کا خطبہ عربی زبان ہی میں دیا کرتے تھے، خطبہ کی سنتوں میں امام ابو یوسفؒ، امام نوویؒ، امام رافعیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ نے عربی زبان میں خطبہ ہونا بھی شمار کیا ہے، عربی زبان کی بعض خصوصیات، اذان اور خطبہ وغیرہ کو خاص عربی زبان میں رکھنا اسلام کا ایک اہم مذہبی اور سیاسی مقصد ہے؛ تاکہ جب لوگ اس کو نہیں سمجھیں گے تو عربی سیکھنے کی طرف رغبت ہوگی جو قرآن و کھدیٹ اور علوم شرعیہ کی زبان ہے، اس رسالہ کی ضخامت (۲۰) صفحات ہے، جسے ۱۳۵۰ھ میں دارالاشاعت دیوبند نے شائع کیا ہے۔

### الاعلام المرفوعة فی حکم الطلقات المجموعہ

یہ کتاب مولانا حبیب الرحمن اعظمی کی تصنیف ہے، جس میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار ہوگی، یا تین مانی جائے گی؟ اس سلسلہ میں تحقیقی بحث کی گئی ہے، کتاب کی ضخامت

(۱۱۵) صفحات ہے، جسے ۱۳۲۰ھ میں مرکز تحقیقات و خدمات علمیہ منو نے شائع کیا ہے۔

### التصویر الاحکام التصویر

یہ کتاب مفتی محمد شفیع صاحب دیوبند کی تصنیف ہے، اس کتاب کو دو حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے، حصہ اول میں ایک مقدمہ اور تین ابواب ہیں، مقدمہ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قانون اسلام میں کوئی تنگی نہیں اور تمام مذاہب عالم میں صرف مذہب اسلام ہی ایک ایسا قانون ہے جس نے تمام انسانی ضروریات اور فطری جزئیات کی پوری رعایت کی ہے، بشرطیکہ جزئیات واقع میں فطری ہوں، شیطانی وساوس نہ ہوں، پہلے باب میں عقلی طور پر تصویر کے بنانے اور استعمال کرنے کی خرابیاں، تصویر کے متعلق قرآن و حدیث کی ہدایات اور علماء و فقہاء کے ارشادات نقل کئے گئے ہیں، دوسرے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ فوٹو گرافی تصویر کشی میں داخل ہے یا نہیں اور صرف چہرہ یا نصف دھڑ کی تصویر کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ تیسرے باب میں ان تصاویر کا مفصل بیان ہے جن کا استعمال شرعاً جائز ہے، جیسے چھوٹی بچیوں کے لئے کڑیے وغیرہ کی نامکمل تصویریں۔

کتاب کا دوسرا حصہ صفحہ ۸۱ سے شروع ہوتا ہے، اس دوسرے حصہ میں ان شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے جو مغربی تعلیم و تہذیب کی مرہون منت ہے، یا بعض روایات کی اجمال سے پیدا ہو گئے ہیں؛ اسی لئے اس دوسرے حصہ کا نام ”کشف التلویر عن احکام التصویر“ رکھا ہے، پوری کتاب کی ضخامت (۱۳۳) صفحات ہے، جسے ۱۳۵۲ھ میں دارالاشاعت دیوبند نے شائع کیا ہے۔

### الحیلة الناجزہ

مسلم عورتیں شوہروں کی ناروا حرکات کی وجہ سے کس مہر کی حالت میں غلط قدم اٹھانے لگی تھیں اور کبھی کبھی ارتداد و الحاد کی نوبت بھی آ جاتی تھی اور پنجاب وغیرہ کے علاقہ میں اس قسم کے واقعات پیش بھی آ چکے تھے؛ کیوں کہ جو شوہر طلاق نہ دے رہا ہو اور بیوی پر ظلم و جور



کو رد رکھتا ہو، اس کے لئے شوہر سے چھٹکارے کی ایک صورت تو قاضی شریعت کے ذریعہ تفریق ہے اور ہندوستان میں دارالقضاء کا قابل ذکر نظام موجود نہیں تھا؛ اس لئے یہ عورتیں اپنی گلو خلاصی کا واحد ذریعہ ”ارتداد“ ہی کو سمجھتے ہوئے مرتد ہونے لگیں؛ کیوں کہ ارتداد کی وجہ سے زن و شو میں خود بخود تفریق ہو جاتی ہے۔ اسی پس منظر میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے شوہر کی مفقود الخبری اور اس جیسے دیگر اسباب فسخ و تفریق پر۔ جن میں حنفیہ کے نزدیک احتیاط کی بنا پر کسی قدر شدت تھی۔ مالکیہ کے لچکدار قول کو اپناتے ہوئے ایسی مظلوم عورتوں کی گلو خلاصی کا راستہ نکالا اور اپنی یہ تحریر دیوبند و سہارنپور کے علماء کے علاوہ ہندوستان میں پھیلے ہوئے مختلف علماء کی خدمت میں پیش کی، جن میں دہلی، میرٹھ، مراد آباد، جالندھر، گجرات، امرتسر، پاکستان، کشمیر، بنگلہ دیش اور بہار کے علماء شامل تھے، بیشتر علماء نے بدلتے ہوئے حالات میں حضرت تھانویؒ کی رائے کو قبول کیا اور کچھ لوگوں نے اس پر اپنا نوٹ ارسال کیا تو اسے بھی اس کتاب میں شامل کر دیا گیا، نیز علماء مالکیہ سے باضابطہ اس سلسلہ میں استفسار کیا گیا اور ان کے جوابات بھی شامل کتاب کئے گئے، اس کتاب کے اساسی مضامین میں ارتداد زوجہ کی وجہ سے فسخ نکاح، تفویض طلاق، حکم قضاء قاضی در ہندوستان، حکم زوجہ عین، زوجہ مجنون، زوجہ مفقود، زوجہ متعت، زوجہ غائب غیر مفقود، حرمت مصاہرت، حرمت رضاعت، خیار بلوغ، خیار کفایت وغیرہ ہیں، کتاب کی ضخامت (۲۴۴) صفحات ہے، جسے مکتبہ رضی دیوبند نے شائع کیا ہے۔

الربا

یہ کتاب مولانا عبید اللہ اسعدی (سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا و استاذ حدیث وفقہ جامعہ عربیہ ہتورا باندہ) کی مرتب کردہ ہے، اس کتاب میں ۲۶ جلی عنوان اور مختلف ذیلی عنوان قائم کئے گئے ہیں، مولانا نے ”ہماری کج روی اور سود“ کے عنوان کے تحت سود کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں اور سودی لین دین کے لئے لوگوں کی حیلہ جوئی وغیرہ کا ذکر کیا ہے، اس کے علاوہ سود کی حقیقت، دوسرے ادیان میں سود کی ممانعت، سود کے سلعہ جہ

عقلی مویشی گائیوں کا جائزہ، شخصی اور تجارتی سود میں فرق، دارالحرب کی حقیقت اور ہندوستان کی شرعی حیثیت، ضرورتاً سود لینے کے جواز وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، اخیر میں ۲۲ صفحات پر مشتمل اسلامک فقہ انڈیا کے سوالنامہ کا جواب ہے، کتاب کی ضخامت (۲۹۵) صفحات ہے، جس کی اشاعت ۱۹۹۳ء میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا (دہلی) سے ہوئی۔

### اقامتِ صلوٰۃ

یہ کتاب مولانا عبدالحلیم نے مرتب فرمائی ہے، جس میں نماز کے فضائل و آداب، نماز کی فرضیت و اہمیت، نماز کے اوقات، غسل و وضو اور تیمم سے متعلق مسائل وغیرہ پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، کتاب کی ضخامت (۸۰) صفحات ہے، جس کی اشاعت ۱۳۷۶ھ میں جامعہ حنفیہ لاہور سے ہوئی۔

### انوار المصباح فی توضیح الترویج

یہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی گرانقدر تصنیف ہے، جس میں تراویح کے مسائل پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی تھی، جس کا اردو ترجمہ مولانا اشتیاق احمد نے کیا ہے، اس کتاب کے شروع میں مولانا قاری محمد طیب (مہتمم دارالعلوم دیوبند) کا بیش قیمت مقدمہ بھی شامل ہے، کتاب کی ضخامت (۳۲۵) صفحات ہے، جس کی اشاعت ۱۳۷۶ھ میں دارالاشاعت دیوبند سے ہوئی۔

### ایک مجلس میں تین طلاق

یہ کتاب مولانا عامر عثمانی (مدیر ماہنامہ ”جنگل“ دیوبند) کی مرتب کردہ ہے، جس میں یکبارگی تین طلاق دینے سے تین طلاق مغلطہ پڑ جانے پر بڑے فاضلانہ انداز میں بحث کی گئی ہے اور جن لوگوں کا خیال ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے ایک ہی طلاق کے وقوع کا ہے، ان کی دلیلوں کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے، خاص کر اسلامک ریسرچ سنٹر احمد آباد (گجرات) کی دعوت پر نومبر ۱۹۷۳ء میں جو ایک مجلس میں تین طلاق کے موضوع پر سیمینار ہوا تھا، اس میں

پیش کردہ بعض مقالات پر علمی تنقید کی گئی ہے، کتاب کی ضخامت (۳۲۸) صفحات ہے، جس کی اشاعت ۱۹۹۸ء میں کتب خانہ نعیمیہ دیوبند سے ہوئی۔

### بغیۃ الأریب فی مسائل القبلة والمحاریب (عربی)

یہ کتاب مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی گرانقدر تصنیف ہے، جس میں مستقبلہ معلوم کرنے کے طریقے، سیاروں کی حرکت کے متعلق اہم معلومات، قبلہ اور مستقبلہ میں فرق وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، اس کے حاشیہ میں کلمہ نبویؐ کا رسالہ بھی ملصق ہے؛ تاکہ مسائل کے سمجھنے میں آسانی ہو، یہ کتاب (۱۸۳) صفحات پر مشتمل المجلس العلمی ڈابھیل سورت سے چھپی ہے۔

### بہشتی شمر (دو جلدیں)

یہ کتاب حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی مرتب کردہ ہے، جس کی پہلی جلد میں عقائد، طہارت، نماز، نوافل وضو، نوافل غسل، حیض اور نفاس کے مسائل بیان کئے گئے ہیں، دوسری جلد میں روزہ، زکوٰۃ، عقیقہ، قسم، لباس اور پردے کا حکم، نیز شمائل نبویؐ اور توحید وغیرہ اشعار میں بیان کئے گئے ہیں، یہ کتاب دراصل بہشتی زیورہ کی تلخیص کی گئی ہے؛ تاکہ ابتداً بچوں کے سامنے مسائل کا خلاصہ آجائے، پھر بسط و تفصیل سے انھیں بہشتی زیورہ پڑھائی جائے، اس کتاب کی ضخامت (۲۶۴) صفحات ہے، جس کی اشاعت ۱۳۵۶ھ میں انور المطالع لکھنؤ سے ہوئی ہے۔

### بہشتی زیور

یہ کتاب مولانا سید احمد علی نے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے استفادہ کر کے اور کچھ اپنی جانب سے اضافہ کر کے مرتب کی ہے، اس کتاب کے دس حصے ہیں، حصہ اول میں اردو لکھنے، پڑھنے، عزیز و اقارب، چھوٹے بڑے کے القاب و نمونہ خط نویسی اور اتھریٹا چار گئی کہانیاں، نیز عقائد وغیرہ کا بیان ہے، دوسرے حصے میں طہارت، نجاست، نماز کے اوقات، شرائط، طریقہ، مفادات، نماز وتر، سنت، نوافل، سجدہ، سہو، تلاوت، معذور و مسافر کے مسائل،

کفن، دفن وغیرہ کے احکام بیان کئے گئے ہیں، تیسرے حصے میں رمضان، زکوٰۃ، صدقہ فطر، قربانی، قسم، ذبح، بعض حلال و حرام، چاندی و سونے کے برتن، ملبوسات اور وقف وغیرہ کے متعلق مسائل بیان کئے گئے ہیں، چوتھے حصے میں نکاح، طلاق، خلع، مفقود الخیر شوہر، سوگ، نان و نفقہ، حق حضانت، آداب و اخلاق، تلاوت قرآن بالتجوید، طہار، کفارۃ طہار، لعان اور عدت کی مدت کی تعیین وغیرہ پر بحث کی گئی ہے، پانچویں حصے میں خرید و فروخت اور اس کے احکام و اقسام، سودی لین دین، قرض، کفالت عن الخیر، وکالت، مضاربہ، امانت، ہبہ، اجارہ، اعارہ، رہن اور وصیت وغیرہ کے مفصل مسائل بیان کئے گئے ہیں، چھٹے حصے میں مدرس کے متعلق سات دستور العمل لکھے گئے ہیں، جن میں طالبات کو بری رسموں سے نفرت دلانا، لکھنے کی مشق کرانا، مسائل کا آپس میں مذاکرہ کرنا اور نہ جاننے والی خواتین تک مسائل پہنچانے کی ہدایت کی گئی ہے، ساتویں حصے میں آداب و اخلاق، ثواب و عذاب وغیرہ کا ذکر ہے، آٹھویں حصے میں سیرت انبیاء، ازواج مطہرات کی سیرت اور دیگر نیک خواتین کے واقعات ذکر کئے گئے ہیں، تاکہ ان میں بھی عمل کی رغبت ہو، نویں حصے میں صحت و تندرستی کی اہمیت اور بیماری میں مبروہمت اور حصول شفا کے لئے چند نسخے تیار کئے گئے ہیں، دسویں حصے میں ایسے آداب زندگی بیان کئے گئے ہیں، جن سے خود پُر سکون رہیں، دوسروں کو بھی پُر سکون رہنے دیں، عیب دار باتوں سے اس میں منع کیا گیا ہے، گھر کا انتظام، بچوں کی صحیح تربیت اور ضرورت کی چیزیں بنانے کی ترکیب بھی بتائی گئی ہے اور خاتمہ میں معر اور نفع بخش کتابوں کے ذکر کے ساتھ ایک نظم بھی لکھی گئی ہے، جس میں ماں اپنی بیٹی کو نصیحت کرتی ہے — مجموعی طور پر یہ کتاب عورتوں کے تمام مسائل کو جامع ہے۔

### ہیوٹی پارلر کی شرعی حیثیت

یہ کتاب مولانا انعام الحق نے مرتب کی ہے، جس میں تزئین و آرائش سے متعلق احادیث، شریعت کے اصول اور آج کل تزئین کے لوازمات طریقوں کے سلسلہ میں فقہاء و علماء کی آراء کی وضاحت کی گئی ہے، کتاب میں جن عناوین پر بحث کی گئی ہے، ان میں معاشرہ کی

مسموم فضاء، غیر شادی شدہ لڑکی کی تزئین، چہرہ کی مالش، بال کی صفائی، ہونٹوں کی ساخت، مصنوعی بال لگوانا، بدن پر نقش و نگار کروانا، سینے کے ابھار کو بڑھانا، گجرا، مصنوعی ناخن، لپ اسٹک، صلیب کی شکل کے زیور، تزئین و آرائش کے لئے بیوٹی پارلر جانے کا حکم وغیرہ خاص کر قابل ذکر ہیں، یہ کتاب (۶۹) صفحات پر مشتمل ہے، جسے ۱۴۲۳ھ میں عبداللہ بن مسعود اسلامی اکیڈمی، حیدرآباد نے شائع کیا ہے۔

### تبیین الحجۃ فی اعفاء اللحمیۃ

داڑھی کے سلسلہ میں بعض لوگوں کا خیال تھا کہ داڑھی منڈانے کی حرمت قرآن کریم سے ثابت نہیں، یہ صرف احادیث سے ثابت ہے، جس کی وجہ سے داڑھی کو سنت کہا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی رکھ لی جائے تو بہتر ہے؛ مگر منڈوانے میں کوئی حرج نہیں ہے — یہ رسالہ اسی خیال کا جواب ہے، جسے مولانا محمد حسن مراد آبادی نے مرتب کیا ہے، اس رسالہ میں مولانا نے داڑھی منڈانے کی ممانعت میں چار آیات کمریہ، چار احادیث شریفہ اور چار فقہی کتابوں کا حوالہ پیش فرمایا ہے، اس کے علاوہ مرد کے لئے داڑھی حسن و جمال ہے اور چہرہ کو داڑھی سے معری کر دینا مضر صحت ہے وغیرہ نکات پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ یہ رسالہ کی ضخامت (۳۷) صفحات ہے، جس کی اشاعت ۱۹۱۷ھ میں لجنۃ العلماء مراد آباد سے ہوئی تھی۔

### تذیر الاخوان عن الربانی الہندوستان

یہ رسالہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا مرتب کردہ ہے، جس میں سود کی مذمت اور سود کے مروجہ معاملات کے سلسلہ میں شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں، اس رسالہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے بھی دو فتاویٰ سودی لین دین اور رشوت سے متعلق شامل ہیں، نیز دعاء تعویذ، جھاڑ پھونک اور اس کے متعلق بعض خرابیوں پر بھی ایک مفصل تحریر اس رسالہ میں شامل ہے، ان کے علاوہ ”الحق الصراح فی اجرة الإنکاح“ کے نام سے ایک رسالہ شامل ہے، جس میں نکاح پڑھانے والے قاضی کی اجرت کے سلسلہ میں شرعی حکم بیان کیا گیا

ہے اور ایک تحریر ”التودیع عن فساد التوزیع“ کے نام سے شامل ہے، جس میں بدعات و خرافات، اسراف و فضول خرچی اور چندہ لینے دینے میں بے احتیاطی وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے، رسالہ کی ضخامت (۵۱) صفحات ہے، جس کی اشاعت ۱۳۲۲ھ میں کانپور سے ہوئی تھی۔

### تحفہ حج

یہ کتاب مولانا بدر الحسن چیمارنی نے لکھی ہے، جس میں حج کی لغوی و شرعی تعریف، فلسفہ حج پر ایک سرسری نظر، حج کی فرضیت، حج کی فضیلت، اقسام حج، ائمہ کے درمیان اختلافی مسائل، فرائض احرام، محظورات احرام، عورت کا احرام، چھوٹے بچہ کا احرام، طریقہ طواف، سعی بین الصفا والردۃ، مکہ مکرمہ اور کعبہ شریف کی فضیلت، وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، کتاب کی ضخامت (۱۹۲) صفحات ہے، جس کی اشاعت ۱۹۷۰ء میں ضلع چیمارن (بہار) سے ہوئی۔

### تحفہ حفاظ

یہ کتاب حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تالیف ہے، جس میں رکعات تراویح کا ثبوت، تراویح کے بعض منکرات، نابالغ کے پیچھے تراویح، فاسق کی امامت، امرد کی امامت، بعض حافظوں کی غلط فہمی کا ازالہ، بعض حافظوں کی بری عادات، رمضان میں ختم قرآن کے روز مسجد کی سجاوٹ وغیرہ عناوین پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، یہ کتاب (۱۰۴) صفحات پر مشتمل ہے۔

### تحقیق سمت قبلہ البلاذلسعی رئیس جہانگیر آباد

اودھ کے ضلع بارہ بنکی میں جہانگیر آباد ایک چھوٹا سا محلہ تھا، جہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی گئی، بنیاد پختہ ہو جانے کے بعد اطلاع ہوئی کہ سمت قبلہ غلط ہے؛ چنانچہ مختلف علماء و ماہرین ہیئت سے رابطہ کیا گیا، سوالات و جوابات کے سلسلے شروع ہوئے، خاص کر مولانا سید مقبول حسین وصل کی خدمت حاصل کی گئی، مولانا موصوف نے حضرت تھانوی و دیگر علماء کرام کی آراء حاصل کی اور بارہ جلی عنوانات کے ساتھ سمت قبلہ کی صحیح تحقیق پیش کی، جسے افادہ عام کے پیش نظر کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا، یہ کتاب (۷۲) صفحات پر مشتمل ہے، جس کی اشاعت ۱۹۴۰ء میں یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ سے ہوئی ہے۔



## تحقیق مسئلہ خطبہ جمعہ

فقہاء کرام کی تحریروں میں خطبہ جمعہ کو کبھی ذکر اور کبھی موعظت کہا گیا ہے، موعظت و نصیحت کے لفظ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض لوگوں نے ہندوستان میں خطبہ جمعہ اُردو میں دینے کا مسئلہ زور و شور سے اٹھایا؛ چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں یہ رسالہ مرتب فرمایا، جس میں ٹمس الائمہ سرخسی، علامہ ابن الہمام، علامہ ابن عابدین اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی وغیرہ کی مفصل عبارتوں کی روشنی میں اس بات کا انکشاف کیا گیا کہ عرف عام اور رواج کی وجہ سے کبھی خطبہ کا اطلاق محض موعظت و تذکیر پر کر دیا جاتا ہے، یہ ایسا ہے جیسا کہ ہمارے محاورات میں ایک دو آیت کریمہ کا ترجمہ، یا ایک دو فقہی مسئلے سامعین کے روبرو بیان کیا جاوے تو اس کو وعظ نہیں کہا جائے گا؛ کیوں کہ عرف عام میں وعظ گئے لئے چند ایسی خصوصیات و شرائط ہیں جن کے بغیر اسے وعظ نہیں کہا جاتا ہے، یہی حال خطبہ جمعہ کا ہے، نیز جب عہد صحابہ میں فتوحات کے دروازے کھلتے گئے اور بڑی تعداد میں غیر عربی اہل قوم نے بھی اسلام قبول کیا، مگر ان کی مختلف زبانوں کے باوجود غیر عربی میں خطبہ گوارا نہ کیا گیا، نو مسلم قوم کی انہام و تفہیم کے لئے زیادہ مناسب دیگر ملکوں میں غیر عربی زبان ہی تھی؛ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس شدید ضرورت کے باوجود غیر عربی میں خطبہ نہ دینا خطبہ کے عربی میں ضروری ہونے کی واضح دلیل ہے — یہ رسالہ (۱۳) صفحات پر مشتمل ہے، جس کی اشاعت ۱۳۳۲ھ میں ہوئی تھی۔

## تذہیب القرآن عن استبدال الازمان

اس رسالہ کے مرتب مولانا سید احمد حسن سنہلی ہیں، جس میں ”مروجہ قرآن خوانی“ سے متعلق فقہی احکام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، رسالہ کی ضخامت (۱۶) صفحات ہے، جس کی اشاعت ۱۳۳۳ھ میں ہوئی تھی۔

## توثیق الکلام فی الانصاف خلف الامام

امام کے پیچھے مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھے گا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حجۃ الاسلام حضرت

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ایک کتاب ”کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟“ کے نام سے لکھی تھی؛ لیکن حضرت نانوتویؒ کی دقیق تحقیق اور قدیم اُردو کے پیش نظر مسائل کو سمجھنا آسان نہیں تھا؛ چنانچہ اس کی تشریح و توضیح مفتی سعید احمد پالن پوری حفظہ اللہ نے کی اور اس کا نام ”توثیق الکلام فی الانصات خلف الامام“ رکھا، مولانا نے اپنی طرف سے عناوین قائم کر کے اس کے تحت اپنے الفاظ میں حضرت نانوتویؒ قدس سرہ کی عبارت کا مطلب بیان کیا ہے؛ تاکہ کتاب کا مطالعہ کرنے والوں میں مسئلہ اور مدعا سمجھ کر حضرت کے دلائل و براہین پڑھے تو آسانی سے اس کے مطالب سمجھ سکے اور وہ ان حقائق و معارف تک پہنچ سکے جہاں پہنچنا مقصود ہے، کتاب کے شروع میں حضرت نانوتویؒ کے حالات بھی ذکر کئے گئے ہیں، کتاب کی ضخامت (۱۳۲) صفحات ہے۔

### توضیح البرہان فی اشتراط السلطان

یہ رسالہ مولانا سید مہدی حسن کا مرتب کردہ ہے، جس میں آیات کریمہ، احادیث شریفہ، اصول فقہ اور علماء سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں قیام و اداء جمعہ کی حدود و قیود اور شرائط کی مفصل وضاحت کی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ خلیفۃ المسلمین اور سلطان کے بغیر بھی نماز جمعہ درست ہے، نیز خلیفہ ثالث سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کے واقعہ سے ہونے والے شبہ کا ازالہ بھی کیا گیا ہے، اس رسالہ کی ضخامت (۱۲) صفحات ہے، جسے مطبع قاسمی دیوبند نے شائع کیا ہے۔

### چند اہم فقہی مسائل بدلتے ہوئے حالات میں

یہ کتاب مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی تصنیف ہے، جس میں قاضی صاحب نے آج کے بدلتے ہوئے حالات میں سودی قبر خے، دیہات میں نماز جمعہ، فیملی پلاننگ، ازدواجی الجھنوں کا حل اور حکیم کے شرعی اصول وغیرہ پر تحقیقی بحث کی ہے، کتاب کی ضخامت (۱۲۸) صفحات ہے، جسے ۱۹۸۵ء میں مجلس تحقیقات اسلامی، حیدرآباد نے شائع کیا ہے۔



## حلال و حرام

یہ کتاب حضرت الاستاذ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے مرتب فرمائی ہے، جس میں اعتقادات، عبادات، معاملات، آداب و اخلاق، کھیل کود، صنعت و حرفت، جدید آلات کے ذریعہ تولید، حیوانات میں حلال و حرام، دریائی جانور کے احکام، خشکی کے جانوروں کا حکم، مشینی ذبیحہ، نجاست خور حلال جانور کا حکم، آلات شکار، حشیش و تنباکو کا حکم، انسانی خون چڑھانا، اعضاء انسانی کی خرید و فروخت، اعذار سے تشبہ، بیوٹی سرجری، کریم وغیرہ کا استعمال، ناول و افسانے، ترنم و موسیقی، شطرنج اور بعض نئے کھیل، منگیتر کو دیکھنا، رسم و جہیز، جماع میں حق عورت، جانوروں سے تکمیل ہوس، عورتوں میں ہم جنسی، ہٹ ٹیوب سے تولید، مانع حمل ادویہ، مستقل منع حمل، ضبط تولید میں تعاون، بینک انٹرسٹ، گھڑی، ٹیلیفون کا حکم، عقیقہ، ختنہ اور جسمانی سرزنش وغیرہ موضوعات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، کتاب کی ضخامت (۴۷۵) صفحات ہے، جس کی اشاعت کتب خانہ نعیمیہ دیوبند سے ہوئی ہے۔

## حل الدقائق فی تحقیق الصبح الصادق

یہ کتاب مولانا لطف اللہ کی مرتب کردہ ہے، مولانا کی نظر ٹیک ایس جنٹری پر پڑی جس میں رمضان المبارک، افطار و سحر وغیرہ کے اوقات درج تھے، مولانا کی تحقیق کے مطابق صبح نہیں تھے، نیز اس جنٹری کے مطابق سحری کا اعلان ایسے وقت میں ہونے لگا جس سے عوام میں خافشار و انتشار کا خدشہ بڑھنے لگا تھا، مولانا نے اسی پس منظر میں صبح صادق کی صحیح تحقیق اور وقت افطار میں اختلاف مذاہب، اور خفیہ کے مفتی بہ قلم، کو نقش کیا ہے، نیز مذکورہ جنٹری کی دلیلوں کے جوابات اور بارہ مہینوں کے اوقات نماز کا نقش بھی شامل کر دیا گیا ہے، یہ رسالہ (۴۰) صفحات پر مشتمل ہے، جو ۱۳۱۲ھ میں رام پور سے چھپا ہے۔

## دارلہی اور انبیاء کی سنتیں

یہ کتاب مفتی سعید احمد پالن پوری (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) کی مرتب کردہ ہے،

جس میں چہرہ کی آرائش میں بالوں کا دخل، داڑھی کے ذریعہ مردانہ اور زنانہ حسن کا امتیاز، داڑھی کے بارے میں سکھوں کی افراط اور دانشوروں کی تفریط کے درمیان اسلام کی عادلانہ تعلیم، داڑھی سے متعلق قرآن و حدیث کی تعلیم، فقہی احکام اور شریعت کی حکمتیں، نیز داڑھی سے متعلق بعض شبہات کے ازالہ وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، اس کتاب کی ضخامت (۱۴۴) صفحات ہے، جس کی اشاعت ۱۳۹۴ھ میں مکتبہ وحید یہ دیوبند سے ہوئی ہے۔

### دو ضروری مسئلے

تقسیم پاکستان کے وقت ہندوستان چھوڑ کر پاکستان چلے جانے والوں کے سلسلہ میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے کسی نے دو سوالات کئے تھے کہ پاکستان ہجرت کرنے سے نکاح باقی رہتا ہے یا نہیں؟ اور ہجرت کرنے والا اپنے آباء و اجداد کے مال میں وارث ہوگا یا نہیں؟ مولانا مودودی صاحب نے جواب دیا تھا کہ ”وراثت جاری نہ ہوگی، رہا نکاح تو عدالت میں درخواست دے کر بیوی نکاح فسخ کر سکتی ہے اور آئندہ ہندوستانی و پاکستانی کے مابین نکاح نہ ہونا چاہئے، یہی میرا خیال ہے اور فشاء قرآن بھی یہی ہے“ — انھیں دونوں مسئلوں کی تحقیق میں مولانا محمد میاں دیوبندی نے یہ رسالہ مرتب کیا تھا، جو (۲۴) صفحات پر مشتمل ہے اور جس کی اشاعت ۱۳۷۱ھ میں ہوئی تھی۔

### ذبح و قربانی — احکام و مسائل

یہ کتاب مفتی اشرف علی قاسمی (استاذ المعبد العالی الاسلامی حیدرآباد) کی تصنیف کردہ ہے، جس میں حلال و حرام جانوروں کی تفصیل، ذبح کی اقسام و شرائط، ذبح کے رائج طریقوں کا شرعی حکم، قربانی کی تاریخ، اس کی مشروعیت، احکام و اقسام، قربانی کن لوگوں پر واجب ہے، قربانی کا وقت، جانوروں کے عیوب، قربانی کے گوشت کا حکم، عقیقہ کی حکمت و مصلحت اور اس کا شرعی حکم، خنک کے مختلف طریقے اور شکار کے مباح ہونے کی شرائط پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، اس کتاب میں ائمہ اربعہ کی فتوے سے بھی استعاذہ کیا گیا ہے اور حوالوں میں ان کے اصل معیار

و مراجع نقل کئے گئے ہیں، کتاب کی ضخامت (۲۵۸) صفحات ہے، جسے ۱۴۲۲ھ میں المجمعہ العالی الاسلامی حیدرآباد نے شائع کیا ہے۔

### رسالہ فرائض

یہ رسالہ مولانا منفعت علی نے مرتب کیا ہے، جس میں (۱۶۸) دفعات میں میراث کے مسائل کے احاطہ کی کوشش کی گئی ہے، اس کتاب کی ترتیب ”سراجی“ کے طرز پر رکھی گئی ہے؛ کیوں کہ ترتیب آگے پیچھے کرنے سے فرائض سیکھنے والے طلبہ کا ذہن پریشان اور خلط ملط ہونے کا اندیشہ تھا؛ اسی لئے اسی ترتیب کو برقرار رکھا گیا، اس کتاب کی خاص بات یہ کہ ہر قاعدے کو مثالوں کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے، نیز ماسبق کی یاد دہانی کی غرض سے ترمیمات اور سوالات بھی قائم کئے گئے ہیں، کتاب کی ضخامت (۷۵) صفحات ہے، جس کی اشاعت مطبع ہاشمی، میرٹھ سے ہوئی ہے۔

### رفع الخلاف عن احکام فونوگراف

یہ رسالہ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کا مرتب کردہ ہے، مفتی صاحب نے اپنے رسالہ میں فونوگراف کی تحقیق کی ہے اور اس سے متعلق شرعی احکام ذکر کئے ہیں، فونوگراف کا موجد اول کون ہے؟ ایجاد کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اس میں کیا مقاصد پنہاں ہیں؟ ایجاد ہو جانے کے بعد لوگوں کا اس کے ساتھ کیا رویہ ہے؟ یہ آکے مزامیر میں شامل ہے یا نہیں؟ اس کی آواز حقیقی ہے یا بازگشت؟ قرآن کریم کو ریکارڈ کر لینے کے بعد عین قرآن کا حکم ہوگا یا نہیں؟ کیسٹ، سی ڈی یا ریکارڈ کیا ہوا پلیٹ بلا وضو چھو سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ اور اس طرح کے پیش آنے والے سوالوں کا اس رسالہ میں تشفی بخش جواب دیا گیا ہے، یہ رسالہ (۱۲) صفحات پر مشتمل ہے، جس کی اشاعت ۱۳۵۶ھ میں دارالاشاعت دیوبند سے ہوئی۔

### رفیق حج و عمرہ

حج ایک اہم اور عظیم اسلامی عبادت ہے؛ لیکن زندگی میں صرف ایک مرتبہ حج فرض

ہونے کی بنا پر، حجاج کرام اس کے اکثر مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں اور پہلے بحری سفر ہوتا تھا جس میں دوران سفر کافی وقت مل جاتا تھا، جس میں علماء و مبلغین حضرات مسائل حج و عمرہ بتادیا کرتے تھے؛ لیکن اس زمانہ میں یہ سفر کم وقتوں میں طے ہو جاتا ہے اور مسائل کی رہنمائی کے لئے کم وقت ملتا ہے، جس کی وجہ سے مسائل پورے طور پر ذہن نشین نہیں ہو پاتے، اسی پس منظر میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے حج کے ضروری مسائل پر ایک پاکٹ سائز کتاب مرتب کی ہے؛ تاکہ جس وقت کوئی مسئلہ پیش آئے، اسی وقت اس کتاب کے ذریعہ رہنمائی حاصل کر لی جائے، خاص کر اس وقت جو حج سے متعلق نئے مسائل پیدا ہو گئے ہیں، ان پر مولانا نے سادہ انداز میں شرعی حکم واضح کر دیا ہے، یہ کتاب پاکٹ سائز میں (۲۰۰) صفحات پر مشتمل ہے، جس کی اشاعت ۱۹۹۷ء میں ایشین ٹورس اینڈ ٹریولس، حیدرآباد سے ہوئی ہے۔

### رفیق سفر

یہ مختصر اور جامع رسالہ مولانا سید اصغر حسین دیوبندی کا مرتب کردہ ہے، جس میں مسافرین کے لئے پانی، تیم اور نماز کے متعلق چند مسائل، ریل کے محمول اور ٹکٹ وغیرہ سے متعلق چند مسائل اور ریل کے متعلق چند متفرق مسائل بیان کئے گئے ہیں، اس رسالہ پر مفتی عزیز الرحمن عثمانی (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے نظریاتی فرمائی ہے، نیز رسالہ کے آخر میں مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے ضرورت کے لحاظ سے چند عمومی مسائل کا اضافہ فرما دیا ہے، جو رسالہ میں شامل ہے، اس رسالہ میں مسافر شرعی کی تعریف، سنو کی مچائیں، سفر کے مخصوص مسائل، وطن کی اقسام و احکام، بچہ کا ٹکٹ، گاڑی چر رہے ہوئے برکت کی دہائی، جتنا سامان لے کر سفر کرنے کی اجازت ہے، اس سے زیادہ سامان لے جانے اور ممنوع چیزوں کو لے جانے کا شرعی حکم وغیرہ، پر بحث کی گئی ہے، رسالہ کی ضخامت (۲۴) صفحات ہے، جسے ۱۳۵۴ھ میں دارالاشاعت دیوبند نے شائع کیا ہے۔

### رکعات تراویح

یہ کتاب مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ کی تصنیف ہے، جس میں انھوں نے احادیث

اور آثار صحابہ کی روشنی میں تراویح میں صحیح تعداد رکعات کی صراحت کی ہے اور امت مسلمہ کو راہ اعتدال اور حقیقت پسندی کی دعوت دی ہے، جابجا اسماء و جال پر بحث کر کے حدیث سے استناد کے سلسلہ میں شکوک و شبہات کا ازالہ بھی فرما دیا ہے، یہ کتاب (۱۱۲) صفحات پر مشتمل ہے۔

### رمضان المبارک کے فضائل و مسائل

یہ کتاب مولانا مظہر الدین کی مرتب کردہ ہے، جس میں مولانا نے روزہ، تراویح، اعتکاف، تلاوت، شب قدر، زکوٰۃ، صدقہ فطر، تہجد، صلوٰۃ التسخیر، عید، نابالغ کی امامت، روزہ دار کو افطار کرانے کا ثواب، خواتین کی جماعت تراویح، عورتوں کے لئے عید کی نماز وغیرہ عناوین پر نہایت مختصر مگر کافی و شافی انداز میں روشنی ڈالی ہے، اس کتاب کی ضخامت (۵۰) صفحات ہے، جسے مدرسہ فیض القرآن (حیدرآباد) نے شائع کیا ہے۔

### رہبر حجاج

یہ کتاب مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ کی تصنیف کردہ ہے، حج کے مسائل سے متعلق اردو زبان میں متعدد رسائل و کتب موجود ہیں؛ مگر اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ مولانا نے اس میں دو مسئلوں پر خاص طور سے مدلل بحث فرمائی ہے، بعد نماز فجر و عصر طواف کی دو رکعت پڑھنے کا مسئلہ اور کثرت عمرہ کا مسئلہ، ان دونوں مسئلوں میں بعض لوگوں کو بہت تشدد ہے، ان کا خیال ہے کہ فجر و عصر کے بعد اگر طواف کیا جائے تو اسی وقت طواف کی واجب نماز ادا کرنی ضروری ہے، جب کہ حنفیہ کے نزدیک اس وقت نفل نماز مکروہ ہے، اسی طرح وہ کثرت عمرہ کو بدعت کہتے ہیں، مولانا نے ان دونوں مسئلوں پر بہت سنجیدہ اور عالمانہ بحث کی ہے، نیز مولانا نے صفحہ ۵۶ پر ادعیہ ماثورہ کو نقل فرمایا ہے، اور صفحہ ۶۳ پر وہ مقامات جن کی زیارت کرنی چاہئے، ان کا ذکر اور وہاں پر کی دعائیں نقل کی ہیں اور صفحہ ۶۶ پر ”زیارت مساجد“ کے عنوان سے پندرہ مبارک مسجدوں کا تعارف کرایا ہے اور صفحہ ۷۷ پر ”مہرک کنویں“ کے عنوان کے تحت سات کنوؤں ”انبار سبعہ“ کو ذکر کیا ہے، یہ کتاب ۱۴۱۹ھ میں شائع ہوئی تھی، جس کی ضخامت (۸۰) صفحات ہے۔

## سفر آخرت — احکام و مسائل

یہ کتاب ماضی قریب کے خوش رقم عالم مولانا رضوان القاسمی نے مرتب کی ہے، جس میں مریض کے احکام، وصیت کی حیثیت، نزاع کی علامتیں، قریب المرگ کے احکام، غسل اور تجہیز و تکفین کے آداب و طریقے، کفن کا بیان، میت کو دیکھنے کا مسئلہ، جنازہ اٹھانے، جنازہ کے ساتھ چلنے اور ساتھ چلتے ہوئے راہ میں ذکر و اذکار کی شرعی حیثیت، نماز جنازہ کا بیان، ادعیہ جنازہ، مسجد میں نماز جنازہ، دفن و قبر کا بیان، قبر پر اذان، پختہ قبر، زیارت قبور، شہید کے احکام، عدت و فوات اور ایصالِ ثواب وغیرہ مباحث کو بیان کیا گیا ہے، کتاب کی ضخامت (۱۱۳) صفحات ہے، جو شعبہ نشر و اشاعت دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے۔

## صبح صادق و شفق کی تحقیق

یہ کتاب مولانا یعقوب صاحب کی مرتب کردہ ہے، جس میں علم ہیئت، صبح صادق کے بارے میں مختلف علماء کے فتاویٰ، برطانیہ میں نماز عشاء کا وقت اور اس سے متعلق مختلف فقہی اداروں کی آراء، غیر معتدل الاوقات علاقوں میں اوقات نماز وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، کتاب کی ضخامت (۳۲۰) صفحات ہے، جامعہ علوم القرآن جمبوسر نے اس کو شائع کیا ہے۔

## صلوٰۃ الصالحات

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے ایک رسالہ ”کف المومنات عن حضور الجماعات“ مرتب کیا تھا، جس پر بعض حلقوں سے اعتراض کیا گیا اور عورتوں کے نماز کے لئے مسجد میں آنے کی ممانعت کو بے دلیل قرار دے کر ایک رسالہ ”عید احمدی“ کے نام سے لکھا گیا، مفتی صاحب نے اسی ”عید احمدی“ کے جواب میں یہ رسالہ ”صلوٰۃ الصالحات“ مرتب فرمایا، جس میں مردوں کے حاضر مسجد نہ ہونے پر احادیث میں جو وعیدیں آئی ہیں عورتوں اور بچوں کے متعلق وہ مذکور نہیں ہیں، سے استدلال کیا گیا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور بچوں کا مسجد میں حاضر ہونا ضروری نہیں اور اگر ان کے حاضر ہونے سے فساد یقینی ہو جائے تو روکنا انداد



فساد کے لئے ضروری ہو جاتا ہے؛ چنانچہ عہد صحابہ سے ہی اس پر روک تھام شروع ہو گئی تھی، نیز ایسی کوئی روایت نہیں جس سے یہ ثبوت فراہم ہو کہ عورتوں کا حاضر مسجد ہونا ضروری اور سنت مؤکدہ ہے؛ جب کہ اس کے خلاف روایات موجود ہیں، پھر مفتی صاحب نے اس رسالہ میں ایسی ستائیس احادیث ذکر کی ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں کو مسجد سے زیادہ ثواب گھر میں نماز پڑھنے پر ملتا ہے، اس رسالہ میں ”عید احمدی“ میں مذکور چار حدیثوں کا بھی جواب دیا گیا ہے کہ ان حدیثوں میں صرف یہ ہے کہ مرد اپنی عورتوں کو مسجد جانے سے نہ روکے، یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کا مسجد میں جانا سنت مؤکدہ ہے؟ رسالہ کے آخر میں عورتوں کو جماعت میں شرکت کی جو رخصت تھی وہ اب بھی ہے یا نہیں؟ اس کے تعلق سے چھ احادیث شریفہ اور اس پر ہونے والے اعتراضات و شبہات کا تشفی بخش جواب اور علماء کرام کی آراء ذکر کی گئی ہیں، رسالہ کی ضخامت (۲۰) صفحات ہے، جسے ۱۳۳۲ھ میں دہلی پرنٹنگ ورکس نے شائع کیا ہے۔

### طریق السدا فی عقوبۃ الارتداد

مرزا غلام احمد قادیانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کیا، جس کی وجہ سے وہ دین اسلام سے خارج ہو گیا اور ایسے شخص پر اسلامی احکام کے مطابق مرتد کی سزا جاری ہونی چاہئے، چنانچہ مرزا کے مذہب کی اشاعت کے لئے مرزا کا ایک اچھی کامل پہنچا، والی کامل نے علماء کرام سے فتویٰ لے کر مرتد ہونے کی وجہ سے اسے قتل کروادیا، اس پر مرزا کے ماننے والے بجائے اس کے کہ اپنے مرتد نہ ہونے کا ثبوت پیش کرتے، اس قدر جراغ پا ہوئے کہ اس حکم سے ہی انکار کر دیا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے، اسی زمانہ میں اخبار و رسائل میں یہ بحث چلی کہ مرتد کی سزا قتل ہے یا نہیں؟ چنانچہ مفتی شفیع صاحبؒ نے مختلف اخبار و رسائل میں اسلام کی صحیح ترجمانی فرمائی اور مرتد کے بارے میں شریعت کے حکم کو بڑے واضح انداز میں بیان فرمایا، یہ رسالہ ان ہی مضامین کا مجموعہ ہے، جس میں آیت کریمہ، منتخب گیارہ

احادیث، حضرت ابوبکر ؓ کے چھ واقعات، حضرت عمر ؓ کے دو، حضرت عثمان غنی ؓ کے پانچ اور حضرت علی ؓ کے تین واقعات کو بطور نمونہ پیش فرمایا ہے، جن میں خلفاء اربعہ نے مرتد سزا کے طور پر قتل کر دینے کا حکم صادر فرمایا تھا۔

خلفاء راشدین کے بعد بھی باقی خلفاء اسلام: حضرت عبداللہ ابن جبیر، حضرت خالد قسری، عبدالملک بن مروان، خلیفہ منصور، خلیفہ مہدی اور خلیفہ معتمد باللہ وغیرہ کا بھی مرتد کے لئے قتل کا فیصلہ منقول ہے، آخری صفحہ پر حضرات ائمہ اربعہ کا متفقہ فیصلہ مرتد کی سزا قتل نفل کیا گیا ہے، نیز اس مسئلہ پر بھی مختصر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مرتد کی سزا صرف قتل ہے یا سنگسار بھی کیا جاسکتا ہے؟ جیسا کہ حضرت علی ؓ سے منقول ہے کہ ایک سرکش شخص کو بجائے قتل کے پاؤں سے مسل کر مار دینے کا حکم فرمایا تھا، اس رسالہ کی ضخامت (۸) صفحات ہے جسے ۱۳۴۰ھ میں دارالاشاعت دیوبند نے شائع کیا ہے۔

### طہور المسلمین

یہ رسالہ مولانا سید اصغر حسین نے مرتب کیا ہے، جس میں صرف حتم سے متعلق مسائل کو جمع کیا گیا ہے، رسالہ کی ضخامت (۳۱) صفحات ہے، جس کی اشاعت کتب خانہ قاسمی دیوبند سے ہوئی۔

### عبادات اور چند اہم جدید مسائل

یہ کتاب استاذ محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی تصنیف ہے، جس میں ریڈیو، ٹی وی اور تار کے ذریعہ رویت ہلال کی اطلاع، پراویڈنٹ فنڈ، ڈپازٹ کی رقم، شیلرز، پونڈ اور ہیرے جواہرات میں زکوٰۃ کا حکم، اراضی ہند میں عشر و خراج کا مسئلہ، مچھلی، مکھانے اور سنگھاڑے میں عشر کا حکم، بنو ہاشم اور سادات کے لئے زکوٰۃ، مشینی ذبیحہ اور کتابی کے ذبیحہ کا حکم، مساجد پر ہندو اوقاف کی تولیت وغیرہ پر قرآن و حدیث اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں تفصیلی بحث کی گئی ہے، کتاب کی ضخامت (۳۰۰) صفحات ہے، جسے کتب خانہ نعیمیہ دیوبند نے شائع کیا ہے۔



### غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک

یہ کتاب مولانا محمد حسن شاہ مہاجر مکیؒ کی مرتب کردہ ہے، جس میں حج و عمرہ کے متعلق مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے، موسم حج میں حجاج کرام مولانا سے مسائل دریافت کرتے تھے، مجلسیں قائم ہوتی تھیں، جس میں آپ مسائل حج بیان فرماتے تھے؛ چنانچہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران آپ نے مسائل حج پر یہ کتاب تالیف فرمائی، اس کا قلمی نسخہ ابھی تک ”کتب خانہ صولتیہ“ میں موجود ہے، یہ کتاب پہلی مرتبہ مولانا عاشق اللہ میرٹھی نے مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے حکم پر ”مطبع خیریہ“ میرٹھ سے ۱۳۴۲ھ میں شائع کی تھی، پھر ”ادارۃ القرآن دارالعلوم الاسلامیہ“ (پاکستان) نے قریب ساٹھ سال بعد ۱۴۱۷ھ میں اسے دوبارہ شائع کیا، یہ کتاب چوبیس ابواب اور ایک سو تیس فصلوں پر مشتمل ہے، جس میں حج کی تعریف و فرضیت، شرائط حج، آداب سفر، حج کے فرائض، واجبات، مستحبات، سنن، مکروہات، میقات اور حدود حرم میں دخول وغیرہ کے مسائل تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، کتاب کی ضخامت (۴۱۵) صفحات ہے۔

### فتاویٰ محمدی مع شرح دیوبندی

یہ کتاب مولانا سید اصغر حسین دیوبندی نے مرتب کی ہے، مولانا نے اس میں عقائد، اعمال، طہارت، وضوء، حیض، نماز، حج بیت اللہ، روزہ، زکوٰۃ، صدقہ، ہدیہ، نفقہ، نکاح، طلاق، رضاع، بیع و شراء، ذبح و قربانی، عقیقہ، شکار، زینت، لباس، لقطہ، جہاد اور میراث وغیرہ سے متعلق صحابہ کرام کے استفتاءات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات نقل کئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتاویٰ کو اسی انداز میں جمع کیا گیا ہے، جو آج فتاویٰ کی ترتیب کا انداز ہے؛ البتہ استفتاء کے مفہوم کو واضح کرنے کے لئے ترجمہ، حسب ضرورت تشریح یا بغرض افہام و تفہیم ایک دو لفظ یا جملوں کے اضافہ کی ضرورت محسوس کی گئی تو انھیں بین القوسین میں رکھا گیا ہے، ہر سوال و جواب کا حوالہ کئی کئی کتب حدیث سے دیا گیا ہے، حاشہ مستفہ اصحابہ رضی اللہ عنہم کا نام

جہاں کہیں نام معلوم نہیں ہو سکا وہاں راوی یعنی ناقل فتویٰ کا نام لکھ دیا گیا ہے، آخر میں چند ایسے سوال و جواب نقل کئے گئے ہیں، جن کے مجیب صحابہ کرام رحمہم اللہ یا تابعین ہیں، کتاب کی ضخامت (۹۲) صفحات ہے، جسے ۱۳۲۶ھ میں دارالاشاعت دیوبند نے شائع کیا ہے۔

### قاموس الفقہ (۵ جلدیں)

یہ کتاب علوم اسلامی کا ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے، جس کے مرتب حضرت الاستاذ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ہیں، اس کتاب میں فقہ کی مصلحات کے علاوہ تفسیر، حدیث، اصول فقہ اور قواعد فقہیہ کے اصطلاحی الفاظ کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا گیا اور ہر اصطلاح کی لغوی و اصطلاحی تعریف، اس سے متعلق فقہی حدود و قیود اور بعض جگہ اس کے ذیلی مباحث اور متعلقات کو شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، فقہ حنفی کے علاوہ دیگر ائمہ متبوعین کی اصطلاحات بھی ذکر کی گئی ہیں اور فقہ حنفی کے مسائل کو عقلی دلائل اور قیاس کے ساتھ آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے بھی مدلل کیا گیا ہے، کتاب کی پہلی جلد کے (۱۵۸) صفحات تک پانچوں جلدوں کی مکمل فہرست دے دی گئی ہے؛ تاکہ مسائل تلاشنے کے لئے ہر جلد کی ورق گردانی نہ رہنی پڑے صفحہ (۱۵۹) سے صفحہ (۱۸۸) تک مفتی محمد ظفر الدین مفتاحی، مولانا نعمت اللہ اعظمی، مولانا سید نظام الدین، مولانا انظر شاہ کشمیری، مولانا محمد قاسم مظفر پوری سمیت (۱۷) علماء کرام کی تقریظات شامل کتاب ہیں، نیز صفحہ (۱۹۹) تک کتاب کا تعارف اور صفحہ (۲۳۳) تک ترجمہ المؤلف بھی کتاب میں شامل ہے، ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء میں کتب خانہ نعیمیہ دیوبند نے اسے شائع کیا ہے۔

### قول الامام فی فساد امامت الغلام (فارسی)

تراویح میں بچہ کی امامت کا بعض لوگوں نے جواز پیش کیا تھا، یہ رسالہ اسی پس منظر میں مولانا احمد الدین نے مرتب کیا ہے، امامت کے سلسلہ میں احادیث شریفہ، آثار صحابہ اور تابعین و ائمہ مجتہدین کی آراء نقل کی گئی ہیں، نیز علماء بلخ نے جو بچہ کی امامت پر جواز کا قول

اختیار کیا ہے، اس پر علامہ سرحسی کی طرف سے رد کیا گیا اور ان کی دلیل — حضرت حسن بن علی کی بچپن میں امامت والی حدیث — کا نہایت ضعیف و ناقابل استدلال ہونا بیان کیا گیا ہے، اخیر میں دیوبند، دہلی، شاہ پور، کانپور اور لاہور کے علماء کے تائیدی دستخط بھی رسالہ میں شامل ہیں، رسالہ کی ضخامت (۱۶) صفحات ہے، جس کی اشاعت ۱۳۳۵ھ میں روز بازار امرتسر سے ہوئی ہے۔

### کل العینین فی ترک رفع الیدین

یہ کتاب قاضی محمد رحمت اللہ کی مرتب کردہ ہے، جس میں مولانا نے ترک رفع الیدین کے متعلق اکیس احادیث شریفہ پیش کر کے روایتاً و درایتاً بحث کرتے ہوئے اسباب ترجیح ذکر کئے ہیں، ساتھ ساتھ مخالفین کے جواب بھی دیئے ہیں، رسالہ کی ضخامت (۳۰) صفحات ہے، جسے تحفہ ہند پریس دہلی نے شائع کیا ہے۔

### مباحث فقہیہ

یہ کتاب مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی (سابق صدر مسلم پرسنل لا بورڈ و جنرل سکرٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا) کے مختلف فقہی مقالات کا مجموعہ ہے، کتاب کو چھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، جس میں اصول فقہ، اوقات و عبادت، عائلی زندگی کے شرعی قوانین، اسلامی عدالتی نظام، فقہ سے تعلق رکھنے والے طبی مباحث اور منجاشی مسائل سے متعلق مضامین شامل ہیں، کتاب کے شروع میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے جنرل سکرٹری مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے قلم سے مصنف کے حالات زندگی اور خدمات پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، اس کتاب کی ضخامت (۶۵۱) صفحات ہے، جسے ایفا پبلیکیشنز دہلی نے شائع کیا ہے۔

### مروجہ بدعات — فقہاء اسلام کی نظر میں

یہ کتاب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی مرتب کردہ ہے، جس میں فقہی کتابوں کی روشنی میں مروجہ رسم و رواج اور بدعات کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے، اہل بدعت نے قرآن

وحدیث کی غلط تفسیر کر کے اپنے غلط نظریات کی تائید کی کوشش کی ہے؛ اس لئے مولانا نے جا بجا ان کی کتابوں سے حقیقت کا انکشاف کیا ہے، کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں مناظرانہ انداز اپنانے کے بجائے حکیمانہ اسلوب اپنایا گیا ہے اور ہر مسئلہ کی وضاحت فقہی تصریحات سے کی گئی ہے، یہ کتاب (۷۹) صفحات پر مشتمل ہے، جس کی اشاعت ۱۹۹۷ء میں دارالعلوم سبیل الفلاح، جالے، ضلع دربھنگہ (بہار) سے ہوئی ہے۔

### مروجہ سیاست کے شرعی احکام

یہ کتاب حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات کا مجموعہ ہے، جسے مفتی محمد زید مظاہری نے مرتب کیا ہے، جس میں ارباب علم اور لیڈران قوم اور مقتداء ملت کے لئے مکمل رہنمائی ہے کہ سیاسی میدان میں کام کرنے کے کیا طریقے اور شرعی احکام ہیں؟ سیاسی اختلافات کے حدود اور کسی سیاسی پارٹی میں شریک ہونے کے ضابطے اور شرکت کے بعد کے ضروری احکام کیا ہیں؟ نیز علماء اور لیڈران قوم کے مل کر کام کرنے کا طریقہ، کامیابی کا راستہ، مروجہ سیاسی تدبیروں کے شرعی احکام وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، کتاب کو چھ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے، باب اول میں حکومت و سیاست کے شریعت کا اہم جزم ہونے کو بیان کیا گیا ہے اور ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو سیاست کو دین سے الگ سمجھتے ہیں، باب دوم میں سیاست کی دو قسمیں: ایک سیاست کے شرعی احکام، دوسری قسم سیاست کی تجرباتی تدبیریں اور علماء کا منصب بیان کیا گیا ہے، باب سوم میں بیان کیا گیا ہے کہ کس سیاسی جماعت کا ساتھ دینا چاہیے اور کس کا نہیں، باب چہارم میں سیاسی مسائل میں اختلاف کی بنیاد کو بیان کیا گیا ہے، باب پنجم میں دو آیت اور دو حدیث کی روشنی میں کافروں سے بائیکاٹ اور ان سے قطعاً معاملات نہ کرنے اور بھوک ہڑتال وغیرہ کے شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں، باب ششم میں مسئلہ امارت اور اس کی شرائط کی وضاحت کی گئی ہے، یہ رسالہ (۵۸) صفحات پر مشتمل ہے اور ادارہ افادات اشرفیہ (ہاندہ) سے شائع ہوئی ہے۔

## مسائل اذان

یہ کتاب مولانا حبیب الرحمن خیر آبادی نے مرتب کی ہے، مولانا نے اذان کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرنے کے بعد فضائل اذان کی پندرہ روایتوں کو ترجمہ اور مختصر تشریح و توضیح کے ساتھ نقل کیا ہے اور اذان کی شرائط بیان کی ہیں، نیز قبروں پر اذان، کلمات اذان میں ائمہ کے اختلافات، مؤذن کی صفات، اذان کے جواب میں انگوٹھا چومنا، اذان کے بعد مسجد سے نکلنا اور نماز کے لئے حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا وغیرہ کو تفصیلی طور پر بیان کیا ہے، کتاب کی ضخامت (۹۶) صفحات ہے، جسے مکتبہ اسلامیہ حیات العلوم پیرزادہ (مراد آباد) نے شائع کیا ہے۔

## مسائل سجدہ سہو

یہ کتاب بھی مولانا حبیب الرحمن خیر آبادی (مفتی دارالعلوم دیوبند) کی تصنیف ہے، جس میں قرأت میں سہو، رکوع اور سجدہ میں سہو، سجدہ تلاوت میں سہو، رکعت کی تعداد میں سہو، قعدہ اور التحیات میں سہو، تکبیرات میں سہو، اذکار و تسبیحات میں سہو، مسبوق اور لاحق پر سجدہ سہو، وتر میں سہو، تراویح میں سہو وغیرہ کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے، (۱۰۴) صفحات پر مشتمل حرا بک ڈپو دیوبند سے اس کی طباعت ہوئی ہے۔

## مسجد کے آداب و احکام

یہ کتاب مولانا محمد قاسم مظفر پوری (قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواڑی شریف، پٹنہ) نے مرتب فرمائی ہے، جس میں مسجد کی حقیقت، مسجد کا تباہی، مسجد کے درجات اور ان میں نماز کی تفصیل، مسجد کے لئے سامان و جائیداد وغیرہ وقف کرنے کی صورتیں، مسجد کے مال یا وقف کی آمدنی کا استعمال، وہ چیزیں جن کا کرنا مسجد میں جائز یا ناجائز ہیں، مسجد میں بلند آواز سے ذکر و تسبیح اور تلاوت، مسجد کے نقش و نگار کا حکم، مسجد میں درخت لگانا، مسجد میں نماز جنازہ، گم شدہ چیزوں کا مسجد میں تلاش کرنا، مسجد میں اشعار پڑھنا، مسجد میں جھگڑے حل کرنا اور فیصلے کرنا وغیرہ موضوعات پر قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیلی بحث کی گئی ہے، کتاب کی

خفیات (۹۳) صفحات ہے، جسے ۲۰۰۱ء مطابق ۱۴۲۲ھ میں امارت شرعیہ پھلواڑی شریف پٹنہ نے شائع کیا ہے۔

### مسنون قراءت

مولانا زین العابدین اعظمی کا یہ رسالہ بہت ہی مختصر مگر وقیع ہے، جس میں بیچ وقتہ نمازوں میں قراءت مسنونہ کی حد احادیث مبارکہ کی روشنی میں بیان کی گئی ہے، یہ کتاب دس ابواب اور (۴۵) صفحات پر مشتمل ہے، جسے اصلاحی کتب خانہ، گجرات نے شائع کیا ہے۔

### معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں

ہندوستان میں مسلمانوں کے عائلی قوانین پر وقتاً فوقتاً آواز اٹھائی جاتی رہی ہے، اس پس منظر میں ڈاکٹر یوسف نجم الدین کے دفتر میں ایک جلسہ کے درمیان یہ بات طے پائی کہ ایک عالمانہ انداز کا لٹریچر تیار کیا جائے جو اہل علم اور دانشوروں کو مطمئن کر سکے اور یہ ذمہ داری مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے سپرد ہوئی؛ لیکن مولانا موصوف نے اپنی عدم فرصتی کے باعث یہ ذمہ داری مولانا محمد برہان الدین سنبلہلی کے سپرد فرمائی؛ چنانچہ مولانا برہان الدین سنبلہلی نے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے، جو اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے، اس کتاب میں مولانا عائلی مسائل، شریعت میں نکاح کی اہمیت، شادی میں فطری تقاضوں کی رعایت، پسندیدہ بیوی کا معیار شریعت کی نظر میں، کفو کی حقیقت و مصلحت، نکاح میں عورتوں کا اختیار، زمانہ جاہلیت کے ازدواجی رشتے، دوسرے مذاہب (عیسائی، یونانی، رومی، بدھ مت، ہندو دھرم) کی جھلکیاں، قانون شریعت میں چند بیویاں رکھنے کی اجازت اور اس پر کی جانے والی تنقیدوں کی حقیقت، تنقیدوں کا اصل محرک، مرد و زن میں ”مساوات“ کا نعرہ اور اس کی حقیقت، شریعت کا قانون طلاق، عورتوں کو طلاق کا اختیار نہ دینے کی حکمتیں اور اسلام کے نظام وراثت وغیرہ پر، تحقیقی انداز میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، نیز مولانا نے قرآن وحدیث اور دین فطرت کی روشنی میں اسلامی قوانین کی برتری اور معاصر قوانین پر ان کے تفوق



و امتیاز کو بھی ثابت کیا ہے، کتاب کی ضخامت (۲۳۴) صفحات ہے، جسے ۱۹۸۰ء میں مجلس تحقیقات و نشریات اسلام (لکھنؤ) نے شائع کیا ہے۔

### مدنیہ المساجد فی آداب المساجد

یہ رسالہ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کا مرتب کردہ ہے، جس میں مسجد بنانے کا ثواب، گمروں میں مسجد بنانا، مسجد میں نقش و نگار وغیرہ بے ضرورت چیزیں بنانا، مساجد کی صفائی کا بیان، مسجد میں خوشبو لگانے کا بیان، مسجد جانے کے آداب اور اس کا ثواب، ان کاموں کا بیان جو مسجد میں ناجائز یا مکروہ ہیں، مساجد کے چند مخصوص احکام، مسجد ضرار کی تعریف اور اس کا حکم، عید گاہ کے حکم وغیرہ عناوین پر روشنی ڈالی گئی ہے، کتاب کے صفحہ ۴۲ پر مفتی عزیز الرحمن عثمانی اور علامہ انور شاہ کشمیری کی تقریظات شامل ہیں، اس کتاب کی ضخامت (۴۲) صفحات ہے، جو ۱۴۳۲ھ میں دارالاشاعت دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔

### میراث المسلمین

یہ کتاب مولانا اصغر حسین دیوبندی کی مرتب کردہ ہے، جس میں وراثت کے ضروری اور عام مسائل قرآن و حدیث کی روشنی میں لکھے گئے ہیں، قواعد تخریج اور دلائل وغیرہ سے زیادہ تعرض نہیں کیا گیا ہے؛ چنانچہ اس کتاب میں علم فرائض کی فضیلت، اسلام سے پہلے تقسیم میراث کا دستور، ابتداء میراث، واقعات نزول میراث، تجہیز و تکفین، اقرار مریت، وصیت، مریت کی طلاق، مہر، جمل، مفقود، مرتد کے احکام، عصبات، ذوی الارحام، شریک، مستقل وارثین اور حاجب محبوب وغیرہ کی عام فہم انداز میں تفصیل بیان کی گئی ہے، یہ کتاب مفتی عزیز الرحمن عثمانی (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) کے علاوہ تقریباً ۳۵ علماء کرام کی تصدیقات کے ساتھ منظر عام پر آئی، جسے ۱۳۲۲ھ میں مطبع احمدی لکھنؤ نے شائع کیا۔

### نوازل فقہیہ معاصرہ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کو اللہ تعالیٰ نے جدید مسائل کے شرعی حل میں مہارت

امتیاز سے نوازا ہے؛ چنانچہ مولانا نے پاکی و ناپاکی، نماز، روزہ، زکوٰۃ، عشر و خراج، حج، اقتصادی مسائل، بیع و شراء، نوٹ و کرنسی، اجارہ، قمار، سودی قرضے، علاج و معالجہ وغیرہ کے جدید طریقوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، جو اس سے قبل ”جدید فقہی مسائل“ کے عنوان سے کئی جلدوں میں چھپ چکی تھی اور ہندو پاک سے اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے تھے، جب شام کے ایک ممتاز عالم و فقیہ ڈاکٹر وہبہ زحلیٰ پر سفر ہندوستان کے موقع سے اس کتاب کی مقبولیت اور جدید مسائل کے حل میں اس کی اہمیت واضح ہوئی تو انہوں نے بڑی شدت سے اس کے عربی ترجمہ کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ جدید فقہی مسائل کے چند ابواب کا مولانا ثار احمد حمیرا کی اور مولانا محمد معطفی عبدالقدوس ندوی کے ذریعہ عربی میں ترجمہ کروایا گیا، جس کا نام ”نوازل فقہیہ معاصرہ“ رکھا گیا ہے، اس کتاب کی ضخامت (۶۰۰) صفحات ہے، جسے ۱۹۹۹ء میں مکتبہ الصحوۃ، کویت نے شائع کیا ہے۔

### ہماری نمازیں

یہ کتاب مولانا ابوالکلام شمس کی تصنیف ہے، جس میں وضو کا بیان، غسل کا بیان، تیمم کا بیان، نماز کسے کہتے ہیں؟ اذان و اقامت کا بیان، نیز امام کے اخلاق و عادات اور نوافل کے متعلق مباحث تفصیل کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں، کتاب کی ضخامت (۸۸) صفحات ہے، جسے مسعود پبلشنگ ہاؤس دیوبند نے شائع کیا ہے۔





## فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات - ایک مختصر جائزہ

پانچواں باب

فضلاء دیوبند کے مطبوعہ فتاویٰ



## احسن الفتاویٰ

یہ مفتی رشید احمد کراچی (پاکستان) کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو آپ نے دارالافتاء دارالعلوم کراچی اور دارالافتاء والارشاد (کراچی) وغیرہ سے جاری فرمائے، یہ مجموعہ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے، مفتی صاحب نئے مسائل پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے اور ٹھوس دلائل کے ساتھ مفصل جواب لکھا کرتے تھے، آپ کے بہت سے فتاویٰ رسائل کی شکل اختیار کئے ہوئے ہیں، جنہیں اس مجموعہ میں شامل کر لیا گیا ہے۔

### امداد الفتاویٰ

یہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو آپ نے دارالعلوم دیوبند، جامع العلوم کانپور اور خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں رہ کر لکھے تھے، ان فتاویٰ کو حضرت تھانوی کے شاگرد رشید مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے مرتب کیا ہے، جس پر مفتی سعید احمد پالن پوری نے مفید حواشی کا اضافہ فرمایا ہے، اس مجموعہ کی کل چھ جلدیں ہیں۔

### امداد المفتیین

یہ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے ۱۳۴۹ھ سے ۱۳۶۲ھ تک لکھے گئے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کی حیثیت سے لکھے تھے، آپ کے لکھے گئے چالیس ہزار فتاویٰ میں سے یہ ایک مختصر سا حصہ ہے، جسے خود آپ نے ہی پہلے آٹھ مختصر جلدوں میں مرتب کیا تھا، اب اسے نئی ترتیب و تبویب کے ساتھ ایک ضخیم جلد میں شائع کیا گیا ہے، جس کے مجموعی صفحات (۸۹۶) ہیں۔

### حبیب الفتاویٰ

یہ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور (اعظم گڑھ) کے بانی و مہتمم مفتی حبیب اللہ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو انھوں نے دارالعلوم مہذب پور کے دارالافتاء سے جاری فرمائے، فتاویٰ مستند کتابوں کے حوالوں کے ساتھ لکھے گئے ہیں، جس کی وجہ سے فتاویٰ کو وقار و اعتماد کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے، یہ مجموعہ ایک جلد میں ہے۔

### خیر الفتاویٰ

یہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے قائم کردہ ادارہ ”خیر المدارس“ کے دارالافتاء سے جاری کئے گئے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جس کی وجہ سے اس کا نام ”خیر الفتاویٰ“ رکھا گیا، اس دارالافتاء کے پہلے مفتی مولانا محمد عبد اللہ تھے جو دارالعلوم دیوبند کے جید فاضل اور حضرت مدنی کے طریقت میں شاگرد تھے، یہ آپ کے بیس (۳۲) سالہ فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو آپ نے وہاں کے دارالافتاء سے دیئے، آپ کے علاوہ ادارہ کے بانی مولانا خیر محمد جالندھری، مفتی عبدالستار، مفتی محمد انور اور دیگر مفتیان کے فتاویٰ بھی اس میں شامل ہیں، یہ مجموعہ پانچ جلدوں اور (۳۲۳۸) صفحات پر مشتمل ہے۔

### دینی مسائل اور ان کا حل

یہ مفتی محمد سلمان منصور پوری (استاذ فقہ و حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد) کے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو انھوں نے شہر مراد آباد کے ایک ماہنامہ ”تحفہ خواتین“ کے ذریعہ آنے والے سوالات کے جواب میں لکھے ہیں، اس مجموعہ میں کل (۲۰۷) فتاویٰ شامل ہیں۔

### عزیز الفتاویٰ

یہ مفتی اعظم ہند و صدر مفتی دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمن کے منتخب فتاویٰ کا مجموعہ

ہے، جسے آپ کے شاگرد رشید مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے مرتب کیا ہے، اس میں مفتی صاحب کے ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۳۴ھ تک لکھے گئے فتاویٰ کا انتخاب پیش کیا گیا ہے، ۱۳۵۷ھ میں پہلی مرتبہ آٹھ مختصر جلدوں میں اس کی اشاعت ہوئی تھی، اب اسے نئی ترتیب و تبویب کے ساتھ ایک ضخیم جلد میں شائع کیا گیا ہے، جس کے مجموعی صفحات (۷۵۴) ہیں۔

### فتاویٰ احیاء العلوم

یہ مولانا محمد یونس مبارکپوری کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو آپ نے مدرسہ ”احیاء العلوم مبارک پور“ کی تدریس کے زمانہ میں لکھے، اس مجموعہ کی پہلی جلد مولانا جمیل احمد ندیری نے مرتب کی ہے، جس میں مولانا یونس صاحب کے فتاویٰ کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔

### فتاویٰ امارت شرعیہ

امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ نے شروع ہی سے دارالافتاء کا شعبہ شروع کر دیا تھا، شروع شروع میں امارت شرعیہ کے پانی مولانا ابوالحسن محمد سجاد علیہ الرحمہ از خود فتاویٰ لکھا کرتے تھے؛ چنانچہ آپ کے فتاویٰ کو قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نے فتاویٰ امارت شرعیہ (پہلی جلد) کے نام سے مرتب کیا، فتاویٰ امارت شرعیہ کی دوسری جلد میں امارت کے دوسرے مفتیان کے فتاویٰ جمع کئے گئے ہیں، جن میں مفتی محمد عباس پھلواروی (متوفی: ۱۳۶۲ھ، مطابق ۱۹۴۳ء) قاضی نور الحسن پھلواروی (متوفی: ۱۳۷۵ھ، مطابق ۱۹۵۶ء)، مولانا عبدالصمد رحمانی (متوفی: ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء) اور مولانا سید محمد عثمان غنی (متوفی ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۷ء) کے فتاویٰ شامل ہیں۔

### فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

یہ دارالعلوم دیوبند کے مفتی اول مفتی عزیز الرحمن عثمانی (متوفی: ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء) کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جسے مفتی محمد ظفر الدین مفتاحی (مفتی دارالعلوم دیوبند) نے

۱۲ جلدوں میں مرتب کیا ہے، فتاویٰ کی تیرہویں جلد کی ترتیب بھی مکمل ہو گئی تھی، مگر طباعت سے پہلے ایک حادثہ میں ضائع ہو گئی، مفتی عزیز الرحمن عثمانی کے چند منتخب فتاویٰ کو ان کے شاگرد رشید مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے بھی ”عزیز الفتاویٰ“ کے نام سے مرتب فرمایا تھا، اس کے ساتھ مفتی شفیع صاحب نے اپنے فتاویٰ بھی ”امداد المفتیین“ کے نام سے مرتب فرمائے تھے، پھر ان دونوں مجموعوں (عزیز الفتاویٰ و امداد المفتیین) کو ایک ساتھ دو جلدوں میں شائع کیا گیا، جواب بھی ”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ (۲ جلدیں) کے نام سے الگ مطبوع ہے۔

### فتاویٰ رشیدیہ

یہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ کا مختصر سا مجموعہ ہے، جو آپ نے زندگی کے مختلف اوقات میں اور خصوصاً دارالعلوم دیوبند کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے دارالعلوم میں آنے والے استفتاءات کے جواب میں لکھے ہیں، یہ مجموعہ چھ سو آٹھ (۶۰۸) صفحات پر مشتمل ہے، جس میں اس وقت کے لحاظ سے بدعات و خرافات اور عقائد سے متعلق بھی بہت سے فتاویٰ موجود ہیں۔

### فتاویٰ قاضی

قاضی قریب کے ممتاز فقیہ قاضی مجاہد الاسلام قاسمی چوں کہ امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ کے قاضی شریعت تھے اور قاضی کو فتویٰ دینے میں احتیاط کی ضرورت پڑتی ہے؛ تاکہ مقدمات کے فریقین فتویٰ لے کر پہلے ہی قاضی کی رائے پر مطلع نہ ہو جائیں؛ اس لئے قاضی صاحب نے بہت کم فتاویٰ لکھے، جن کی تعداد ڈیڑھ سو سے کچھ زائد ہے، آپ کے انھیں چند فتاویٰ کو ”فتاویٰ قاضی“ کے نام سے مرتب کیا گیا ہے، جو باب افتاء کے لئے سرمہ بصیرت کا درجہ رکھتے ہیں۔

### فتاویٰ محمودیہ

یہ مفتی محمود حسن گنگوہی (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، اس مجموعہ میں نو ہزار آٹھ سو پچاسی (۹۸۸۵) استفتاءات کے جواب مطبوع ہیں، جن میں مجموعی طور پر بارہ ہزار پانچ سو ستتر (۱۲۵۷۷) مسائل آگئے ہیں، فتاویٰ کی ترتیب کا کام مولانا سلیم اللہ خان کی نگرانی میں علماء کی ایک جماعت نے کیا ہے، جس میں ابواب کی ترتیب، مسئلہ کی ترقیم اور حوالہ جات کی تخریج کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے، یہ مجموعہ ۲۰ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

### کتاب الفتاویٰ

یہ استاذ محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جس میں بیشتر فتاویٰ وہ ہیں جو ۲۰۰۳ء تک روزنامہ مصنف (حیدرآباد) میں چھپے ہیں، ان کے علاوہ کچھ دوسرے مسائل اور دارالافتاء المعهد العالی الاسلامی سے دیئے گئے فتاویٰ ہیں، جنہیں آپ کے ایک شاگرد مولانا عبد اللہ سلیمان مظاہری نے مرتب کیا ہے، یہ مجموعہ چھ جلدوں میں ہے جن کے مجموعی صفحات (۲۳۷۱) ہیں، اس مجموعہ میں نئے مسائل سے متعلق سوالات و جوابات بڑی کثرت سے آئے ہیں، ۲۰۰۳ء کے بعد فتاویٰ کی ترتیب کا کام جاری ہے اور امید ہے کہ اس کی مزید چار جلدیں جلد ہی منظر عام پر آجائیں گی۔

### کفایۃ المفتی

یہ مفتی کفایت اللہ دہلوی کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے سر روزہ ”الجمعیۃ“ نئی دہلی میں ”حوادث و احکام“ کے عنوان سے لکھے تھے اور مدرسہ امینیہ دہلی کے دارالافتاء سے جاری فرمائے تھے، اس مجموعہ کو آپ کے فرزند اکبر مولانا حفیظ الرحمن واصف نے مرتب کیا ہے، جو نو جلدوں پر مشتمل ہے، اس مجموعہ میں آپ کے زمانہ کے لحاظ سے بہت سے فتاویٰ سیاسیات سے متعلق بھی ہیں۔

## منتخبات نظام الفتاویٰ

مفتی نظام الدین اعظمی نے تقریباً چالیس سال فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی اور ساٹھ ہزار سے زائد فتاویٰ لکھے، آپ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی رہے ہیں، اللہ نے آپ کو اختراعی ذہن سے نوازا تھا، جدید مسائل پر آپ کی بڑی گہری نظر تھی؛ چنانچہ جدید مسائل سے متعلق آپ کے فتاویٰ کو قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے اراکین کے ذریعہ دو جلدوں میں مرتب فرمایا، جسے ”منتخبات نظام الفتاویٰ“ کا نام دیا گیا ہے، اس کی مزید دو جلدوں کی ترتیب کا کام بھی فقہ اکیڈمی کے ذریعہ ہو رہا ہے۔





فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات - ایک مختصر جائزہ

چھٹا باب

معہد کے تربیت یافتہ فضلاء دارالعلوم کی تالیفات



## اجارہ — احکام و تطبیقات

عالمی معاشی بحران کے بعد خدائی قانون سے بغاوت کرنے والوں کو زبردست سبق ملا اور استثمار کے تعلق سے دنیا میں ایک نئی بیداری پیدا ہوئی ہے، دنیا اس بحران کی بھٹی میں پکنے کے بعد پھر اسی نظام میں اپنے لئے جائے پناہ دیکھ رہی ہے، جسے فرسودہ خیال کر کے مسترد کر دیا گیا تھا؛ چنانچہ پوری دنیا میں اسلامی نظام معیشت کی طرف لوگوں کا زبردست رجحان بڑھ رہا ہے اور اسلامک بینکنگ کے قیام کی تجاویز سامنے آنے لگی ہیں، اسی پس منظر میں استاذ محترم حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اسلامی طریقہ پر بینک کاری کے مختلف پہلوؤں پر اپنے فضلاء سے تحقیقی مقالات لکھوائے ہیں، جن میں سے ”اجارہ — احکام و تطبیقات“ کا موضوع مولوی عبدالباسط قاسمی کے سپرد کیا گیا۔

اس مقالہ میں اجارہ کی تعریف، اس کا ثبوت، شرائط، مختلف احکام اور اجارہ کی نئی شکلوں کا شرعی نقطہ نظر سے جائزہ لیا گیا ہے، مقالہ کو کل چھ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے، جن کے مجموعی صفحات (۱۷۵) ہیں۔

### اجتہاد اور تقلید

یہ کتاب مولانا عبدالرحمن قاسمی نے مرتب کی ہے، جس میں اجتہاد و تقلید کی حقیقت، شرائط، شرعی حیثیت، موجودہ دور میں اجتہاد کی شکل اور تقلید کی ضرورت وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، اس کتاب کی ضخامت ڈیڑھ سو صفحات کے قریب ہے۔

### احکام الجمنین

یہ مقالہ مولانا ثناء احمد ندوی قاسمی نے مرتب کیا ہے، جس میں نکاح کے صحیح مقاصد،

کلوننگ کے ذریعہ تولید اور اس کا شرعی حکم، ٹیسٹ ٹیوب سے تولید کی شکلیں اور احکام، ضبط ولادت اور نس بندی وغیرہ کے نقصانات اور ان سے متعلق شرعی احکام، مانع حمل اشیاء کا استعمال اور جنین کے لئے وراثت، وصیت، ہبہ اور وقف وغیرہ کے احکام پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، یہ مقالہ طبع شدہ ہے، جس کی ضخامت (۱۰۳) صفحات ہے۔

### احکام الصلوٰۃ - فقہ شافعی میں

یہ کتاب مولانا عبدالعزیز کاشمی نے مرتب کی ہے، موصوف شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے ان کو فقہ شافعی کے مطابق نماز کے تفصیلی احکام لکھنے کو کہا گیا تھا، انہوں نے تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل نماز کے مختلف احکام لکھے ہیں۔

### احکام القرآن للجصاص (تحقیق و تعلیق)

علامہ جصاص رازیؒ کی معرکہ الآراء کتاب ”احکام القرآن“ پر مولانا محمد ناصر سجاد قاسمی اور مولانا عبدالعزیز کوثر قاسمی نے بڑی خوبی کے ساتھ تحقیق و تعلیق کا کام کیا ہے، جس میں علامہ رازیؒ کی ذکر کردہ احادیث کی تخریج، بعض لغات کی تحقیق، رجال کا ترجمہ اور فقہی مسائل کا کتب فقہ سے حوالہ نقل کیا گیا ہے، مولانا محمد ناصر سجاد قاسمی کی تحقیق کتاب الطہارۃ سے شروع ہو کر کتاب الزکوٰۃ پر مکمل ہوئی ہے، جس کے مجموعی صفحات تقریباً (۵۰۰) ہیں اور مولانا عبدالعزیز کوثر نے اجتماعی احکام پر تحقیق و تعلیق کا کام کیا ہے۔

### اختلاف مشائخ الحنفیہ

جن مسائل میں مشائخ احناف کے درمیان اختلاف ہے، ان کو ایک جگہ جمع کرنے کا کام معبد کے چند فضلاء کے سپرد کیا گیا تھا، جن میں سے طہارت سے متعلق مسائل کو مولانا مجتبیٰ حسن قاسمی، نماز سے متعلق مسائل کو مولانا محمد جہانگیر خیدر قاسمی، قربانی سے متعلق مسائل کو مولانا احمد علی قاسمی، وقف سے متعلق مسائل کو مولانا عبدالباسط قاسمی اور مالی معاملات سے متعلق مسائل کو مولانا وسیم احمد ندیری قاسمی نے جمع کیا، جب کہ اجتماعی احکام سے متعلق مسائل کو مولانا

شوکت علی ندوی اور احوالِ شخصہ سے متعلق مسائل کو مولانا عبداللہ سلیمان مظاہری نے جمع کیا ہے، کتاب کی کمپوزنگ ہو چکی ہے، اُمید ہے کہ یہ کتاب چار جلدوں (عبادات، احکام اجتماعیہ، احوالِ شخصہ، معاملات مالیہ) میں طبع ہوگی۔

### اُردو زبان میں فقہیات کا سرمایہ

عربی زبان کے بعد مسلمانوں کا سب سے زیادہ مذہبی مواد اُردو زبان ہی میں ہے؛ چنانچہ تفسیر، حدیث، کلام اور ادب کے علاوہ فقہ کا بھی بہت بڑا سرمایہ اُردو زبان میں موجود ہے، مولانا امتیاز احمد قاسمی نے اسی طرح کی کتابوں کی جستجو کی اور ان کا مختصر تعارف پیش کیا ہے، یہ مجموعہ تقریباً دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔

### اسلام اور جدید ذرائع ابلاغ

اس مقالہ میں تصویر کی مختلف صورتیں اور احکام، ریڈیو، کیسٹ کی بنا پر شہادت و قضاء، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیلی فون اور انٹرنیٹ کے ذریعہ عقود و معاملات، اداکاری وغیرہ کا حکم، ٹیلی ویژن پر مزاحیہ پروگرام، کھیل، معلوماتی اور مذہبی پروگرام دیکھنے کا حکم، فحش ویڈیو کے ذریعہ حرمت مصاہرت کا حکم اور دعوتِ دین کے لئے جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال وغیرہ عناوین پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، یہ مقالہ مولانا مجتبیٰ حسن قاسمی نے مرتب کیا ہے، جس کی ضخامت (۱۷۰) صفحات ہے۔

### اسلام اور ماحولیات

یہ مقالہ مولانا محمد جہانگیر حیدر قاسمی نے مرتب کیا ہے، جو چھ ابواب اور (۲۰۴) صفحات پر مشتمل ہے، اس میں فضائی آلودگی، آبی آلودگی اور صوتی آلودگی وغیرہ سے متعلق اسلامی آداب اور فقہی احکام بیان کئے گئے ہیں، یہ مقالہ طبع شدہ ہے۔

### اسلام کا قانونِ تعزیر

یہ مقالہ مولانا مناظر احسن قاسمی نے ترتیب دیا ہے، اس مقالہ میں تعزیر، حدود اور

قصاص کی تعریف، ان کا ثبوت، حکمت و مصلحت، ان کے فوائد و اقسام اور ان سے متعلق اسلامی احکام پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، نیز اسلامی تعزیرات اور دیگر مذاہب میں جرائم پر مقررہ کردہ سزاؤں کا تقابل کرتے ہوئے مخالفین کے اعتراضات کا جواب بھی دیا گیا ہے، یہ مقالہ پانچ ابواب اور (۲۰۵) صفحات پر مشتمل ہے۔

### الأدلة الشریفة علی مذہب الإمام أبی حنیفہ (تحقیق و تعلیق)

یہ ایک قدیم عالم کی کتاب ہے، جس میں حنفیہ کے منصوص دلائل کو بڑی خوبی کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، اس کی ایک جلد (جو عبادات اور احوالِ شخصیہ پر ہے) مدینہ منورہ کے مخطوطات کے کتب خانہ سے حاصل ہوئی ہے، معہد میں سال دوم کرنے والے چند فضلاء سے اس پر تحقیق و تعلیق کا کام کروایا گیا، جس میں مولانا محمد بلال قاسمی (مہاراشٹر) نے کتاب الطہارت اور کتاب الصلاۃ کا کام کیا ہے، اس میں مختلف کتابوں سے احادیث کی تخریج، رجال کا ترجمہ اور مشکل لغات کا حل پیش کیا گیا ہے، جس کی ضخامت (۲۵۵) صفحات ہے۔

### بچے - حقوق و احکام

یہ مقالہ مولانا محمد نعمت اللہ ناظم قاسمی کا مرتب کردہ ہے، جس میں پیدائش سے بلوغ تک بچوں کی زندگی میں پیش آنے والے مسائل کے احاطہ کی کوشش کی گئی ہے، عبادات، معاملات، اور دوسرے ابواب میں نابالغوں سے متعلق احکام اور حقوق پر یہ ایک جامع کتاب ہے، جس میں بچوں کی تحسین، کان میں اذان و اقامت، ختنہ، عقیقہ، بچوں کے مال میں زکوٰۃ و صدقہ فطر، بچوں کی گواہی، بچوں کا نکاح و طلاق، بچوں کی خرید و فروخت اور بچوں کی جنایات وغیرہ سے متعلق تفصیلی بحث کی گئی ہے، یہ مقالہ طبع شدہ ہے، جس کی ضخامت (۳۹۶) صفحات ہے۔

### حقوق اور ان کی خرید و فروخت

یہ مقالہ مولانا محمد عمر عابدین قاسمی مدنی نے مرتب کیا ہے، اس مقالہ میں جن حقوق سے

مالی منفعہ متعلق ہے، ان کے قابل خرید و فروخت ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں بحث کی گئی ہے، مثلاً حق تالیف، حق ایجاد، لائسنس، روڈ ٹیکس، پلوں پر سے گزرنے کا حق، فضاء سے گزرنے کا حق، حق تعالیٰ کی خرید و فروخت، ٹریڈ مارک کی خرید و فروخت وغیرہ عناوین پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے، یہ مقالہ مطبوع ہے، جس کی ضخامت (۲۲۳) صفحات ہے۔

### حیوانات کے فقہی احکام

اس مقالہ کو مولانا محمد ابرار قاسمی نے مرتب کیا ہے، جس میں حیوانات کو ایذا رسانی کی ممانعت، حلال و حرام پرندے اور جانوروں کی تفصیل، ذبح کے مختلف طریقے اور ان سے متعلق احکام، جانوروں کے اجزاء بدن سے متعلق احکام، جانوروں کی زکوٰۃ اور جانوروں کی خرید و فروخت سے متعلق تفصیل سے فقہی احکام بیان کئے گئے ہیں، مقالہ کی ضخامت (۱۱۵) صفحات ہے۔

### خطبات — احکام و مسائل

یہ مقالہ مولانا حسین احمد نعمانی قاسمی نے مرتب کیا ہے، مقالہ چھ ابواب پر منقسم ہے، جس میں جمعہ، عیدین، استقاء، کسوف اور حج کے خطبات سے متعلق احکام، طریقے اور ان کے ضروری مضامین و مشمولات بیان کئے گئے ہیں، مقالہ کی ضخامت (۳۴۷) صفحات ہے۔

### سجدے — احکام و مسائل

یہ مقالہ مولانا فضل الرحمن قاسمی نے ترتیب دیا ہے، جس میں سجدہ صلوٰۃ، سجدہ سہو، سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر وغیرہ سے متعلق تفصیل کے ساتھ شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں، جس کی ضخامت (۱۳۲) صفحات ہے۔

### سود اور مروج سودی معاملات

یہ کتاب مولانا محمد شفیق قاسمی نے مرتب کی ہے، جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں

سود کی مذمت، سود کی معاشرتی خرابی اور سود کی مروجہ صورتوں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، کتاب کی ضخامت دو سو صفحات کے قریب ہے۔

### شرکت — احکام و تطبیقات

یہ مقالہ مولانا ابو عبیدہ قاسمی کا مرتب کردہ ہے، مقالہ چھ ابواب پر منقسم ہے، جس میں شرکت کی تعریف، ثبوت، شرائط، ارکان، اقسام اور مختلف احکام بیان کئے گئے ہیں، نیز ائمہ اربعہ کی فقہ سے استفادہ کرتے ہوئے شرکت سے متعلق نئے مسائل کا حل بھی پیش کیا گیا ہے، یہ مقالہ (۲۵۰) صفحات پر مشتمل ہے، مقالہ کی کمپوزنگ ہو چکی ہے، اُمید ہے کہ بہت جلد طبع ہو کر منظر عام پر آ جائے گا۔

### غیر مسلموں سے متعلق فقہی احکام

فقہ کے بہت سے مسائل ایسے ہیں، جن میں غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے معاملات کا حکم بیان کیا گیا ہے، مولانا خالد سیف اللہ قاسمی نے اسی قسم کے مسائل کو جمع کیا ہے اور تقریباً دو سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب ترتیب دی ہے، جس کی طباعت بہت جلد متوقع ہے۔

### فتاویٰ نوازل (تحقیق و تعلیق)

”فتاویٰ نوازل“ شیخ ابواللیث سمرقندیؒ کی مشہور تصنیف ہے، جس پر مولانا مجاہد الاسلام قاسمی نے تحقیق و تعلیق کا کام کیا ہے، اس میں آیات کی ترقیم، احادیث کی تخریج، بعض رجال کا ترجمہ اور مقامات کی تشریح کی گئی ہے، اس کی ضخامت تقریباً چار سو صفحات ہے۔

### فسخ نکاح بہ سبب ظلم و زیادتی

فسخ نکاح کے بہت سے اسباب ہیں، جن پر تفصیلی کام کی ضرورت تھی؛ چنانچہ ان اسباب کو تین حصوں میں تقسیم کر کے تین فضلاء سے ان پر تفصیلی کام کروایا گیا، ”ازدواجی حقوق ادا نہ کرنے کی وجہ سے فسخ نکاح“ کا عنوان مولوی مقیم الدین اشاعتی کے سپرد کیا گیا، ”عیوب



وامراض کی وجہ سے ”فسخ نکاح“ کا کام مولوی وسیم جعفر رشادی کے حوالہ کیا گیا اور ”عدم مناسبت، ظلم و زیادتی اور اختلاف شدید کی وجہ سے فسخ نکاح“ کا کام مولوی رضی الرحمن قاسمی کے ذمہ کیا گیا، آخر الذکر مقالہ کی ضخامت (۳۹۵) صفحات ہے، جس کی کمپوزنگ ہو چکی ہے۔

### مراجمہ — احکام و تطبیقات

اسلامک بینکنگ میں مراجمہ کی بڑی اہمیت ہے، چنانچہ مراجمہ کے سلسلہ میں مکمل تحقیق اور اس کی موجودہ شکلوں کی تطبیق کا کام مولانا سید مدثر احمد قاسمی نے کیا ہے، یہ مقالہ سات ابواب پر مشتمل ہے، جس میں مراجمہ کی تعریف، ثبوت، شرائط، ارکان، اقسام اور اس سے متعلق مختلف احکام پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، نیز اسلامی بینکوں میں رائج مراجمہ کے طریقوں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے، مقالہ کی ضخامت (۱۵۰) صفحات ہے۔

### مرد و عورت کے مسائل میں فرق

اس مقالہ میں خاص ان مسائل کو جمع کیا گیا ہے، جن میں مرد و عورت کے درمیان فرق پایا جاتا ہے، مثلاً سرمنڈوانے کا حکم، خضاب و خوشبو لگانے کا حکم، غسل میں چوٹی کھولنے کا حکم، اذان و نماز کے مسائل، کفن و دفن کا حکم، زکوٰۃ، حج اور وراثت کے مسائل، انگوٹھی، ہار وغیرہ پہننے کا حکم اور شہادت و اقرار وغیرہ کے مسائل — یہ مقالہ تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے، جسے مولانا ابوبکر قاسمی نے مرتب کیا ہے۔

### مزارعت کے شرعی احکام

اس مقالہ میں مزارعت کی اہمیت و فضیلت، مزارعت کے ارکان و شرائط، مزارعت میں عشر کا نصاب، اراضی ہند کی شرعی حیثیت، روئی، ریشم، لکڑی اور بانس وغیرہ میں عشر، انیون، بھنگ، کوکا اور تمباکو وغیرہ کی کاشتکاری کا حکم، سینچائی اور اس سے متعلق احکام، تاخیر کی شرعی حیثیت وغیرہ عناوین پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، اس مقالہ کو مولانا محمد نافع عارفی قاسمی نے ترتیب دیا ہے، یہ مقالہ بھی مطبوع ہے اور (۱۰۷) صفحات پر مشتمل ہے۔

### مضاربت — احکام و تطبیقات

یہ مقالہ راقم الحروف (آفتاب غازی قاسمی) نے مرتب کیا ہے۔ جس میں مضاربت کی فضیلت و اہمیت، مضاربت کا ثبوت، مضاربت کی مختلف اقسام اور ان سے متعلق شرعی احکام اور اسلامک بینکنگ میں مضاربت کے رول وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، مقالہ کی ضخامت (۲۵۰) صفحات ہے جس کی کمپوزنگ ہو چکی ہے، اُمید ہے کہ بہت جلد زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آجائے گا۔

### معاشرتی زندگی سے متعلق قرآنی تعلیمات

یہ مقالہ مولانا ذبیح اللہ قاسمی نے مرتب کیا ہے، اس مقالہ میں قرآنی تعلیمات کی روشنی میں انسان کی معاشرتی زندگی سے متعلق آداب اور فقہی احکام بیان کئے گئے ہیں، مثلاً سلام کا طریقہ، گفتگو کے آداب، حرام جانوروں کی تفصیل، پردہ کے احکام، طلاق کی قسمیں اور احکام، سود، شراب اور جواد غیرہ کی ممانعت جیسے تقریباً ایک سو عنوانات پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے، مقالہ کی ضخامت ڈھائی سو صفحات کے قریب ہے۔

### معاشرتی زندگی سے متعلق منشیات کے شرعی احکام

یہ مقالہ مولانا خلیل کوثر قاسمی نے ترتیب دیا ہے، مقالہ کو پانچ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے، میں منشیات سے متعلق آیات و احادیث، منشیات کی تعریف، ان کی اقسام، ان کے جسمانی، اقتصادی اور اخلاقی نقصانات اور ان سے متعلق فقہی احکام پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، نیز منشیات سے متعلق ملکی و بین الاقوامی قوانین اور مذاہب عالم کی نظر میں ان کی ممانعت پر بھی بحث کی گئی ہے، یہ مقالہ (۱۵۸) صفحات پر مشتمل ہے۔

### موافقات الأئمة الأربعة

جن مسائل میں ائمہ اربعہ متفق ہیں، ان کو جمع کرنے کا کام معبد کے چند فضلاء پر تقسیم

کرایا گیا تھا، جن میں کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلوٰۃ کے مسائل کو مولانا بدیع احمد قاسمی نے جمع کیا ہے (صفحات: ۱۵۳) کتاب الصیام اور کتاب الزکوٰۃ سے متعلق مسائل کو مولانا نور الدین قاسمی نے جمع کیا ہے (صفحات: ۱۳۵) اور کتاب البیوع سے کتاب الفرائض تک کے مسائل کو مولانا مظفر الدین قاسمی نے جمع کر کے اس کام کو مکمل کیا ہے (صفحات: ۶۱۷) جب کہ درمیان میں کتاب الحج اور کتاب الزکاح کے مسائل کو مولانا جنید احمد گجراتی نے جمع کیا ہے، (صفحات: ۲۷۳) یہ کتاب انشاء اللہ تقریباً چار ضخیم جلدوں میں طبع ہوگی۔

### موافقات الامام ابی حنیفہ والامام مالک

جن مسائل میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ متفق ہیں اور دوسرے ائمہ کا ان میں اختلاف ہے، ان مسائل کو جمع کرنے کی ذمہ داری مولانا سہیل رومی قاسمی کو دی گئی تھی، انھوں نے بڑی حد تک ان مسائل کو جمع کیا ہے، جب کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی موافقات کو جمع کرنے کا کام مولانا صاحب احسن ندوی کے ذمہ کیا گیا تھا؛ لیکن کام طویل ہونے کی وجہ سے مکمل نہیں ہو سکا، تاہم معتد بہ کام ہو گیا ہے۔





## فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات - ایک مختصر جائزہ

ساتواں باب  
فقہی ادارے



## دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

دارالافتاء کے قیام سے پہلے فتاویٰ نویسی

گیارہویں صدی ہجری کے اواخر تک اہل ہند کے لئے دینی رہنمائی کا مرکز دارالسلطنت دہلی تھا اور زیادہ تر اہل علم اور ارباب افتاء کا تعلق مدرسہ رحیمیہ (دہلی) سے رہا ہے، جس کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم نے قائم فرمایا تھا، اسی ادارہ کے فیض یافتہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ۱۲۸۲ھ میں دارالعلوم قائم فرمایا تو اس علاقہ کے لوگوں کی دینی رہنمائی کے لئے دارالعلوم دیوبند واحد مرکز بن گیا اور اس علاقے اور قرب و جوار سے استفاء حضرت نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں آنے لگے۔

فتاویٰ نویسی کا پہلا دور

حضرت نانوتوی چند خاص موضوعات پر تو از خود جواب لکھتے، مگر عموماً اپنی متواضعانہ طبیعت کی وجہ سے استفاء مولانا رشید احمد گنگوہی کے حوالہ فرما دیتے تھے، افسوس کہ حضرت نانوتوی کے فتاویٰ کی نقل محفوظ نہیں کی جاسکی اور جو کچھ بھی آپ کے مکاتیب محفوظ ہیں، وہ بھی فتاویٰ کے رنگ میں نہیں، بلکہ علمی و تحقیقی رسائل کی شکل میں ہیں — یہ دارالعلوم کی فتاویٰ نویسی کا پہلا دور تھا۔

دوسرا دور

دارالعلوم دیوبند سے فتاویٰ کا دوسرا دور حضرت نانوتوی کی وفات (۱۲۹۷ھ) کے بعد

کا ہے، حضرت نانوتوی کی وفات کے بعد تمام اکابر نے متفقہ طور پر فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کو دارالعلوم کے رکن شری اور سرپرست کی حیثیت سے نامزد فرمایا، حضرت گنگوہی کے یہاں فتاویٰ کی کثرت تھی اور عوام کے علاوہ علماء اور مشائخ بھی آپ سے رجوع ہوتے تھے اور آپ کے دیئے گئے فتویٰ پر اعتماد کرتے تھے اور کہا جاسکتا ہے کہ حضرت گنگوہی کے زمانہ سے ہی دراصل دارالعلوم دیوبند کے فتاویٰ کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی اور پورے ہندوستان میں اس کو خاص مرہیت حاصل ہوئی۔

### تیسرا دور

حضرت گنگوہیؒ جس وقت دارالعلوم کے سرپرست کی حیثیت سے فتویٰ دیتے تھے، اسی زمانہ میں حضرت مولانا یعقوب نانوتوی دارالعلوم کے صدر المدرسین تھے؛ چنانچہ کچھ فتاویٰ حضرت مولانا یعقوب نانوتوی بھی تحریر فرماتے تھے اور یہ ”کچھ“ بھی اتنے زیادہ ہوتے تھے کہ حضرت مولانا یعقوب نانوتوی کو کارِ تعلیم میں دشواری محسوس ہونے لگی اور ۱۳۰۱ھ میں مجلس شری کی تجویز کے ذریعہ بڑی حد تک آپ کو اسباق سے فارغ کر دیا گیا۔ اس کو دارالعلوم سے فتاویٰ نویسی کا تیسرا مرحلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

### چوتھا دور

حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی جس وقت دارالعلوم کے صدر المدرسین تھے، اس زمانہ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم کی خاطر اور حضرت مولانا یعقوب بے خصوصی استفادہ کے لئے تشریف لائے، آپ کی تعلیم کے آخری مرحلہ میں چند کتابوں کے اسباق بھی آپ سے متعلق کئے گئے اور حضرت مولانا یعقوب تھانوی بھی اکثر و بیشتر آپ کے حوالہ کر دیتے تھے اور نظر ثانی کے بعد اسے جاری فرماتے تھے، یہ فتاویٰ بھی اس تعداد میں تھے کہ حضرت تھانویؒ نے اپنے تمام فتوؤں کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا ہے، جس میں پہلا حصہ ۱۳۰۱ھ تک کا ہے، جو دارالعلوم دیوبند میں رہ کر آپ نے لکھا، دوسرا حصہ ۱۳۱۴ھ تک کا



ہے، جو کانپور کے قیام کے زمانہ میں آپ نے تحریر فرمایا اور تیسرا حصہ ۱۳۱۵ھ کے بعد سے وفات تک کا ہے، جو تھانہ بھون میں رہ کر آپ نے لکھا، گویا حضرت تھانوی نے دارالعلوم میں جو فتاویٰ لکھے، اسے دارالعلوم کے فتاویٰ نویسی کا چوتھا دور کہا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ اس وقت سب سے زیادہ آپ نے ہی فتاویٰ لکھے ہیں۔

### پانچواں دور

حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی کی وفات (۱۳۰۲ھ) کے بعد ۱۳۱۰ھ تک ایسی کسی ایک شخصیت کا نام نہیں لیا جاسکتا، جو صرف فتاویٰ نویسی کے لئے خاص ہو؛ بلکہ یہ کام دارالعلوم کے تمام اساتذہ پر منقسم تھا اور مختلف اساتذہ کے نام اور دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کے نام استفتاءات آتے تھے اور مہتمم صاحب کے نام کے استفتاء بھی مختلف اساتذہ پر تقسیم کر دیئے جاتے تھے اور سب کے جواب کو جمع کر کے دارالعلوم کی طرف سے روانہ کیا جاتا تھا، ۱۳۰۴ھ میں جب کہ دارالعلوم کی عمر ۲۲ سال کی تھی خدمت افتاء کا اعلان کیا گیا، مگر باضابطہ دارالافتاء قائم نہیں کیا گیا؛ بلکہ حسب سابق مختلف اساتذہ کرام ہی جواب لکھتے رہے، یہ دارالعلوم سے فتاویٰ نویسی کا پانچواں مرحلہ تھا۔

— غرض دارالعلوم میں باضابطہ دارالافتاء قائم ہونے سے پہلے مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا یعقوب نانوتوی، مولانا اشرف علی تھانوی اور دارالعلوم کے مختلف اساتذہ نے اس کام کو انجام دیا اور دینی و شرعی معاملات میں لوگوں کی رہنمائی فرمائی۔

### دارالافتاء کا قیام اور پہلے صدر مفتی

جب طلب فتاویٰ کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی اور اساتذہ کے لئے تدریس کے ساتھ اتنے استفتاءات کا جواب لکھنا مشکل ہونے لگا تو دارالعلوم کی مجلس شوریٰ نے — جس میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی بھی شامل تھے — ایک علاحدہ دارالافتاء کے قیام کی تجویز طے کی اور ۱۳۱۰ھ میں مستقل دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا (۱) اور فقہ و فتاویٰ میں یدِ طولیٰ رکھنے والی

(۱) دیکھئے: تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۰

شخصیت مفتی عزیز الرحمن عثمانی کو اس کام کے لئے خاص کر دیا گیا، جو اس وقت دارالعلوم کے نائب مہتمم تھے؛ چنانچہ دارالعلوم دیوبند کی ۱۳۱۰ھ کی روئداد میں لکھا ہے :

چوں کہ بفضل تعالیٰ اس مدرسہ کی شہرت دور دور ہے، اس وجہ سے مقامات دور دراز سے استفتاءات بکثرت آتے ہیں اور مدرسان عربی کو کارِ تعلیم سے اس قدر فرصت نہیں ہوتی کہ بلا حرج تعلیم ان کے جوابات لکھ سکیں اور اشاعت اور تحقیق علوم دین سے بڑا مقصد یہ ہے کہ عام مسلمانوں کو مسائل شرعیہ دریافت ہوں اور تحقیق حق میں سہولت ہو..... لہذا بنظر مصلحت یہ تجویز قرار پائی کہ عہدہ نائب مہتمم کا تخفیف میں آوے اور مولوی عزیز الرحمن نائب مہتمم کو اس عہدہ سے جدا کر کے خدمت افتاء مدرسہ اور تعلیم اسباق شرح ملا سے نیچے کی کتب پر مقرر کیا جائے۔ (۱)

### دارالافتاء میں کام کرنے والی شخصیات

دارالعلوم دیوبند کو جس طرح پورے برصغیر میں مرجعیت حاصل ہے، اسی طرح یہاں کے دارالافتاء کو ہمیشہ ایسی شخصیات ملتی رہی ہیں، جن کا شمار اپنے وقت کی باکمال شخصیتوں میں ہوتا ہے؛ چنانچہ دارالعلوم کے دارالافتاء میں جن شخصیتوں نے کام کیا ہے، ذیل میں ان کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے :

#### ۱- مفتی عزیز الرحمن عثمانی

(۱۲۷۵-۱۳۳۷ھ) جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ دارالعلوم کے دارالافتاء میں سب سے پہلے مفتی عزیز الرحمن ہی نے صدر مفتی کی حیثیت سے کام شروع کیا، آپ نے ۱۳۱۰ھ سے

(۱) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۴/۲، ط: ذکر یا بک ڈپو دیوبند، بحوالہ: روئداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۱۰ھ، ص: ۲

دارالافتاء کا کام سنبھالا اور ۱۳۳۴ھ تک چونتیس سال اس منصب پر فائز رہے، آپ کو فقہ و فتاویٰ میں ایسی مہارت تھی کہ بڑے بڑے معرکۃ الآراء استفاء کا جواب مراجعت کتب کے بغیر بلا تکلف لکھ دیتے تھے، اُس دور میں بے شمار ایسے مشکل فتاویٰ لکھے، جو نہ صرف فتویٰ؛ بلکہ معرکۃ الآراء مہمات میں محاکمہ کی حیثیت رکھتے ہیں، فتاویٰ مختصر، عام فہم اور سلیس زبان میں لکھتے تھے، آپ کی فتاویٰ نویسی کی مہارت کے بارے میں اہل نظر لکھتے ہیں :

یوں تو فتاویٰ ہر زمانہ میں لکھے گئے، مگر فتویٰ نویسی کا جو کمال حضرت مفتی صاحب کو حاصل تھا، یہ کمال جماعت دیوبند میں صرف تین شخصوں کے حصے میں آیا ہے، ایک مولانا رشید احمد گنگوہی، دوسرے حضرت مفتی (عزیز الرحمن) صاحب اور تیسرے حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی۔ (۱)

آپ کے فتاویٰ کی تعداد قاری محمد طیب صاحب (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے ایک سرسری اندازے کے مطابق ایک لاکھ اٹھارہ ہزار کے قریب ہے، آپ کی فتاویٰ نویسی کے ابتدائی بیس سال تک نقل فتاویٰ کا اہتمام نہیں کیا جاسکا، ۱۳۳۰ھ سے فتاویٰ کی نقل محفوظ کی گئی، جو اس وقت ”غریز الفتاویٰ“ اور ”فتاویٰ دارالعلوم“ کے نام سے محفوظ ہیں، آپ ۱۳۳۴ھ میں دارالعلوم سے مستعفی ہو گئے تھے اور ۱۳۴۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۲)

## ۲۔ مفتی ریاض الدین بجنوری۔

۱۳۴۴ھ میں مفتی عزیز الرحمن عثمانی کے مستعفی ہونے کے بعد قائم مقام مفتی کی حیثیت سے افتاء کی خدمت مولانا مسعود احمد دیوبندی کے سپرد کی گئی۔ جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے داماد تھے۔ انھوں نے ۱۳۵۷ھ تک یہ خدمت انجام دی، اسی دوران ۱۳۴۷ھ کے اواخر میں باضابطہ اس منصب کے لئے مدرسہ عالیہ میرٹھ سے مولانا ریاض الدین

(۱) تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۲۸/۲

(۲) مفتی صاحب کے مفصل حالات مستقل عنوان سے ذکر کئے جائیں گے۔

بجنوری کو طلب کیا گیا اور اوائل ۱۳۵۰ھ تک وہ اس منصب پر فائز رہے، کم و بیش دو سال کی اس مدت میں دارالافتاء سے تقریبات ہزار استفتاءات کے جواب لکھے گئے، صفر ۱۳۵۰ھ میں انھیں شعبہ تدریس میں منتقل کر دیا گیا اور ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ کو ان کی وفات ہوئی۔

### ۳۔ مفتی محمد شفیع صاحب

مفتی ریاض الدین کے زمانہ میں مفتی شفیع صاحب دارالعلوم میں علیا کے مدرس تھے اور طالب علمی ہی کے زمانہ سے فقہ و ادب میں آپ کی مہارت اساتذہ پر واضح ہو چکی تھی؛ چنانچہ ۱۳۵۰ھ میں مفتی ریاض الدین کی جگہ آپ کو دارالافتاء کا صدر مفتی بنایا گیا اور ۱۳۵۴ھ کے وسط تک ساڑھے چار سال آپ اس منصب پر فائز رہے، درمیان میں مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری اس منصب پر رہے اور ۱۳۵۹ھ میں دوبارہ آپ کو یہ عہدہ سپرد کیا گیا، اس طرح مزید پانچ سال آپ نے صدر مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دی، ۱۳۶۲ھ میں آپ نے استعفیٰ دے دیا پھر ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں آپ پاکستان چلے گئے اور وہاں دستور ساز اسمبلی کے بورڈ آف تعلیمات اسلام کے رکن کی حیثیت سے اسلامی دستور کی ترتیب کا کام کیا، ۱۹۵۱ء میں دارالعلوم کراچی کی بنیاد ڈالی، آپ کے زمانہ میں دارالعلوم کے دارالافتاء سے ۲۶ ہزار کے قریب فتاویٰ لکھے گئے، ۱۳۹۶ھ میں آپ نے آپ کی وفات ہوئی، آپ کے فتاویٰ کا بڑا حصہ امداد المفتیین اور فتاویٰ دارالعلوم میں مطبوع ہے۔

### ۴۔ مولانا محمد سہول بھاگلپوری

۱۳۵۴ھ کے وسط میں مولانا محمد سہول بھاگلپوری کو دارالافتاء کا صدر مفتی بنایا گیا، اس وقت آپ مدرسہ عالیہ شمس الہدیٰ (پٹنہ) میں پرنسپل تھے، مگر دارالعلوم کی دعوت پر ملازمت چھوڑ کر یہاں چلے آئے، تاہم اپنی بعض ذاتی مشکلات اور ضروریات کی وجہ سے زیادہ دن دارالعلوم میں خدمت نہیں کر سکے اور ۱۳۵۷ھ تک تقریباً تین سال صدر مفتی رہ کر اپنی سابقہ ملازمت پر لوٹ گئے، آپ کے زمانہ میں پندرہ ہزار ایک سو پچاس (۱۵۱۸۵) فتاویٰ دارالافتاء

سے جاری کئے گئے، ۱۳۵۰ھ سے ۱۳۶۲ھ تک آپ مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے، ۲۷/رجب ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

## ۵۔ مولانا کفایت اللہ گنگوہی

۱۳۵۶ھ کے اواخر میں مولانا کفایت اللہ گنگوہی کو دارالعلوم کے دارالافتاء کے لئے منتخب کیا گیا، تقریباً دو سال آپ نے دارالعلوم کے دارالافتاء میں خدمت انجام دی اور ۱۳۵۹ھ میں آپ کو شعبہ تدریس میں منتقل کر دیا گیا، آپ کے زمانہ میں دارالافتاء سے پانچ ہزار آٹھ سو چالیس (۵۸۴۰) فتاویٰ روانہ کئے گئے، ۱۳۶۳ھ میں آپ دارالعلوم سے مستعفی ہو گئے۔

## ۶۔ مولانا فاروق احمد انہوی

۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم کے دارالافتاء میں صدر مفتی کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا، آپ کو جامعہ عباسیہ بھاول پور سے بلایا گیا تھا؛ لیکن آپ دارالعلوم میں زیادہ دنوں نہیں رہ سکے؛ بلکہ ریاست بھاول پور کی وزارت تعلیم کی جانب سے آپ پر واپسی کے لئے زور ڈالا گیا اور ۱۳۶۳ھ میں آپ سابقہ جگہ (جامعہ عباسیہ) تشریف لے گئے اور وہاں شیخ الحدیث مقرر ہوئے، دارالافتاء دارالعلوم دیوبند سے آپ کے زمانہ میں آٹھ ہزار چار سو ستائیس (۸۴۲۷) فتاویٰ لکھے گئے۔

## ۷۔ مولانا اعجاز علی امرودی

حضرت مولانا اعجاز علی امرودی دارالعلوم کے نہایت ممتاز فضلاء میں تھے، ۱۳۴۰ھ میں دارالعلوم میں مدرس کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا، پہلی مرتبہ ۱۳۴۷ھ سے ۱۳۴۸ھ تک ایک سال آپ دارالافتاء میں رہے، پھر ۱۳۶۴ھ سے ۱۳۶۶ھ تک آپ نے دارالافتاء میں صدر مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دی، آپ کے عہد صدارت میں چوبیس ہزار آٹھ سو پچپن (۲۴۸۵۵) فتاویٰ لکھے گئے، ۱۳۴۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

### ۸۔ مفتی مہدی حسن شاہ جہان پوری

۱۳۴۷ھ میں مفتی مہدی حسن شاہ جہان پوری کو دارالعلوم کے دارالافتاء میں صدر مفتی کے منصب پر فائز کیا گیا، ۱۳۸۷ھ میں اپنی طویل علالت اور ضعف و کمزوری کی وجہ سے دارالعلوم سے سبکدوش ہو کر وطن چلے گئے، ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ کو آپ کی وفات ہوئی، آپ کے زمانہ صدارت میں دارالافتاء سے پچتر ہزار تین سو چوبیس (۷۵۳۲۳) فتاویٰ جاری کئے گئے۔

### ۹۔ مفتی محمود حسن گنگوہی

مفتی محمود حسن گنگوہی نے بیس سال مظاہر علوم سہارنپور میں افتاء کی خدمت انجام دی، چودہ سال جامع العلوم کانپور میں صدر مفتی رہے، ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں دارالعلوم دیوبند میں صدر مفتی کی حیثیت سے آپ کو مدعو کیا گیا اور درمیان میں معمولی وقفہ کے ساتھ اپنی وفات (۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹۹۶ء) تک اس منصب پر فائز رہے، فقہی جزئیات پر خاص کربہت ہی عبور حاصل تھا اور آپ کی حاضر جوابی و لطیفہ سنجی مشہور تھی، آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ”فتاویٰ محمودیہ“ کے نام سے ۲۰ جلدوں میں طبع شدہ ہے، آپ افریقہ کے سفر پر تھے وہیں ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۹۶ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

### ۱۰۔ مفتی نظام الدین اعظمی

مفتی نظام الدین اعظمی کو ۱۳۸۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں افتاء کی خدمت پر مقرر کیا گیا اور مفتی محمود حسن گنگوہی کے بعد آپ دارالافتاء کے ذمہ دار رہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اختراعی ذہن سے نوازا تھا، علماء دیوبند میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے بعد جدید مسائل کے شرعی حل میں آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔

### ۱۱۔ مفتی ظفیر الدین مفتاحی

۱۹۵۶ء میں مفتی ظفیر الدین مفتاحی کو دارالعلوم دیوبند میں شعبہ تبلیغ کے لئے مدعو کیا گیا تھا، ۱۳۷۶ھ میں آپ کا دارالافتاء میں مرتبہ فتاویٰ کی حیثیت سے ہوا اور ایک سال بعد

۱۳۷۷ھ سے فتاویٰ نویسی کا کام بھی آپ کے سپرد ہوا، ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء تک آپ نے فتاویٰ نویسی کی خدمت انجام دی ۲۰۰۸ء میں پیرانہ سالی اور ضعف و امراض کی وجہ سے آپ دارالعلوم سے مستعفی ہو گئے اور اس وقت آپ گھر پر زیر علاج ہیں۔

## ۱۲۔ مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی

مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی نے ۲۳ سال مدرسہ حیات العلوم مراد آباد میں افتاء کی خدمت انجام دی، پھر دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے لئے آپ کی تقرری ہوئی کچھ دنوں بعد آپ کو دارالافتاء منتقل کر دیا گیا اور تاہنوز آپ اس منصب پر فائز ہیں۔

## دارالعلوم دیوبند میں فتاویٰ نویسی کا منہج

فتاویٰ نویسی میں دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کا جو منہج ہے، اسے مختصراً حسب ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے :

۱۔ فتویٰ میں فقہ حنفی کو اپنایا جاتا ہے، مگر ظاہر نص کے تقاضوں یا زمانہ کی ضرورتوں کے تحت کبھی فقہ حنفی سے عدول کو بھی روارکھا جاتا ہے۔

۲۔ ضرورت اور حالات کے پس منظر میں اگر فقہ حنفی پر عمل پیرا ہونے میں حرج و تنگی محسوس ہو، یا اس سے اباحت اور فکر و عمل کے فساد کا اندیشہ ہو تو دوسرے فقہائے اہل آراء سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے اور اس کو دین سے بے دینی کی طرف نہیں؛ بلکہ دین سے دین کی طرف عدول سمجھتے ہیں؛ چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں :

میرا ارادہ تھا کہ ایک رسالہ احکام معاملات میں ایسا لکھوں کہ جن معاملات میں عوام مبتلا ہیں، اگر وہ صورتیں کسی مذہب میں بھی جائز ہوں تو اس کی اجازت دے دوں؛ تاکہ مسلمانوں کا فعل کسی طرح سے تو صحیح ہو سکے، میں نے احتیاطاً اس کے بارے میں حضرت گنگوہی سے بھی دریافت کیا کہ ایسے مسائل



میں دوسرے مذہب پر فتویٰ دینا جائز ہے یا نہیں؟ تو حضرت

نے بھی اجازت دے دی، مولانا نہایت پختہ خفی تھے۔ (۱)

اس عدول کی وجہ نفس پرستی نہیں؛ بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ تنگی کی وجہ سے شریعت کے دائرہ سے باہر نہ ہو جائیں؛ بلکہ ان کے دلوں میں شریعت کی محبت پیدا ہو اور وہ اپنے اوپر احکام شریعت کو بوجہ نہ سمجھنے لگیں؛ چنانچہ حضرت تھانویؒ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

مختلف فیہ مسائل میں وسعت دینی چاہئے، اس طرح ایک تو

شریعت سے محبت پیدا ہو گئی، دوسرے آرام رہے گا۔ (۲)

غرض نفس پرستی کے فتنہ سے بچانے کے لئے تقلید شخصی کو ضروری سمجھتے ہوئے اعتدال کی راہ اختیار کرنا اور حتی الامکان لوگوں کو حرج و تنگی سے بچانا دارالعلوم کے دارالافتاء کا امتیاز ہے۔

۳۔ فتاویٰ میں ممکنہ حد تک فقہی جزئیات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور ضرورت شدیدہ کے

بغیر شذوذ اختیار کرنے یا انفرادی رائے دینے سے گریز کیا جاتا ہے۔

۴۔ فتاویٰ بڑی باریک بینی اور قیود و شرائط کے ساتھ لکھے جاتے ہیں کہ کوئی شخص

یا حکومت فتویٰ کے الفاظ کی غلط تشریح نہ کر سکے اور کسی کے غلط مفاد میں اس کا استعمال نہ ہو سکے۔

۵۔ فتاویٰ میں حسب ضرورت ہدایت اور نصیحت سے بھی کام لیا جاتا ہے، مثلاً کسی

مسئلہ میں اباحت کا حکم ہو؛ مگر اس پر عمل کی وجہ سے معاشرہ میں خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو

اصل جواب کے ساتھ لکھ دیا جاتا ہے کہ ”اس سے بچنا مناسب ہے“ وغیرہ۔

۶۔ فتاویٰ عموماً آسان اُسلوب، سہل انداز، سادے الفاظ اور مختصر جملوں میں لکھے

جاتے ہیں۔

۷۔ دارالعلوم کے دارالافتاء سے عوام کے ساتھ خواص بھی بڑی تعداد میں رُجوع

ہوتے ہیں؛ اس لئے اگر علماء یا ارباب دانش کی طرف سے استثناء آئے ہوں تو ان کا مفصل

اور مدلل جواب لکھا جاتا ہے، یہاں تک کہ بعض مرتبہ فتویٰ ”رسالہ“ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔



۸۔ اگر سوال مبہم ہو، یا سوال میں بے جا تفصیلات آگئی ہوں اور عبارت خلط ملط ہوگئی ہو تو پہلے اس کا خلاصہ لکھا جاتا ہے کہ ”اگر واقعی آپ کے سوال کا حاصل یہ ہے:..... تو اس کا جواب اس طرح ہے۔“

۹۔ فتویٰ لکھنے کے بعد دارالافتاء کے کئی مفتیوں کے پاس سے اسے گزارا جاتا ہے؛ تاکہ کسی طرح کی کوئی خامی رہ گئی ہو تو اس کی نشان دہی ہو سکے۔

۱۰۔ اگر استفتاء کسی بڑی تنظیم، تحریک، یا ادارہ کی طرف سے آیا ہو اور جواب دور رس نتائج کا حامل ہو، یا اس کا تعلق صرف فرد سے نہیں؛ بلکہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد سے ہو، یا ایسا مسئلہ ہو جس میں شریعت کا صریح اور واضح حکم معلوم نہ ہو؛ بلکہ اس میں ایک گونہ اجتہاد اور اپنی رائے پیش کرنے کی ضرورت ہوتی ہو اور اس سلسلہ میں فیصلہ کو دارالعلوم کا موقف قرار دیا جائے، یا ایسا اختلافی مسئلہ ہو جس میں مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان ٹکڑاؤ کا اندیشہ ہو وغیرہ — تو ایسے مسائل میں جواب دینے کے لئے دارالعلوم کے بڑے اساتذہ کی ایک بنج قائم ہے اور باہمی مشورہ اور تبادلہ خیال کے بعد ہی کوئی جواب لکھا جاتا ہے۔

### آن لائن افتاء کی شروعات

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند نے امت مسلمہ کی ضرورت اور سہولت کا لحاظ کرتے ہوئے آن لائن افتاء کا سلسلہ بھی شروع کیا اور اس کام کے لئے سب سے پہلے دارالعلوم ہی کے ایک نوجوان فاضل مفتی اعجاز ارشد قاسمی کو متعین کیا گیا، موصوف نے بڑی لیاقت کے ساتھ اس کام کو انجام دیا، دارالعلوم سے ان کی علاحدگی کے بعد یہ کام دوسرے فضلاء کے سپرد ہوا، جو بہتر طور پر اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔

### فقہ و فتاویٰ میں دارالعلوم کا مقام

دارالعلوم دیوبند نے ہر جہت سے دین و شریعت کی خدمت کی اور مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کا منہ توڑ جواب دیا، ملک و وطن کی بھی حفاظت کی اور اہل اسلام کی فکری سرحدوں کی بھی حفاظت کا فریضہ انجام دیا، جہالت و ناخواندگی سے لے کر ارتداد

ود ہریت کی تمام تاریکیوں میں ایک روشن کرن اور قندیل ربانی بن کرامت کے لئے ”قبلہ نما“ اور ”خضر طریق“ کا کام کیا، علوم اسلامی کی خدمت میں دارالعلوم کی تاریخ کا ورق و ورق روشن ہے، کلام و عقیدہ، احسان و تصوف، تفسیر و حدیث، فقہ و قواعد، زبان و ادب، تاریخ و تذکرہ، سیر و رجال اور شعر و سخن ہر موضوع اور ہر فن میں دارالعلوم نے نمایاں خدمات انجام دیں، تاہم ”فقہ و فتاویٰ“ دارالعلوم کی خاص جولان گاہ تحقیق رہا ہے؛ کیوں کہ فقہ دراصل تمام علوم اسلامی کا عطر اور نچوڑ ہے، یہ قرآن کی عملی ہدایت کا خلاصہ اور احادیث کا لب لباب ہے۔

”فتویٰ“ فقہ سے عام ہے؛ کیوں کہ مسلمان اپنے ہر دینی معاملہ میں علماء کی رہنمائی چاہتے ہیں، خواہ اس کا تعلق باضابطہ کسی فقہی باب سے ہو یا نہ ہو، چنانچہ دارالعلوم کے دارالافتاء میں زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق استفتاءات آتے رہے ہیں اور علماء دیوبند نے ان کا تحقیقی جواب مرحمت فرمایا ہے، خواہ ملکی معاملات میں استفتاء آیا ہو، یا عقائد سے متعلق ہو، یا جدید معاملات میں یا مسلمانوں کے کسی دوسرے دینی، ملی سماجی، معاشرتی، اقتصادی اور عائلی مسائل سے متعلق ہو، ہر ایک کا جواب دارالعلوم کے ارباب افتاء نے بسط و تفصیل کے ساتھ دیا ہے اور عوام نے یہیں کے فتوے کو سب سے زیادہ اہمیت دی اور اس پر اعتماد کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب مولانا ابوالکلام آزاد ۱۳۷۰ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور دارالعلوم کے دارالافتاء سے جاری کئے گئے فتووں کو مرتب انداز میں دیکھا تو اس کی جامعیت کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا :

اس سے ایک دوسرا تارخانہ، (۱) مرتب ہو سکتا ہے، یہ ایک بڑی

دینی خدمت ہے، اس سے لوگوں کی مشکلات حل ہوتی ہیں۔ (۲)

(۱) فتاویٰ تارخانہ، فتاویٰ عالمگیری کی طرح ہندوستان میں مرتب کی گئی ہے، آٹھویں صدی ہجری میں خاندان غزنوی کے عہد میں خان اعظم تارخان کی فرمائش پر شیخ عالم بن علاء الجہنی نے اسے چار ضخیم جلدوں میں مرتب کیا تھا؛ اسی لئے اس کا نام ”تارخانہ“ پڑا، اس کا کچھ ہی حصہ مطبوع تھا، باقی منادطہ کی شکل میں تھا، اس وقت مفتی شہر احمد قاسمی (دارالافتاء مدرسہ قاسمیہ شامی مراد آباد) اس پر کام کر رہے ہیں، اُمید ہے کہ عنقریب یہ کتاب کئی جلدوں میں چھپ کر اہل علم اور ارباب افتاء کے لئے بڑا قیمتی سرمایہ ثابت ہوگی۔ (۲) تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۲/۱

فقہ و فتاویٰ میں دارالعلوم کے مقام کا اندازہ عقائد و عبادات اور عام معاملات کے علاوہ ترک موالات، ہندوستان کی شرعی حیثیت، ضبط تولید اور نفقہ مطلقہ وغیرہ سے متعلق ملکی و بین الاقوامی پیمانہ پر اثر ڈالنے والے دارالعلوم کے فتووں سے لگایا جاسکتا ہے، مولوی رحیم بخش (پریذیڈنٹ ریاست بھاول پور) لکھتے ہیں :

ان کے فیصلے اور فتوے کو ہندوستان کے اندر اور باہر اہل اسلام کی بڑی تعداد بلا پس و پیش قبول کرتی ہے۔ (۱)

### حیدرآباد کی عدالت عالیہ کے لئے دارالعلوم کے مہتمم کا انتخاب

فقہ و فتاویٰ میں دارالعلوم کے مقام اور اس کے اعتماد و وقار کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حیدرآباد دکن، جہاں اسلامی طرز پر دارالقضاء کا محکمہ تھا اور افتاء کا منصب سرکاری طور پر قائم تھا، اس منصب افتاء کی اتنی اہمیت تھی کہ عدالت عالیہ کے فیصلے اور سزائے موت وغیرہ کا انحصار مفتی کے فتوے پر ہی ہوا کرتا تھا؛ اس لئے اس عہدہ کے لئے گہرا علم رکھنے والے اور شانِ تفقہ کے ساتھ افتاء کے سلسلہ میں تجربہ کار افراد کا ہی انتخاب ہوا کرتا تھا؛ چنانچہ نظام دکن نے جب اس عہدہ کے لئے کسی لائق شخصیت کو منتخب کرنا چاہا تو ان کی نظر دارالعلوم دیوبند اور یہاں کے ارباب افتاء پر پڑی اور انھوں نے دارالعلوم کے مہتمم مولانا حافظ محمد احمد صاحب (فرزند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب) کو مدعو کیا اور ۱۳۳۰ھ کے اوائل میں

نظام دکن کے چیف سکریٹری کا خط دارالعلوم پہنچا، جس کی عبارت اس طرح تھی :

اعلیٰ حضرت نے حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم

دارالعلوم کو حیدرآباد کی عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) کے عہدہ افتاء پر

تین سال کے لئے بمشاہدہ ایک ہزار روپیہ تجویز فرمایا ہے۔ (۲)

(۱) تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۸

(۲) تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۹

مولانا حافظ محمد احمد صاحب دارالعلوم جیسے ادارہ کے مہتمم ہونے کی حیثیت سے کافی مشغول تھے؛ چنانچہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ کو نظام دکن سے انھوں نے ملاقات کی اور دارالعلوم کی مشغولیات کا ذکر فرمایا تو نظام دکن نے کہا :

میں جانتا ہوں کہ وہ کام جس کو آپ انجام دیتے ہیں، بہت بڑا ہے اور اگر آپ اس بنیاد پر یہاں آنے سے انکار کر دیتے تو مجھے ملال نہ ہوتا؛ لیکن میرا خیال تھا کہ میرے منشاء کا اتباع ضرور کریں گے، آپ یہاں رہ کر بھی دارالعلوم کی خدمات انجام دے سکتے ہیں۔ (۱)

دارالعلوم دیوبند کے کارِ اہتمام میں آپ کی مشغولیت کو دیکھتے ہوئے تین سالوں کے لئے آپ کو زحمت دی گئی تھی؛ لیکن مدت مکمل ہونے کے بعد اس میں مزید ایک سال کی توسیع کر دی گئی؛ تاہم خرابی صحت کی وجہ سے اس سال مدت پوری ہونے سے قبل ہی مولانا مستعفی ہو گئے۔

### دارالافتاء کی توسیع اور جدید عمارت میں منتقلی

دارالعلوم کو جو مقبولیت اور شہرت حاصل ہے اور یہاں سے دین کے تمام شعبوں میں خدمت کے ساتھ خاص کر شرعی رہنمائی اور فتاویٰ کے سلسلہ میں جو اس کی نمایاں خدمات ہیں اور لوگوں کا اس پر کامل اعتماد اور مکمل بھروسہ ہے، اس کی وجہ سے شرعی رہنمائی کے لئے برصغیر کے گوشے گوشے سے علماء اور عوام کا رجوع اس قدر بڑھا کہ دارالافتاء کی سابقہ جگہ بہت تنگ ہو گئی اور ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کام کے لئے وسیع عمارت ہو؛ چنانچہ دارالعلوم کی مسجد (جو اس وقت ”مسجد قدیم“ کے نام سے جانی جاتی ہے) کی مشرقی جانب کی عمارت کے بالائی حصہ پر ایک وسیع اور کشادہ عمارت تعمیر کی گئی، جس میں متعدد وسیع کمرے بنائے گئے اور ایک

ہاں دارالافتاء کے کتب خانہ کے لئے مخصوص کیا گیا، ۱۹ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ میں دارالافتاء کو جدید عمارت میں منتقل کر دیا گیا۔

### نقل فتاویٰ کا اہتمام

دارالعلوم کے قیام کی ابتداء سے ہی یہاں سے لوگوں کی شرعی رہنمائی اور افتاء کا کام شروع ہو گیا تھا، مگر ابتداء فتاویٰ کی نقول رکھنے کا اہتمام نہیں کیا گیا، چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے فتاویٰ محفوظ نہیں کئے جاسکے اور جو کچھ محفوظ ہیں وہ بھی فتاویٰ کی شکل میں نہیں؛ بلکہ تحقیقی رسائل کی شکل میں ہیں، اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ کا بہت کم حصہ محفوظ کیا جاسکا جو ”فتاویٰ رشیدیہ“ کے نام سے صرف ایک جلد میں مطبوع ہے، اسی طرح بعد کے ادوار میں ۱۳۲۹ھ تک فتاویٰ کی نقل رکھنے کا اہتمام نہیں کیا جاسکا؛ اس لئے دارالعلوم میں ۴۷ سال کے فتاویٰ کی نقلیں محفوظ نہیں رہ سکیں، ۱۳۲۹ھ کے بعد نقل فتاویٰ کا اہتمام کیا گیا اور وہ بھی اس طرح کہ ۱۳۳۲ھ تک باضابطہ کوئی ناقل مقرر نہیں کیا گیا؛ بلکہ افتاء کے مختلف طلبہ سے یہ کام لیا گیا، جس کی وجہ سے بہت سے فتاوے کی نقل اب بھی محفوظ نہیں کی جاسکی، ۱۳۳۳ھ میں مستقل ناقل رکھا گیا۔

### فتاویٰ کی ترتیب و طباعت

پہچھے ذکر کیا گیا کہ ۱۳۲۹ھ تک نقل فتاویٰ کا اہتمام نہیں کیا جاسکا تھا؛ اس لئے وہ فتاویٰ محفوظ نہیں رہ سکے اور ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۳۲ھ تک مفتی عزیز الرحمن عثمانی نے مختلف طلبہ سے یہ کام لیا، جس کی وجہ سے تمام فتوے محفوظ نہیں ہو سکے، ۱۳۳۳ھ میں باضابطہ ناقل رکھا گیا اور فتاویٰ کے رجسٹر تیار کئے گئے۔

جو فتاویٰ محفوظ تھے، ان کی ترتیب کا کام سب سے پہلے مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے شروع کیا؛ چنانچہ انھوں نے پہلے مفتی عزیز الرحمن عثمانی کے ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۳۳ھ تک لکھے گئے فتاویٰ کو مرتب کرنا شروع کیا اور ۱۳۵۳ھ سے ۱۳۶۱ھ تک ماہنامہ ”المفتی“ (۱) میں انھیں قسط وار

(۱) یہ رسالہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے ذاتی مصارف سے ۱۳۵۳ھ میں جاری فرمایا تھا۔

شائع کیا، پھر دارالاشاعت دیوبند سے آٹھ جلدوں میں اس کی اشاعت ہوئی، پھر ۱۳۹۶ھ میں جدید ترتیب و تبویب اور حذف و ترمیم کے ساتھ دارالاشاعت کراچی (پاکستان) سے اس کو شائع کیا گیا، یہ مجموعہ فتاویٰ دارالعلوم اور ”عزیز الفتاویٰ“ کے نام سے اس وقت زکریا بک ڈپو دیوبند سے بھی شائع ہوا ہے، جو مفتی عزیز الرحمن کے مختصر تذکرہ کے ساتھ (۷۵۴) صفحات پر مشتمل ہے، اس مجموعہ میں مفتی عزیز الرحمن کے لکھے ہوئے فتوؤں کے چودہ رجسٹروں میں سے صرف دور رجسٹروں کے فتاویٰ کا انتخاب ہے۔

دوسرا مجموعہ فتاویٰ دارالعلوم اور ”امداد المفتیین“ کے نام سے مرتب ہے، یہ مفتی محمد شفیع صاحب کے لکھے گئے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو موصوف نے ۱۳۴۹ھ تا ۱۳۶۲ھ تک دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کی حیثیت سے لکھے تھے، اس مجموعہ کو بھی خود مفتی صاحب نے ہی مرتب فرما کر ماہنامہ ”المفتی“ میں قسط وار شائع کیا تھا، پھر دارالاشاعت دیوبند سے اس کی اشاعت ہوئی تھی؛ لیکن عزیز الفتاویٰ اور امداد المفتیین دونوں کی ترتیب جدید کی ضرورت تھی؛ چنانچہ مفتی شفیع صاحب نے اپنی نگرانی میں دارالعلوم کراچی کے اساتذہ کے ذریعہ یہ کام مکمل کرایا اور دونوں کو ۱۳۸۳ھ میں کراچی سے دو ضخیم جلدوں میں شائع کروایا، امداد المفتیین میں اب مفتی شفیع صاحب کے بعض ان فتاویٰ کو بھی شامل کر دیا گیا ہے، جو انھوں نے دارالعلوم سے مستغنی ہونے کے بعد ۱۳۷۱ھ تک لکھے تھے، ایسے فتاویٰ پروا دین کے ساتھ ”اضافہ“ لکھ دیا گیا ہے، یہ مجموعہ مفتی محمد شفیع صاحب کی مفصل سوانح حیات کے ساتھ (۸۹۶) صفحات پر مشتمل ہے اور زکریا بک ڈپو دیوبند نے بھی اس کو شائع کیا ہے۔

فتاویٰ کی ترتیب کے لئے باضابطہ کسی آدمی کا تقرر نہیں ہوا تھا؛ اس لئے مفتی شفیع صاحب کے بعد ۱۳۷۴ھ تک ترتیب کا کام نہیں ہو سکا، ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ میں دارالعلوم کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب صاحب نے مجلس انتظامیہ میں یہ تجویز رکھی کہ دارالعلوم کے فتاویٰ کی باضابطہ ترتیب کا کام ہونا چاہئے؛ چنانچہ یہ تجویز منظور ہوئی اور ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ سے ترتیب فتاویٰ کا کام باضابطہ شروع ہو گیا، تاہم فتاویٰ کی ترتیب کا یہ کام ۱۳۷۶ھ تک بڑی



ست رفتاری سے چلا اور تقریباً دو سال کی مدت میں صرف پانچ ہزار فتوے مرتب ہو سکے، ۳۲ ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ میں اس کام کے لئے مفتی ظفیر الدین مفتاحی کی شکل میں ایک لائق شخصیت مل گئی اور یہ کام ان کے سپرد کر دیا گیا، مفتی صاحب نے بڑی محنت و جاں فشانی اور شوق و دلچسپی سے یہ کام کیا اور ۱۳۷۶ھ سے ۱۳۷۸ھ تک دو سال کی مدت میں بتیس ہزار (۳۲۰۰۰) فتوے مرتب کئے، دارالعلوم دیوبند میں چوں کہ کثرت سے استفتاءات آتے ہیں، اس لئے فتاویٰ کے ذخیرے میں بڑی تعداد ایسے فتاویٰ کی تھی، جن میں فقہی عبارت نقل کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا، یا عبارت تھی تو حوالہ نہیں تھا، یا صرف حوالہ تھا عبارت نہیں تھی، مفتی ظفیر الدین صاحب نے حاشیہ میں مسائل و جزئیات کی فقہی عبارت، باب، جلد اور صفحہ کے ساتھ لکھنے کا اہتمام فرمایا، جس کی وجہ سے فتووں کا استناد و اعتماد اور بھی بڑھ گیا، مفتی ظفیر الدین صاحب نے ۱۲ جلدوں میں یہ کام کیا تھا، جو خود مکتبہ دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا، تیرہویں جلد کا کام بھی آپ نے مکمل فرمالیا تھا، مگر دارالعلوم کی انتظامیہ کی تبدیلی کے وقت جو ہنگامہ پیا ہوا، اس میں یہ جلد ضائع ہو گئی۔

غرض دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے لکھے گئے فتاویٰ اب تک عزیز الفتاویٰ، امداد المفتین اور فتاویٰ دارالعلوم (۱۲ جلدیں) کے نام سے شائع ہوئے ہیں، نیز اس میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے بھی بعض فتاویٰ کو شامل کر لیں جو انھوں نے دارالعلوم میں رہ کر لکھے ہیں تو ”فتاویٰ رشیدیہ“ اور ”امداد الفتاویٰ“ کو بھی دارالعلوم کے مرتب شدہ فتاویٰ میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

### دارالافتاء کی موجودہ صورت حال

اس وقت دارالافتاء میں مجموعی طور پر ۱۳ افراد کام کر رہے ہیں، جن میں دارالافتاء کے ناظم مولانا حبیب الرحمن خیر آبادی اور مفتی محمود حسن بلند شہری (جو فقہی جزئیات پر گہری نظر رکھنے اور جواب میں حزم و احتیاط کے حوالہ سے کافی وقت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں) خاص

کر قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ دیگر مفتیان، تدریب فی الافاء کے دو فضلاء اور متعدد نقل نویس حضرات یہاں خدمت انجام دے رہے ہیں۔

### شعبہ تربیت افاء

فقہ و فتاویٰ میں افراد کاری کی تیار کی عرض سے دارالعلوم میں ایک سالہ شعبہ تربیت افاء بھی قائم ہے، جس میں ہر سال امتیازی صلاحیت کے حامل ملک کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے تقریباً تیس فضلاء کا داخلہ لیا جاتا ہے، دارالعلوم نے اپنے قیام کے سو سال پورے ہونے پر جو اجلاس (صد سالہ) کیا تھا، اس وقت کی رپورٹ کے مطابق (۱۷۸۴) فضلاء نے دارالعلوم میں افاء کی تربیت حاصل کی تھی اور صد سالہ کے بعد سے اب تک متعدد فضلاء دارالعلوم کے دارالافاء سے تربیت پا کر مختلف علاقوں میں فقہ و فتاویٰ اور عوام کی شرعی رہنمائی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

شعبہ افاء میں تربیت پائے ہوئے دو تین طالب علموں کو ایک سال کے لئے ”تدریب فی الافاء“ میں بھی داخل کیا جاتا ہے، پھر مزید لیاقت دیکھتے ہوئے ایک دو سال کے لئے ”معین مفتی“ کی حیثیت سے بھی تقرری ہوتی ہے، نیز یہاں چند فضلاء کو فقہ حنفی پر کام کرنے کے لئے بھی رکھا جاتا ہے، اس وقت ”مطالعہ شامی“ کا سلسلہ چل رہا ہے، جس میں چند فضلاء فقہ حنفی کی مشہور کتاب رد المحتار (فتاویٰ شامی) پر کام کر رہے ہیں، فقہ حنفی کی جزئیات کے احاطہ کے اعتبار سے فتاویٰ شامی کو دوسری کتابوں کے مقابلہ ایک امتیاز حاصل ہے؛ چنانچہ اس شعبہ میں فتاویٰ شامی کے ہر جزیے کو الگ الگ عنوان کے ساتھ علاحدہ کرنے کا کام ہو رہا ہے تاکہ مفتیان کرام کو مراجعت اور جزئیات کی تلاش میں آسانی ہو۔





## ذرائع القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

### امارت شرعیہ کے قیام کا پس منظر

اسلام ایک ابدی مذہب ہے اور یہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے، اسلامی شریعت جہاں انسان کی انفرادی اور شخصی زندگی میں اس کی رہنمائی کرتی ہے، جس پر چل کر انسان فلاح و بہبود کی منزلیں طے کر سکتا اور اپنے معبود کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے، وہیں اس کی معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں بھی اس کو صحیح راستہ بتاتی ہے، جس کے ذریعہ انسان ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کر کے دنیا میں امن و امان کا پیغام بر اور انسانیت کا صحیح ترجمان بن سکتا ہے، تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے، جسے طرح طرح کی رنگینیوں، دلفریبیوں اور عیش و عشرت کے اسباب سے بھردیا گیا ہے اور پھر انسانوں کو ان دلفریبیوں میں الجھانے کے لئے نفس و شیطان بھی مسلط ہیں، جس کی وجہ سے انسان وقتی لذتوں میں پڑ کر خدائی حدود کو توڑ دیتا اور اپنے کو خدا کی ناراضگی کا مستحق بنا لیتا ہے۔

انسان اگر اپنی انفرادی زندگی میں خدا کے حکم کو توڑتا ہے تو عموماً اس کا نقصان خود اس کی ذات تک محدود رہتا ہے اور اسے وعظ و نصیحت کے ذریعہ اس دلدل سے نکالا جاسکتا ہے؛ لیکن اگر اس کی معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں بگاڑ آجائے تو اس سے پوری قوم پر زوال آنے لگتا ہے اور پوری ملت اس کا نقصان اٹھاتی ہے اور پھر اس دلدل سے اسے نکالنے کے لئے محض وعظ و نصیحت کافی نہیں ہوتی؛ بلکہ باضابطہ ایک ایسے نظام کی ضرورت پڑتی ہے جو انسان کی اجتماعی زندگی میں اس کی رہنمائی بھی کرے اور اگر کسی طرح کا بگاڑ در آئے تو اس کا علاج بھی کر سکے۔

ماضی میں مسلمانوں کے اجتماعی نظام کی نگرانی مسلم حکومتیں کیا کرتی تھیں اور تمام اجتماعی احکام و قوانین کا اجراء اور نفاذ اسلامی حکومتوں کے خلیفہ اور حکمرانوں کے ذریعہ ہوتا تھا؛ لیکن جب ۱۸۵۷ء کے بعد مغلیہ سلطنت کے زوال کے ساتھ ہی مسلمانوں کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی سے متعلق احکام و قوانین کو نافذ کرتے کے لئے حکومتی پیمانہ پر طاقت و قوت باقی نہیں رہی تو ایسے وقت میں مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور ان کی اجتماعی زندگی کو صحیح اسلامی خطوط پر منظم کرنے کے لئے کئی تحریکوں نے جنم لیا، خاص کر بیسویں صدی کے شروع ہوتے ہی ”تحریک خلافت“ اور ”تحریک آزادی ہند“ نے پورے ملک میں ایک عام بیداری کی لہر پیدا کر دی، اسی وقت اسلامی احکام کے نفاذ اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کو منظم کرنے کے لئے ۱۹۲۱ء میں کل ہند پیمانہ پر امارت شرعیہ کے قیام کی تجویز منظر عام پر آئی، جس کے اصل محرک مولانا ابوالحسن محمد سجادؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، اور علامہ سید سلیمان ندویؒ وغیرہ تھے؛ لیکن جب بعض اسباب کی بنا پر اس بکھرے ہوئے ہندوستان میں کل ہند پیمانہ پر امارت شرعیہ کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا، تو مولانا ابوالحسن محمد سجادؒ نے صوبائی پیمانہ پر مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کو منظم کرنے اور امارت شرعیہ قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی، خدا کے فضل سے یہ کوشش بار آور ہوئی اور بہار میں امارت شرعیہ کا قیام عمل میں آیا۔

### سن قیام، بانی اور امیر

مولانا ابوالحسن محمد سجاد علیہ الرحمہ — جو شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے خصوصی تربیت یافتہ تھے — کی کوششوں سے ۱۹ شوال ۱۳۳۹ھ ۲۶ جون ۱۹۲۱ء کو باضابطہ امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ کا قیام عمل میں آیا، جس کو امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا محمد علی مونگیری اور مولانا شاہ بدر الدین محبی اور دیگر علماء کی پر زور تائید حاصل ہوئی، بھگت اللہ یہ شرعی تنظیم مسلمانوں کے منظم کرنے اور ان کو ایک ہم شرعی پر قائم رکھنے کی مسلسل کامیاب کوشش کر رہی ہے۔

اور مسلمانوں نے جس طرح اس نظام کو قبول کیا اور اس سے اپنی وابستگی کا اظہار کیا ہے کہ اسے دیکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ ”اسلام جس اجتماعی زندگی کا مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے، موجودہ دور میں امارت شرعیہ (بہار، اڑیسہ، حجاز کھنڈ) اس کی بہترین عملی شکل ہے۔“

امارت کے امیر اول کے طور پر مولانا شاہ بدر الدین (سجادہ نشین خانقاہ مجیبہ پھلواڑی شریف پٹنہ) کو منتخب کیا گیا اور مولانا ابوالحسن محمد سجاد علیہ الرحمہ نے نیابت امارت قبول فرمائی، مولانا شاہ بدر الدین صاحب ۱۹ شوال ۱۳۳۹ھ سے ۱۶ صفر ۱۳۴۳ھ تک (تین سال تین ماہ ستائیس دن) امیر رہے، پھر ۹ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ سے ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ تک (۳۳ سال دو ماہ بیس دن) حضرت مولانا سید شاہ محی الدین (سجادہ نشین خانقاہ مجیبہ، پٹنہ) امیر رہے، پھر تیسرے امیر کے طور پر حضرت مولانا سید شاہ قمر الدین (خانقاہ مجیبہ پھلواڑی شریف) کا انتخاب عمل میں آیا، آپ ۷ شعبان ۱۳۶۶ھ سے ۳۰ رجب ۱۳۷۶ھ تک (سات دن کم دس سال) امیر رہے، چوتھا امیر حضرت مولانا منت اللہ رحمانی کو منتخب کیا گیا، آپ ۲۲ شعبان ۱۳۷۶ھ سے ۳ رمضان ۱۴۱۱ھ تک (۳۴ برس) امیر رہے، پھر حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کو پانچواں امیر منتخب کیا گیا، آپ ۱۴ رمضان ۱۴۱۱ھ سے ۱۴۱۹ھ تک (تقریباً نو سال) امیر رہے، آپ کے بعد ۱۱ رجب ۱۴۱۹ھ کو حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب کو امیر منتخب کیا گیا جو تا ہنوز اس منصب پر فائز ہیں۔

نائب امیر شریعت کے طور پر مولانا ابوالحسن محمد سجاد کے بعد مولانا عبدالصمد رحمانی، پھر مولانا عبدالرحمن صاحب (جو بعد میں امیر شریعت بھی بنے) پھر مولانا سید نظام الدین صاحب (موجودہ امیر شریعت) پھر قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، پھر مولانا سید محمد ولی رحمانی کو منتخب کیا گیا۔ (۱)

امارت شرعیہ کے سلسلہ میں شبہات و جوابات  
کل ہند پیمانہ پر جس نظام کے قیام میں ناکامی ہو چکی تھی، اس کو ریاستی پیمانہ پر زندہ

(۱) امارت شرعیہ — تعارف، خدمات اور سرگرمیاں (۲۰۰۶ء)، ص: ۱۲

کرنے میں جہاں کئی طرح کی رکاوٹیں اور دشواریاں تھیں، وہیں ہندوستان جیسے ملک میں اس نظام کے سلسلہ میں بہت سے اہل علم اب تک مطمئن بھی نہیں تھے؛ چنانچہ بعض علماء کی طرف سے اس کے متعلق شبہات بھی آئے، خصوصاً ہندوستان کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا عبدالباری فرنگی مہلی کی طرف سے جو چند شبہات پیش کئے گئے، ان کا ذکر یہاں مناسب ہے۔ مولانا عبدالباری صاحب ہندوستان کو ”دارالاسلام“ سمجھتے تھے اور موجودہ حکومت کو ”استیلاء کفار“ تصور کرتے تھے، چنانچہ خود ہی لکھتے ہیں :

فقیر عرض کرتا ہے کہ ہندوستان میرے نزدیک ”دارالاسلام“ ہے اور اس پر ”استیلاء کفار“ ہے۔

اور آگے لکھتے ہیں :

فقیر نے اپنا مسلک کبھی ”دارالامن“ کا نہیں ذکر کیا ہے..... فقیر تو اس کو ”دارالاستیلاء“ سمجھتا ہے اور دارالاستیلاء کے ازالہ کو لازم سمجھتا ہے۔ (۱)

مولانا عبدالباری صاحب نے اپنے اسی نظریہ کی بنا پر ایک اہم شبہ یہ پیش کیا تھا کہ کیا جہاں کفار کا استیلاء اور غلبہ ہو، وہاں کے مسلمانوں سے کسی شخص کی امارت پر بیعت لینا سنت سے ثابت ہے؟ — امارت شرعیہ سے اس کا جواب دیا گیا کہ حجاز میں مسلم حکومت قائم ہونے کے بعد نہ حضور کے زمانہ میں استیلاء کفار ہوا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد؛ اس لئے دارالاستیلاء میں بیعت کے سنت نبوی ہونے کی جستجو قابلِ تعجب ہے، ہاں دارالحرب میں اہل دار سے بیعت کے سنت ہونے کا ثبوت ہے کہ بیعت عقبہ کے وقت تمام ملک عرب دارالکفر اور دارالحرب تھا، جس میں مشرکین کو غلبہ و استیلاء حاصل تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل دارالحرب سے بیعت لی۔

دوسرا شبہ یہ تھا کہ ”سیاست مذہبی میں بیعت کی کیا ضرورت ہے“ — اس کا جواب یہ

(۱) امارت شریعہ — شبہات و جوابات، ص: ۳۹، مکتوب مولانا عبدالباری فرنگی مہلی۔

دیا گیا کہ امارت کے قیام کا مقصد صرف سیاست مذہبی نہیں؛ بلکہ اقامتِ صلوة، ایتاءِ زکوٰۃ اور نصحِ مسلم وغیرہ سب کاموں کو شامل ہے، گویا یہ ”بیعتِ اطاعت“ ہے، جس کا ثبوت قرآن و سنت میں موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلم خواتین سے برائیوں سے اجتناب پر بیعت لی تھی: ”وَلَا يَعَصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ“ (المتحنة: ۱۲) اور مردوں سے بھی اس قسم کی بیعت کا احادیث میں ذکر آیا ہے؛ چنانچہ سنن ابن ماجہ کی روایت ہے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حتی المقدور جمع و طاعت پر ہم سے بیعت لی۔ (۱)

ایک سوال یہ تھا کہ ”امیر کی حیثیت کیا ہوگی؟ امام اعظم خلیفۃ المسلمین کی، یا والی ملک کی، یا نائب خلیفہ کی؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ امیر کی حیثیت ”والی ملک“ کی ہے اور اس کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر والی ملک امام اعظم کی طرف سے مقرر ہو تو وہ امام اعظم کا نائب ہوگا اور اس کا عزل و نصب امام ہی کے سپرد ہوگا اور پھر امام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد اس والی کے ہاتھ پر بیعت کی ضرورت نہیں ہوگی؛ لیکن اگر والی کا تقرر امام کی جانب سے نہ ہو؛ بلکہ قوم نے از خود ولایت عامہ کسی کے سپرد کر کے اسے والی بنالیا ہو تو اس صورت میں اس والی کی بیعت اسی طرح لازم ہے، جس طرح امام اعظم کی بیعت لازم ہے، رہی بات ایسی ولایت اور امارت کے ثبوت کی جو امام کے بجائے قوم کی جانب سے ہو تو اس سلسلہ میں فقہاء یمن کو نظیر بنایا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسود غسی نے صنعاء یمن کے بعض علاقے پر قبضہ کر لیا تھا، اس وقت مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر مقرر کر لیا تھا: ”تَنَافَسُوا الْإِمَارَةَ فِي صَنْعَاءَ، ثُمَّ اتَّفَقُوا عَلَى مَعَاذٍ“ (۲) — مسلمانوں کا حضرت معاذ کو اپنا امیر بنالینا، بغیر اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کریں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مرکز خلافت سے دور رہنے والے مسلمان اپنا ایک امیر مقرر کر لیں تو

(۱) دیکھئے: ابن ماجہ، باب البیعة، کتاب الجہاد، حدیث نمبر: ۶۸۶۸، نیز دیکھئے: بخاری: ۷۲۰۰، مسلم: ۱۷۰۹

(۲) تاریخ ابن خلدون: ۶۱/۲

یہ جائز اور سنت صحابہ ہے (۱)۔ اس طرح کے اور بھی کئی سوالات تھے، جن کا جواب امارت شرعیہ سے ملنے کے بعد خود مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ کو بھی اطمینان ہوا اور انھوں نے اس کی حمایت کی اور دیگر علماء نے بھی اس کی تائید کی۔

### امارت شرعیہ کے مقاصد

امارت شرعیہ کا قیام چوں کہ مسلمانوں کی شرعی اور اجتماعی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ہوا ہے؛ اس لئے امارت کے مقاصد میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں، جن کے ذریعہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ منظم کیا جاسکے اور شریعت کی حدود میں رہ کر ان کی ہر طرح کی ترقی کو ممکن بنایا جاسکے، ذیل میں ان مقاصد کو نمبر وار لکھا جاتا ہے :

- ۱- منہاج نبوت پر نظام شرعی کا قیام۔
- ۲- ممکنہ حد تک نظام شرعی کے اجراء و تحفیذ کے مواقع پیدا کرنا۔
- ۳- ایسی استطاعت پیدا کرنے کی جدوجہد، جس کے ذریعہ قوانین خداوندی کو نافذ و جاری کیا جاسکے۔
- ۴- امت مسلمہ کے جملہ اسلامی حقوق و مفادات کا تحفظ اور اس کی نگہداشت۔
- ۵- مسلمانوں کو بلا اختلاف مسلک محض کلمہ توحید کی بنیاد پر مجتمع کرنا؛ تاکہ وہ اپنی اجتماعی قوت ”کلمۃ اللہ“ کو بلند کرنے پر خرچ کریں۔
- ۶- مسلمانوں کو تعلیم، معاش اور ترقی کے میدان میں، اسلامی نظام تعلیم اور اسلامی نظام تجارت کی روشنی میں رہنمائی دینا۔
- ۷- عام انسانی خدمت کے لئے رفاہی اور فلاحی ادارے قائم کرنا۔
- ۸- اسلام کے وقار کو محفوظ رکھتے ہوئے تمام مذہبی فرقوں کے ساتھ صلح و آشتی کا برتاؤ کرنا اور ملک میں امن پسند قوتوں کو فروغ دینا۔ (۲)

(۱) دیکھئے: امارت شرعیہ شبہات و جوابات، ص: ۲۰، از: امیر شریعت اول حضرت مولانا شاہ بدر الدین مجتبیٰ۔

(۲) امارت شرعیہ — تعارف، خدمات اور سرگرمیاں: ۶

## مختلف شعبوں میں امارت کی خدمات

امارت شرعیہ نے دینی ملی، سیاسی، سماجی اور تعلیمی ہر میدان میں اُمتِ مسلمہ کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں؛ چنانچہ مسلمانوں کی دینی تعلیم کے لئے ۱۹۹۶ء میں دینی مکاتب کے قیام کی تجویز طے ہوئی اور اب تک ایک ہزار سے زائد مقامات پر مکاتب قائم کئے جا چکے ہیں، عصری تعلیم پانے والے ذہین، محنتی نادار طلبہ کو ریسرچ، میڈیکل اور انجینئرنگ وغیرہ کی تعلیم کے لئے وظائف دیئے جاتے ہیں، جس کے لئے مستقل ”تعلیمی فنڈ امارت شرعیہ“ قائم ہے، نیز اسی مقصد کے لئے ۱۹۹۳ء میں امارت ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ، مولانا محمد منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ، امارت انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر اینڈ الیکٹرونکس، پارہ میڈیکل انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۵ء میں امارت مجیبہ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ در بھنگہ، ۱۹۷۷ء میں امارت ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ پورنیہ، ۲۰۰۰ء میں ریاض آئی ٹی آئی مغری چمپارن، عثمان غنی کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ برائے خواتین پٹنہ اور ۲۰۰۲ء میں امارت عمر ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ بسرار اور کیلا میں قائم ہوا، ان اداروں سے سینکڑوں طلبہ فارغ ہو کر ہندوستان کے علاوہ ایشیاء کے دوسرے ملکوں، افریقہ، امریکہ وغیرہ میں برسر روزگار ہیں۔

اس مہنگے دور میں غریبوں کے لئے علاج و معالجہ کا خرچ ایک بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے؛ چنانچہ امارت نے مسلمانوں کی اس ضرورت کی تکمیل کے لئے ۲۲ شعبان ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۸۸ء کو مولانا سجاد میموریل ہسپتال قائم کیا، جس میں روزانہ سینکڑوں مریضوں کا علاج ہوتا ہے، نیز بہار، اڑیسہ و جھارکھنڈ کے مختلف مقامات پر موبائیل میڈیکل سروس کے ذریعہ غریب مریضوں کے مفت علاج کا نظم کیا جاتا ہے، ان کے علاوہ مسلمانوں کی مختلف ضروریات کے لئے باضابطہ ”بیت المال“ بھی قائم ہے، جس کے تحت جہاں مسلمانوں کی دینی و عصری تعلیم کے لئے وظائف مقرر کئے جاتے ہیں اور فقراء و مساکین، بیوگان، یتیموں اور محتاجوں کا تعاون کیا جاتا ہے، وہیں فرقہ وارانہ فسادات اور قدرتی حادثات کے موقع پر متاثرین کی بھی بڑی مدد کی جاتی ہے۔



## امارت شرعیہ کا شعبہ افتاء و قضاء

امارت شرعیہ میں یوں تو شعبہ تنظیم، شعبہ تحفظ مسلمین، شعبہ بیت المال، شعبہ امور مساجد، وفاق المدارس وغیرہ کئی اہم شعبے ہیں، تاہم امارت نے اپنی ابتداء سفر سے ہی فقہ اسلامی اور قانون شریعت کو خاص کر اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے اور اس کے سب سے اہم اور بنیادی شعبوں میں اس کا ”دارالقضاء“ ہے، جو اسلامی شریعت کے مطابق مسلمانوں کے عائلی معاملات سے متعلق مقدمات کے فیصلے کرتا ہے اور اس کا ”دارالافتاء“ ہے جو مسلمانوں کی طرف سے آنے والے دینی، فقہی سوالات کا جواب دیتا ہے اور مسلمانوں کی بڑی تعداد اس سے رجوع ہوتی اور مکمل اعتماد کے ساتھ یہاں کے قاضی شریعت کو اپنے معاملات میں ثالث مانتی ہے اور یہاں کے دارالافتاء سے دیئے گئے فتوؤں کو قبول کرتی ہے۔

ہندوستان میں نظام قضاء کا قیام خاص کر بہت ضروری تھا، کیوں کہ حلال و حرام سے متعلق بہت سے شرعی قوانین کا اجراء مسلم قاضی کے فیصلے کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا، مثلاً شوہر کی مفقود الخبری کی وجہ سے ناقابل برداشت تکلیفوں میں مبتلا ہونے والی عورتوں کا بے سہارا زندگی گزارنا، یا بیوی کا شوہر کی طرف سے ظلم و ایذا رسانی کا شکار ہونا، یا عورت کا نان و نفقہ سے محروم ہونا، میاں بیوی کے درمیان حرمت مصاہرت کا پیدا ہو جانا اور اس طرح کے دوسرے مقدمات میں عورت کی گلو خلاصی کا واحد ذریعہ قاضی کا فیصلہ ہی ہو سکتا تھا۔ ان حالات میں دارالقضاء کا قیام مسلمانوں کے لئے بڑی راحت کا ذریعہ بنا۔

دارالقضاء کا مرکزی دفتر پھلواری شریف پٹنہ میں ہے اور اسے اتنی مقبولیت حاصل ہے کہ اس وقت یہاں نہ صرف بہار، اڑیسہ اور جھارکھنڈ کے مقدمات آتے ہیں؛ بلکہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے معاملات بھی آتے ہیں جہاں باضابطہ دارالقضاء قائم نہیں ہے، جیسے بنگال، راجستھان، اتر پردیش اور نیپال وغیرہ۔

امارت شرعیہ کے مرکزی دارالقضاء کی نگرانی میں مختلف علاقائی اور ذیلی دارالقضاء بھی اپنا فرض ادا کر رہے ہیں، جن کی مجموعی تعداد چالیس ہے، چنانچہ اس وقت درہنگ، پورنیہ، کشن



مجمع، مولفیر، بیگم سرائے، مسقی پور، سہرسہ، روہتاس، مظفر پور، جہان پور، اردھ، سیدوان، کھٹکویا، کلہار، مدھوبنی، سیتار مڑھی، دیشالی، جموئی، گیا، گریڈیہ، جتڑا، جمشید پور، جام تازا، گڈا، رانچی، دھندا، کٹک، راور کیلا، دیناج پور، ہولیا، بدووان، کولکاتا اور آکولہ (مہاراشٹر) وغیرہ میں امارت کے ذیلی دارالقضاء کام کر رہے ہیں۔

## دارالافتاء اور دارالقضاء میں کام کرنے والی شخصیات

امارت شرمیہ کے بانی حضرت مولانا ابوالحسن محمد سجاد خود ایک فقیہ النفس عالم تھے؛ چنانچہ شروع میں خود آپ نے بہت سے فتوے لکھے اور بہت سے مقدمات کے فیصلے فرمائے، آپ کے یہ فتاویٰ اور فیصلے تاریخی اہمیت کے حامل ہیں، جنہیں دارالافتاء اور دارالقضاء میں کام کرنے والوں کے لئے سرمہٴ بصیرت کہا جاسکتا ہے، آپ کے فتاویٰ کی بڑی تعداد ”فتاویٰ امارت شرمیہ“ کے نام سے مطبوع ہے، آپ کے علاوہ جناب محمد شفیع صاحب، مولانا عثمان غنی، قاضی نور الحسن اور مولانا عبدالصمد رحمانی وغیرہ نے بڑی خوبی سے اس کام کو انجام دیا، ۱۳۷۶ھ کے بعد امیر شریعت رابع مولانا محمد منت اللہ رحمانی (جن کی فقہ اسلامی پر بڑی وسیع اور عمیق نظر تھی) نے اس کام میں اور بہتری پیدا کی، آپ کے بعد ہندو بیرون ہند کے ممتاز فقیہ اور کار قضاء میں بے پناہ خداداد صلاحیتوں کے مالک مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نے اس شعبہ کو چار چاند لگا دیئے اور دارالقضاء کو شہرت و ترقی کے بام عروج پر پہنچایا اور ساتھ ہی ”المعبد العالی للحدیث فی القضاء والافتاء“ اور ”اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا“ جیسے رجال ساز ادارے قائم کر کے ایسے افراد کا تیار کئے جو دارالقضاء امارت شرمیہ کے مقاصد کو بروئے کار لانے اور ہندو بیرون ہند اس پیغام کو عام کرنے میں نقیب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کے بعد بھی دارالقضاء کو ایسے افراد ملتے رہے، جو کارقضاء میں اپنی مہارت کی وجہ سے قاضی شریعت کے عہدے کو اچھی طرح سنبھال سکیں، چنانچہ ان میں نمایاں نام بہار کے سینئر قاضی مولانا محمد قاسم صاحب مظفر پوری کا ہے، جو اپنی فقہی بصیرت، معاملہ فہمی، نصوص پر گہری نظر اور مسائل میں نصوص سے اعتناء کی بنا پر نہ صرف مرکزی دارالقضاء

کے سینئر قاضی ہیں؛ بلکہ بہت سے مفتیان و قضاۃ کے لئے مرجع بھی ہیں، آپ کے علاوہ قاضی جسیم الدین صاحب اور قاضی عبدالجلیل قاسمی بھی اس وقت دارالقضاء امارت شرعیہ میں بڑی خوبی کے ساتھ قضاء کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

غرض امارت شرعیہ کو شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے خصوصی تربیت یافتہ مفکر اسلام مولانا ابوالحسن محمد سجاد علیہ الرحمہ نے قائم فرمایا، مولانا محمد منت اللہ رحمانی نے اس کو ترقی کی راہ پر لگایا اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نے اس کو شہرت و ترقی کے بام عروج پر پہنچایا اور آج بھی مولانا انیس الرحمن قاسمی، مولانا محمد قاسم مظفر پوری اور قاضی عبدالجلیل قاسمی جیسی جلیل القدر شخصیات اس ادارہ کو حاصل ہیں۔

### دارالقضاء میں فیصل کئے گئے مقدمات

دارالقضاء امارت شرعیہ سے مسلمانوں کا اس قدر رُجوع ہے کہ نومبر ۲۰۰۶ء تک مرکزی دارالقضاء سے فیصل کئے گئے مقدمات کی تعداد چالیس ہزار سے متجاوز تھی، یہاں کے دارالقضاء پر لوگوں کو اتنا اعتماد اور بھروسہ ہے کہ بعض مقدمات حکومتی عدالتوں سے بھی یہاں ریفر کئے جاتے ہیں اور عدالتوں سے متعلق جس اور وکلاء بھی اپنے بعض نجی معاملات میں امارت شرعیہ کے دارالقضاء سے رُجوع ہوتے ہیں۔

### ملک بھر میں نظام قضاء کا قیام

فقہ سے مربوط ایک اہم شعبہ دارالقضاء کا ہے، جس میں مقدمات کے فیصلے کئے جاتے ہیں فقہاء نے غیر مسلم اکثریت ممالک میں بھی نظام دارالقضاء کے قیام کو مسلمانوں کا شرعی فریضہ قرار دیا ہے، ہندوستان میں برطانوی سامراج کے بعد ہی سے علماء نے اس نظام کے قائم کرنے کا اہتمام کیا ہے، سید احمد شہیدؒ کی تحریک میں مولانا عبدالحی بڑھانوی کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا، حاجی امداد اللہ مہاجر کی زیر امارت میں دارالقضاء قائم ہوا اور مولانا رشید احمد کنگوہی قاضی مقرر ہوئے، پھر اس زمانہ کے پانچ سوعلماء نے متفقہ فتویٰ جاری کیا کہ نظام قضاء

قائم کرنا مسلمانان ہند کا شرعی فریضہ ہے، اس فتوے کی ترتیب و اشاعت اصل میں دیوبند نے کی تھی اور دارالعلوم دیوبند کے محافظ خانہ میں ابھی بھی یہ فتویٰ موجود ہے، جس کا ذکر قاری محمد طیب صاحب نے اپنے ایک رسالہ میں کیا ہے، اسی تصور کو مولانا ابوالحسن محمد سجاد (بانی امارت شرعیہ بہار و اڑیچہ) نے ایک تحریک کی شکل دی، جس کی ابتداء بہار و اڑیچہ سے ہوئی اور مسلم پرسنل بورڈ کے قیام کے بعد یہ ایک ہندوستان گیر تحریک بن گئی۔

چنانچہ بورڈ کی کوششوں سے جو دارالقضاء قائم ہوئے، زیادہ تر بزرگان دیوبند سے یہ خدمت متعلق رہی، دارالقضاء مالگاوں کو قاضی مولانا عبدالاحد ازہری کو جو دیوبند کے فضلاء میں ہیں، دارالقضاء امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش کا قاضی مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، دارالقضاء برہان پور کا قاضی مولانا محمد رحمت اللہ، دارالقضاء اندور کا قاضی مولانا ذکاء اللہ شبلی، مرکزی دارالقضاء لکھنؤ کا چیف قاضی مولانا محمد برہان الدین سنبھلی ابنائے دیوبند ہی میں ہیں اور ملک کے اکثر شہروں میں اس فریضہ کو اسی حلقہ کے علماء انجام دے رہے ہیں، اسی طرح امارت شرعیہ آسام کے تحت بڑی تعداد میں دارالقضاء قائم ہوا اور عام طور پر وہاں قضاء کی خدمت ابنائے دیوبند سے متعلق ہیں۔



## ادارۃ المباحث الفقہیہ

### قیام کا پس منظر

یہ حقیقت ہے کہ اُمت کی کشتی کے پتوار اور حالات کے سمندر میں ان کو ساحل مراد تک پہنچانے کے ذمہ دار اُمت کے علماء ہی ہیں، جنہوں نے ہر دور میں اُمت کی قیادت کا عظیم الشان فریضہ انجام دیا اور درپیش مسائل کو حل فرمایا، خواہ وہ مسائل دینی ہوں یا سیاسی ہوں، یا سماجی اور معاشی ہوں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی ممالک کا حاکم اگر مسلم ہو تو مسلمان مسائل و مشکلات سے نسبتاً کم دوچار ہوتے ہیں؛ لیکن جب حکومت مسلمانوں کے پاس نہ ہو اور اتفاق سے حکمران ظالم بھی ہو تو مسلمانوں کو مختلف مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور ان کے سامنے طرح طرح کے دینی، سیاسی، سماجی اور معاشرتی اُلجھنوں کا طوفان کھڑا ہونے لگتا ہے، جہاں اُمت ہوش و حواس کھونے لگتی ہے اور احساسِ کمتری کا شکار ہو کر خود فراموش اور خدا فراموش بننے لگتی ہے۔ کچھ اسی قسم کے حالات ہندوستان پر انگریزوں کے غلبہ کے بعد مسلمانوں کے ساتھ پیش آئے؛ چنانچہ مختلف قائدین نے ان حالات کے مقابلہ کے لئے مختلف تحریکیں چلائیں، اس وقت اصل قیادت کے اہل علماء کرام نے بھی مختلف تحریکوں کی بنیاد ڈالی اور مختلف تحریکوں سے وابستہ ہوئے؛ چنانچہ اسی موقع سے ۱۹۱۹ء میں ”جمعیتہ علماء ہند“ کا قیام عمل میں آیا۔

جمعیتہ علماء ہند نے سیاسی میدان میں بھی خدمت انجام دی اور انگریزی استعمار کو لٹاکارا، سماجی اور معاشرتی میدان میں بھی کام کیا اور مختلف اصلاحی کوششیں بھی کیں اور ملت میں دینی بیداری پیدا کی۔

جمعیتہ نے آزادی کے بعد بھی مسلمانوں کے مسائل کے حل میں قابلِ قدر کوششیں کیں

اور مسلمانوں کے مسائل کی یکسوئی کے لئے عدالتوں کا دروازہ کھلکھٹایا اور حکومت کے ایوانوں میں دستک دی؛ لیکن بسا اوقات بدلتے ہوئے حالات میں عدالتوں سے ایسے قوانین بھی پاس ہونے لگے، جن کا شریعت میں بظاہر کوئی واضح حکم موجود نہیں تھا؛ اس لئے حکومت کے سامنے مسلمانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے واضح موقف پیش کرنا دشوار نظر آ رہا تھا؛ چنانچہ اسی پس منظر میں جمعیت نے ایک ادارہ کی ضرورت محسوس کی، جس میں علماء اور ارباب افتاء کے باہمی مشورہ اور اتفاق رائے سے موجودہ معاملات میں شریعت کا واضح موقف متعین کیا جائے اور حکومت کے سامنے اسے پیش کیا جائے، اسی مقصد کے تحت ”ادارۃ السباحۃ الفقہیہ“ کا قیام عمل میں آیا۔

## سن قیام اور بانی

ادارۃ السباحۃ الفقہیہ کا باضابطہ قیام ۱۹۷۰ء میں مشہور مصنف و فقیہ مفتی محمد میاں صاحبؒ کی تحریک پر عمل میں آیا اور تاحیات آپ ہی اس ادارہ کے مدیر و نگران رہے اور اپنے زمانہ میں رویت ہلال، حق تصنیف کی بیع، کوآپریٹو سوسائٹیوں کے مسائل وغیرہ موضوعات پر غور و خوض کے لئے علماء و مفتیان کو جمع فرمایا، تاہم آپ کے وصال کے بعد یہ سلسلہ ختم سا گیا تھا، پھر مولانا اسعد مدنی علیہ الرحمہ کی مسلسل تحریک پر ۱۹۹۰ء میں مجلس عاملہ نے اس ادارہ کی نشاۃ ثانیہ کے سلسلہ میں تجویز طے کی اور ادارہ کو پھر سے متحرک بنایا؛ چنانچہ ادارہ کے تحت نئے مسائل کے سلسلہ میں اجتماعی غور و فکر کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا اور کئی فقہی اجتماعات منعقد ہوئے۔

## ادارہ کے فقہی اجتماعات

ادارہ کا پہلا فقہی اجتماع ۲۲-۲۳ رجب ۱۴۱۱ھ ۸-۱۰ فروری ۱۹۹۱ء کو شیخ الہند ہال دیوبند میں منعقد ہوا، جس میں ”غیر سودی رفاہی ادارے اور سوسائٹیاں“ کے عنوان سے علماء دارباب افتاء کو جمع کیا گیا اور مندرجہ ذیل امور پر بحث کی گئی :

۱- اس طرح کے اداروں کا قیام جن سے قرض بلا سود دیا جائے مفید اور ضروری ہے۔

۲- ان اداروں کے مصارف کے حصول کے چار طریقے ہو سکتے ہیں :

- (الف) فارم کی بیع کے ذریعہ مصارف کا حصول۔  
 (ب) وثیقہ شعی مرہون کی قیمت بذمہ راہن۔  
 (ج) اشیاء مرہونہ کی حفاظت کا کرایہ بذمہ راہن۔  
 (د) اجرة الخدمت (سروس چارج)  
 ان امور پر غور و فکر کے بعد اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل امور طے پائے :  
 (۱) اجراء کھاتہ کے لئے پاس بک مناسب قیمت پر فروخت کرنا جائز ہے۔  
 (۲) پہلا قرض ختم کئے بغیر توسیع مدت کے لئے معاہدہ نامہ فروخت کرنا جائز ہے۔  
 (۳) ودیعت کی حفاظت کا کرایہ لینا جائز ہے۔  
 (۴) میعادى چک کم یا زیادہ قیمت پر فروخت کرنا جائز نہیں۔  
 (۵) جائز طریقہ پر حاصل شدہ آمدنی ادارہ حسب صواب دید خرچ کرنے کا مجاز ہے۔  
 (۶) فکس ڈپازٹ میں رقم جمع کرنا حرام ہے، نیز حصول سود کے لئے کسی بھی اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنا جائز نہیں۔ (۱)

## نظام قضاء کا قیام

ادارہ کی اہم خدمات میں ادارہ کے تحت نظام قضاء کا قیام ہے؛ کیوں کہ ہندوستان جیسے جمہوری اور سیکولر ملک میں یہ توقع رکھنا کہ حکومتی عدالت سے ہر فیصلہ شریعت اسلامی کے موافق ہی ہوگا یہ ایک فضول توقع ہے؛ بلکہ اس کے لئے ضروری تھا کہ حکومتی عدالت سے ٹکراؤ اور مسلمانوں پر کسی طرح کے جبر کے بغیر ایسے نظام کی بنیاد ڈالی جائے، جہاں سے آپسی رضامندی سے مسلمانوں کے باہمی معاملات میں صحیح شرعی فیصلہ ہو سکے؛ چنانچہ علماء ہند نے کل ہند پیمانہ پر اس کام کو شروع کرنے کی تجویز بھی رکھی تھی؛ لیکن یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا تو مولانا ابوالحسن محمد سجاد علیہ الرحمہ (ناظم جمعیت علماء ہند) نے صوبائی پیمانہ پر بہار میں اس کام کو

(۱) سہ ماہی ”فکر اسلامی“ بہشتی کی خصوصی اشاعت معاصر فقہ اسلامی نمبر: ۳۷۹ (جولائی ۱۹۹۹ء)

شروع کیا اور ادارے شریعہ اور اس کے تحفظ و اہتمام قائم کیا اور اس کے تحفظ بہار، اڑیسہ، بھارت کھنڈ کے مسلمانوں کو ایک نظام کے تحفظ میں لایا کرنا آسان ہوا؛ لیکن ان سوہوں کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں یہ کام باضابطہ سے نہیں چل رہا تھا اور مسلمانوں کے ہاں اسی موافقت میں فیصلہ کے لئے دارالافتاء سے آگے کی کوئی چیز نہیں تھی، جس کے نتیجہ میں مسلمان حکومتی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتے اور اپنی بنیاد سے بھاری رقم خرچ کر کے اور لمبی مدت انتظار کرنے کے بعد بعض مرتبہ مخالف شریعت فیصلے حاصل کیا کرتے تھے، ایسے وقت میں ان علاقوں میں جمیہ کی طرف سے نظام قضاء قائم کرنے کی کوشش دراصل اکابر علماء ہند کے ضمیم خواب کو تعبیر دینے کے مترادف تھی؛ اس لئے طویل مدت اور انتہائی غور و فکر کے بعد تائیر سے سبھی مگر ادارہ کے اس اقدام کو بہت سراہا گیا۔

## دوسرا فقہی اجتماع

چنانچہ ادارہ کے دوسرے فقہی اجتماع (منعقدہ: ۲۸-۲۹ نومبر ۱۹۹۱ء، شیخ الہند ہال، دیوبند) کا عنوان ”اسلامی نظام قضاء اور ہندوستان“ رکھا گیا، جس میں درج ذیل تجاویز طے ہوئیں:

(الف) تجویز: بہ سلسلہ نظام قضاء اور ہندوستان:

ادارۃ المباحث الفقہیہ (جمیہ علماء ہند) کے زیر اہتمام فقہی اجتماع منعقدہ ۲۸-۲۹ نومبر ۱۹۹۱ء یہ فیصلہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے نظام قضاء کا وجود بے حد اہم ہے اور احکام خداوندی کے مطابق نزاعی معاملات میں فیصلے کے لئے ہر جگہ اس کا قیام مسلمانوں کے لئے فریضہ محکمہ ہے، جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق ہندوستان اور اس جیسے ممالک میں اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ مسلمانوں کے دین دار اور باب حل و عقد کی رضا سے



نظام قضاء کا اجراء کرے اور جب تک اس میں کامیابی نہ ہو تو فقہی اجتماع اس سے اتفاق کرتا ہے کہ مسلمانوں کے ارباب حل و عقد کی طرف سے قائم کردہ امارت کے ذریعہ امیر اپنی حیثیت کے مطابق قضاۃ کا تقرر کرے، جو تین قسم کے معاملات کے تصفیہ کے شرعاً مجاز ہوں گے؛ کیوں کہ قاضی کے دائرہ عمل کی تحدید فقہاء کی تصریحات کے مطابق درست ہے، وہ تین قسم کے معاملات یہ ہیں :

۱- وہ معاملات جن کے لئے قوت مجفیذ کی ضرورت نہیں، جیسے نکاح پڑھانا، رؤیت ہلال کا اعلان اور جمعہ و عیدین کا قیام وغیرہ۔

۲- وہ نزاعی معاملات جو پرسنل لا کے تحت تو نہیں آتے؛ البتہ ان میں حکم بنانا درست ہے، ایسے معاملات میں قاضی فریقین سے اسٹامپ پر فیصلہ کے تسلیم کرنے پر دستخط لے کر شرعی فیصلہ صادر کرے۔

۳- وہ معاملات جو پرسنل لا کے ذیل میں آتے ہیں، جیسے نسخ و تفریق وغیرہ؛ البتہ قاضی نسخ و تفریق کے مقدمات میں کم از کم دو علماء یا دو معاملہ فہم اور متدین مسلمانوں کو شریک کرے۔

(ب) تجویز: بہ سلسلہ قاضی بل :

غیر مسلم حکومت کی جانب سے مسلم قضاۃ کا تقرر راضی مسلمین کی صورت میں از روئے فقہ بالاتفاق درست ہے اور ہندوستان جیسے غیر اسلامی ممالک میں اسلامی نظام قضاء کے اجزاء کے



لئے حکومت سے تعاون لینا وقت کی اولین ضرورت ہے؛ اس لئے ارباب افتاء، اصحاب فکر و نظر علماء کا یہ فقہی اجتماع مسلمانان ہند سے اپیل کرتا ہے کہ وہ پرزور طریقہ پر حکومت سے مسلم قضاۃ کے تقرر کا مطالبہ کریں؛ تاکہ ہندوستان میں باقاعدہ اسلامی نظام جاری ہو سکے اور نہ صرف مسلم پرسنل لا؛ بلکہ دیگر نزاعات میں بھی اسلامی طریقہ پر فیصلے ہو سکیں۔ (۱)

### تیسرا فقہی اجتماع

اسی طرح ادارہ کا تیسرا فقہی اجتماع: ۷-۹ جولائی ۱۹۹۳ء کو امپالا ہوٹل مدراس میں ”شیرز و ایکسپورٹ“ کے عنوان سے منعقد ہوا، جس میں ایکسپورٹ و امپورٹ کے سلسلہ میں تجاویز طے ہوئیں اور شیرز کے سلسلہ میں مسئلہ کی تنقیح نہیں ہو سکی؛ اس لئے پانچ نفری کمیٹی مقرر کی گئی، جن میں دو ماہرین معاشیات اور تین علماء کرام کو شامل رکھا گیا، اس اجتماع میں ”طلاق ثلاثہ“ کے سلسلہ میں بھی تجاویز طے ہوئیں۔

### چوتھا فقہی اجتماع

ادارہ کا چوتھا اجتماع: ۱۷-۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ ۲۳-۲۵ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو ”دوسرے مسلک پر فتویٰ اور عمل کے حدود و شرائط“ کے عنوان سے منعقد ہوا، جس میں اکابر کے مقرر کردہ اصول کے مطابق بدرجہ مجبوری خاص حالات میں عدول کو درست قرار دیا گیا اور جہاں اجتماع ہوئی اور خود رائی کا شبہ ہو، وہاں اس کی حوصلہ شکنی کی گئی۔



## اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

### قیام کا پس منظر

اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اسلامی قوانین پوری انسانیت اور تمام زمانوں کے لئے ہے، زمانہ اپنے اندر تغیر کی کیفیت رکھتا ہے، ہمیشہ حالات بدلتے بدلتے رہتے ہیں اور ان تبدیلیوں کا اثر نہ صرف انسان کے خورد و نوش اور رہن سہن پر پڑتا ہے؛ بلکہ یہ پوری انسانی زندگی کو محیط ہوتا ہے، اس کا اثر انسان کی سوچ و فکر، انسان کے اخلاق و عادات، انسان کی معیشت و تجارت، حتیٰ کہ بعض عبادات کے طریقہ ادائیگی پر بھی پڑتا ہے، ایسے وقت میں زمانہ اور حالات کو سمجھتے ہوئے اسلامی قوانین کو ان پر منطبق کرنا اور حالات کے اس کشمکش میں انسانی زندگی کو منضبط کرنا اور مسلمانوں کی صحیح اسلامی خطوط پر رہنمائی کرنا علماء اسلام کی اہم اور بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ قوانین اسلامی کی تطبیق کا کام ایسی جامع شخصیت ہی کر سکتی ہے جس کی کتاب و سنت، فقہاء کے اجتماعی اقوال، قیاس کے اصول و مبادی، شریعت کے عمومی مصالح، احکام شرعیہ کے اغراض و مقاصد اور استنباط مسائل کے طریقوں پر گہری نظر ہو، نیز وہ زمانہ کی رمز شناس بھی ہو اور ورع و تقویٰ بھی اپنے اندر رکھتی ہو۔

ماضی میں ایسی بہت سی شخصیات پیدا ہوئیں، جنہوں نے اصول شریعت کی روشنی میں اپنے عہد کے مسائل و مشکلات کا حل پیش کیا اور مسلم معاشرہ میں ان کی آراء کو قبول عام حاصل ہوا، موجودہ زمانہ میں ایک طرف تو صنعتی اور معاشرتی انقلاب نے طرح طرح کے مسائل پیدا

کر دیئے اور مسلم معاشرہ کے لئے زندگی کے بیشتر میدانوں میں مشکلات کھڑی کر دی ہیں، دوسری طرف ایسی جامع شخصیت کا فقدان ہے، جن کو مطلوبہ تمام علوم پر بھی دسترس ہو اور ان کے ورع و تقویٰ پر بھی لوگوں کو ایسا اعتماد ہو کہ ان کا تنہا فتویٰ پورے معاشرہ کے لئے قابل قبول ہو جائے، ایسے وقت میں امت کے لئے تین راستے تھے: یا تو وہ خدا نخواستہ اسلامی تعلیمات سے بے نیاز ہو کر صنعتی اور اقتصادی انقلاب کو ہو بہو قبول کر لیں، یا مسلمان اپنے اپنے علاقہ کے معتبر سمجھے جانے والے علماء سے الگ الگ رہنمائی حاصل کریں اور الگ الگ لوگوں پر اعتماد کر کے الگ الگ راستوں پر چلیں اور تیسرا طریقہ یہ تھا کہ مسلمانوں کی دینی رہنمائی کے لئے اجتماعی غور و فکر کیا جائے اور اصول شریعت کی روشنی میں علماء کسی ایک فیصلہ پر متفق ہوں، جس پر پورے مسلم معاشرہ کا یکساں عمل ہو۔

ظاہر ہے کہ پہلا طریقہ تو کسی بھی طرح اور کسی بھی زمانہ میں اسلام کی نظر میں قابل قبول نہیں ہو سکتا، دوسرا طریقہ اختیار کرنے میں مسلمانوں کا شیرازہ بکھرسا جاتا ہے اور علمی انحطاط اور ورع و تقویٰ کی کمی کے زمانہ میں بعید نہیں کہ بعض مسلمانوں کو غلط رہنمائی بھی مل جائے؛ اس لئے تیسرا طریقہ ہی سب سے محفوظ طریقہ تھا، چنانچہ اسی پس منظر میں علماء نے اس بات پر توجہ دی کہ ہندوستان میں ایسی اجتماعی فکر کی بنیاد ڈالی جائے اور علماء و اصحاب دانش باہمی تبادلہ خیال کے ذریعہ ان مسائل و مشکلات کا ایسا حل نکالیں جو اصول شرع سے ہم آہنگ اور فکری شذوذ سے پاک ہو؛ تاکہ مسلمانوں کو صحیح اسلامی رہنمائی مل سکے اور مسلمان اپنے دینی معاملات میں منظم رہیں، اسی مقصد کے لئے ”اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا“ کی تشکیل عمل میں آئی۔

### سن قیام اور بانی

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی بنیاد ہندو بیرون ہند کے ممتاز فقیہ مولانا قاضی مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے ۱۹۸۹ء میں رکھی، جس کا صدر دفتر اوکھلانڈی دہلی میں ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی کی تشکیل کا بظاہر سبب یہ بنا کہ مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ ایک مرتبہ علماء کی دعوت پر افریقہ تشریف لے گئے، فقہ اسلامی کی عظیم شخصیت ہونے کی حیثیت سے

لوگوں نے آپ کے سامنے بہت سے فقہی مسائل رکھے اور آپ کے وہاں بہت سی ایسی چیزیں سامنے آئیں جو صنعتی اور معاشی انقلاب کی دین تھیں؛ چنانچہ آپ نے بہت سے سوالات کے فوری جوابات دے دیئے اور کچھ غور طلب سوالات لکھ کر لے آئے اور انھیں اجتماعی طور پر حل کرنے کی فکر پیدا ہوئی اور ۱۹۷۳ء میں جب حیدرآباد میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس کے موقع سے علماء کا اجتماع ہوا تو قاضی صاحب نے یہیں پر فقہی مسائل میں اجتماعی غور و فکر کے لئے ایک مجلس کے خاکہ پر مشورہ کیا اور ”مرکز الہمّ العلمی“ کا قیام عمل میں آیا، اس مرکز کے تحت خالص فقہی رسالہ ”سہ ماہی بحث و نظر“ جاری کیا گیا، جس کے ذریعہ علماء محققین اور مفتیان کرام میں نئے مسائل پر غور و فکر کے حوالہ سے بیداری پیدا ہوئی، قاضی صاحب نے نئے مسائل سے متعلق سوال ترتیب دے کر ملک کے مختلف علماء کے پاس تحقیق کے لئے بھیج دیا، پھر ایک فقہی سیمینار کی تجویز سامنے آئی اور انسٹی ٹیوٹ آف انجکٹیو کے تعاون سے ۱-۳ اپریل ۱۹۸۹ء کو دہلی ہمدرد یونیورسٹی کے ہال میں یہ سیمینار منعقد ہوا، اس سیمینار میں امت کے مسائل سے متعلق علماء کی فکر و دلچسپی اور باہمی احترام و اعتماد کے ساتھ اظہار رائے کو دیکھ کر ”مرکز الہمّ العلمی“ کے اراکین تاسیس نے مرکز کو مزید وسعت دیتے ہوئے ”مجمع الفقہ الاسلامی الہند“ (اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا) کی تشکیل کا فیصلہ کیا، اس طرح ۱۹۸۹ء کو اس کی بنیاد پڑی۔

بانی اکیڈمی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اکیڈمی کی ہیئت انتظامی میں توسیع کی گئی، تشکیل جدید عمل میں آئی، نیا دستور مرتب ہوا، باتفاق رائے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)، مولانا محمد سالم قاسمی (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند) اور مولانا سید نظام الدین (امیر شریعت بہار و اڑیسہ و جھارکھنڈ) کو سرپرست اور مولانا مفتی ظفر الدین مفتاحی (سیفتر مفتی دارالعلوم دیوبند) کو صدر اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کو جنرل سکرٹری منتخب کیا گیا، ان کے علاوہ چار نائب صدر منتخب ہوئے، مولانا محمد برہان الدین سنہلی، مولانا محمد رضوان القاسمی، مفتی اشرف علی باقوی اور مولانا بدر الحسن قاسمی، مولانا محمد رضوان القاسمی کی وفات کے بعد ان کی جگہ مولانا عبدالاحد ازہری کا بہ حیثیت نائب صدر اضافہ کیا گیا، پھر مزید ایک نائب

صدر کی حیثیت سے مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی منتخب ہوئے، اس طرح اس وقت اکیڈمی کے پانچ نائب صدر ہیں، اسی طرح تین سکریٹری منتخب ہوئے، مولانا عتیق احمد بستوی (سکریٹری برائے علمی امور)، مولانا عبید اللہ اسعدی (سکریٹری برائے سیمینار) اور مولانا امین عثمانی ندوی (سکریٹری برائے انتظامی امور) عہدہ داروں کے علاوہ ڈاکٹر منظور عالم (چیرمین انسٹی ٹیوٹ آف آنجکلیو اسٹیڈیز) مولانا زبیر احمد قاسمی (ناظم جامعہ اشرف العلوم کنہواں شمشہار) مولانا انیس الرحمن قاسمی (ناظم امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ و جھارکھنڈ) مولانا محمد قاسم مظفر پوری (سینئر قاضی بہار) مفتی احمد خان پوری (مفتی جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل) اور مفتی احمد دیولوی (مہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر) اکیڈمی کے اراکین میں ہیں، اکیڈمی کے ایک معزز رکن مولانا محمد مصطفیٰ مفتاحی کی وفات ہو چکی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت ملک میں جو دینی و ملی تنظیم و ادارے کام کر رہے ہیں، ان میں اکیڈمی کو اس اعتبار سے امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ اس کے تمام امور اجتماعی و شورائی طور پر انجام دیئے جاتے ہیں اور اس کی مجلس انتظامی ملک کے ممتاز اور صاحب نظر علماء و فقہاء پر مشتمل ہے اور ان میں سے ہر ایک فقہ و افتاء کے میدان میں نمایاں شمار کئے جاتے ہیں۔

## اکیڈمی کے بنیادی مقاصد

اسلام فقہ اکیڈمی کی بنیاد جن بلند اور اعلیٰ مقاصد کے تحت رکھی گئی ہے، وہ حسب

ذیل ہیں :

۱- قرآن و سنت، صحابہ کرام اور علماء سلف کے طریقے اور مقاصد شریعت کے اصول و ضوابط کے مطابق شرعی نقطہ نظر سے موجودہ عہد کی اقتصادی، معاشرتی، سیاسی اور صنعتی مشکلات کا حل تلاش کرنا۔

۲- فقہ اسلامی کے مصادر، اس کے قواعد و کلیات اور فقہی نظریات و تعبیرات کی تشریح

و تاویل اور موجودہ دور کے مطابق اسے منطبق کرنا۔

- ۳- فقہ اسلامی کو جدید اسلوب میں پیش کرنا۔
- ۴- عصری تقاضوں اور ضروریات و حاجات کی روشنی میں فقہی موضوعات کی تحقیق و دراسہ کا کام انجام دینا۔
- ۵- معاصر محققین و علماء اور دینی اداروں کی آراء و فتاویٰ کا حصول اور عام مسلمانوں کے استفادہ کے لئے ان کی اشاعت۔
- ۶- ملک و بیرون ملک کے فقہی اداروں سے رابطہ رکھنا، ان سے علمی معلومات و خیالات کا تبادلہ کرنا اور ان کے فتاویٰ و قضایا کو علماء ہند تک پہنچانا۔
- ۷- علماء ہند کے بعض فتاویٰ و آراء کو جمع کرنا اور انہیں دیگر زبانوں میں منتقل کرنا؛ تاکہ ان کا نقطہ نظر دوسرے اہل علم تک پہنچ سکے۔
- ۸- اسلام کے قوانین و احکام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہیں ان کا ازالہ کرنا اور اس سلسلہ میں صحیح نقطہ نظر پیش کرنا۔
- ۹- علماء اور خاص کر ممتاز نوجوان فضلاء کی حوصلہ افزائی کرنا؛ تاکہ ان کے اندر بھی تحقیق و جستجو کا جذبہ پروان چڑھے اور تجربہ کار علماء کے ساتھ ان کا اجتماع رکھنا؛ تاکہ وہ ان کے علم و تجربہ سے فائدہ اٹھائیں۔
- ۱۰- فقہی مخطوطات جو اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے ہیں، ان پر تحقیق و تطبیق کا کام کروانا اور انہیں شائع کرنا وغیرہ۔

### اکیڈمی کے کام کا نہج اور دیگر فقہی اداروں سے اس کا امتیاز

عام طور سے فقہی اداروں میں جب نئے مسائل میں شرعی رہنمائی کے لئے مسلمانوں کا ”زُجوع“ ہوتا ہے، تب یہ ادارے اپنے ملک کے ”اساتذہ فقہ“ کو بلا کر ان سے رائے لیتے ہیں اور آپسی بحث و مباحثہ کے بعد کسی ایک نکتہ پر جمع ہونے کی کوشش کرتے ہیں؛ لیکن اسلامک فقہ اکیڈمی کا نہج ان اداروں سے کچھ مختلف ہے اور یہی اس کا امتیاز ہے؛ چنانچہ موجودہ حالات میں جو بھی فقہی اور شرعی مسائل پیدا ہوتے ہیں، اکیڈمی کسی کے ”زُجوع“ ہونے کا انتظار کئے بغیر فوراً

ان کے حل کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اس کے لئے اکیڈمی حسب ذیل طریقے اپناتی ہے :

- ۱- سب سے پہلے اکیڈمی صورتِ مسئلہ کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے اس میدان کے ماہرین کو مدعو کرتی ہے، جو علماء کی جماعت کے سامنے مسئلہ کی صورت کو واضح کرتے ہیں؛ تاکہ اس سلسلہ میں شرعی احکام کی رہنمائی میں علماء کو آسانی ہو اور کسی غلط فہمی پر مسئلہ کی بنیاد نہ پڑے۔
- ۲- اکیڈمی علماء اور طلبہ کے لئے تربیتی پروگرام رکھتی ہے اور صورتِ مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر شرعی نقطہ نظر سے غور و فکر کی دعوت دیتی ہے اور اس کے لئے رجال کا رتیار کرتی ہے۔
- ۳- نئے مسائل کے مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے اکیڈمی ان مسائل کے متعلق سوالات ترتیب دیتی ہے اور مختلف مسلکوں اور اداروں سے تعلق رکھنے والے علماء اور اربابِ افتاء کے پاس انھیں بھیجتی ہے؛ تاکہ اصولِ شریعت اور فقہی جزئیات کی روشنی میں علماء ان مسائل کی تحقیق و جستجو کریں۔

۴- نئے مسائل پر تحقیق و جستجو کرنے والے اور اکیڈمی کے مرتب کردہ سوالات کا جواب لکھنے والے علماء کو اکیڈمی ایک جگہ جمع کرتی ہے، جن میں ہر مسلک کی نمائندگی ہوتی ہے؛ تاکہ اکیڈمی سے منظور شدہ تجاویز تمام مسلک کے مسلمانوں کے لئے قابلِ اعتماد اور قابلِ عمل ہو سکے اور ہر عمر کے علماء کو شامل کیا جاتا ہے؛ تاکہ سینئر اور جونیئر کے درمیان خلا نہ رہے؛ بلکہ سینئر علماء سے براہِ راست استفادہ کر کے اور ان کے تجربات سے فائدہ اٹھا کر ہر دور میں نئے مسائل کے حل کے لئے تربیت یافتہ افراد مہیا ہو سکیں، اس اجتماع میں علماء کے درمیان بحث و مباحثہ کے بعد کسی ایک نکتہ پر پہنچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

- ۵- ان مسائل کے سلسلہ میں لکھے گئے علماء کے تحقیقی مقالات اور اس اجتماع (سیمینار) میں منظور شدہ تجاویز کو اکیڈمی مختلف اخبارات و رسائل میں بھیجتی اور کتابی شکل میں چھاپتی ہے؛ تاکہ مسلمانوں کو ان مسائل میں صحیح راہ عمل مل سکے اور مسلمان اپنے تمام معاملات میں شریعت کے احکام پر چل کر منظم زندگی گزار سکیں۔ (۱)

(۱) دیکھیے: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا۔ تعارف، کا کردگی اور طریقہ کار: ۸



## اکیڈمی کی عالمی شہرت اور لوگوں کا اعتماد

نئے مسائل کے حل میں اکیڈمی کی محفوظ اور کامیاب کوشش کی وجہ سے نہ صرف ہندوستان میں اسے سراہا گیا؛ بلکہ عالم اسلام میں بھی اس کو بڑی مقبولیت و شہرت حاصل ہوئی اور اس کی تجاویز پر اعتماد کیا گیا؛ چنانچہ مدینہ یونیورسٹی میں کلیۃ الشریعہ کے باحث استاذ ڈاکٹر محمد بن حسین الجبزی نے اپنی کتاب ”فقہ النوازل“ میں اکیڈمی کے تجاویز و فیصلے کا اہمیت کے ساتھ ذکر کیا ہے، ڈاکٹر خالد حسین الخالد نے اپنی کتاب ”الاجتہاد الجماعی فی الفقہ الاسلامی“ میں اکیڈمی کی تجاویز کا تذکرہ کیا ہے، اسی طرح ڈاکٹر احمد السہمی نے بھی اکیڈمی کے فیصلوں کو اپنے مقالہ میں جگہ دی ہے۔

اکیڈمی کی اس شہرت و مقبولیت اور اس کے طریقہ کار اور کوششوں کو دیکھتے ہوئے علماء اسلام نے اسے بڑی تحسین کی نگاہوں سے دیکھا ہے، چنانچہ مولانا محمد تقی عثمانی (پاکستان) اکیڈمی کے ایک سیمینار میں شرکت کے بعد اپنے تاثراتی کلمات میں فرماتے ہیں :

آج اس محفل میں شرکت کرنے کے بعد ہندوستان کے علماء اور علم و فضل کے پیکر حضرات سے ملاقات کر کے اس بات کا اندازہ ہو رہا ہے کہ انھوں نے ”اکیڈمی“ کو قائم کر کے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، اکیڈمی کے اغراض و مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ اس اکیڈمی کا قیام جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کی تعمیل ہے۔

مولانا محمد رفیع عثمانی (پاکستان) فرماتے ہیں :

مجھے بے انتہا ”مسرت“ بھی ہے اور کسی قدر ”حسرت“ بھی، مسرت اس بات کی کہ ہندوستان کے علماء نے وہ عظیم الشان کام شروع کیا ہے، جس کی پورے علماء کو اور اقلیت والے ملکوں کو شدید ضرورت ہے اور حسرت یہ ہے کہ ہم پاکستان میں



ہونے کے باوجود منظم اور بڑے پیمانہ پر یہ کام شروع نہیں کر سکے، فقہ اکیڈمی نے بڑا اہم قدم اٹھایا ہے، مدت سے اس کا انتظار تھا۔

ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ زحیلی (دمشق) فرماتے ہیں :

مجمع الفقہ الاسلامی الہند کا قیام برصغیر ہند وغیرہ میں ایک ممتاز اسلامی تہذیبی علامت کی حیثیت رکھتا ہے، اسلامی، علمی اور اتحادی خدمت کی انجام دہی میں اکیڈمی ہمہ تن مصروف ہے۔

ڈاکٹر خالد مذکور (کویت) فرماتے ہیں :

اس کی حیثیت ہندوستان میں جدید مسائل کے حل کے سلسلہ میں مرجع کی ہے..... میں نے برصغیر میں ہوئے سیمیناروں میں اسے سب سے بہتر پایا۔

ڈاکٹر علی الجمعہ (مفتی اعظم جمہوریہ مصر) فرماتے ہیں :

اسلام کو ہمیشہ نئے مسائل سے سابقہ ہے اور ان کے حل کے لئے اس جیسے ادارہ کی اشد ضرورت ہے، اجتماعی غور و فکر، نئے مسائل کا حل اور مختلف مکاتب فکر کے درمیان اختلاف کے باوجود اسلامی وحدت اکیڈمی کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔

ڈاکٹر جمال برزنجی فرماتے ہیں :

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) ہندوستان میں علماء و فقہاء کے درمیان وحدت و اتصال اور اجتماعی اجتہاد کی راہ میں مؤثر کردار ادا کر رہی ہے۔

ڈاکٹر فتح ملکاوی (المعبد العالی للفقہ الاسلامی) لکھتے ہیں :

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) ہندوستان

میں عمومی اسلامی نظریات کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر رہی ہے، نیز علماء و فقہاء کے آپسی تعلقات کو مستحکم کرنا، اجتماعی اجتہاد کی کوشش کرنا اور نئے مسائل کا حتی الامکان حل تلاش کرنا اس کے ایجنڈے میں شامل ہے۔

اسی طرح مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی، امیر شریعت رابع بہار واڑیہ و جھارکھنڈ مولانا سید منت اللہ رحمانی، مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) مولانا سراج الحسن (سابق امیر جامعہ اسلامی ہند) اور مولانا کا کا سعید احمد عمری (جامعہ دارالسلام عمر آباد، تمل ناڈو) وغیرہ نے بھی اکیڈمی کے سلسلہ میں اپنے اچھے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

## اکیڈمی کی علمی و فقہی خدمات

اکیڈمی کی خدمات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

### (الف) تربیتی و رکشاپ

اکیڈمی کی خدمت کا پہلا حصہ اس کے تحت منعقد کئے گئے تربیتی و رکشاپ کا ہے، اس میں فقہ کے اساتذہ اور منتہی طلبہ کی تربیت کے لئے مختلف محاضریں کو مدعو کیا جاتا ہے، اب تک اکیڈمی کے تحت بیسیوں ورکشاپ ہو چکے ہیں، جن میں ڈاکٹر صلاح الدین سلطان (مستشار شرعی مجلس شئون اسلامیہ بحرین و استاذ کلیۃ الشریعہ جامعہ قاہرہ)، ڈاکٹر جابر علوانی، جمال الدین عطیہ، ڈاکٹر جاسر عودہ (لندن) ڈاکٹر عمر حسن کا سولے (برونائی) ڈاکٹر محمد محمد انور الشلی مولانا رابع حسنی ندوی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، ڈاکٹر اجتہاد ندوی، ڈاکٹر شدید البشری (سعودی عرب) مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا بدر الحسن قاسمی (وزارت اوقاف کویت) اور عبدالرشید اگوان (دہلی) وغیرہ کے محاضرات ہوئے۔

اب تک جن موضوعات پر محاضرات اور تربیتی ورکشاپ ہوئے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں : جدید طبی مسائل، مقاصد شریعت — بحیثیت فن، اجتہاد مقاصدی — ضرورت

اور تقاضے، مسلم اقلیتوں کی حقیقی مشکلات اور مقاصد شریعت کی روشنی میں ان کا حل، نئے مسائل میں مقاصد کا استعمال، فقہ مال — تعریف و تجزیہ، اسلامی مذاہب کے مابین قرب و اتصال — ماضی و حال کے آئینہ میں، نص اور اجتہاد شریعت اسلامی کی روشنی میں، اسلام اور قانون میں آزادی کا تصور، رخصت اور عزیمت کے درمیان فقہ الاقلیات، اصول فقہ کی تدریس کا طریقہ وغیرہ۔

### (ب) فقہی سیمینار

اکیڈمی کی خدمت کا دوسرا پہلو اس کا فقہی سیمینار ہے، اب تک اکیڈمی کے تحت ۱۹ سیمینار ہو چکے ہیں، ان سیمیناروں میں جن موضوعات پر بحث و مباحثہ اور غور و فکر کیا گیا ان میں سے چند یہ ہیں: پگڑی کی شرعی حیثیت، اعضاء کی پیوند کاری، ضبط ولادت، بینک انٹرسٹ، اسلامی بینک کاری، حقوق کی خرید و فروخت، ہندوستان کے پس منظر میں انشورنس کا حکم، اموال مدرسہ پر زکوٰۃ، ہیرے جواہرات پر زکوٰۃ، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ، عشری و خراجی اراضی، مکھانہ، مچھلی اور ریشم میں عشر، مشینی ذبیحہ، شیراز اور ان کی خرید و فروخت، کلوننگ، حالت نشہ کی طلاق، جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ عقود و معاملات، جلاٹین کا حکم، الکحل کا حکم، جینک ٹسٹ اور اس سے مربوط فقہی مسائل، بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ، ڈی این اے ٹسٹ کی شرعی حیثیت، یوتھنیز یا کا حکم، نیٹ ورک مارکیٹنگ خواتین کی ملازمت وغیرہ۔

ان سیمیناروں میں ہندوستان کے علماء کے علاوہ پاکستان، بنگلہ دیش، ایران، سعودی عرب، عراق، مصر، کویت، یمن، برونائی اور برطانیہ کے مفکرین و علماء کی بھی شرکت ہوتی رہی ہے۔

### (ج) فقہی لٹریچر کی طباعت

اسلامک فقہ اکیڈمی کی خدمت کا ایک تیسرا پہلو فقہی لٹریچر کی طباعت و اشاعت اور عام افادہ کے لئے فقہی مواد کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا ہے، چنانچہ اب تک ایک

درجن عربی کتابوں کا اکیڈمی نے اُردو زبان میں ترجمہ پیش کیا ہے اور ایک درجن سے زائد کتابوں کو اُردو سے عربی میں منتقل کیا ہے، اس کے علاوہ سات کتابوں کا انگریزی میں، چار کتابوں کا ہندی میں، ایک کتاب کا فارسی میں اور ایک کتاب کا ملیالم میں ترجمہ کیا ہے اور کل کتابیں جواب تک اکیڈمی سے شائع ہو چکی ہیں ان کی تعداد پچاس سے زائد ہے اور اکیڈمی کی حالیہ سب سے بڑی خدمت موسوعہ فقہیہ کا اُردو ترجمہ ہے، جسے وزارت اوقاف کویت نے عالم اسلام کے ممتاز فقہاء کے ذریعہ ۱۹۶۷ء میں ۴۵ جلدوں میں مکمل کیا تھا، اکیڈمی نے اس کا ترجمہ نہایت ہی اہتمام سے کروایا ہے، جس کی طباعت بہت جلد متوقع ہے۔



## دارالافتاء مدرسہ قاسمیہ شاہی مراد آباد

### سن قیام اور پہلے مفتی

مدارس اسلامیہ کا مقصد اصلی شریعت اسلامی کی ترویج و اشاعت، مسلمانوں کی شرعی رہنمائی اور اس کے لئے افراد کار کی تیاری ہوتی ہے، چنانچہ عموماً مدارس میں شرعی رہنمائی کرنے والے افراد (علماء) تیار کرنے کے ساتھ براہ راست عوام کی بھی شرعی رہنمائی کی جاتی ہے، کبھی تو اس پہلو پر باضابطہ توجہ دی جاتی ہے اور شروع ہی سے اس کام کے لئے دارالافتاء قائم کر دیا جاتا ہے اور کبھی یہ کام ضمناً ہوتا ہے۔

مدرسہ شاہی میں یوں تو اس کے قیام کے زمانہ سے ہی زبانی اور لکھ کر لوگوں کی شرعی رہنمائی کی جاتی رہی ہے؛ مگر یہاں کے اولین صدر مدرس مولانا احمد حسن امروہوی (وفات: ۱۳۳۰ھ) اور مولانا سید فخر الدین احمد (وفات: ۱۳۹۲ھ) کے شروع زمانہ تک باضابطہ ”دارالافتاء“ کے نام سے کوئی شعبہ، یا ”مفتی“ کے عنوان سے کوئی عہدہ نہیں تھا؛ بلکہ صدر مدرس ہی دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ اس خدمت کو بھی انجام دیا کرتے تھے۔ (۱)

۱۳۴۲ھ میں جب استفتاء کی آمد زیادہ ہو گئی اور صدر مدرس کو اپنی دوسری ذمہ داریوں کے ساتھ کارِ افتاء میں دشواری ہونے لگی تو باضابطہ دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا، جس کے پہلے مفتی کی حیثیت سے مفتی مصلح الدین عمروی کو مقرر کیا گیا؛ چنانچہ مدرسہ کے مہتمم حاجی مرتضیٰ علی ۱۳۵۰ھ کی روداد میں لکھتے ہیں:

(۱) ماہنامہ ”ندائے شاہی“ تاریخ شاہی نمبر: ۱۷۰، دسمبر ۱۹۹۲ء

ضرورت تھی کہ اتنی بڑی درسگاہ میں فتاویٰ نویسی کا سلسلہ بھی باقاعدہ قائم کیا جائے؛ چنانچہ جناب مولانا مصلح الدین صاحب کو اس شعبہ کا ذمہ دار بنایا گیا اور بحمد اللہ ۱۳۴۲ھ سے ۱۳۵۰ھ تک جن فتاویٰ کا اندراج باقاعدہ دارالافتاء کے رجسٹروں میں ہوا، ان کی تعداد ۳۷۹ ہے، یہ واضح کر دینا مناسب ہوگا کہ فرائض کے متعلق فتاویٰ کی تعداد ان کے علاوہ ہے، ان کی تعداد بھی بحمد اللہ ۴۰۶ تک پہنچ چکی ہے۔ (۱)

### دارالافتاء میں کام کرنے والی شخصیات

مدرسہ شاہی کے دارالافتاء میں اب تک دس مفتیان کرام نے کام کیا ہے اور ہنوز دو مفتیان عظام اس شعبہ میں خدمت انجام دے رہے ہیں، ذیل میں یہاں کام کرنے والے مفتیان کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے :

#### ۱۔ مفتی مصلح الدین

آپ ضلع مراد آباد کے ”عمری کلاں“ نامی قصبہ کے رہنے والے تھے، آپ کے والد کا نام حکیم انظر الدین تھا، ۱۳۴۱ھ میں آپ نے مدرسہ شاہی میں دورہ حدیث کی تکمیل فرمائی، ۱۳۴۲ھ میں شعبہ افتاء قائم ہوا تو آپ کو پہلا معین مفتی اور مدرس مقرر کیا گیا، ۱۳۵۱ھ میں آپ کو معین مفتی کے بجائے باقاعدہ مفتی بنادیا گیا۔ ۱۳۵۵ھ تک آپ اس عہدے پر فائز رہے، ۱۳۵۵ھ میں اپنی معاشی ضرورت کی بنیاد پر مدرسے سے مستعفی ہو کر حیدر آباد چلے آئے، مدتوں یہاں تدریس و افتاء کی خدمت انجام دی، اخیر عمر میں بینائی کمزور ہو جانے کی وجہ سے گھر تشریف لے گئے اور وہیں آپ کی وفات ہوئی، ۱۳۵۰ھ تک لکھے گئے آپ کے فتاویٰ کی تعداد (۷۹۵) ہے جو مدرسہ شاہی میں محفوظ ہیں۔

## ۲۔ مفتی محمد میاں دیوبندی

۱۳۲۱ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی، والد کا نام منظور علی تھا، ۱۳۴۲ھ میں دارالعلوم دیوبند سے آپ فارغ ہوئے، فراغت کے بعد کچھ دنوں مدرسہ حنفیہ آرہ شاہ آباد (بہار) میں مدرس رہے، ۱۳۴۷ھ میں مدرسہ شاہی میں تدریس کے لئے تقرر ہوا، ۱۳۵۸ھ میں تدریس کے ساتھ افتاء کی ذمہ داری بھی دی گئی، ۱۳۶۶ھ تک آپ نے (۲۵۸) فتاویٰ تحریر کئے، ۱۳۶۶ھ میں جمعیتہ علماء ہند کے عہدہ نظامت پر فائز ہوئے، اس کے بعد مدرسہ شاہی سے رسمی تعلق منقطع ہو گیا، جمعیتہ علماء کے کاموں کے ساتھ ۱۹۶۲ء میں مدرسہ امینیہ کے شیخ الحدیث اور مفتی بھی مقرر ہوئے اور تاحیات یہ دونوں خدمات بھی انجام دیں، ۱۶ شوال ۱۳۹۵ھ ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو آپ نے دہلی میں وفات پائی۔

## ۳۔ مولانا عجب نور پاکستانی

۱۳۰۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ کا وطن اصلی ”بنوں“ صوبہ سرحد پاکستان تھا، ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کر کے ریاست ٹونک مولانا عبدالسلام قندھاری کی خدمت میں گئے، ۱۳۲۵ھ میں وہاں سے سند تکمیل حاصل کی، شوال ۱۳۴۰ھ میں مدرسہ شاہی میں علیا کی تدریس کے لئے آپ کا تقرر ہوا، آپ شیخ المنطق والفلسفہ کہلاتے تھے، دیگر استفاء کے ساتھ خاص کفرائض کے جواب آپ ہی لکھتے تھے، تقسیم ہند کے بعد ۱۳۷۰ھ میں وطن واپس چلے گئے اور وہیں ایک مدرسہ معراج العلوم کے نام سے قائم کیا، اخیر عمر تک وہیں رہے، ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ کو وفات پائی۔

## ۴۔ مفتی حامد میاں دیوبندی

۱۳۴۵ھ، دسمبر ۱۹۲۶ء میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ مفتی محمد میاں صاحب دیوبندی کے خلف اکبر ہیں، والد صاحب کے ساتھ مدرسہ شاہی میں رہتے تھے، متوسطات تک کی تعلیم

یہیں ہوئی، ۱۳۶۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے بخاری اور ترمذی پڑھ کر فراغت حاصل کی، ۱۳۶۷ھ میں مدرسہ شاہی کے دارالافتاء میں نائب مفتی کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا، ۱۳۷۰ھ تک آپ یہاں رہے، پھر لاہور (پاکستان) منتقل ہو گئے، وہاں رام گلی (لاہور) میں احیاء العلوم کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا، ۱۳۷۵ھ میں جامعہ مدنیہ (کریم پارک، لاہور) کی بنیاد ڈالی اور وہاں کے مہتمم و شیخ الحدیث رہے، ملکی سیاست میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے، تاحیات جمعیت علماء اسلام (پاکستان) کے مرکزی امیر بھی رہے، رجب ۱۴۰۸ھ میں وفات پائی۔

## ۵۔ مفتی سید واحد رضا مراد آبادی

۱۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء م ۱۳۲۰ھ کو قاضی ٹولہ مراد آباد میں آپ کی پیدائش ہوئی، آپ کے والد کا نام سید حامد رضا تھا، آپ کی پوری تعلیم مدرسہ شاہی میں ہی ہوئی، ۱۳۴۷ھ میں تعلیم سے فارغ ہوئے تو معین مدرس کے طور پر یہیں خدمت کے لئے رکھ لیا گیا، ۱۳۵۱ھ میں باقاعدہ مدرس کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا، مولانا عجب نور اور مولانا حامد میاں کے پاکستان چلے جانے کے بعد ۱۳۷۲ھ میں آپ کو یہاں کا مفتی بنایا گیا، آپ کے پاس فتاویٰ کی بڑی کثرت رہا کرتی تھی، ۱۳۸۲ھ تک جن فتاویٰ کو محفوظ رکھا جاسکا ان کی تعداد ایک ہزار ایک سو دس (۱۱۱۰) ہے، ۱۳۹۲ھ میں افتاء کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے؛ لیکن تدریسی خدمت انجام دیتے رہے، یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ میں پیرانہ سالی کی وجہ سے صرف ایک وقت مدرسہ حاضری کی سہولت دی گئی، پھر ضعف بڑھ جانے کی وجہ سے شوال ۱۴۰۲ھ میں آپ کو نصف تنخواہ پر پنشن دی گئی، ۲۸ رزی قعدہ ۱۴۰۷ھ میں وفات ہوئی۔

## ۶۔ مفتی اختر شاہ سنبھلی

آپ کی ولادت سرائے ترین تحصیل سنبھل، ضلع مراد آباد میں ہوئی، ابتدائی تعلیم مدرسہ شمس العلوم سرائے ترین میں ہوئی، ۱۳۶۹ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی،



فراغت کے بعد غازی آباد میں مدرس ہوئے، پھر معہد ملت مالگاؤں میں صدر مدرس بنائے گئے، ایک سال بعد وہاں دورہ حدیث کی شروعات ہوئی تو آپ کو شیخ الحدیث بنایا گیا، ۱۳۷۹ھ میں والد صاحب کی سخت علالت کی وجہ سے وطن واپس آ گئے، ۱۳۸۰ھ میں مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں مدرس ہوئے، ایک سال بعد وہاں بھی آپ کو شیخ الحدیث بنایا گیا، شعبان ۱۳۸۳ھ میں وہاں سے مستعفی ہو گئے اور مدرسہ شاہی میں علیا کے مدرس مقرر ہوئے، ۱۳۸۲ھ میں آپ کو مفتی مقرر یا گیا، دارالافتاء کی ذمہ داریوں کے ساتھ ترمذی شریف کے اسباق بھی آپ سے متعلق رہے، ۴ رزی الحجہ ۱۳۸۸ھ ۲۲ فروری ۱۹۶۹ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

### ۷۔ مفتی عبدالرحمن مراد آبادی

۱۳۳۳ھ ۱۹۱۴ء میں قصبہ پچھرا یوں مراد آباد میں آپ کی پیدائش ہوئی، آپ کے والد کا نام حافظ محمد ادریس تھا، ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی، ۱۳۴۶ھ میں دارالعلوم دیوبند آئے، حضرت مدنی سے کتب حدیث پڑھ کر ۱۳۵۴ھ میں سند فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد مدرسہ عباسیہ پچھرا یوں میں مدرس مقرر ہوئے، طویل عرصہ آپ نے وہاں بخاری کا بھی درس دیا، ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء میں دارالعلوم چلہ امروہہ میں صدر مدرس و شیخ الحدیث مقرر ہوئے، ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء میں مدرسہ شاہی کے مسند افتاء و تدریس پر رونق افروز ہوئے، قعدہ ۱۳۸۸ھ کو وہاں سے مستعفی ہو کر مدرسہ شاہی کے مسند افتاء و تدریس پر رونق افروز ہوئے، افتاء کے ساتھ ترمذی شریف کا درس بھی آپ سے متعلق رہا، چند سال آپ نے بخاری جلد ثانی اور مسلم شریف کا بھی درس دیا، ۱۰ اشوال ۱۴۰۳ھ ۲۱ جولائی ۱۹۸۳ء جمعرات کو آپ کی وفات ہوئی، آپ کے اس چودہ سالہ زندگی میں دیئے گئے فتاویٰ میں سے چار ہزار ایک سو بہتر (۴۱۷۲) فتاویٰ محفوظ ہیں۔

### ۸۔ مفتی محمد یحییٰ در بھنگوی

آپ ”رتن پورہ“ ضلع در بھنگہ بہار کے رہنے والے ہیں، ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں اور مدرسہ امدادیہ در بھنگہ میں حاصل کی، دارالعلوم دیوبند سے آپ کی فراغت ہوئی، مفتی

عبدالرحمن کے وصال کے بعد ۱۴۰۳ھ میں مدرسہ شامی کے دارالافتاء میں مفتی کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا، افتاء کے علاوہ ترمذی وغیرہ کے اسباق بھی آپ سے متعلق رہے، ۱۴۰۴ھ میں آپ یہاں سے مستعفی ہو گئے اور دارالعلوم حیدرآباد آ گئے، یہاں افتاء اور تدریس کے لئے آپ کا تقرر ہوا، اس وقت ضعف اور پیرانی سالی کی وجہ سے گھر میں ہی رہتے ہیں، مدرسہ شامی میں ایک سال کی مدت میں آپ نے چار سو چون (۴۵۴) فتاویٰ لکھے۔

### ۹۔ مفتی ریاض الدین میرٹھی

آپ کی فراغت ۱۴۰۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے ہوئی، پھر ۱۴۰۲ھ میں مظاہر علوم سہانپور سے بھی علوم حدیث کی تکمیل کی اور مزید ایک سال وہیں مفتی محمود حسن گنگوہی کی خدمت میں رہ کر افتاء کی مشق کی، ۱۴۰۴ھ کو مدرسہ شامی میں افتاء و تدریس کے لئے آپ کا تقرر ہوا، ۱۴۰۵ھ میں بعض عوارض کی بنا پر مدرسہ سے آپ کی علاحدگی ہو گئی، ۲۶ جنوری ۱۹۹۰ء کو آپ کسی کام سے غازی آباد تشریف لے جا رہے تھے کہ وہاں ایک فرقہ دارانہ فساد میں فسادی غنڈوں نے آپ کو شہید کر دیا، آپ کی نعش بھی دستیاب نہیں ہو سکی، مدرسہ شامی میں آپ نے (۳۴۱) فتاویٰ تحریر کئے۔

### ۱۰۔ مفتی عبدالوہاب سہارنپوری

مفتی ریاض الدین صاحب کی علاحدگی کے بعد فوری کوئی ماہر مفتی نہیں مل سکا، اس لئے ”افتاء کمیٹی“ بنادی گئی، جس میں مفتی عبدالوہاب، استاذ محترم مولانا شبیر احمد باغوں دہلی (جو بعد میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہوئے) اور مولانا عبدالسلام صاحب مظفرنگر (ناظم تعلیمات مدرسہ شامی) شامل تھے، اس کمیٹی نے ۱۴۰۵ھ سے ۱۴۰۷ھ تک (۵۷۱) فتاویٰ جاری کئے، جن میں بیشتر (۴۷۴) فتاویٰ مفتی عبدالوہاب صاحب کے تحریر کردہ ہیں، مفتی عبدالوہاب صاحب سہارنپور کے رہنے والے تھے، ۱۳۹۲ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد کچھ دنوں افریقہ اور کچھ دنوں مدرسہ رحمانہ ٹائڈہ بادی میں مدرس

رہے، ۱۴۰۲ھ میں مدرسہ شاہی میں تدریس کے لئے تقرری ہوئی، ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ میں مدرسہ شاہی سے مستعفی ہو کر حیدرآباد چلے آئے، پھر افریقہ کے ایک دوسرے مدرسہ میں آپ کی تقرری ہوئی اور وہیں قیام کے دوران دسمبر ۱۹۹۱ء میں کارحاشہ میں وفات ہوئی۔

## ۱۱۔ مفتی شبیر احمد قاسمی

۲۳ شعبان ۱۴۰۷ھ سے اس شعبہ میں مفتی شبیر احمد قاسمی کو خدمت کے لئے رکھا گیا جو تاہنوز خدمت انجام دے رہے ہیں، آپ کے حالات ”موجودہ فقہی شخصیات“ کے تحت مستقل ذکر کئے جائیں گے۔

## ۱۲۔ مفتی محمد سلمان منصور پوری

شوال ۱۴۱۰ھ میں آپ کو دارالافتاء میں نائب مفتی کی حیثیت سے رکھا گیا، آپ بھی تاہنوز اس خدمت میں مصروف ہیں اور آپ کے بھی تفصیلی حالات ”موجودہ فقہی شخصیات“ کے تحت ذکر کئے جائیں گے۔

## ترتیب فتاویٰ

۱۴۱۰ھ سے ترتیب فتاویٰ کا کام بھی باقاعدہ شروع کر دیا گیا، یہ خدمت دارالافتاء کے نائب مفتی مولانا محمد سلمان منصور پوری، مولانا کلیم اللہ سیتا پوری کے تعاون سے انجام دے رہے ہیں، مفتی محمد میاں کے فتاویٰ کی ترتیب و تحشیہ کا کام بہت پہلے ہو چکا ہے، اب دیگر مفتیان کے فتاویٰ کی ترتیب کا کام چل رہا ہے۔

## شعبہ تمرین افتاء

مدرسہ شاہی میں تربیت افتاء کا کام بھی بڑی خوبی کے ساتھ چل رہا ہے، ۱۳۹۰ھ میں مفتی عبدالرحمن کے زمانہ میں اس شعبہ کا آغاز ہوا، جس میں ذی استعداد اور معیاری فضلاء کے داخلہ کا سلسلہ جاری ہوا اور مفتی شبیر احمد قاسمی اور مفتی محمد سلمان منصور پوری کی آمد کے بعد اس

میں اور بھی باضابطگی آئی اور فضلاء کا رجوع اور بھی بڑھ گیا، ۱۳۱۳ھ کی رپورٹ کے مطابق بیس سالوں میں کل (۱۳۳) فضلاء نے یہاں سے سند افتاء حاصل کی اور مختلف علاقوں میں لوگوں کی شرعی رہنمائی میں مشغول ہوئے، اب اس شعبہ کی عمر چالیس سال کے قریب ہو چکی ہے اور تربیت پانے والوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔



باز

## المعهد العالي للتدريب في القضاء والافتاء، پٹنہ

### معهد کے قیام کا پس منظر

مسلمانوں میں اجتماعیت پیدا کرنا اور شریعت اسلامی سے انھیں جوڑے رکھنا ہمدردانِ ملت کا فریضہ ہے؛ چنانچہ جب ہندوستان سے مسلم حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور حکومتی سطح پر احکام اسلام کے اجراء اور نفاذ کا کام رُک گیا، جس کی وجہ سے مسلم قوم تسبیح کے دانوں کی طرح بکھرنے لگی تو اُمت کا درد رکھنے والے علماء بے چین ہو گئے اور طرح طرح کی تحریکوں کے ذریعہ اس ہلاکت خیز سیلاب پر بند لگانے کی کوشش کرنے لگے، بعض علماء نے آزادی کی تحریک شروع کی اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اس تحریک کو فروغ دیا اور بعض علماء ”تحریک خلافت“ سے وابستہ ہوئے اور اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے تگ و دو کرتے رہے؛ لیکن چوں کہ ان تحریکوں کی کامیابی کے لئے مخالف طاقت کو مات دینا اور اپنی طاقت کا لوہا منوانا ضروری تھا، جس میں کچھ تو مخالف طاقتوں کی شاطرانہ عیاری کی وجہ سے اور کچھ اپنوں کی نادانی کی وجہ سے کامیابی نہیں مل سکی، ایسے وقت میں مسلمانوں کے لئے ایک ہی راہ تھی، جس میں خارجی کوئی رکاوٹ نہیں تھی، وہ یہ کہ مسلمان اپنے طور پر اجتماعیت پیدا کریں، اپنے لئے ایک قائد اور امیر مقرر کر لیں اور اپنے مذہبی معاملات میں ان کی اطاعت کریں، چنانچہ علماء نے کل ہند پیمانہ پر اس تحریک کو شروع کرنے کا ارادہ کیا؛ لیکن بعض وجوہ سے یہ کام کل ہند پیمانہ پر نہیں ہو سکا تو حضرت مولانا ابوالحسن محمد سجاد علیہ الرحمہ نے صوبائی پیمانہ پر اس کام کو شروع کیا اور بہار، اڑیسہ اور جھارکھنڈ کے مسلمانوں کے لئے امارت شرعیہ قائم فرمائی۔

امارت شرعیہ کا مقصد مسلمانوں میں شرعی قانون کا اجراء و نفاذ اور اسلامی خطوط پر ان کو منظم

کرنا تھا، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے دو چیزیں ضروری تھیں، ایک عام مسلمانوں کو شریعت پر عمل پیرا ہونے اور شریعت کی رہنمائی پر چلنے کے لئے ابھارنا، دوسرے احکام شرعیہ کو جاری و نافذ کرنے کے لئے افراد تیار کرنا، چنانچہ امارت شرعیہ نے شروع ہی سے ان دونوں پہلوؤں سے کوششیں کیں، امارت کے وفود نے چھوٹے چھوٹے گاؤں اور شہر سے کٹے ہوئے دیہاتوں کا بار بار دورہ کیا، ان کو اسلامی خطوط پر منظم ہونے اور اپنی زندگی میں شریعت کو نافذ کرنے پر ابھارا، ان میں سے پریشان حال کامالی تعاون کیا، تعلیم میں بچھڑے لوگوں کے لئے تعلیم کا انتظام کیا وغیرہ۔

دوسری طرف مسلمانوں کی شرعی رہنمائی کے لئے اور ان کو اسلامی احکام پر چلانے کے لئے علماء کی تربیت کا بھی انتظام کیا اور یہ پہلو خاص کر بہت اہم تھا؛ کیوں کہ عام مسلمان بحیثیت مسلمان اسلام پر عمل کرنا چاہتے ہی ہیں؛ لیکن اگر محقق علماء اور عوام کی صحیح رہنمائی کرنے والے افراد نہ ہوں تو قوانین اسلامی کا نفاذ بہت مشکل ہوتا، چنانچہ امارت شرعیہ نے اس پہلو پر بھی پوری توجہ دی اور قضاۃ وغیرہ کی تربیت کرتی رہی، تاہم امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی نے اس پر زیادہ توجہ دی اور آپ کے زمانہ میں تربیت قضا کے لئے باضابطہ کیمپ لگنے شروع ہو گئے، جس میں علماء کو قضاء کی پندرہ روزہ تربیت دی جاتی تھی اور دارالافتاء پر بھی آپ نے خاصی توجہ دی، پھر کچھ دنوں کے بعد اس سلسلہ کو مزید وسعت دی گئی اور ہر سال افتاء و قضاء کی تربیت کے لئے بیس فضلاء کو رکھا جانے لگا۔

لیکن ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کے لئے شرعی رہنمائی کرنے والوں کی یہ تعداد بھی ناکافی تھی اور ان فضلاء کی تربیت کے لئے ایک سال کی مدت بھی کم تھی، اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ علماء کی ایک اچھی تعداد کے لئے باضابطہ افتاء و قضاء کی تربیت کی خاطر ایک ادارہ قائم کیا جائے؛ چنانچہ اسی مقصد کے پیش نظر امارت شرعیہ کی نگرانی میں مگر امارت سے علاحدہ، فضلاء مدارس کی افتاء و قضاء میں تربیت کے لئے ”المعهد العالي للدریب فی القضاء والافتاء“ کے نام سے باضابطہ یہ ادارہ قائم کیا گیا، جس میں ہر سال پچاس طلبہ کی تربیت ہوتی ہے، پچیس فضلاء کو سال اول میں رکھا جاتا ہے اور پچیس کو سال دوم میں۔

## سن قیام اور بانی

اس ادارہ کو شوال ۱۳۱۹ھ م فروری ۱۹۹۹ء میں ہندو بیرون ہند کے ممتاز فقیہ مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نے قائم فرمایا اور تاحیات آپ اس کے صدر و ذمہ دار رہے، اس وقت آپ امارت شرعیہ میں دارالقضاء کے چیف قاضی تھے اور مولانا سید نظام الدین امیر شریعت تھے؛ چنانچہ امیر شریعت نے اس ادارہ کی سرپرستی فرمائی۔

## معہد کے قیام کا مقصد

معہد کے قیام کا مقصد مختصر لفظوں میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے :

- ۱- احکام شریعت کو نافذ کرنے کے لائق علماء تیار کرنا۔
- ۲- فضلاء مدارس کی افتاء و قضاء کی نظری تعلیم کے ساتھ عملی تربیت کرنا۔
- ۳- علم و عمل اور فکر و نظر میں اسلاف کا جانشین اور وارث تیار کرنا؛ تاکہ امت کی صحیح شرعی رہنمائی کے لئے ایک جماعت کے بعد دوسری تربیت یافتہ جماعت تیار رہے۔
- ۴- فضلاء میں نئے مسائل کو حل کرنے اور قانون اسلامی کو زندہ قانون کی حیثیت سے زمانہ میں پیش کرنے کی اہلیت پیدا کرنا۔
- ۵- مختلف فقہی اور علمی موضوعات پر علماء سے تحقیق کروانا۔

## فضلاء کی تربیت کا نہج

معہد میں ہر سال پچاس علماء کو رکھا جاتا ہے، پچیس کو سال اول اور پچیس کو سال دوم میں اور اوپر ذکر کئے گئے مقاصد کی تکمیل کے لئے بنیادی طور پر پانچ پہلوؤں سے فضلاء کی تربیت کی جاتی ہے :

### ۱- تدریس

سال اول کے فضلاء کو فقہ اور اصول فقہ وغیرہ میں اصول الہمدوی، تاریخ التشریع

الاسلامی، المدخل الفقہی العام، الاشباہ والنظائر لابن نجیم، أصول الکفری، تاسیس النظر، الدر المختار (منتخب ابواب)، آداب المفتی والمستفتی، شرح عقود رسم المفتی، سراجی، لسان الحکام، معین الحکام اور احکام القرآن وغیرہ کا درس دیا جاتا ہے اور سال دوم کے فضلاء کو اصول الفقہ لابی زہرہ، کتاب الفروق (منتخب ابواب) قواعد الاحکام، حجة الله البالغہ (منتخب ابواب) وغیرہ کتب پڑھائی جاتی ہیں۔

## ۲- تحریر

ہر سال فضلاء کو ڈیڑھ سواستفتاء کا جواب لکھنا ہوتا ہے اور دونوں سال میں مجموعی طور پر تین سواستفتاء کا جواب لکھنا لازمی ہوتا ہے، اس کے علاوہ ہر ماہ فقہی مجلس منعقد کی جاتی ہے، جس میں فضلاء کسی فقہی موضوع پر مقالہ لکھ کر پیش کرتے ہیں اور اسرا تذہ کی نگرانی میں آپس میں مناقشہ اور مباحثہ کا بھی موقع دیا جاتا ہے اور زیر بحث مسئلہ میں تجاویز بھی طے کی جاتی ہیں، نیز اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے سیمینار کے لئے متعین کئے گئے سوالات کا جواب بھی فضلاء سے لکھوایا جاتا ہے اور سال دوم کے فضلاء سے مستقل کسی عنوان پر کم سے کم سو صفحات کا تحقیقی مقالہ لکھوایا جاتا ہے۔

## ۳- مشق فتاویٰ اور تربیت قضاء

مشق فتاویٰ کے لئے تمام فضلاء کو امارت شرعیہ بھیج دیا جاتا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہاں صرف نظری مسائل پر نہیں؛ بلکہ وہاں آئے ہوئے مختلف قسم کے اور پیچیدہ سوالات پر طلبہ کو جواب لکھنے کی مشق کرائی جاتی ہے، اسی طرح امارت کے دار لقضاء میں تقریباً اتنی پچاس سالوں سے آنے والے مقدمات اور ان پر بڑے بڑے قبحر علماء کے فیصلوں کی کاپیاں موجود ہیں اور آئے دن نئے نئے مقدمات کی سماعت ہوتی رہتی ہے، فضلاء کو ان پرانی فائلوں سے بھی تجربہ حاصل کرنے کا موقع دیا جاتا ہے اور نئے مقدمات کی بھی سماعت اور جرح وغیرہ سکھائی جاتی ہے، سال اول کے فضلاء کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو گھنٹے افتاء و قضاء کی تربیت کے لئے مخصوص کئے جاتے ہیں، جن میں سال بھر ڈیڑھ سواستفتاء کا جواب لکھنا ہوتا ہے اور قضاء کی



ابتدائی تربیت اور مقدمات کی سماعت سکھائی جاتی ہے اور سال دوم کے فضلاء کو تین گھنٹے دیئے جاتے ہیں، جن میں ان کو بھی سال بھر میں دیرھ سو استفتاء کا جواب لکھنا ہوتا ہے، ایک سو فیصل شدہ مقدمات کی فائلوں کا مطالعہ و تلخیص کرنا ہوتا ہے اور فیصلہ لکھنے کی تربیت دی جاتی ہے۔

## ۴- محاضرات

نئے مسائل کے حل اور قانون شریعت کو زندہ قانون کی حیثیت سے پیش کرنے کے لئے فضلاء کو ہندو بیرون ہند کی مختلف علمی و فقہی شخصیات سے ملاقات اور ان سے استفادہ کا موقع بھی دیا جاتا ہے؛ چنانچہ اب تک اصول فقہ، قواعد الفقہ، مقاصد شریعت، عرف عام، ضرورت و حاجت، قیاس و استحسان، اصول تحقیق، آداب افتاء، آداب قضاء، ملکی قانون، اقتصادی قانون اور طریقہ اجتہاد جیسے مختلف و متنوع موضوعات پر معہد میں ماہرین کے محاضرات ہو چکے ہیں۔

## ۵- مطالعہ

بعض کتابیں ایسی ہیں جن کا مطالعہ افتاء و قضاء کا کام کرنے والوں کے لئے ضروری ہے، مگر ان کتابوں میں نہ درس کی خاص ضرورت ہوتی ہے اور نہ اس کا موقع ملتا ہے؛ بلکہ فضلاء آسانی سے ان کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں؛ اس لئے فضلاء کو ان کتابوں کے مطالعہ کی محض ہدایت کر دی جاتی ہے؛ تاکہ ضروری مضامین بھی ان کے سامنے آجائیں اور از خود مسائل کے حل کی صلاحیت بھی پیدا ہو جائے؛ چنانچہ سال اول کے فضلاء کے لئے احکام القرآن لابن عربی، نصب الراية (مختب ابواب)، التلخیص الحبیر، مختصر طحاوی، الثمر الدانی (فقہ مالکی)، متن ابی شجاع (فقہ شافعی)، الروضة المربع (فقہ حنبلی) اور قاضی مجاہد الاسلام صاحب کی ”اسلامی عدالت“ کا مطالعہ اور سال دوم کے فضلاء کے لئے ”نظریۃ المقاصد“ کا مطالعہ ضروری ہے۔

## فضلاء کی تربیت کرنے والی شخصیات

معہد میں فضلاء کی تربیت کرنے والی شخصیتوں میں سب سے پہلا نام قاضی

مجاہد الاسلام قاسمیؒ کا ہے، جنہوں نے اس ادارہ کو قائم فرمایا اور تاحیات اس کے صدر و ذمہ دار رہے، آپ کی وفات کے بعد بھی اس ادارہ کو اچھے ذمہ دار اور جید مربی ملتے رہے؛ چنانچہ اس وقت فقہ پر گہری نظر رکھنے والے اور عربی ادب کے ماہر حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی (وزیر اوقاف کویت) اس ادارہ کے صدر اور امیر شریعت حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب (جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لا بورڈ) اس کے سرپرست ہیں، نیز مولانا عبدالباسط ندوی ادارہ کے سکریٹری، مفتی جنید عالم قاسمی، صدر مفتی اور مولانا بدر احمد مجیبی معتمد تعلیم ہیں اور مولانا نور الحق رحمانی، قاضی عبدالجلیل صاحب قاسمی، مفتی محمد عاصم اور مفتی امتیاز عالم قاسمی جیسے باصلاحیت اساتذہ یہاں فضلاء کی تربیت کے فرائض انجام دیتے ہیں، ان کے علاوہ دارالافتاء امارت شریعہ کے مفتیان اور دارالقضاء کے قضاة و سحاوین سے بھی فضلاء استفادہ کرتے ہیں۔

### تربیت پانے والے فضلاء کی تعداد

معہد سے ہر سال پچیس قابل اعتماد مفتی و قاضی تیار ہوتے ہیں اور ۱۴۲۸ھ تک کے اعداد و شمار کے مطابق ایک سو بیاسی (۱۸۲) فضلاء یہاں سے قضاء اور افتاء کی تربیت پا چکے ہیں، جو حسب توفیق ملک و بیرون ملک میں افتاء و قضاء کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔

### معہد کا علمی و تحقیقی سرمایہ

معہد کے علمی و قلمی سرمایہ میں ہر سال سال دوم کے فضلاء سے مختلف علمی و فقہی موضوعات پر لکھائے جانے والے سندی مقالات ہیں، جو تقریباً ڈیڑھ سو الگ الگ موضوعات پر پندرہ ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہیں، ان کے علاوہ بانی معہد کی کتاب ”اسلامی عدالت“ کا عربی ترجمہ ہے جو معہد ہی سے طبع ہوا ہے اور ”فقہ الاقلیات“ کا اردو ترجمہ ہے جو معہد کے ایک استاذ نے کیا ہے اور جسے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے شائع کیا ہے۔



## المعهد العالي الاسلامی حیدرآباد

### قیام کا پس منظر اور سن قیام

حضرت الاستاذ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے فقہ کے میدان کے لئے منتخب کیا ہے، مولانا نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد دو سال دارالقضاء امارت شرعیہ (پٹنہ) میں رہ کر اس میدان میں کہنہ مشق مفتی اور قاضی کی طرح لکھنے اور رائے قائم کرنے کا ملکہ پیدا کر لیا، پھر آپ مختلف اداروں میں ایک عرصہ تک تدریس کے ساتھ فقہ و فتاویٰ میں علماء و فضلاء کی تربیت فرماتے رہے، تاہم ان اداروں میں فضلاء مدارس کی تربیت کا نظم ضمنی طور پر تھا، مولانا کو ان فضلاء سے شب و روز کا سابقہ تھا، بڑے بڑے اداروں سے فراغت کے باوجود ان فضلاء کی بعض پہلوؤں سے خصوصی تربیت کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی اور آپ کے دن رات کی محنت ان کو کسی لائق بنانے میں صرف ہوا کرتی تھی، آپ کا خیال تھا کہ یہ بڑے بڑے ادارے جہاں کے فارغین کی تربیت کی ضرورت پڑتی ہے، وہ اپنی جگہ کامیاب ہیں؛ لیکن یہ دور ”تخصّص“ کا ہے اور ان بڑے بڑے اداروں میں تعلیمی شعبہ جات کے پھیلاؤ اور طلبہ کی کثرت کی وجہ سے یکسوئی کے ساتھ کسی ایک پہلو میں طلبہ کی قابلیت نمایاں نہیں ہو پاتی ہے؛ لہذا اس کے لئے ایسے نہج کے ادارہ کی ضرورت ہے، جہاں مختلف مدارس کے فارغین علماء کی کسی خاص موضوع سے متعلق باضابطہ تربیت کی جائے؛ چنانچہ اسی پس منظر میں مولانا نے وقت کے اکابر علماء سے مشورہ کیا اور شوال ۱۳۲۰ھ میں ”المعهد العالي الاسلامی“ کے قیام کا اعلان فرمایا۔ (۱)

## قیام کے مقاصد

معہد کا قیام، جن بلند ترین مقاصد کے تحت ہوا ہے، ان کو مختصراً درج ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے :

☆ دین و ملت کے مختلف میدانوں — تدریس، تحقیق، دعوت، صحافت، تنظیم و تحریک — کے لئے افراد سازی۔

☆ علوم قرآن، علوم حدیث اور فقہ اسلامی میں افراد کار کی تیاری۔

☆ زمانہ شناس، اہل بصیرت اور دردمند داعیوں کی فراہمی۔

☆ علماء کو انگریزی زبان، عصری تقاضوں اور جدید علوم سے واقف کرانا۔

☆ فضلاء کی فکری اور قلمی تربیت کے ذریعہ انھیں تحقیق و تالیف کے لائق بنانا۔

☆ عصری تعلیم یافتہ حضرات کے لئے دینی تعلیم کا نظم۔ (۱)

## تعلیمی شعبہ جات

اوپر ذکر کئے گئے مقاصد کی تکمیل کے لئے معہد میں مختلف شعبہ جات کام کرتے ہیں، ذیل میں ان شعبوں کا مختصر تعارف کیا جاتا ہے :

### اختصاص فی علوم القرآن

اس شعبہ میں طلبہ کو حسب ذیل مضامین پڑھائے جاتے ہیں :

☆ تاریخ جمع و تدوین قرآن۔

☆ مختلف عہد میں تفسیر قرآن مجید سے متعلق ہونے والی خدمات کا تعارف۔

☆ مختلف جہتوں سے لکھی گئی اہم تفسیروں کا تعارف۔

☆ اصول تفسیر، مشکلات القرآن، یعنی جو آیات نحوی، صرفی، عقلی یا کسی اور جہت

سے شبہ کا باعث بن سکتی ہوں، ان کی وضاحت۔

(۱) دیکھئے: المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد — تعارف اور رپورٹ۔

- ☆ قرآن مجید سے متعلق اہل مغرب اور اعداء اسلام کے شبہات۔
- ☆ تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی اور بعض دوسری تفسیروں سے قرآن مجید کی اہم سورتوں کی تعلیم۔

☆ منتخب موضوعات پر تفسیر موضوعی کی تعلیم۔

طالب علم کو پہلے سال ہر سہ ماہی میں تفسیر یا علوم القرآن سے متعلق کسی مفوضہ موضوع پر کم سے کم تین صفحات کا مقالہ لکھنا لازمی ہے، نیز دوسرے سال کسی اہم موضوعات پر — جو ادارہ کی طرف سے سپرد کیا جائے — دو تا تین سو صفحات عربی یا اردو یا کسی اور زبان میں مقالہ، کسی مخطوطہ کی تحقیق یا کسی مطبوعہ کتاب پر تعلق ضروری ہے۔

### اختصاص فی الحدیث

- اس شعبہ میں درج ذیل مضامین پڑھائے جاتے ہیں :
- ☆ تاریخ حدیث۔
  - ☆ اصطلاحات حدیث۔
  - ☆ تخریج حدیث کے اصول۔
  - ☆ فن اسماء الرجال اور اسانید کی تحقیق۔
  - ☆ احادیث میں ترجیح و تطبیق کے اصول۔
  - ☆ حدیث سے متعلق اہل مغرب کے شبہات۔
  - ☆ مشکلات الحدیث، یعنی عقلی یا کسی اور جہت سے جو حدیث شبہ کا باعث بن سکتی ہو، اس کا حل۔

اس شعبہ میں بھی پہلے سال ہر سہ ماہی میں طالب علم کو حدیث کی مناسبت سے مفوضہ موضوع پر کم سے کم تین صفحات کے مقالہ لکھنا ہوتا ہے اور دو سو احادیث کی تخریج لازم ہوتی ہے، جب کہ سال دوم میں کم سے کم پچاس اسناد کی تحقیق اور اس پر حکم لگانے کے علاوہ کسی مفوضہ موضوع پر دو تا تین سو صفحات کا مقالہ یا کسی مخطوطہ یا مطبوعہ پر تحقیق و تعلق کا کام کرنا ضروری ہوتا ہے۔

## اختصاص فی الفقہ الاسلامی

معہد کا یہ بڑا اہم شعبہ ہے اور اس شعبہ میں نہ صرف ہندوستان؛ بلکہ بیرون ملک سے بھی ذہین طلبہ آکر استفادہ کرتے ہیں، اس شعبہ میں درج ذیل مضامین پڑھائے جاتے ہیں :

☆ اصول فقہ۔

☆ قواعد فقہ۔

☆ اصول افتاء۔

☆ قضاء سے متعلق احکام۔

☆ فقہ العبادات۔

☆ فقہ الاحوال الشخصیہ۔

☆ فقہ المعاملات۔

☆ فرائض و میراث۔

☆ مشق افتاء۔

اس شعبہ میں بھی طالب علم پہلے سال ہر سہ ماہی میں فقہ سے مربوط مفوضہ موضوع پر کم سے کم تین صفحات کا مقالہ پیش کرتا ہے، سال دوم میں کسی اہم موضوع پر دو سو تا تین سو صفحات کا مقالہ یا کسی مخطوطہ یا مطبوعہ کتاب پر تحقیق و تعلیق کا کام کرایا جاتا ہے، کم سے کم دو سو تا ڈھائی سو فتاویٰ بطور مشق کے لکھائے جاتے ہیں، جن میں جدید مسائل اور معاملات سے متعلق مسائل کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے، تربیت افتاء کے ساتھ ساتھ قضاء کی تربیت بھی دی جاتی ہے اور اس کے لئے ورکشاپ منعقد کئے جاتے ہیں۔

## اختصاص فی الدعویہ

اس شعبہ کا مقصد برادران وطن میں دعوت کے کام کے لئے افراد کار کی تیاری ہے، اسی بنا پر اس شعبہ میں انگریزی زبان کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے، اس شعبہ میں درج ذیل

مضامین پڑھائے جاتے ہیں :

☆ انگریز زبان (چار گھنٹیاں)۔

☆ ہندوستانی مذاہب (سناتن دھرم، آریہ سماج، برہما کمار، بودھ مت، سکھ مت، جین مت)۔

☆ آسمانی مذاہب (یہودیت، عیسائیت)۔

☆ قادیانیت۔

☆ اسلام کے خلاف اہل مغرب کے شبہات۔

☆ اصول دعوت۔

اس شعبہ میں بھی پہلے سال ہر سہ ماہی میں طالب علم پر ضروری ہوتا ہے کہ وہ دعوت سے مربوط مفوضہ موضوع پر کم سے کم تیس صفحات کا مقالہ کسی بھی زبان میں لکھے اور دوسرے سال کسی مفوضہ موضوع پر کم سے کم تیس صفحات کا مقالہ انگریزی زبان میں لکھے، اس شعبہ میں برادران وطن میں دعوت کے کام کے لئے عملی مشق (فیلڈ ورک) بھی کرائی جاتی ہے۔

### ان شعبوں کے مشترک مضامین

ان شعبوں میں کچھ مضامین مشترک ہیں جو درج ذیل ہیں :

☆ کمپیوٹر (ورڈ پیڈ، ایم ایس ڈوز، ایم ایس آفس، ورڈ، ایکسل، پاور پوائنٹ،

اُردو انٹرنیٹ اور دیگر بنیادی معلومات)

☆ انگریزی زبان: شعبہ دعوت کے علاوہ دوسرے شعبوں میں بھی روزانہ ایک گھنٹی

انگریزی زبان کے لئے ہوتی ہے۔

☆ ہر شعبہ میں کم سے کم دو سو احادیث مع اسماء رواۃ وحوالہ کتاب حفظ کرنا لازم ہے،

یہ احادیث، ایمانیات، احکام، فضائل اور آداب سے متعلق ہیں، جن کا مجموعہ خود معہد نے شائع کیا ہے۔

☆ عالمی جغرافیہ، تاریخ ہند، دستور ہند سے بنیادی حقوق کا حصہ، مبادی معاشیات، مبادی علم شہریت اور جنرل نالج، یہ ہر شعبہ کے لئے لازمی ہیں، ان تمام مضامین کا باضابطہ امتحان ہوتا ہے اور ان کے نمبرات سالانہ امتحان میں شامل کئے جاتے ہیں۔

### شعبہ اسلامک فائننس

فارغین افتاء کے لئے اسلامک فائننس کی تربیت کی غرض سے یہ شعبہ قائم کیا گیا ہے، جس میں درج ذیل مضامین پڑھائے جاتے ہیں :

- ☆ اسلامی بینکوں کا طریقہ کار۔
- ☆ اسلامی طریقہ سرمایہ کاری — موجودہ معاشی نظام کے تناظر میں۔
- ☆ اسلامک انشورنس۔
- ☆ اشاک آپکچنگ اور شریعت اسلامی کا نقطہ نظر۔
- ☆ شریعت کے مالیاتی قوانین سے متعلق فقہی قواعد۔
- ☆ علم معاشیات۔
- ☆ معاشیات سے متعلق اصطلاحات۔
- ☆ حسابات۔

### تربیت تحقیق

جو فضلاء کسی شعبہ میں تخصص کر چکے ہیں، ان کی بہتر استعداد ہے اور ان میں لکھنے پڑھنے کا ذوق پایا جاتا ہے، ایسے طلبہ میں سے ہر سال دو کا انتخاب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ان سے پورے ایک سال بطور تربیت کے اہم موضوعات پر مقالات لکھوائے جاتے ہیں، کسی مخطوطہ کے چند صفحات کی تحقیق کروائی جاتی ہے، یا کسی مطبوعہ کتاب کے چند صفحات پر تعلیق کا کام لیا جاتا ہے؛ تاکہ تخصص میں انھوں نے ایسے کاموں کی جو تھوڑی بہت مشق کی ہے اور صلاحیت حاصل کی ہے وہ اور نکھر آئے اور وہ بہتر طور پر آئندہ اس میدان میں کام کر سکیں؛



چنانچہ اس شعبہ کے تحت دو چیئر قائم ہیں، ڈاکٹر حمید اللہ چیئر اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمی چیئر، ڈاکٹر حمید اللہ چیئر میں حدیث سے متعلق موضوعات پر کام کروایا جاتا ہے اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمی چیئر میں فقہ کے موضوع پر۔

### مدرسہ عبداللہ بن مسعودؓ

معہد کے قیام کا ایک مقصد ”عصری تعلیم یافتہ حضرات کے لئے دینی تعلیم کا نظم“ ہے، جیسا کہ اس سے قبل ذکر ہوا، چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ”مدرسہ عبداللہ بن مسعودؓ“ کا قیام عمل میں آیا، جس میں عصری علوم میں لگے ہوئے، یا نوکری پیشہ افراد کے لئے عصر تا عشاء مختصر مدتی عالیت کورس کا نظم کیا گیا ہے، نوکری پیشہ افراد کی سہولت کے لئے یہ مدرسہ شہر کے سہل الوصول علاقہ (سعید آباد) میں رکھا گیا ہے اور اس کا تعلیمی سال بھی جون تا اپریل رکھا گیا ہے، اب تک اس مدرسہ سے ڈاکٹرس، انجینئرس اور مختلف شعبوں سے جڑے ہوئے ساٹھ (۶۰) افراد عالیت کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کر چکے ہیں۔

### فاصلاتی کورس برائے دینی تعلیم

یہ کورس لڑکے، لڑکیوں، مردوں اور خواتین سب کے لئے ہے، اس کی تعلیمی مدت تین سال رکھی گئی ہے، جس میں اسلامی عقائد، شرعی مسائل، منتخب سورتوں کے ترجمے، منتخب احادیث کے ترجمے، ابتدائی عربی زبان، سیرت نبوی اور سیرت صحابہ وغیرہ مضامین پڑھائے جاتے ہیں، اتوار کو فاصلاتی کورس کے طلبہ و طالبات (مرد و خواتین) کی ہفتہ واری کلاس ہوتی ہے۔

### دارالافتاء

معہد میں ابتداء قیام سے ہی دارالافتاء کا شعبہ قائم ہے اور اہل ضرورت کی ایک بڑی تعداد یہاں کے دارالافتاء سے رجوع کرتی ہے، خاص کر عائلی زندگی سے متعلق پیچیدہ مسائل، نیز کاروبار اور جدید پیش آمدہ مسائل کے سلسلہ میں یہاں کا دارالافتاء خاص مرجع ہے، معہد کے دارالافتاء میں تین ایسا تذہب فتاویٰ لکھتے ہیں، معہد کے بانی و ناظم حضرت مولانا خالد سیف اللہ

رحمانی چوں کہ دارالقضاء امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش کے قاضی شریعت بھی ہیں؛ اس لئے وہ ایسے استثناءات کے جواب لکھتے ہیں جو دارالقضاء میں آنے والے متوقع معاملات سے متعلق نہ ہوں، اس کے علاوہ اُردو کے سب سے کثیر الاشاعت روزنامہ ”منصف“ (حیدرآباد) میں دینی مسائل سے متعلق سوالات کے مستقل جوابات لکھتے ہیں، جو ہر جمعہ کو ”آپ کے شرعی مسائل“ کے عنوان سے چھپتے ہیں اور اب اس کو ممبئی، لکھنؤ اور بعض دیگر شہروں کے اخبارات بھی شائع کرتے ہیں، ۲۰۰۳ء تک مولانا کے لکھے گئے جوابات ”کتاب الفتاویٰ“ کے نام سے چھپ چکے ہیں، جو چھ جلدوں پر مشتمل ہیں، ان کے علاوہ مفتی شاہد علی قاسمی، مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی اور مفتی اشرف علی قاسمی کے لکھے گئے فتاویٰ بھی دارالافتاء کے رجسٹر میں محفوظ ہیں اور ان کی ترتیب کا کام چل رہا ہے۔

### سنٹر فار پیس اینڈ ٹرویٹی

معہد کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ”دعوتِ دین کے لئے افراد کار کی تیاری“ بھی ہے، جس کا مقصد پورے عالم میں اور خصوصاً برادرانِ وطن تک دین کی دعوت پہنچانا ہے، چنانچہ اسی مقصد کے لئے یہ ادارہ قائم کیا گیا ہے، مصلحتاً اس کا الگ ٹرسٹ بنایا گیا ہے اور معہد کو ایک نگران کی حیثیت سے رکھا گیا ہے، تاہم اس ادارہ کے بھی تقریباً تمام ذمہ داران وہی ہیں جو معہد کے ذمہ داران ہیں، اس ادارہ کے تحت ہر اتوار کو اس کے دفتر میں دعوتی پروگرام کے علاوہ مختلف مقامات پر منعقد دعوتی اور تربیتی پروگرامس منعقد کئے جاتے ہیں اور کئی مقامات پر اس کے تحت مستقل دعوتی سنٹر بھی چل رہے ہیں، بحمد اللہ ہر سال بہت سے بندگانِ خدا کو اس ادارہ کی وساطت سے دامنِ اسلام سے وابستہ ہونے کا شرف مل رہا ہے۔

### محاضرات اور تربیتی کیمپ

معہد کے قیام کا مقصد مختلف علوم اسلامی میں علماء کی نظر کو وسیع کرنا اور جدید علوم سے انہیں باخبر کرنا ہے؛ چنانچہ معہد میں وقتاً فوقتاً مختلف میدان کے ماہرین کے توسیعی خطبات

اور محاضرات ہوتے رہتے ہیں، اب تک یہاں جن موضوعات پر محاضرات اور ورکشاپ ہوئے ہیں، ان میں اصول فقہ کی تدریس کا طریقہ، مقاصد شریعت، اسلامک بینکنگ، اصول حدیث، تشریح الابدان، میڈیکل شرعی مسائل اور اسلامی تجارت وغیرہ خاص کر قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ دعوہ تربیتی کیمپ، تربیت قضا و کیمپ اور طریقہ تدریس کیمپ کا انعقاد ہر سال عمل میں آتا ہے۔ ان محاضرات اور تربیتی کیمپوں میں جن اہل علم اور دانشوروں نے مربی کی حیثیت سے شرکت کی، ان میں ڈاکٹر عمر کا سولے (برونائی) شیخ صلاح سلطان (مشری مذہبی امور حکومت بحرین) ڈاکٹر انور شلمی (نائب مفتی عام مصر) ڈاکٹر حسین الجبوری (بحرین) ڈاکٹر بشر عرفات (شام) ڈاکٹر جاسر عودہ (برطانیہ) ڈاکٹر محی الدین محمد عوامہ (مدینہ منورہ) مولانا نعمت اللہ اعظمی (دیوبند) مولانا محمد برہان الدین سنہلی (لکھنؤ) مولانا قاضی محمد قاسم مظفر پوری، مولانا جلال الدین انصر عمری، ڈاکٹر سید اجتبا ندوی، مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی (پٹنہ) مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی، مولانا سلمان حسینی ندوی، ڈاکٹر اوصاف احمد (دہلی) ڈاکٹر شارق ثار (بنگلور) سید عبداللہ طارق (رام پور) مولانا سلیم صدیقی (مظفرنگر) مولانا عیسیٰ منصوری (لندن) ڈاکٹر یاسین مظہری صدیقی (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) مولانا عبید اللہ اسعدی (باندہ) اور مولانا عتیق احمد بستوی (لکھنؤ) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

### سمپوزیم کا انعقاد

مہجد میں طلبہ کے لئے وقفہ وقفہ سے سمپوزیم کا انعقاد بھی ہوتا ہے، جس کے لئے پندرہ بیس دنوں قبل طلبہ کو کوئی موضوع سپرد کر دیا جاتا ہے، جس پر وہ مقالات لکھ کر پیش کرتے ہیں، پھر آپس میں مناقشہ اور اظہار رائے کا موقع دیا جاتا، اس پروگرام میں طلبہ ہی صدارت کرتے ہیں، وہی نظامت کرتے ہیں، وہی سوالات کے جوابات دیتے ہیں اور وہی تجاویز بھی پیش کرتے ہیں؛ البتہ یہ پورا پروگرام مہجد کے بانی و ناظم حضرت الاستاذ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی راست نگرانی میں ہوتا ہے، حضرت الاستاذ محض اصلاح و تربیت کے لئے موجود رہتے ہیں اور اخیر میں پروگرام کی خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

## معہد کے تربیت یافتہ افراد

معہد کے مختلف شعبوں سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد تقریباً تین ہزار تک پہنچتی ہے اور یہاں مختلف شعبوں کے فارغین کی مجموعی تعداد ۵۱۴ ہے جو تدریس، افتاء اور قضاء کے علاوہ صحافت، تحقیق و تالیف، دعوت و اصلاح اور مختلف عصری دانش گاہوں اور تنظیمی و تحریری کاموں میں نمایاں طور پر خدمت انجام دے رہے ہیں۔

## معہد کی علمی و تحقیقی خدمات

معہد میں اب تک جن موضوعات پر علمی و تحقیقی کام ہوئے ہیں، ان کی تعداد ایک سو بیس (۱۲۰) ہے، جن کے مجموعی صفحات پچاس ہزار سے زائد ہیں، ان میں اسلام کا نظام زراعت (محمد نافع عارفی)، حقوق اور ان کی خرید و فروخت (محمد عمر عابدین قاسمی، مدنی)، بچے — حقوق و احکام (محمد نعمت اللہ قاسمی)، خواتین کے شرعی مسائل (منور سلطان ندوی)، ابنائے ندوہ کی فقہی خدمات (منور سلطان ندوی)، اسلام اور ماحولیات (محمد جہانگیر حیدر قاسمی)، نفل نمازیں (سعید احمد مظاہری)، کلوننگ، ٹیسٹ ٹیوب، فیملی پلاننگ اور جنین کے مالی حقوق (محمد ثار ندوی قاسمی)، سجدے — احکام و مسائل (فضل الرحمن قاسمی)، معذورین کے شرعی احکام (محمد فیضان عارف ندوی)، طہار و نماز — مسائل و دلائل (محمد رفیع الدین حمیدی قاسمی)، قرآن مجید اور بائبل (محمد طفیل احمد انعامی)، قرآن کے معاشرتی احکام (ذبح اللہ قاسمی)، قمار آمیز مروج معاملات (عبد اللہ سلیمان مظاہری)، مضاربہ — احکام و تطبیقات (آفتاب غازی قاسمی)، شرکت — احکام و تطبیقات (ابو عبیدہ قاسمی)، مراہجہ — احکام و تطبیقات (سید مدثر قاسمی)، اجارہ — احکام و تطبیقات (عبد الباسط قاسمی)، سلم و استھناغ — احکام و تطبیقات (جبریل میاں ندوی) تصویر صورتیں اور احکام (امتیاز عالم سبیلی) علماء دیوبند کی حدیثی خدمات (شمس عالم قاسمی) وغیرہ خاص کر قابل ذکر ہیں۔

## معہد کی مطبوعات

معہد کے زیر اہتمام ناظم معہد حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی مختلف گرانقدر تصانیف کے علاوہ یہاں کے مختلف اساتذہ، طلبہ اور بعض متعلقین کی کتابیں بھی طبع ہوئی ہیں، معہد کی مطبوعات میں قاموس الفقہ (۵ جلدیں)، حلال و حرام، اسلام کا نظام عشر و زکوٰۃ، خطبات بنگلور (پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم)، پیام سیرت — عصر حاضر کے پس منظر میں، جدید فقہی مسائل (۵ جلدیں)، کتاب الفتاویٰ (۶ جلدیں)، آسان اصول حدیث، آسان اصول فقہ، فقہ اسلامی — تدوین و تعارف، ۲۴ آیتیں، زکوٰۃ — احکام و مسائل، دعوت دین — مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل، خواتین کے مالی حقوق — شریعت اسلامی کی روشنی میں، شمع فروزاں (۲ جلدیں)، متاع سفر، مسجد کی شرعی حیثیت (مذکورہ تمام کتابیں حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی تصانیف ہیں)، افتاء — آداب و احکام (ڈاکٹر شہاب الدین سیلی)، اردو زبان میں علوم اسلامی کا سرمایہ (طلبہ کے مضامین کا مجموعہ)، ذبح و قربانی — احکام و مسائل (مفتی اشرف علی قاسمی)، رمضان کے شرعی احکام (مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی)، امثال الحدیث (ڈاکٹر شہاب الدین سیلی)، ہندوستان اور مسلمان (طلبہ کے مضامین کا مجموعہ)، اسلام — امن و آشتی کا علمبردار (طلبہ کے مضامین کا مجموعہ)، اسلام کا نظام زراعت (نافع عارفی قاسمی)، حقوق اور ان کی خرید و فروخت (محمد عمر عابدین قاسمی، مدنی)، بچے — حقوق و احکام (محمد نعمت اللہ قاسمی)، ندوۃ العلماء کا فقہی مزاج اور ابناء ندوہ کی فقہی خدمات (منور سلطان ندوی)، کلوننگ، ٹیسٹ ٹیوب، فیملی پلاننگ اور جنین کے مالی حقوق (نثار احمد ندوی قاسمی)، خواتین کے شرعی مسائل (منور سلطان ندوی)، قرآن مجید — آداب و احکام (محمد عمر عابدین قاسمی، مدنی)، اسلام اور ماحولیات (محمد جہانگیر حیدر قاسمی)، نفل نمازیں — احکام و مسائل (سعید احمد مظاہری) وغیرہ خاص کر قابل ذکر ہیں۔



## فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات - ایک مختصر جائزہ

آٹھواں باب  
گزشتہ فقہی شخصیات





## حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

### سن ولادت اور تعلیم و تربیت

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی ولادت ۶ رزیقہ ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۸۲۸ء کو دوشنبہ کے دن گنگوہ (ضلع سہارنپور) میں ہوئی، آپ کے والد ماجد مولانا ہدایت احمد صاحب اپنے زمانہ کے جید عالم اور حضرت شاہ غلام علی مجددی (دہلی) کے مجاز تھے، آپ نجیب الطرفین شیخ زادہ، انصاری اور ایوبی النسل تھے۔

قرآن مجید کی تعلیم آپ نے اپنے وطن میں حاصل کی، پھر اپنے ماموں کے پاس کرنال چلے گئے، وہاں ان سے فارسی کی کتابیں پڑھیں، پھر مولوی محمد بخش رام پوری سے صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی، دہلی میں کچھ دنوں مولانا احمد الدین پنجابی سے بھی پڑھا، (۱) ۱۹۶۱ء میں دہلی میں مولانا مملوک علی نانوتوی کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا، جو مدرسہ عربی سرکاری (دہلی کالج) (۲) میں مدرس تھے، اس مدرسہ کا پورا نصاب و نظام قدیم مدرسوں ہی کے مطابق تھا، یہیں حجتہ الاسلام

(۱) دیکھئے: قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی — احوال و آثار، باقیات و متعلقات، حاشیہ: ۱۸۰، مرتب:

نور الحسن راشد کاندھلوی، ط: مکتبہ نور، مظفر نگر (یوپی)

(۲) یہ کالج انگریزوں نے دہلی کے علمی خاندانوں کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے قائم کیا تھا، اس کے قیام کی تجویز، ۱۸۲۳ء میں طے ہوئی اور جون ۱۸۲۵ء شوال ۱۲۴۰ھ میں تعلیمی سال کا افتتاح ہوا، مولانا رشید الدین خاں مدرس اول اور مولانا مملوک علی مدرس دوم مقرر ہوئے، دو سال بعد محرم ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۷ء میں رشید الدین صاحب کا انتقال ہو گیا تو مولانا مملوک علی ہی اس کے سربراہ رہے، ۱۸۲۸ء میں انگریزی کے اسباق شروع ہوئے، مگر یہ غیر لازمی تھے، مولانا مملوک علی کی وفات (۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۱ء) تک یہاں قدیم مدرسوں کا نصاب و نظام قائم رہا، ۱۸۵۷ء تک مدرسہ نے خوب ترقی کی، ۱۸۵۷ء میں دیہاتیوں کے حملہ میں یہ مدرسہ تباہ ہو گیا (مولانا قاسم نانوتویؒ — احوال و آثار، حاشیہ: ۱۸۲)۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) سے مولانا رشید احمد گنگوہی کا تعلق ہوا، جو ساری عمر رہا، آپ دونوں ہم درس تھے، دہلی میں معقولات کی بعض کتابیں آپ نے مفتی صدر الدین آزرہ (۱) سے بھی پڑھیں، آخر میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی (۲) کی خدمت میں رہ کر علم حدیث کی تحصیل کی، پھر سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کیں اور صرف چالیس دن کی قلیل مدت میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔

### مدریس، افتاء اور اصلاح کا سلسلہ

تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ دنوں سہارنپور میں نواب شائستہ خان کے قلعہ میں آپ نے ملازمت کی (۳) پھر گنگوہ میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے حجرے کو اپنی قیام گاہ بنایا اور یہیں سے تعلیم و ارشاد، درس حدیث، فقہ و فتاویٰ اور اصلاح و تربیت کا سلسلہ اخیر عمر تک رہا، اس دوران آپ کا ذریعہ معاش طب تھا۔

۱۸۵۷ء میں خانقاہ قدوسی سے نکل کر مردانہ وار جنگ آزادی میں شرکت کی اور شامی کے میدان میں خوب داد شجاعت دی، معرکہ شامی کے بعد گرفتاری کا وارنٹ آپ کے نام بھی جاری ہوا اور آپ کو گرفتار کر کے سہارنپور کی جیل میں بھیج دیا گیا، پھر وہاں سے مظفر نگر کی جیل

- (۱) مفتی صدر الدین آزرہ ۱۲۰۴ھ مطابق ۱۷۸۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے، شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر سے علوم کی تحصیل کی، دہلی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی جانب سے صدر الصدور اور مفتی کے منصب پر فائز رہے، خارجی اوقات میں طلبہ کو اپنے گھر پر پڑھایا کرتے تھے، ۱۸۵۷ء میں جہاد کے فتویٰ پر دستخط کرنے کے الزام میں جائیداد اور تین لاکھ مالیت کا کتب خانہ ضبط کر لیا گیا، کئی مہینے نظر بند بھی رہے، عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں میں اشعار کہتے تھے ”آزرہ“ آپ کا تخلص تھا، ۲۳ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء جمعرات کو وفات ہوئی (تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۱/۱۲۷، حاشیہ)
- (۲) حضرت شاہ عبدالغنی شعبان ۱۲۲۳ھ مطابق جون ۱۸۱۹ء میں پیدا ہوئے، آپ کا تعلق مجدد الف ثانی کے خاندان سے ہے، شیخ عابد سندھی، شیخ اسماعیل اور شاہ اسحاق صاحب سے حدیث پڑھی، ۱۸۵۷ء میں ملک کو دارالحرب سمجھتے ہوئے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے اور وہاں درس حدیث کا سلسلہ شروع ہوا، حجاز اور مراکش وغیرہ میں آپ کے ہزاروں شاگرد ہوئے، ۷ محرم ۱۲۹۶ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۸۸۷ء کو وفات ہوئی اور مدینہ ہی میں مدفون ہوئے (مولانا محمد قاسم نانوتوی — احوال و آثار: ۱۸۱)۔ (۳) دیکھئے: مولانا قاسم نانوتوی — احوال و آثار: ۱۸۰ حاشیہ۔

میں منتقل کر دیا گیا، چھ مہینے آپ نے جیل میں گزارے، پھر رہائی ہو گئی۔

جیل سے رہائی کے بعد گنگوہ میں ہی پھر سے درس و تدریس اور افتاء و ارشاد کا سلسلہ شروع فرمایا، صبح ۱۲ بجے تک طلبہ کو پڑھاتے تھے، ایک سال میں پوری صحاح ستہ ختم کر دینے کا التزام تھا، ۷۰، ۸۰ طلبہ آپ کے درس حدیث میں شریک ہوتے تھے، ۱۳۱۴ھ تک آپ کا درس جاری رہا، تین سو سے زائد حضرات نے آپ سے دورہ حدیث کی تکمیل کی، درس حدیث میں آپ کے آخری شاگرد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی تھے، آخر عمر میں ضعف بصارت کی وجہ سے تدریس کا سلسلہ بند ہو گیا، مگر ارشاد و تلقین اور افتاء کا سلسلہ جاری رہا، ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

### دارالعلوم دیوبند سے آپ کا تعلق

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے بچپن ہی سے ہم سبق رہے اور حضرت نانوتوی کی وفات تک برابر تعلقات رہے؛ اس لئے بعید نہیں کہ دارالعلوم کے قیام میں آپ کا بھی حصہ رہا ہو، تاہم دارالعلوم کے قیام کے بعد اس مدرسہ سے آپ کے گہرے تعلقات رہے ہیں، خصوصاً حضرت نانوتویؒ کی وفات کے بعد یہ تعلقات اور بھی گہرے ہو گئے، دارالعلوم کی روئیداد بابت ۱۲۸۵ھ کے مطابق آپ نے باضابطہ یہاں کے طلبہ کا معائنہ فرمایا، جس کی تحریر کا کچھ حصہ اس طرح ہے :

آج ۳۰ صفر ۱۲۸۵ھ کو یہ عاجز مدرسہ دیوبند حاضر ہوا اور اتفاق

ملاحظہ حال مدرسہ، مدرسین و طلبہ ہوا، اس وقت ۲۸ طلبہ موجود

و حاضر تھے، کچھ کچھ جماعت متفرقہ کا جو سنا گیا تو فی الواقع

اہتمام مہتممین اور حسن سعی مدرسین اور کوشش و محنت طلبہ کو قابل

تحسین و آفریں پایا..... (۱)

حضرت نانوتوی کی وفات کے بعد ۱۲۹۷ھ میں آپ کو دارالعلوم کا سرپرست تجویز کیا گیا اور آپ کے بارے میں روداد میں یہ عبارت لکھی گئی :

حضرت مولانا گنگوہی مثل حضرت نانوتوی کے ہیں اور ہمیشہ دارالعلوم کی ظاہری و باطنی امداد فرماتے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم کو نعم البدل عطا فرمادیا ہے، اس بات سے بڑی اُمید ہے کہ دارالعلوم کے کاموں میں انشاء اللہ اختلال نہیں آئے گا۔ (۱)

۱۲۹۹ھ میں جب دارالعلوم میں دو تین سالوں کے فاصلے کے بعد بڑے پیمانہ پر جلسہ دستار بندی منعقد ہوا، تو اس وقت فضلاء کے سروں پر حضرت گنگوہیؒ نے اپنے ہاتھ سے دستار باندھی، دارالعلوم کے احوال کا جائزہ لینے اور بعض احوال کی اصلاح کے لئے آپ دارالعلوم میں وقتاً فوقتاً قیام بھی فرماتے تھے، دارالعلوم میں آنے والے اہم استفتاءات کے جواب بھی از خود دیتے تھے، غرض حضرت نانوتوی کی حیات میں رہبری و رہنمائی اور حضرت نانوتوی کی وفات کے بعد آپ کی نگرانی و سرپرستی میں دارالعلوم برابر ترقی کی طرف گامزن رہا اور آپ کا تعلق دارالعلوم سے بالکل اسی طرح رہا جیسے حضرت نانوتویؒ کا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ کا انتقال ہوا تو اسے حضرت نانوتوی کے بعد دارالعلوم میں سب سے بڑا حادثہ قرار دیا گیا؛ چنانچہ دارالعلوم کی روداد میں لکھا ہے :

مولانا مرحوم اسی صدف کے اعلیٰ درجہ یتیم تھے، جس سے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہ جیسے اعلیٰ حضرات نکلے تھے، حضرت مرحوم نے اپنے وجود باوجود کی بدولت مدرسہ دیوبند کو اس اعلیٰ ترقی پر پہنچایا تھا، جس کی نظیر آج بمشکل کسی دوسری جگہ مل سکے گی، آج صرف حضرت مرحوم ہی کی وفات نہیں ہوئی؛ بلکہ گویا آج تمام حضرات اکابر مدرسہ دیوبند مثل حضرت مولانا

محمد قاسمؒ وغیرہ کی وفات ہوئی ہے، جن کی وفات کو حضرت مولانا کی نعمت وجود سے مسلمان فراموش کئے ہوئے تھے۔ (۱)

حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی گویا دارالعلوم کے لئے آفتاب و ماہتاب تھے، اسی لئے دارالعلوم سے پہلے ”القاسم“ نامی رسالہ نکلتا تھا اور بعد میں جب القاسم کے معاونین کا حلقہ وسیع ہو گیا تو دوسرا رسالہ ”الرشید“ کے نام سے جاری کیا گیا اور ان دونوں رسالوں نے مسلمانوں کی دینی رہنمائی میں نمایاں خدمات انجام دیں، (۲) اور آج بھی دارالعلوم کے مسلک کی وضاحت میں حضرت نانوتوی کے ساتھ لازماً حضرت گنگوہی کا بھی ذکر آتا ہے۔

### فقہ و فتاویٰ میں آپ کا مقام

حدیث اور فقہ حضرت گنگوہی کے دو خاص موضوع تھے؛ چنانچہ قیام گنگوہ کے زمانہ میں درس حدیث کے ساتھ فقہ و فتاویٰ کا سلسلہ بھی جاری تھا اور ہندوستان کے علاوہ بیرون ملک سے بھی کثرت سے استفتاءات آپ کی خدمت میں آتے تھے، فقہ و فتاویٰ میں آپ کے مقام کا یہ حال تھا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پاس جو استفتاءات آتے تھے، حضرت نانوتویؒ عموماً وہ استفتاءات حضرت گنگوہی کے سپرد کر دیتے تھے اور آپ ان کے جوابات لکھتے تھے، اسی طرح حضرت نانوتویؒ کی وفات کے بعد بھی دارالعلوم دیوبند میں آنے والے اہم استفتاءات آپ ہی کی خدمت میں بھیجے جاتے تھے اور آپ ان کے جواب عنایت فرماتے تھے اور کبھی خود دارالعلوم تشریف لا کر استفتاءات کے جواب تحریر فرمایا کرتے تھے، نیز حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ بھی اپنے قیام تھانہ بھون کے زمانہ میں اہم مسائل میں آپ ہی سے رجوع ہوتے تھے، آپ کی فقہی بصیرت کا اعتراف کرتے ہوئے محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ آپ کو ”فقیہ النفس“ کہا کرتے تھے (۱) اور آپ کو علامہ ابن عابدین شامیؒ پر بھی ترجیح دیا کرتے تھے، علامہ

(۱) تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۱/۱، بحوالہ: روداد دارالعلوم ۱۳۲۲ھ

(۲) دیکھئے: تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۴/۱ (۳) فتاویٰ رشیدیہ: ۱

کشمیری یہ بھی فرماتے تھے کہ ”اب سے ایک صدی پہلے تک اس شان کا فقیہ انفس جماعت علماء میں نظر نہیں آتا ہے“ (۱) ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں علامہ رشید رضا مصری کی آمد پر خطبہ استقبال میں علامہ کشمیری نے فرمایا کہ قاری طیب صاحبؒ نے اپنے گرانقدر رسالہ ”علماء دیوبند کا مسلک“ میں لکھا ہے کہ ہم علماء دیوبند جزئیات میں حضرت گنگوہی کو اپنا امام مانتے ہیں۔

حضرت گنگوہی چوں کہ مولانا احمد رضا بریلوی کے ہم عصر تھے، اس لئے آپ کے پاس بدعات و خرافات سے متعلق زیادہ استفتاءات آتے تھے، جس کی وجہ سے آپ کے بیشتر فتاویٰ انھیں موضوعات پر کسی قدر تھلب کے اظہار کے ساتھ ہیں۔

### علمی و قلمی سرمایہ

حضرت گنگوہی نے درس و تدریس اور فقہ و فتاویٰ کے ساتھ مسلمانوں کی داخلی خرابیوں کے سد باب اور اسلام میں شرکانہ ادہام و عقائد کے نفوذ کی راہوں کو بند کرنے نیز مسلمانوں کی عظمت رفتہ بحال کرنے کی جدوجہد میں زندگی صرف کی، جس کی وجہ سے تصنیف و تالیف کا زیادہ موقع نہیں مل سکا، تاہم آپ نے جو چند کتابیں تالیف فرمائی ہیں وہ اپنے موضوع سے متعلق گہری تحقیق پر مبنی ہیں، ذیل میں آپ کی چند تالیفات کا ذکر کیا جاتا ہے :

#### ۱۔ سبیل الرشاد

مسلک احناف پر ایک طبقہ کی طرف سے جو شکوک و شبہات اور اعتراضات کئے جاتے ہیں، اس کتاب میں انھیں کے مفصل اور مدلل جوابات دیئے گئے ہیں اور شکوک و شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے، مثلاً آمین بالجبر، قراءت خلف الامام، رفع یدین اور تہلیل وغیرہ سے متعلق اس میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

#### ۲۔ الرأی النجیح

اس رسالہ میں تراویح سے متعلق روایات کو جمع کیا گیا ہے۔ پھر محدثانہ انداز میں

(۱) دیکھئے: سرمایہ فکر اسلامی، معاصر فقہ اسلامی نمبر: ۳۳

روایات کے درمیان جمع و تطبیق کے ذریعہ رکعات تراویح کے مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے، یہ رسالہ فتاویٰ رشیدیہ میں بھی شامل ہے۔

۳۔ اوثق العری

یہ رسالہ دراصل آپ کا ایک مفصل فتویٰ ہے، جس میں دیہات میں جمعہ کی فرضیت کے سلسلہ میں بحث کی گئی ہے، آپ نے دیہات میں جمعہ کی عدم فرضیت کو ثابت کیا ہے۔

۴۔ ہدایۃ الشیعۃ

یہ رسالہ ایک شیعہ عالم کے سوالنامہ کا جواب ہے، جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بلا فصل ہونا، اماموں کو درجہ نبوت تک پہنچانا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی میراث فداک وغیرہ کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

۵۔ ہدایۃ المعتدی

اس رسالہ میں قراءت خلف الامام سے متعلق تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

۶۔ زبدۃ المناسک

یہ رسالہ حج و عمرہ کے مسائل پر لکھا گیا ہے، جو بڑے سائز کے ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔

۷۔ فتاویٰ رشیدیہ

یہ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، پہلے یہ فتاویٰ تین الگ الگ اجزاء میں تھے، اب ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے، جن کی ضخامت (۵۰۰) صفحات ہے، زیادہ تر فتاویٰ محفل میلاد اور بدعات وغیرہ کے رد پر ہیں۔

ان کے علاوہ آپ کے درس حدیث کو آپ کے خاص شاگرد حضرت مولانا یحییٰ کاندھلوی نے قلم بند کیا تھا؛ چنانچہ بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی کے افادات کو لامع الدراری، الحل المفہم، الکوکب الدری اور الفیض السمانی کے نام سے بعد میں شائع کر دیا گیا۔





## مولانا خلیل احمد سہارنپوری

### سن ولادت اور وطن

مولانا خلیل احمد کی ولادت آخر صفر المظفر ۱۲۶۹ھ مطابق دسمبر ۱۸۵۲ء میں ”نانوتہ“ میں ہوئی، آپ کا نام ”ظہیر الدین“ اور ”خلیل احمد“ رکھا گیا؛ لیکن شہرت و مقبولیت آپ کے دوسرے نام کو ملی، آپ کے والد کا نام شاہ مجید علی اور آپ کی والدہ کا نام مبارک النساء تھا، جو مولانا مملوک علی نانوتوی کی صاحبزادی تھیں، آپ کا نسب دادیہالی رشتہ سے حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

مغربی یوپی کے ضلع سہارنپور میں ایک چھوٹا سا قصبہ ”امبہدہ“ ہے، جو آٹھویں صدی ہجری سے آباد ہوا، اس بستی میں متعدد علماء اور اہل کمال پیدا ہوئے، آپ اسی بستی کے رہنے والے تھے، تاہم آپ کی پیدائش (جیسا کہ ذکر ہوا) آپ کے تانیہالی قصبہ ”نانوتہ“ میں ہوئی تھی۔

مولانا خلیل احمد کا علمی تعلق دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور، دونوں سے رہا ہے، جس کی وجہ سے دونوں ادارے آپ کو اپنی طرف منسوب کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور آپ کی خدمات کو اپنے ہی ادارہ کے ایک فاضل کی خدمات تصور کرتے ہیں۔

### ابتدائی تعلیم

آپ کی تعلیم کارسی آغاز (رسم بسم اللہ) بزرگ عالم دین اور آپ کے نانا مولانا مملوک علی صاحب کے ذریعہ ہوا، آپ نے بہت کم عمر میں قرآن شریف ناظرہ پڑھ لیا تھا اور اردو،



فارسی وغیرہ کی تعلیم حاصل کر لی تھی، گیارہ سال کی عمر میں تعلیم کی غرض سے اپنے چچا مولانا انصار علی (جو ریاست گوالیار کے صدر الصدور تھے) کے ساتھ گوالیار چلے گئے اور وہاں ان سے میزان الصرف، صرف میر اور پنج گنج وغیرہ پڑھیں، آپ کے والد صاحب گوالیار ہی میں ملازم تھے؛ لیکن کچھ دنوں بعد انھوں نے ملازمت چھوڑ دی اور انہیں واپس ہونے لگے تو آپ بھی والد صاحب کے ساتھ گھر چلے آئے اور گھر پر ہی مولانا سخاوت علی صاحب سے ”کافیہ“ تک کی تعلیم حاصل کی۔

### دارالعلوم دیوبند میں داخلہ اور تعلیم سے فراغت

گھر پر چوں کہ تعلیم کا زیادہ اچھا انتظام نہیں تھا؛ اس لئے آپ نے انگریزی پڑھنے کے لئے اسکول میں داخلہ لے لیا؛ لیکن چھ مہینہ بعد جب محرم ۱۲۸۳ھ مطابق مئی ۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد پڑی، جہاں آپ کے ماموں مولانا محمد یعقوب نانوتوی صدر مدرس تھے، تو انھوں نے ۱۲۸۵ھ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند میں داخل کر دیا؛ چنانچہ آپ خود اپنی سرگذشت میں لکھتے ہیں :

میرے والد گوالیار میں ملازم تھے اور میرے چچا بھی وہیں کہیں رہتے تھے، اتفاق سے چچا بھی گوالیار آ گئے، انھوں نے مجھے عربی شروع کرادی، اس وقت میں بوستاں پڑھتا تھا، عربی شروع کر کے صرف میر، پنج گنج تک پڑھا کہ والد صاحب نے ملازمت چھوڑ کر انہیں کا ارادہ کیا، میں بھی ہمراہ آ گیا، انہیں میں کوئی پڑھا لکھا نہیں تھا، یوں ہی سسٹم پستیم کافیہ، شرح جامی تک پڑھا کہ مدرسہ دیوبند کی بنیاد پڑ گئی، میں، برادر مولوی عبداللہ اور برادر مولوی صدیق احمد مدرسہ میں داخل ہوئے، شرح جامی تک پڑھ چکے تھے، مگر مولانا محمد یعقوب صاحب نے کافیہ تجویز فرما کر اس میں داخل کر دیا۔ (۱)

دارالعلوم دیوبند میں شرح تہذیب وغیرہ پڑھ کر مظاہر علوم سہارنپور چلے گئے، وہاں تفسیر، حدیث، فقہ اور عقائد و کلام وغیرہ پڑھنے کے بعد پھر ۱۲۸۹ھ میں دارالعلوم دیوبند آکر منطق، فلسفہ اور تاریخ و ادب کی اعلیٰ کتابیں پڑھ کر تعلیمی سلسلہ سے فراغت حاصل کی۔ (۱)

خاص آپ کے حالات پر لکھی گئی کتاب ”تذکرۃ الخلیل“ میں آپ کے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہونے کی تاریخ ۱۲۸۵ھ کے بجائے ۱۲۸۳ھ لکھا ہے، نیز دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے سلسلہ میں مکمل سکوت اختیار کیا گیا ہے؛ لیکن آپ کے تفصیلی حالات جاننے کے لئے اس کتاب کی جامعیت اور مرہعیت تسلیم کرنے کے باوجود، اس کتاب کی بعض فروگزاشت پر بھی بہت سے لوگوں نے نشاندہی کی ہے، مولانا نورالحق راشد کاندھلوی لکھتے ہیں :

اس میں واقعات و تاریخ کی متعدد فروگزاشتیں ہیں، کچھ فروگزاشتوں کا شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا اور مولانا اخلاق احمد انہٹوی کی تصحیحات و حواشی میں ذکر آگیا ہے۔ (۲)

چنانچہ انھیں فروگزاشتوں میں مذکورہ تاریخ اور دارالعلوم دیوبند سے فراغت کا ذکر نہ آنا بھی ہے؛ اس لئے کہ دارالعلوم دیوبند سے آپ کو باضابطہ سند عطا کی گئی ہے اور اس سند پر آپ کے داخلہ کی تاریخ ۱۲۸۵ھ لکھی ہے، سند کی عبارت اس طرح ہے :

مولوی خلیل احمد ساکن انہٹہ (نبیہ مولانا مولوی مملوک علی صاحب مرحوم) ۱۲۸۵ھ میں اس مدرسہ میں داخل ہوئے، اس وقت کافیہ پڑھتے تھے، قریب ایک سال کے عرصہ میں کتب مفصلہ ذیل تحصیل کیں: کافیہ، شرح ملا ہاجی، ایسا غوجی، قال اقول، میزان، منطق، مرقات، شرح تہذیب، بعد اس کے بضرورت قرب وطن مدرسہ سہارنپور میں کتب درسیہ حدیث،

(۱) دیکھئے: تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۳۱/۲

(۲) از: سرمایہ ”فکر اسلامی“ ہستی ”مواضع اسلامی نمبر“ ۸۳

فقہ و تفسیر و اصول و عقائد و معانی و منطق تکمیل کو پہنچائیں، آخر  
۱۲۸۹ھ میں پھر اسی مدرسہ میں آکر میرزا ہد، رسالہ شمس بازغہ،  
مقامات حریری، دیوان متنبی و حماسہ و تاریخ میں کچھ پڑھا، استعداد  
درست اور ذہن و ذکاوت اور مناسبت مناسب ہے۔ (۱)

## درس و تدریس

دارالعلوم دیوبند سے تکمیل علوم کے بعد مظاہر علوم سہارنپور میں آپ مدرس مقرر  
ہوئے، (۲) مگر چوں کہ آپ کو عربی ادب کا بہت شوق تھا اور اس حوالہ سے آپ مولانا فیض  
الحسن ادیب سے بے حد متاثر تھے، مولانا فیض الحسن اس وقت لاہور یونیورسٹی میں مدرس تھے،  
چنانچہ آپ مظاہر علوم چھوڑ کر لاہور تشریف لے گئے اور مولانا موصوف سے عربی ادب سیکھا  
اور مقامات حریری، دیوان متنبی وغیرہ پڑھیں، لاہور سے واپسی کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند  
اپنے ماموں مولانا یعقوب صاحب کے پاس پہنچے، مولانا یعقوب صاحب نے آپ کی عربیت  
کے ذوق کو مزید فروغ دینے اور تقویت پہنچانے کے لئے عربی کی مشہور کتاب ”قاموس“ کا  
ترجمہ کرنے کے لئے ”منصوری“ بھیج دیا، وہاں ایک دو ماہ قیام کے بعد آپ واپس آگئے  
اور مدرسہ عربیہ منگلور میں خدمت انجام دینے لگے، پھر جب مولوی جمال الدین — جو بھوپال  
میں ”مدار الہمام“ تھے — نے مولانا یعقوب صاحب کو بھوپال آنے کی دعوت دی تو انھوں نے  
دارالعلوم چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا اور اپنی جگہ مولانا ظلیل احمد صاحب کو ۱۲۹۳ء میں بھوپال بھیج  
دیا، تاہم بھوپال آپ کے مزاج کے موافق نہیں ہو سکا اور چند ہی ماہ بعد آپ حج کے لئے چلے  
گئے حج سے واپسی پر مولانا یعقوب صاحب نے آپ کو بھاول پور بھیج دیا، پھر ۱۲۹۷ء میں  
آپ نے دوبارہ حج کا ارادہ فرمایا اور اس حج سے واپسی کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی  
نے آپ کو مدرسہ مصباح العلوم بمبئی کا خیرمدبر بنانا کر دیا۔

۱۳۰۸ھ میں حضرت گنگوہی (سرپرست دارالعلوم دیوبند) کے ارشاد پر آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور بحیثیت استاذ دوم (نائب مدرس اعلیٰ) آپ کا تقرر ہوا، پھر حضرت گنگوہی کے ہی حکم سے ۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۴ھ مطابق نومبر ۱۹۹۶ء کو آپ مظاہر علوم تشریف لے گئے اور وہاں صدر مدرس کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا اور ۱۳۲۵ھ میں آپ کو وہاں کا ناظم بنایا گیا، پھر اواخر عمر (شوال ۱۳۴۴ھ) میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے۔

غرض آپ کا علمی تعلق دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور دونوں اداروں سے رہا ہے، جس کی وجہ سے دونوں ادارے آپ کو اپنی طرف منسوب کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور آپ کی خدمات کو بجا طور پر اپنے ایک فاضل کی خدمت تصور کرتے ہیں؛ کیوں کہ احادیث و فقہ کی تعلیم سے فراغت تو آپ نے مظاہر علوم سے حاصل کی تھی؛ لیکن دارالعلوم کے قیام کی ابتداء ہی میں آپ نے دارالعلوم میں داخلہ لیا اور مختلف کتابیں پڑھیں اور مظاہر علوم سے کتب حدیث پڑھنے کے بعد پھر منطق و فلسفہ اور ادب و تاریخ وغیرہ کی کتابیں دارالعلوم دیوبند میں آکر پڑھیں۔ اس طرح آپ کی تعلیم کا ابتدائی ادارہ بھی دارالعلوم دیوبند ہے اور آپ کی ”تعلیم سے فراغت“ بھی دارالعلوم دیوبند ہی سے ہوئی، نیز آپ کی تدریسی زندگی کا بھی بعض حصہ دارالعلوم دیوبند میں اور بعض حصہ مظاہر علوم سہارنپور میں گذرا؛ اس لئے صحیح بات یہ ہے کہ دونوں اداروں سے آپ کا یکساں تعلق رہا ہے اور آپ دونوں اداروں کے لئے ”قابل فخر سپوت“ کا بھی درجہ رکھتے ہیں اور ”قابل قدر مربی“ کا بھی۔

### شانِ تفقہ

جیسا کہ مذکور ہوا کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری متعدد علوم و فنون کے متبحر عالم تھے؛ تاہم حدیث و فقہ سے آپ کو خاص مناسبت تھی اور یہ مناسبت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی جیسی فقیہ النفس شخصیت کی سرپرستی اور شفقت و عنایت کی وجہ سے آپ میں پیدا ہوئی تھی۔

آپ کی شانِ تفقہ اور فقہی بصیرت کا سب سے پہلا نمونہ حضرت گنگوہی سے فقہی اعتراضات و جوابات ہیں، جن میں فقہ کی بعض اہم ترین کتابوں، خصوصاً ہدایہ کی بعض عبارتوں اور دقائق کو حل کرنے کی درخواست کی گئی تھی، چنانچہ آپ کے خطوط کے جواب میں حضرت گنگوہی لکھتے ہیں :

شبہات ہدایہ آپ نے کیا لکھے، اجتہادیات کی لم (حقیقت) کا استفسار ہے..... یہ وہ مقام ہے کہ بندہ اس مقام پر طلبہ سے بیان کرتا ہے اور طلبہ آج تک قبول کرتے رہتے ہیں؛ مگر تم ماشاء اللہ ذکی آدمی ہو، اگر کوئی شبہ، خدشہ کرو گے تو پھر شروح کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ (۱)

اور حضرت گنگوہی آپ کی باریک بینی اور ہدایہ کی عبارت پر شبہات کی قوت کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں :

تم جیسے ذکی کا جواب مجھ جیسے مٹھے (۲) سے کیسا ہو؟ استفسارات آپ کے سب کے سب قوی ہیں، ہر ایک جواب دے نہیں سکتا۔ (۳)

یہی وجہ ہے کہ حضرت گنگوہی کو آپ پر فخر حاصل تھا اور آپ کو اپنے لئے ذریعہ نجات اور آخرت کا سرمایہ سمجھتے تھے، یہاں تک کہ ایک خط کے جواب میں حضرت گنگوہی نے فارسی کا یہ شعر لکھ کر بھیجا تھا کہ :

در گور بزم از سر گیسوئے تو تارے  
تا سایہ گنڈ بر سر من روز قیامت  
ترجمہ : تمہارے سر کا ایک بال میں اپنی قبر میں لے

(۱) تذکرۃ الخلیل: ۸۳، مکتبۃ الشیخ، کراچی، پاکستان۔

(۲) تذکرۃ الرشید: ۱۶۲/۱

(۳) کندوز بن، مولیٰ سمجھ کا۔

جاؤں گا؛ تاکہ قیامت کے دن وہ بال میرے سر پر سایہ کا کام دے۔

حضرت گنگوہی جس طرح آپ کو اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھتے تھے، اسی طرح حضرت مولانا خلیل احمد بھی اپنے استاذ حضرت گنگوہی سے اتنی ہی عقیدت رکھتے تھے اور اعتراف کرتے تھے کہ ہمیں جو کچھ بھی حاصل ہوا ہے، وہ سب حضرت گنگوہی کا ہی صدقہ ہے؛ چنانچہ ایک مرتبہ جب مولانا ظفر احمد تھانوی نے آپ سے عرض کیا کہ ”اس وقت تو فقہ حضرت والا پر ختم ہے کہ حق تعالیٰ نے اسی کے لئے آپ کو پیدا فرمایا ہے“ تو آپ نے بے ساختہ جواب دیا کہ ”میاں ظفر! یہ سب گنگوہ کی حاضری کی برکت ہے اور اپنے حضرت کی جوتیوں کا صدقہ ہے، اگر میں گنگوہ حاضرنہ ہوتا تو نہ معلوم کس کھیت کا بھوا (۱) ہوتا۔“ (۲)

حضرت مولانا خلیل احمد اپنے فقہ اور مرجعیت میں حضرت گنگوہی کے سچے جانشین تھے؛ چنانچہ جب حضرت گنگوہی کا وصال ہو گیا تو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا :  
مجھے اب تک جو کچھ بھی دریافت کرنا ہوتا تھا، حضرت گنگوہی سے دریافت کر لیا کرتا تھا، حضرت کے بعد اب جو کچھ مجھے دریافت کرنا ہوگا، وہ جناب والا سے دریافت کر لیا کروں گا اور حضرت والا کو جواب کی تکلیف کرنا ہوگی۔ (۳)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ایک مرتبہ دورانِ سبق طلبہ کے سامنے فقہ میں آپ کے ”یکٹائے روزگار“ اور ”یکانہ زمانہ“ ہونے کو اس طرح بیان کیا کہ ”دیکھو پڑھانے والے مدرس بہت ہیں؛ مگر آج فقیہ ایک ہی شخص ہے“ اور علامہ نے آپ کی شان میں ایک قصیدہ بھی لکھا، جس کے چند اشعار اس طرح ہیں :

(۱) ایک قسم کا ساگ جو گیہوں کے پودوں کے ساتھ پیدا ہوتا ہے (فیروز اللغات)

(۲) تذکرۃ الخلیل: ۲۹۷ (۳) تذکرۃ الخلیل: ۳۲۸

إمام ، قدوة ، عدل ، أمين  
إليه المنتهى حفظا وفقها  
ونور مستبين كالنهار  
وأضحى في الرواية كالمدار  
”فقيه النفس“ مجتهد مطاع  
وكون علمه بالخير جار . (۱)  
ماضی قریب کے مشہور عالم و مفکر حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ آپ کی شان  
تفقہ کے بارے میں لکھتے ہیں :

ہمارے اس عہد میں جن چیدہ اور برگزیدہ علماء کو اس دولت علم  
وحکمت دین سے بہرہ وافر ملا، جس کو حدیث صحیح میں ”من یرد  
اللہ بہ خیر یفقہ فی الدین“ (۲) کے عمیق و جامع الفاظ سے  
ادا کیا گیا ہے، ان میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری خاص  
مقام رکھتے ہیں..... اور اس کے حامل و متصف کو ”فقیہ النفس“  
کے لفظ سے ہماری قدیم کتابوں میں یاد کیا گیا ہے۔ (۳)

### فقہی خدمات

حضرت مولانا کی دینی و ملی خدمات یوں تو بہت سے اہم عنوانات پر پھیلی ہوئی ہیں،  
تاہم فقہ و فتاویٰ کو آپ کی خدمات کا ایک خاص عنوان اور آپ کی توجہ کا خاص مرکز قرار دیا جاسکتا  
ہے، فقہ و فتاویٰ کا کام آپ نے طالب علمی کے آخری دور اور زمانہ تدریس کے ابتدائی ایام  
سے ہی شروع فرمادیا تھا اور آپ کے فتاویٰ پر اساتذہ کو اس قدر اعتماد اور عوام کو ایسا اطمینان ہوتا  
تھا کہ لوگ کثرت سے آپ کی طرف رجوع ہوتے تھے اور آپ اپنی نوعمری (۲۷ سال کی عمر)  
میں ہی ”اہل فتاویٰ“ میں شمار ہونے لگے اور آپ کے گہر بار قلم سے ہزاروں مسلمانوں کے  
مسائل حل ہونے لگے، جو مسائل سخت اور پیچیدہ ہوتے تھے اور جنہیں بڑے بڑے جید علماء حل

(۱) بذل المجہود: ۶/۱

(۲) صحیح بخاری: ۶۹، کتاب العلم .

(۳) مقدمہ فتاویٰ خلیلیہ: ۴/۱، ط: شعبہ نشر و اشاعت جامعہ مظاہر علوم سہارنپور



نہیں کر پاتے تھے، ایسے وقت میں وہ آپ سے رُجوع ہوتے تھے، یا آپ کی خدمت میں وہ مسائل بھیج دیتے تھے؛ چنانچہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، شاہ عبدالرحیم رائے پوری، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی اور مفتی عزیز الرحمن عثمانی رحمہم اللہ جیسے اساطین بھی آپ سے رُجوع ہوتے یا آپ کی خدمت میں استفتاء بھیج دیتے تھے اور آپ ان سب کا بڑی باریک بینی سے تحقیقی جواب عنایت فرماتے تھے؛ چنانچہ ایک مرتبہ ایک حکیم صاحب دواؤں کے حلال و حرام ہونے سے متعلق ایک کتاب لکھ رہے تھے، انھوں نے اپنی تحقیق کے مطابق بہت ساری دواؤں کے حلال یا حرام ہونے کا حکم لکھ دیا؛ لیکن ستائیس سوالات رہ گئے تھے، جن کے متعلق حکیم صاحب کوئی واضح اور شرعی حل نہیں پاسکے تو حضرت تھانویؒ سے رُجوع کیا، حضرت تھانویؒ نے چند سوالات کے جوابات عنایت فرمائے اور باقی سوالات کی تحقیق کے لئے علامہ انور شاہ کشمیریؒ یا مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے رابطہ کرنے کا مشورہ دیا، حکیم صاحب پہلے دیوبند آئے اور علامہ کشمیری سے دریافت کیا، علامہ کشمیری نے ایک مہینہ کا وقت لیا کہ اس سے کم وقت میں ایسے تحقیق طلب سوالات کا جواب مشکل ہے، حکیم صاحب کو عجلت تھی چنانچہ انھوں نے حضرت مولانا خلیل احمد سے رُجوع کیا، حضرت نے سوالات پڑھتے ہی ان سب کے مفصل جوابات اسی وقت اسی مجلس میں لکھوا دیئے، حکیم صاحب کو ایسا اطمینان بخش اور تحقیقی جواب اتنی جلدی لکھ دینے پر حیرانی ہوئی اور انھوں نے برملا کہا کہ ”ایسا تبحر فقیہ میری نظر سے نہیں گذرا“۔ (۱)

سالہا سال آپ نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے دارالافتاء کی نگرانی و سرپرستی فرمائی اور آپ کی دستخط و تصدیق کے بغیر کوئی فتویٰ وہاں سے جاری نہیں ہوتا تھا، آپ کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ فتاویٰ خلیلیہ (فتاویٰ مظاہر علوم) کے نام سے شائع ہوا ہے، جو یقیناً علم و تحقیق کی دنیا کے لئے ایک نایاب تحفہ ہے۔



## وفات

شوال ۱۳۴۴ھ کو آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تھے، اس کے ڈیڑھ سال بعد ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو عمر کی ۷۷ بہار میں گذار کر فالج کے مرض میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور جنت البقیع میں حضرت عثمان ذی النور کے قریب اور اپنے شیخ عبدالغنی المجددی مہاجر مدنی کے بازو میں مدفون ہوئے۔ (۱)

## تالیفات

آپ کے گہر بار قلم سے بہت سارے موضوعات پر علمی و تحقیقی کتابیں شائع ہوئیں، جن کو اہل علم کے درمیان سند کا درجہ حاصل ہوا، ذیل میں ان کتابوں کا نام اور مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے :

- ۱- ”مطرفة الكرامة على مرآة الإمامة“: — یہ کتاب روافض کے رد میں لکھی گئی تھی، جو (۷۲) صفحات پر مشتمل ہے، پہلی مرتبہ اس کی اشاعت ۱۳۲۰ھ میں ہوئی۔
- ۲- ”المهند على المفند“: — آپ نے علماء مدینہ منورہ کے ستائیس سوالات کے جوابات تحریر فرمائے تھے، جو (۶۴) صفحات پر پھیلے ہوئے تھے، اسی کو کتابی شکل دے دی گئی اور پہلی دفعہ ۱۳۲۵ھ میں اس کی اشاعت ہوئی۔
- ۳- ”براهین قاطعه على ظلام أنوار ساطعه“: — یہ کتاب رد بدعات میں لکھی گئی ہے، جو (۲۷۹) صفحات پر مشتمل ہے، اس کی اشاعت ۱۳۰۴ھ میں ہوئی تھی۔
- ۴- ”اتمام النعم“: — یہ دراصل ”تبویب الحکم“ کا اردو ترجمہ ہے، جو سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے حکم سے ۱۳۱۳ھ میں آپ نے کیا تھا، پھر مولانا عبداللہ گنگوہی نے اس کی شرح و توضیح کی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا علیہ الرحمہ نے اس پر طویل مقدمہ تحریر فرمایا، اس طرح یہ کتاب ۲۶۸ صفحات میں شائع ہوئی۔

(۱) ماخوذ از: مقدمہ بذل المجہود: ۶/۱

۵۔ ”ہدایۃ المؤمنینہ“۔ یہ کتاب بھی ردِ افض کے رد میں لکھی گئی ہے، جو ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے، یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۳۰۱ھ میں شائع ہوئی تھی۔

۱۔ ”سؤل از جمیع علماء شیعہ“۔ علماء شیعہ سے کئے گئے متعدد سوالات کا مجموعہ ہے، جو ایک کتاب کی شکل اختیار کر گیا ہے۔

۷۔ ”منشیط الاذهان فی تحقیق محل الاذان“۔ خطبہ جمعہ کی اذان مسجد کے اندر دی جائے یا باہر؟ اس سلسلہ میں یہ ایک تحقیقی اور تفصیلی مقالہ ہے۔

۸۔ ”بطلان المسجود فی حل ایسی داؤد“۔ اس کتاب کو مولانا کا بڑا علمی کارنامہ قرار دیا گیا ہے، ربیع الاول ۱۳۳۵ھ سے شعبان ۱۳۳۵ھ تک دس سال کے طویل عرصہ میں آپ نے اس کام کو مکمل فرمایا، یہ کتاب پانچ جلدوں میں پھیلی ہوئی ہے، جس کے مجموعی صفحات کی تعداد (۱۹۳۸) ہے۔

۹۔ ”فتاویٰ خلیہ“۔ آپ کے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو آپ نے مظاہر علوم بہر پور کے دارالافتاء سے جاری فرمائے تھے؛ اسی لئے اس کو ”فتاویٰ مظاہر علوم“ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، اس کو مولانا سید محمد خالد نے مرتب کیا ہے۔

## مفتی عزیز الرحمن عثمانی

### سن ولادت اور تعلیم و تدریس

آپ کا اصل نام عزیز الرحمن اور تاریخی نام ”ظفر الدین“ تھا، آپ قصہ دیوبند ضلع ہارنپور میں ۱۲۷۵ھ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد گرامی مولانا فضل الرحمن دارالعلوم کے بانیوں میں تھے، مولانا حبیب الرحمن (مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے آپ بڑے بھائی اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے علاقائی بھائی تھے۔

قاعدہ اور ناظرہ قرآن شریف کی تعلیم آپ نے اپنے گھر میں ہی والد صاحب سے حاصل کی، پھر ۱۲۸۳ھ میں جب دارالعلوم دیوبند میں درجہ قرآن شریف جاری ہوا تو دارالعلوم کے اس درجہ میں آپ کو داخل کر دیا گیا اور ۱۲۸۷ھ میں آپ نے قرآن مجید کا حفظ مکمل فرمایا، حفظ کی تکمیل کے بعد دارالعلوم ہی میں آپ نے درس نظامی کی مکمل تعلیم حاصل کی اور ۱۲۹۵ھ میں بخاری شریف، مسلم شریف وغیرہ کا امتحان دے کر دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی، تاہم ۱۲۹۷ھ تک آپ نے دارالعلوم ہی میں تعلیم و تعلم کا مزید سلسلہ جاری رکھا اور تمام علوم عربیہ کی تکمیل کی، (۱) ۱۷ شوال ۱۲۹۸ھ میں جب دارالعلوم کے نو تعمیر شدہ مکان میں سب سے پہلا جلسہ دستار بندی ہوا تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور دیگر اکابر کے دست مبارک سے آپ کو سند اور دستار فضیلت عطا کی گئی۔ (۲)

تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۲۹۹ھ میں کچھ عرصہ دارالعلوم ہی میں آپ معین المدرسین کی حیثیت سے تدریسی خدمت انجام دیتے رہے، اس دوران مولانا یعقوب کی نگرانی میں

(۲) دیکھئے: تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۵۷

(۱) دیکھئے: مقدمہ عزیز القادری: ۷۷

فتاویٰ نویسی کی خدمت بھی آپ نے انجام دی، پھر ۱۳۰۹ھ میں آپ کو مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ (میرٹھ) مدرس بنا کر بھیج دیا گیا، وہاں کئی سال تک آپ نے تدریسی خدمت انجام دی، ۱۳۰۹ھ میں اکابر دارالعلوم دیوبند نے نائب مہتمم کی حیثیت سے آپ کا نام پیش کیا اور آپ دارالعلوم آگئے، پھر ایک سال بعد آپ کو یہاں کا مفتی و مدرس مقرر کیا گیا، چنانچہ دارالعلوم کی روداد میں لکھا ہے :

مولوی عزیز الرحمن نے فراغت کے بعد بطور معین المدرسین دارالعلوم دیوبند میں درس دیا اور حضرت مولانا یعقوب صاحب کی نگرانی میں افتاء کا کام بھی کیا..... چند سال تک میرٹھ کے مدرسہ اسلامیہ واقع اندر کوٹ میں مدرس رہے..... ۱۳۰۹ھ میں آپ کو میرٹھ سے دیوبند لایا گیا، اس وقت سے برابر دارالعلوم کی خدمت میں معروف ہیں، آپ اس وقت مفتی مدرسہ ہیں؛ لیکن حدیث و تفسیر اور فقہ کے چند اسباق آپ سے متعلق ہیں۔ (۱)

### خدمت افتاء

افتاء کا کام آپ نے فراغت کے بعد دارالعلوم میں معین مدرس کے زمانہ سے ہی شروع کر دیا تھا، اس وقت آپ افتاء کا کام حضرت مولانا یعقوب صاحب (صدر مدرس دارالعلوم دیوبند) کی نگرانی میں کیا کرتے تھے، پھر جب آپ کو ۱۳۰۹ھ میں نائب مہتمم کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند لایا گیا، اس وقت آپ تدریس اور انتظامی امور کے ساتھ افتاء کی خدمت بھی انجام دیتے تھے اور بالآخر جب ۱۳۱۰ھ میں دارالعلوم میں مستقل دارالافتاء قائم کرنے کی تجویز منظور ہوئی تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے وہ تمام جوہر جو ایک ذمہ دار مفتی میں درکار ہیں، آپ کے اندر دیکھ کر آپ کو دارالافتاء کا صدر مفتی نامزد کیا اور آپ نے

(۱) روداد دارالعلوم دیوبند: ۱۹، (۱۳۳۳ھ)

نیابت اہتمام کا انتظامی کام چھوڑ کر مستقل فتاویٰ نویسی کی خدمت شروع کر دی، پھر اس کے بعد تو فتاویٰ نویسی آپ کی زندگی کا ایک اہم حصہ بن گیا اور موت تک یہ سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ آپ کے شاگرد مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے اپنے بعض دوستوں کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ وفات سے تھوڑی دیر قبل بھی آپ کے ہاتھ سے میں ایک فتویٰ تھا، جس کو موت ہی نے ہاتھ سے چھڑا کر سینہ پر ڈال دیا تھا۔ (۱)

حضرت مفتی صاحب نے تقریباً چالیس سال دارالعلوم کے دارالافتاء میں خدمت انجام دی، اس عرصہ میں آپ نے بڑے بڑے پیچیدہ اور مشکل سوالات کے جواب قلمبند فرمائے، سینکڑوں فتاویٰ ایسے بھی تحریر فرمائے، جو نہ صرف فتویٰ؛ بلکہ معرکہ الآراء مہمات میں محاکمہ کی حیثیت رکھتے ہیں، سفر میں بھی دارالافتاء کی ڈاک آپ کے ساتھ رہتی تھی اور آپ مراجعت کتب کے بغیر اپنی خداداد ذہانت اور بے پناہ صلاحیت کی وجہ سے بے تکلف فتاویٰ لکھاتے رہتے تھے، تاریخ دارالعلوم میں آپ کی شانِ تعلقہ کو اس طرح بیان کیا ہے :

یوں تو فتاویٰ ہر زمانہ میں لکھے گئے ہیں، مگر فتاویٰ نویسی کا جو کمال حضرت مفتی صاحب کو حاصل تھا، یہ کمال جماعت دیوبند میں صرف تین ہی شخصوں کے حصہ میں آیا تھا: ایک حضرت مولانا رشید احمد کنگوہیؒ، دوسرے حضرت مفتی صاحب اور تیسرے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ۔ (۲)

### جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں

۱۳۰۰ھ میں جب علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے دارالعلوم سے استعفیٰ دیا تو حضرت شاہ صاحب کے ساتھ آپ نے بھی استعفیٰ دے دیا، پھر علامہ کشمیریؒ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے؛ لیکن ۱۳۷۴ھ میں علامہ کشمیریؒ اپنی علالت کی وجہ سے دیوبند واپس آ گئے، اس وقت

(۱) دیکھئے عزیز الفتاویٰ: ۷/۱: ۷۸ (۲) تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۲/۱: ۴۷

ان کے اسباق میں بخاری شریف کے چودہ پارے باقی تھے؛ اس لئے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے ذمہ داروں نے مفتی عزیز الرحمن سے اصرار کے ساتھ درس بخاری کے لئے درخواست کی؛ چنانچہ وسط ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ میں آپ بخاری کا درس دینے ڈابھیل تشریف لے گئے اور صرف ڈیڑھ ماہ میں بخاری شریف کے باقی ماندہ چودہ پارے ختم کرا دیئے۔

## وفات و تدفین

جمادی الاخریٰ ۱۳۳۷ھ میں مفتی صاحب جامعہ ڈابھیل سے بخاری شریف کا درس مکمل فرما کر واپس دیوبند تشریف لارہے تھے کہ راستہ میں طبیعت خراب ہو گئی، اسی علالت میں ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء کی شب میں آپ کا انتقال ہو گیا، دوسرے دن آپ کا جنازہ ہوا، نماز جنازہ مولانا اصغر حسین صاحب نے پڑھائی اور مزارِ قاسمی (دیوبند) میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

فتاویٰ نویسی کے اس مہتمم بالشان کام اور دارالعلوم کی بعض ذمہ داریوں کی وجہ سے آپ کو مستقل تصنیف، تالیف کا وقت تو نہیں مل سکا، تاہم آپ کے علمی سرمایہ میں آپ کے گہر بار قلم سے لکھے گئے وہ بیش قیمت فتاویٰ ہیں، جو آپ نے دارالعلوم کے دارالافتاء سے جاری فرمائے، ان میں سے ۱۸-۱۹ رسال (۱۳۱۰ھ سے ۱۳۲۸ھ تک) کے فتاویٰ تو بالکل محفوظ نہیں رہ سکے اور ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۳۲ھ تک کے بعض ہی فتاویٰ کی نقل محفوظ کی جاسکی، ۱۳۳۳ھ کے بعد سے آپ کے فتاویٰ کی نقل رکھنے کا باضابطہ اہتمام کیا گیا، چنانچہ آپ کے ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۳۳ھ تک لکھے گئے فتاویٰ کو مفتی محمد شفیع صاحب نے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند اور ”عزیز الفتاویٰ“ کے نام سے مرتب کیا تھا، جو پہلے آٹھ جلدوں میں تھی، اب سات سو چون (۷۵۴) صفحات پر مشتمل ایک ضخیم جلد میں طبع شدہ ہے اور اس کی دوسری جلد میں، خود مفتی محمد شفیع صاحب کے فتاویٰ ہیں، جس کو ”امداد المفتیین“ کا نام دیا گیا ہے۔ (۱)

(۱) دیکھئے: دیباچہ فتاویٰ دارالعلوم (عزیز الفتاویٰ: ۵۱)

مفتی صاحب کے فتاویٰ کے کل چودہ ضخیم رجسٹروں میں سے مفتی شفیع صاحب نے صرف دو رجسٹروں کے فتاویٰ کو مرتب فرمایا تھا، (۱) بارہ رجسٹر باقی تھے، ان باقی فتاویٰ کو مفتی ظفر الدین مفتاحی نے بارہ ضخیم جلدوں میں مرتب فرمایا اور ہر مسئلہ کا حوالہ اور عربی کتابوں کی عبارت بھی نقل کر دی ہے، جس کی وجہ سے ان فتاویٰ کے استناد و اعتماد میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔

ان بیش قیمت فتوؤں کے علاوہ تفسیر جلالین کا اردو ترجمہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے رسالہ ”میزان البلاغہ“ کا حاشیہ بھی آپ کے علمی سرمایوں میں ہے۔



## مولانا اشرف علی تھانویؒ

### سن ولادت اور وطن

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی پیدائش ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ چہار شنبہ کو صبح کے وقت ہوئی، آپ کا پیدائشی وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (مغربی یوپی) ہے، آپ کا تاریخی نام ”کرم عظیم“ اور آپ کے والد کا نام شیخ عبدالحق تھا، آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

### ابتدائی تعلیم

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے وطن تھانہ بھون میں ہوئی، حافظ حسین علی صاحب سے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں حضرت مولانا فتح محمد تھانوی (۱) سے پڑھیں جو دارالعلوم کے اولین فارغین میں سے تھے، آپ بلند ذہانت کے ساتھ شروع ہی سے نفاست پسند اور محنتی تھے، آپ کی نفاست کا یہ حال تھا کہ کسی کو نیگے بدن (خاص کر پیٹ) دیکھ لیتے تو آپ کو قے آنے لگتی، بعض بچے آپ کو دیکھ کر جان بوجھ کر پیٹ کھول لیتے؛ تاکہ آپ کو قے آئے، اس کی وجہ سے آپ اور بھی بچوں سے علاحدہ رہنے لگے، گویا پڑھنے لکھنے میں آپ کے لئے یکسوئی اور محنت کا یہ فطری انتظام ہو گیا تھا۔ (۲)

(۱) حضرت مولانا فتح محمد صاحب قیام دارالعلوم کے پہلے سال دارالعلوم میں داخل ہوئے اور ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں پہلی مرتبہ جن تین طلبہ نے دارالعلوم سے فراغت حاصل کی، ان میں ایک مولانا فتح محمد بھی تھے، دارالعلوم میں پڑھنے کے زمانہ میں چند کتابوں کا درس بھی آپ سے متعلق تھا، فراغت کے بعد اپنے وطن تھانہ بھون کی ”حوض دہلی مسجد“ کے پہلے مدرس مقرر ہوئے، جس کو حافظ عبدالرزاق مرحوم نے قائم کیا تھا، آپ علوم ظاہری و باطنی دونوں سے مرین اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند ۱۵۳: ۱) (۲) دیکھئے: اعلاء السنن: ۹/۱، مقدمہ۔



## دارالعلوم دیوبند میں داخلہ و فراغت

۱۲۹۵ھ میں جب کہ آپ کی عمر ۱۵ سال کی تھی دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، آپ کو وہاں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ اور سید احمد دہلویؒ غیسے اکابر اور اساطین امت سے استفادہ کا موقع ملا، دارالعلوم دیوبند میں آپ نے پانچ سال قیام کیا، اس دوران علوم نقلیہ اور عقلیہ کی مختلف کتابیں پڑھنے کے ساتھ مولانا یعقوب صاحب سے فتاویٰ نویسی کی بھی تربیت حاصل کی۔

آپ کے قیام دارالعلوم کے زمانہ میں عیسائی پادری اور ہندو پنڈت دیوبند اور اس کے قرب و جوار میں آکر مسلمانوں کو چیلنج کیا کرتے تھے، اس وقت کو آپ طالب علم تھے، مگر ان عیسائیوں اور پنڈتوں سے جا جا کر مناظرہ کرتے اور اپنی خداداد ذہانت اور علمی گہرائی کے ذریعہ ایسا مسکت جواب دیتے تھے کہ وہ لا جواب ہو جاتے تھے، مناظرہ میں آپ کی مہارت طلبہ و اساتذہ کے درمیان مشہور ہو گئی تھی، مگر بعد کی زندگی میں آپ نے اس طریقہ کار کو بے سود سمجھ کر ترک کر دیا اور ہمیشہ مناظرہ سے دور رہے۔

۱۳۰۰ھ میں آپ دارالعلوم سے فارغ ہوئے، فراغت کے بعد آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھنے کا فیصلہ کیا گیا تو آپ جیسی لائق شخصیت نے اپنی عدم لیاقت کا اظہار کرتے ہوئے اکابر سے ایسا نہ کرنے کی درخواست کی، مگر اکابر نے اعتماد دلایا کہ آپ کو اپنی شخصیت کا صحیح اندازہ باہر جانے کے بعد ہوگا، فراغت کے بعد آپ نے فن تجویز بھی سیکھا اور مکہ مکرمہ میں رہ کر قاری عبداللہ مہاجر کی سے قراءت کی مشق کی۔

## کانپور میں تدریسی و اصلاحی خدمات

فراغت کے بعد آپ مدرسہ فیض عام (۱) کانپور تشریف لے گئے، مدرسہ فیض عام میں

(۱) یہ ادارہ شہر کانپور کے محلہ ”پھول والی گلی“ میں واقع ہے، جو اب مدرسہ کے بجائے انٹر کالج ہے، اسی تاریخی ادارہ کے سالانہ اجلاس میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے قیام کی تجویز طے پائی تھی۔

مولانا احمد حسن امروہوی علوم عقلیہ و نقلیہ کے ایک ماہر استاذ تھے، ان کی خواہش پر مدرسہ کی انتظامیہ نے دارالعلوم دیوبند درخواست بھیجی کہ ہمیں ایک اچھا مدرس چاہئے، حضرت تھانویؒ اسی سال فارغ ہوئے تھے؛ چنانچہ اکابر دارالعلوم نے ۱۳۰۱ھ میں آپ کو کانپور بھیج دیا اور آپ مدرسہ فیض عام میں خدمت انجام دینے لگے، پھر وہاں سے علاحدہ ہو گئے اور مدرسہ جامع العلوم پٹنپور (کانپور) والوں نے آپ کو باصرار اپنے ادارہ میں بلا لیا، مدرسہ جامع العلوم میں آپ نے ۱۳۱۵ھ تک خدمت انجام دی، درس و تدریس اور افتاء کے علاوہ آپ نے اصلاحی کام بھی خوب کئے، شہر کانپور بدعات و خرافات کا گڑھ بنا ہوا تھا، آپ کی مسلسل کوششوں اور مخلصانہ جدوجہد سے اس میں بڑی حد تک کمی آئی۔

### شانِ جامعیت

حکیم الامت حضرت تھانویؒ اپنے دور کے ”مجدد“ تھے، ٹھیک چودہویں صدی کے آغاز (۱۳۰۱ھ) میں آپ نے دینی و اصلاحی خدمات کی شروعات کی اور پوری زندگی اسی میں لگے رہے، آپ نے دین کے تمام پہلوؤں سے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی، علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں :

مسلمانوں کی شاید کوئی مذہبی ضرورت ہوگی، جس کا مداوا اس حکیم الامت نے اپنی زبان و قلم سے نہیں فرمایا اور جس کی وسعت کا اندازہ تحقیق اور مطالعہ کے بعد ہی نظر میں آسکتا ہے۔ (۱)

اسی وجہ سے لوگوں نے بجا طور پر آپ کو اس دور کا ”مجدد“ کہا ہے :

هكذا صار بداية خروجه لإفادة الناس في مطلع  
القرن الرابع عشر، ومن هنا اعتبره بعض العلماء  
مجدد هذا القرن في الديار الهندية . (۲)

(۱) اشرف القالات: ۳۶

(۲) اعلام السنن: ۱۲۸

آپ نے شریعت و طریقت میں جو برسوں سے ایک قسم کی دوری؛ بلکہ رقابت سی پیدا ہو گئی تھی، اس کا بھی خاتمہ فرمایا؛ چنانچہ سید صاحب لکھتے ہیں :

شریعت و طریقت کی ایک مدت کی جنگ کا خاتمہ کر کے دونوں کو ایک دوسرے سے ہم آغوش کیا۔ (۱)

اور ایک جگہ لکھتے ہیں :

جس کی ذات میں حضرات چشت اور حضرت مجدد الف ثانی اور سید احمد بریلوی کی نسبتیں یکجا تھیں، جس کا سینہ چشتی ذوق و عشق اور مجددی سکون و محبت کا مجمع البحرین تھا، جس کی زبان شریعت و طریقت کی وحدت کی ترجمان تھی، جس کے قلم نے فقہ و تصوف کو ایک مدت کی ہنگامہ آرائی کے بعد باہم ہم آغوش کیا تھا۔ (۲)

آپ محدث، فقیہ، مفسر، واعظ، مصنف اور نہایت ہی مسلم پیر طریقت تھے، مختلف موضوعات پر آپ نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں، اعلیٰ السنن کے مقدمہ میں عالم اسلام کے مشہور فقیہ مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ کے سب سے کثیر تصانیف اور ہمہ جہت لکھنے والے مصنف تھے، تقریباً ایک ہزار چھوٹی بڑی مطبوعات آپ نے چھوڑی ہیں، (۳) اور سید سلیمان ندوی آپ کی کثرت تصانیف کے بارے میں لکھتے ہیں :

ہر صدی کا مجدد اپنی صدی کے کمالات کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے، اگر یہ سچ ہے تو یہ صدی جو مطبوعات و منشورات کے کمالات سے مملو ہے..... زبان و قلم اس صدی کے مبلغ ہیں اور رسائل و منشورات

(۱) اشرف القالات: ۱۳۵

(۲) اشرف القالات: ۶۲۱

(۳) یکم: اعلیٰ السنن: ۱۳۷۱

دعوت کے صحیفے ہیں، اس بنا پر مناسب تھا کہ اس صدی کے مجدد

کی کرامت بھی انہیں کمالات میں جلوہ گر ہو۔ (۱)

آپ کی ان ہمہ جہت خدمات اور ہر موڑ پر مسلمانوں کی مسیحائی کی وجہ سے دنیا نے آپ کو ”حکیم الامت“ کے لقب سے یاد کیا اور سید صاحب کی زبان میں ”اس اشرف زمانہ کے لئے یہ خطاب عین حقیقت تھا“ اور مولانا عبد الماجد دریا بادی اپنے مخصوص انداز میں فرماتے ہیں :

وہ شخص بھی بڑا ”حکیم“ تھا، جس نے سب سے پہلے مولانا

اشرف علی تھانوی کو ”حکیم الامت“ کا لقب دیا۔ (۲)

### تھانہ بھون میں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حضرت گنگوئیؒ کے توسط سے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرکتی سے بذریعہ مراسلت ۱۲۹۹ھ میں غائبانہ بیعت ہو گئے تھے، پھر جب ۱۳۰۱ھ کے اواخر میں حج کے لئے گئے تو حج سے فارغ ہو کر حاجی صاحب کی خدمت میں چند دنوں قیام فرمایا، پھر واپس کانپور آکر ۱۳۰۶ھ تک تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کے ساتھ ذکر و شغل بھی جاری رہا، بالآخر ۱۳۰۷ھ میں آپ کے اندر عشق الہی کی ایک اضطرابی کیفیت پیدا ہو گئی اور دوبارہ حج کا ارادہ کر کے حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک مدت وہاں رہ کر استفادہ کیا، پھر واپس آکر کانپور ہی میں رہے؛ لیکن صفر ۱۳۱۵ھ میں حاجی صاحب کے مشورہ سے آپ تھانہ بھون چلے آئے اور یہیں ”بیر محمد والی مسجد“ (۳) میں قیام فرمایا اور اخیر (۱۳۶۲ھ) تک وہیں رہے، مسجد کی جنوبی سمت میں دو چھوٹے چھوٹے کمرے (جن میں ایک آدمی سے زیادہ کے سونے کی گنجائش نہیں) ہیں، جن میں سے ایک میں

(۱) اشرف القالات: ۳۶ (۲) علماء دیوبند: ۱۵۱

(۳) یہ تھانہ بھون کی پرانی تاریخی مسجد ہے، جو ہمیشہ علماء و مشائخ کا مسکن رہی ہے، سب سے پہلے یہاں شیخ صادق گنگوئی (وفات: ۱۰۵۱ھ) کے خلیفہ شیخ محمد تھانوی نے قیام کیا تھا، انہیں کے نام سے یہ مسجد موسوم ہوئی یہ مسجد شیخ احمد نے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ۱۱۸۳ھ مطابق ۱۷۷۰ء میں تعمیر کروائی تھی، اس وقت یہاں ایک مدرسہ بھی چل رہا ہے۔

حاجی صاحب کا قیام رہتا تھا اور دوسرے کمرہ میں حضرت حکیم الامت نے قیام فرمایا، اسی تنگ کمرے کے روشن دان کی دیوار آپ کے لکھنے پڑھنے کی ڈیک کا کام کرتی تھی، جہاں سے آپ نے متعدد تصنیفی خدمات انجام دیں، یہ مسجد بیک وقت مدرسہ، دارالمصنفین، دارالمبلغین، خانقاہ اور انگریزوں کے خلاف جہاد کی تربیت گاہ تھی۔

تھانہ بھون کے قیام کے زمانہ میں آپ برابر حضرت گنگوہی سے رُجوع ہوتے رہے اور اکابر دارالعلوم دیوبند سے رہنمائی حاصل کرتے رہے، ۱۳۲۰ھ میں آپ کو دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کا رکن بنایا گیا اور حضرت شیخ الہندؒ کی وفات کے چند سالوں بعد آپ کو دارالعلوم کا سرپرست منتخب کیا گیا، چنانچہ سید محبوب رضوی تاریخ دارالعلوم میں لکھتے ہیں :

حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے بعد اب تک سرپرستی کے لئے کسی مقدس اور با اثر شخصیت کا انتخاب نہ ہو سکا تھا، اس اہم منصب کو پُر کرنے کے لئے مجلس شوریٰ نے ..... متفقہ طور پر حضرت تھانویؒ کو سرپرستی کے لئے تجویز کیا۔ (۱)

### فقہی خدمات اور خصوصیات

حضرت حکیم الامت کی خدمات یوں تو ہمہ جہت ہیں؛ لیکن آپ کی خدمات کے دو عناوین: فقہ اور تصوف سب سے زیادہ نمایاں ہیں؛ چنانچہ آپ نے فقہ میں مہارت کی بنا پر طالب علمی کے زمانہ سے ہی حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی کی رہنمائی میں فتاویٰ نویسی شروع کر دی تھی، پھر جب کانپور تشریف لے گئے تو وہاں بھی نمایاں طور پر آپ نے افتاء کی خدمت انجام دی اور آخر میں جب آپ کا قیام تھانہ بھون میں تھا تو یہاں بھی کثرت سے استفتاءات کے جوابات تحریر فرمایا کرتے تھے، اس کے علاوہ فقہ میں آپ کی گرانقدر تصانیف بھی ہیں، جن کا ذکر انشاء اللہ آئندہ سطروں میں آئے گا۔

فقہ و فتاویٰ میں آپ کے کام کا جو انداز تھا، ان میں سے چند قابل تقلید خصوصیات کا ذکر یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے :

۱- فقہی مسائل میں نصوص سے اعتناء علماء دیوبند کی خصوصیت رہی ہے؛ چنانچہ آپ میں بھی یہ وصف بدرجہ اتم پایا جاتا تھا، یہاں تک کہ آپ نے نص قرآنی سے احکام کے استنباط کے سلسلہ میں باضابطہ ”دلائل القرآن علی مسائل النعمان“ اور نص حدیث سے مسائل کے استنباط کے تعلق سے ”اعلاء السنن“ لکھنے کا مستقل ارادہ فرمایا تھا، جس کو آپ کے شاگردوں نے مکمل کیا۔

۲- آپ فقہاء کی جزئیات سے عموماً نہیں ہٹتے تھے اور فقہ و فتاویٰ میں اجتہادی شان رکھنے کے باوجود اپنی انفرادی رائے اختیار کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

۳- جس مسئلہ میں صریح جزئیہ نہ ملے وہاں اصول و قواعد کی روشنی میں جواب تو لکھ دیتے تھے، مگر یہ تنبیہ ضرور کر دیتے تھے کہ: ”یہ جواب اس بنیاد پر ہے کہ صریح جزئیہ نہیں ملا، اس لئے دوسرے علماء سے بھی مراجعت کر لی جائے اور اختلاف ہو تو مطلع کیا جائے۔“

۴- آلات جدیدہ اور معاملات جدیدہ میں ابتلاء عام اور یسر و سہولت کے پہلو کو ہمیشہ سامنے رکھتے تھے، تاکہ لوگ شریعت سے متنفر ہو کر حرام میں نہ پڑ جائیں۔

۵- یسر و سہولت اور ابتلاء عام پر نظر کرتے ہوئے بسا اوقات مذہب کی ضعیف سے ضعیف روایت کو بھی اختیار کر لیتے تھے۔

۶- اگر اپنے مذہب میں یسر و سہولت کی گنجائش نہ ہو تو دوسرے ائمہ متبوعین کے مذاہب سے بھی استفادہ کرتے تھے اور اس کو ”عدول عن الدین الی الدین“ قرار دیتے تھے؛ چنانچہ ”الحیلۃ الناجزۃ“ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

۷- پیچیدہ مسائل میں آپ ہمیشہ علماء عصر سے رجوع ہوا کرتے تھے، شروع میں حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ سے، پھر حضرت گنگوہیؒ سے رجوع ہوتے رہے اور حضرت گنگوہیؒ کی وفات کے بعد اپنے شاگردان شاگرد سے بھی مشورہ کرنے میں کوئی جھجک محسوس

نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ”علماء کے مشورہ کی پابندی ضروری ہے، ضابطہ کے بڑے نہ رہیں تو چھوٹے ہی سہی۔“

۸- حاضرین اور عام علماء کو بھی بار بار تاکید کرتے تھے کہ میرے کسی فتویٰ اور تحقیق سے کسی کو اختلاف ہو تو اس پر ضرور متنبہ کیا جائے اور متنبہ کئے جانے پر اپنی رائے سے رجوع کر لیتے تو اس کو خانقاہ سے نکلنے والے ماہنامہ ”النور“ میں شائع بھی کر دیتے تھے اور اس کے لئے آپ کے یہاں ایک مستقل عنوان ”ترجیح الراجح“ کا ہوا کرتا تھا، جس کو بعد میں آپ کے مجموعہ فتاویٰ میں ”صحیح امداد الفتاویٰ“ اور ”اصلاح تسامح“ کے عنوان سے شامل کیا گیا تھا، آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ”بندہ نے آئندہ کے لئے ایک کافی جماعت اہل علم و دیانت کی اس کام کے لئے مخصوص کر دی ہے کہ میری تمام تحریرات کو نظر تنقید سے دیکھ لیا جائے، جو ان کی رائے میں قابل اشاعت نہ ہوں، ان کو یا حذف کر دیں یا نشان بنادیں؛ تاکہ ان کو کوئی شائع نہ کر دے۔ (۱)

۹- آپ نے نئے مسائل میں امت کی رہنمائی کے لئے باضابطہ ”حوادث الفتاویٰ“ کے عنوان سے مسائل لکھے، جو آپ کے مجموعہ فتاویٰ میں جا بجا شامل ہیں۔

۱۰- آپ کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ اپنی ذات و عمل سے متعلق کوئی مسئلہ پیش آتا تو احتیاط کی وجہ سے اپنے فتویٰ پر عمل نہیں کرتے تھے؛ بلکہ اس سلسلہ میں دوسرے ارباب افتاء سے فتویٰ لے کر عمل کرتے تھے، اگرچہ وہ دوسرے آپ سے چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں۔

### وفات و تدفین

فقہ و فتاویٰ اور تصوف و سلوک کا یہ روشن چراغ ۸۲ سال ۳ ماہ ۱۰ روز روشن رہ کر ۱۶/رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۴۳ء دس بجے شب اپنی روشنی کا سفر دوسروں کے حوالہ کر کے ہمیشہ کے لئے جوار رحمت میں چلا گیا، نماز جنازہ آپ کے بھانجے اور اعلیٰ السنن کے مؤلف مولانا ظفر احمد تھانوی نے پڑھائی، آپ نے وفات سے قبل ایک زمین لے لی تھی

(۱) دیکھئے: اشرف القالات: ۳۳۸



اور اس کو قبرستان خاص بنا کر وقف کر دیا تھا، جس میں راہ گزاروں کے لئے پانی کا ایک کنواں، چھوٹا سا سائبان اور ایک چھوٹا سا احاطہ بنا دیا گیا تھا، جس میں کچھ درخت بھی لگا دیئے گئے تھے، اسی احاطہ میں دوسرے اعزہ اور خدام کے ساتھ آپ بھی آسودہ خواب ہیں۔

### تلامذہ و مستفیدین

آپ کے تلامذہ و مستفیدین کی ایک لمبی فہرست ہے، تاہم ان میں سے مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی، مولانا ظفر احمد تھانوی، مفتی عبدالکریم گتھلوی، مولانا محمد اسحاق بردوانی، مولانا رشید احمد کانپوری، مولانا احمد علی بارہ بنکوی (مؤلف بہشتی زیو) مولانا حبیب احمد کیرانوی، مولانا احمد حسین سنبلہلی وغیرہ کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں، نیز آپ سے خصوصی استفادہ کرنے والوں میں مولانا محمد یوسف بنوری، خواجہ عزیز الحسن مجذوب، مولانا ابرار الحق ہردوٹی، مولانا کفایت اللہ شاہ جہانپوری، مولانا رسول خاں ہزاروٹی، مولانا شاہ وصی اللہ، مولانا مسعود ندوی، قاری محمد طیب صاحب، علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا انوار الحسن کاکوروی، سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا عبدالرحمن کامل پوری، مولانا عبدالباری ندوی، مولانا خیر محمد جالندھری وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ (۱)

### علمی و قلمی سرمایہ

آپ نے مختلف اسلامی موضوعات پر تقریباً ایک ہزار تصانیف چھوڑی ہیں اور ہر تصنیف اپنے اندر جو علمی گہرائی، گیرائی اور وسعت رکھتی ہے، اس کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہی لگایا جاسکتا ہے، ذیل میں آپ کی چند تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے :

۱۔ بیان القرآن (۴ جلدیں) : — اردو زبان میں یہ ایک مختصر مگر جامع ترین تفسیر ہے، اس میں بہت سی تفسیروں کا لب لباب اور خلاصہ پیش کیا گیا ہے، آیات کی تشریح کے علاوہ نحوی بحث، بلاغت کی باریکیاں، فقہی مسائل، کلام کی بحث اور تصوف و سلوک پر بھی مختصر نوٹ لکھا گیا ہے، یہ تفسیر اس وقت دو ضخیم جلدوں میں چھپی ہوئی ہے۔

(۱) دیکھئے: بزم اشرف کے چراغ، پروفیسر احمد سعید۔



۲- جمال القرآن: — یہ فن تجویز میں اعلیٰ معیار کی کتاب کہلاتی ہے۔  
 ۳- التفسیر فی التفسیر: — حضرت حکیم الامت کی نظر میں کچھ ایسی تفسیریں آئیں، جن کے مشمولات اصول تفسیر سے ہٹے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے آپ نے یہ کتاب لکھی، جس میں صحیح اصول تفسیر کی نشان دہی کی گئی ہے اور اس کو نہ برتنے کی وجہ سے پیدا ہونے والی خرابیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۴- جامع الآثار (عربی): — فقہ حنفی پر جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں صرف قیاس ہی قیاس ہے، نصوص سے اس کا بہت کم تعلق ہے، اس اعتراض کو غلط ثابت کرنے کے لئے حضرت تھانویؒ نے پہلے ”احیاء السنن“ کے نام سے فقہ حنفی کے مستدلات کو جمع فرمایا، مگر طباعت سے پہلے ہی وہ ضائع ہو گیا، پھر دوبارہ اس کام کو تھوڑا بچ بدل کر کیا کہ احادیث کی سند کی حیثیت اور وجہ استدلال بھی بیان کی اور اس کا نام ”جامع الآثار“ رکھا، نیز جو احادیث فقہ حنفی کی مستدلات سے بظاہر متعارض معلوم ہو رہی تھیں، ان کو حاشیہ میں نقل کر کے ان کا جواب بھی لکھا اور اس کو ”جامع الآثار“ کا نام دیا، اسی سلسلہ کو وسعت دیتے ہوئے، اپنے شاگردوں سے ”اعلاء السنن“ لکھوائی جو ۱۸ جلدوں پر مشتمل ہے۔

۵- التشریف بمعرفة احادیث التصوف (عربی): — تصوف کے سلسلہ میں بڑی افراط و تفریط پائی جاتی تھی، بعض لوگ اس کو بالکل لغو سمجھ کر مسترد کر دے رہے تھے، جب کہ بعض لوگوں نے اس میں غلط چیزوں کی بھی آمیزش کر دی تھی، اس سلسلہ میں آپ نے ”تجدیدی خدمت“ انجام دی اور مثبت انداز میں تصوف کا صحیح اسلامی نقطہ نظر پیش کیا اور عملاً اس کو برتا بھی، یہ کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں صحیح تصوف کو احادیث رسول سے ثابت کیا گیا ہے۔

۶- الإکسیر فی إثبات التقدير .

۷- حفظ الایمان: — یہ کتاب بدعات اور عقائد باطلہ کے رد میں لکھی گئی ہے۔

۸- الإنبأ المفیدة فی الاشتباہات الجدیدة .

فقہ میں آپ کی کتابیں تین درجن کے قریب ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں :

۹- امداد الفتاویٰ (۶ جلدیں) : — یہ آپ کے بیش قیمت فتاویٰ کا مجموعہ ہے، اولاً ۱۳۲۵ھ تک کے فتاویٰ جمع کئے گئے تھے، جن میں دارالعلوم دیوبند، جامع العلوم کانپور اور تھانہ بھون، تینوں زمانوں کے فتاویٰ کو جمع کیا گیا تھا، ۱۳۲۵ھ کے بعد کے فتاویٰ ”تمتہ امداد الفتاویٰ“ کے نام سے شائع ہوتے رہے، مگر آپ کی وفات کے بعد ۱۳۷۱ھ میں مفتی شفیع صاحب نے مولانا ظہور احمد کے تعاون سے نئی ترتیب و تہویب کے ساتھ اسے چھ جلدوں میں مرتب کیا، آپ کے فتاویٰ اپنی گہرائی اور گیرائی کی وجہ سے ہندو پاک اور بنگلہ دیش؛ بلکہ عالم اسلام کے تمام اُردو داں علماء کے لئے مرجع و ماخذ کا درجہ رکھتے ہیں۔

۱۰- التحقيق الفريد في حكم آلة تقريب الصوت البعيد .

۱۱- تفصيل الكلام في حكم تقبيل الاقدام .

۱۲- كشف الدجى عن وجه الربا : — دولت آصفیہ حیدرآباد کے محکمہ شرعیہ سے سود کی حقیقت اور اس کے دنیاوی و اخروی مفاسد کے سلسلہ میں آپ کے پاس سوالات آئے تھے، یہ رسالہ انھیں سوالات کا تحقیقی اور تفصیلی جواب ہے۔

۱۳- تحذیر الإخوان عن الربا فی الهندوستان .

۱۴- رفع الضنك عن منافع البنك .

۱۵- الحيلة الناجزة للحيلة العاجزة : — مفقود الخمر شخص کی بیوی کے بارے

میں فقہ حنفی کے اندر احتیاط کی وجہ سے فی زمانہ بہت سختی اور دشواری معلوم ہوتی تھی، جس کی وجہ سے بعض عورتیں اسلام ترک کر دینے اور دوسرا مذہب اختیار کرنے پر مجبور ہو رہی تھیں اور پنجاب کے بعض علاقوں سے اس قسم کے واقعات کی خبریں بھی آچکی تھیں، جس کی وجہ سے آپ نے فقہ حنفی کی مناسب جزئیات کے ساتھ فقہ مالکی کو بنیاد بنا کر ایسی عورتوں کے لئے سیر و سہولت کا پہلو اختیار کیا اور مفتی شفیع صاحبؒ اور مولانا عبدالکریم گمٹھلوی کے تعاون سے یہ کتاب تیار فرمائی، پھر دیوبند اور سہارنپور کے علاوہ بہار، ڈھاکہ، کراچی، گوجرانوالہ، کشمیر،

جالندھر، امرتسر، مراد آباد، میرٹھ اور دہلی وغیرہ کے علماء کے پاس اس کا مسودہ بھیج کر تصدیق کروائی اور کچھ تنبیہ یا مشورہ آیا تو اس کو بھی اس میں شامل فرمایا، یہ کتاب ۲۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۶- خلاصة الكلام في اذان الجمعة بين يدي الإمام .

۱۷- القول البديع في اشتراط المصنر للتجميع .

تصوف و سلوک اور دیگر موضوعات پر آپ کی چند کتابیں یہ ہیں :

۱۸- مسائل السلوك من كلام الماوك : — اس میں تصوف و سلوک کے بہت سے

مسائل کو قرآنی آیات سے ثابت کیا گیا ہے، یہ رسالہ بیان القرآن کے حاشیہ پر چھپا ہے۔

۱۹- التكشف عن مهمات التصوف .

۲۰- قصد السبيل إلى المولى الجليل .

۲۱- اصلاح الرسوم : — اس کتاب میں آپ نے معاشرہ میں پائی جانے والی بہت

سی رسموں کا ذکر کر کے اس سلسلہ میں شریعت کا حکم بیان کیا ہے، اسی طرح کی ایک کتاب ”اغلاط العوام“ کے نام سے بھی لکھی ہے۔

۲۲- آداب العاشرة .

۲۳- اصلاح انقلاب الامة : — اس کتاب میں عبادات، معاملات، احوال

شخصیہ، احوال اجتماعیہ وغیرہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں اُمت اور مصلح اُمت علماء کی کیوں کی بھی نشاندہی کی گئی ہے، نیز اپنی زندگی اور معاشرہ میں صحیح اسلامی انقلاب کے راستہ کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔

۲۴- نشر الطيب في ذكر النبي الحبيب : — سیرت کے موضوع پر دریائے عشق و محبت

میں ڈوب کر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔



## مولانا حافظ محمد احمد صاحب<sup>۲۱</sup>

### سن ولادت اور تعلیم

مولانا حافظ محمد احمد صاحب، حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے فرزند رشید تھے، ۱۲۷۹ھ مطابق ۱۸۶۲ء میں نانوتہ (ضلع سہارنپور) میں پیدا ہوئے، قرآن مجید کا حفظ اپنے وطن ہی میں کیا، پھر ابتدائی تعلیم کے لئے آپ کو گلاؤٹھی (ضلع بلندشہر) بھیج دیا گیا، جہاں حضرت نانوتوی نے مدرسہ منبع العلوم قائم فرمایا تھا، وہاں آپ نے مولانا عبداللہ انبھوی سے تعلیم حاصل کی، پھر مدرسہ شاہی (مراد آباد) گئے، جہاں حضرت نانوتوی کے شاگرد مولانا احمد حسن امر وہوی سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں، بعد ازاں آپ دارالعلوم دیوبند آئے اور یہاں آپ کو شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ سے ترمذی وغیرہ کے اسباق پڑھنے کا موقع ملا، پھر حدیث کی اونچی کتابیں پڑھنے کے لئے آپ دارالعلوم کے سرپرست و مربی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں گنگوہ تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے دورہ حدیث کے علاوہ جلالین اور بیضاوی بھی پڑھی۔

### دارالعلوم کے منصب اہتمام پر

۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں جب حاجی محمد عابد صاحب دارالعلوم کے اہتمام سے مستعفی ہو گئے، تو ان کے بعد ایک سال کے لئے حاجی فضل حق دیوبندی اور ایک سال کے لئے مولانا محمد منیر نانوتویؒ نے منصب اہتمام سنبھالا، مگر بار بار اہتمام کی تبدیلی کی وجہ سے نظام میں اختلال پیدا ہونے لگا تھا؛ اس لئے ۱۳۱۳ھ میں مولانا رشید احمد گنگوہی نے منصب اہتمام کے لئے حافظ محمد احمد کا انتخاب کیا، آپ نہایت منتظم اور صاحب اثر و جاہت تھے؛ چنانچہ جلد

ہی دارالعلوم کے انتظام پر قابو یافتہ ہو گئے۔

آپ کے زمانہ اہتمام میں ظاہری اور معنوی ہر لحاظ سے دارالعلوم میں بڑی ترقی ہوئی، دارالعلوم کی سالانہ آمدنی پانچ چھ ہزار تھی، جنوے ہزار تک پہنچ گئی، طلبہ کی تعداد دو ڈھائی سو ہوا کرتی تھی، جنو سو تک پہنچ گئی، کتب خانہ میں پانچ ہزار کتابیں تھیں، جن میں چالیس ہزار کتابوں کا اضافہ ہوا، عمارتوں کی مالیت ۳۶ ہزار تھی، جو آپ کے عہد میں چار لاکھ تک پہنچ گئی، دارالحدیث کی عظیم الشان عمارت آپ ہی کے عہد میں تیار ہوئی، دارالعلوم کی مسجد (مسجد قدیم) اور کتب خانہ کی تعمیر آپ ہی کے زمانہ میں ہوئی، جدید دارالافتاء (دار جدید) کی تعمیر کا آغاز آپ ہی کے زمانہ میں ہوا اور ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں دارالعلوم کا مشہور جلسہ دستار بندی بھی آپ ہی کی کوششوں کا ثمرہ تھا، جس میں ایک ہزار فضلاء کی دستار بندی ہوئی تھی، غرض آپ کے حسن انتظام کی وجہ سے دارالعلوم میں ہر طرح کی ترقی ہوئی اور یہ شہرت کے بام عروج پر پہنچا۔ (۱)

### جامعہ نظامیہ حیدرآباد کی صدارت

آپ کی اسی منتظم مزاحی کی وجہ سے آپ کو حیدرآباد کی عدالت عالیہ کے لئے مفتی اعظم کے عہدے پر فائز کیا گیا تو یہاں کی بڑی دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ کی صدارت بھی آپ کے حوالہ کی گئی اور حکومت کی طرف سے ہدایت کی گئی کہ مدرسہ نظامیہ کے سابقہ حالات کو دیکھ کر اصلاح و ترقی کے لئے تجاویز پیش کی جائیں، چنانچہ آپ نے مدرسہ کے نظام کا گہرائی سے جائزہ لیا اور تعلیمی و انتظامی اصلاح سے متعلق چند تجاویز پیش کیں، جن پر عمل آوری کے لئے فوراً نظام حکومت کی منظوری مل گئی۔ (۲)

### فقہ و فتاویٰ میں آپ کا مقام

تعلیم و تدریس اور انتظام و انصرام کے علاوہ آپ کی علمی وسعت اور فقہ و فتاویٰ میں آپ کی مہارت بھی قابل ستائش تھی؛ چنانچہ آپ کی اسی علمی لیاقت کی وجہ سے گورنمنٹ آف

(۱) دیکھئے: تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۰/۲۳۱ (۲) دیکھئے: تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۹/۱

برطانیہ نے آپ کو ”شمس العلماء“ کا خطاب دیا تھا، مگر دارالعلوم کے حریت پسند مزاج کی بنا پر آپ نے حکومت کا خطاب یافتہ ہونا پسند نہیں کیا اور اس خطاب کو رد فرما دیا۔

### حیدرآباد کی عدالت عالیہ کے لئے آپ کا انتخاب

فقہ و فتائی میں آپ کی مہارت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حیدرآباد دکن، جہاں اسلامی طرز پر دارالقضاء کا محکمہ تھا اور افتاء کا منصب سرکاری طور پر قائم تھا، اس منصب افتاء کی اتنی اہمیت تھی کہ عدالت عالیہ کے فیصلے اور سزائے موت وغیرہ کا انحصار مفتی کے فتویٰ پر ہی ہوا کرتا تھا، اس لئے اس عہدے کے لئے گہرا علم رکھنے والے اور شانِ تفقہ کے ساتھ افتاء کے سلسلہ میں تجربہ کار افراد کا ہی انتخاب ہوا کرتا تھا، چنانچہ نظام دکن نے جب اس عہدے کے لئے کسی لائق شخصیت کو منتخب کرنا چاہا تو ان کی نظر دارالعلوم کے مہتمم حافظ محمد احمد علی پر پڑی اور ۱۳۴۰ھ کے اوائل میں نظام دکن کے چیف سکریٹری کا خط آپ کے نام پہنچا، جس کی عبارت اس طرح تھی :

اعلیٰ حضرت نے حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم کو حیدرآباد کی عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) کے عہدہ افتاء پر تین سال کے لئے بہ مشاہرہ ایک ہزار روپیہ تجویز فرمایا ہے۔ (۱)

مولانا حافظ محمد احمد صاحب دارالعلوم جیسے ادارہ کے مہتمم ہونے کی حیثیت کافی مشغول تھے؛ چنانچہ ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ کو نظام دکن سے آپ نے ملاقات کی اور دارالعلوم میں اپنی مشغولیت کا ذکر فرمایا تو نظام نے کہا :

میں جانتا ہوں کہ وہ کام جس کو آپ انجام دیتے ہیں، بہت بڑا ہے اور اگر آپ اس بنیاد پر یہاں آنے سے انکار کر دیتے تو مجھے ملال نہ ہوتا؛ لیکن میرا خیال تھا کہ میرے منشاء کا اتباع ضرور

کریں گے، آپ یہاں رہ کر بھی دارالعلوم کی خدمات انجام دے سکتے ہیں۔ (۱)

دارالعلوم دیوبند کے کاراہتمام میں آپ کی مشغولیت کو دیکھتے ہوئے تین سالوں کے لئے آپ کو زحمت دی گئی تھی؛ لیکن مدت مکمل ہونے کے بعد اس میں مزید ایک سال کی توسیع کر دی گئی، مگر خرابی صحت کی وجہ سے اس سال مدت پوری ہونے سے قبل ہی آپ مستعفی ہو گئے، حیدرآباد سے آپ کی واپسی کے موقع پر باغ عامہ (ناپلی) میں باضابطہ رخصت کی ایک تقریب رکھی گئی، جس میں نظام نے بنفس نفیس شرکت فرما کر حضرت مہتمم صاحب کی خدمات جلیلہ کی نہایت شاندار الفاظ میں تعریف و تحسین فرمائی اور حسن خدمات کے صلے میں پانچ سو روپیہ ماہانہ وظیفہ جاری کرنے کا فرمان صادر کیا، غرض جس اعزاز کے ساتھ آپ حیدرآباد تشریف لائے تھے، اسی اعزاز و احترام کے ساتھ یہاں سے آپ کی واپسی ہوئی۔

### سفر آخرت

حیدرآباد قیام کے زمانہ میں آپ نے نظام کو دارالعلوم آنے کی دعوت دی تھی، جسے نظام نے منظور کر لیا تھا اور طے یہ ہوا تھا کہ جب نظام دہلی جائیں گے تو اسی موقع سے دارالعلوم دیوبند بھی حاضر ہوں گے اور توقع تھی کہ یہ سفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء میں ہوگا، چنانچہ مہتمم صاحب نے وعدے کی یاد دہانی کے لئے حیدرآباد کا سفر فرمایا، اس وقت آپ کی طبیعت ناساز تھی، ضعف پیری اور مسلسل علالت نے آپ کو بہت کمزور کر دیا تھا، مگر دارالعلوم کے مفاد کے لئے اپنی صحت کی پروانہ کرتے ہوئے آپ حیدرآباد کے لئے روانہ ہو گئے، حیدرآباد پہنچ کر آپ کی طبیعت اور بھی زیادہ خراب ہو گئی، جس کی وجہ سے نظام سے ملاقات کے بغیر ہی جلد واپسی کے ارادہ سے حیدرآباد سے روانہ ہو گئے، مگر ابھی ٹرین حیدرآباد کے حدود ہی میں تھی کہ نظام آباد اسٹیشن پر ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء کو آپ کی وفات ہو گئی، وفات کے وقت

زبان پر ذکر اللہ جاری تھا، ۲۹ کے عدد پر عقد اٹا لیا تھا کہ ”اللہ“ کے لفظ کے ساتھ آپ کی روح پرواز کر گئی۔

نظام آباد اسٹیشن پر آپ کی نعش اُتار کر جنازہ تیار کیا گیا اور نظام دکن کی خواہش پر نعش کو حیدر آباد لایا گیا، نظام آباد اور حیدر آباد میں متعدد بار نماز جنازہ پڑھی گئی، اگلے دن ۱۳ جمادی الاولیٰ کو سرکاری مصارف پر ایک مخصوص قبرستان میں جو ”تھلہ صالحین“ کے نام سے موسوم ہے آپ کو سپرد خاک کیا گیا، نظام دکن نے تعزیت کرتے ہوئے نہایت تأسف کے ساتھ یہ جملہ کہا کہ ”افسوس! وہ مجھے لینے آئے تھے، مگر خود یہیں رہ گئے۔“

آپ نے کل ۳۵ سال دارالعلوم کی خدمت انجام دی، ابتدائی دس سال تعلیم و تدریس میں گزرے اور ۳۵ سال اہتمام کے فرائض انجام دیئے۔





## مفتی کفایت اللہ دہلویؒ

### سن ولادت اور وطن

آپ کی ولادت محلہ ”سن زئی“ ضلع شاہجہاں پور، یوپی میں ۸۷۵ھ مطابق ۱۲۹۳ھ میں ہوئی ۱۹۰۳ء کے بعد آپ دہلی منتقل ہو گئے اور مستقل وہیں سکونت اختیار کر لی۔

### تعلیم و تربیت

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے وطن مالوف کے مشہور مدرسہ اعزازیہ میں حافظ بدھن خان اور مولانا عبدالحق خان سے حاصل کی، پھر مدرسہ قاسم العلوم شاہی مراد آباد تشریف لے گئے، اس کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۸۹۷ء مطابق ۱۳۱۵ھ میں آپ نے فراغت حاصل کی؛ چنانچہ آپ خود اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

میرا سن ولادت غالباً ۱۲۹۳ھ میں ہوگا، جو ضبط تحریر میں تو نہیں؛

لیکن میری عمر کے اس تخمینے کے تحت ہے جو میں نے کیا ہوا ہے،

میں ۱۳۱۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوا۔ (۱)

### تدریس و افتاء کی خدمت

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ اپنے وطن مالوف گئے تو اس وقت آپ کے ابتدائی استاذ مولانا عبدالحق خان صاحب مدرسہ اعزازیہ سے الگ ہو کر ”عین العلم“ کے نام سے اپنا مدرسہ قائم کر چکے تھے؛ چنانچہ آپ کے استاذ نے آپ کو اسی مدرسہ میں رکھ لیا اور آپ

(۱) خطنامہ عبداللہ خاں خویہ، بحوالہ: مفتی اعظم ہند، ۱۷۶، مؤلف: ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری۔

نے تقریباً پانچ چھ سال وہاں تدریسی خدمت انجام دی، دارالعلوم دیوبند میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا امین الدین اورنگ آبادی آپ کے ہم درس اور مشہور ساتھیوں میں تھے، جن میں سے مولانا امین الدین نے دہلی میں مدرسہ امینیہ قائم کر لیا تھا اور ان کا برابر اصرار تھا کہ آپ مدرسہ امینیہ تشریف لے آئیں؛ چنانچہ آپ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں مدرسہ امینیہ دہلی تشریف لے آئے اور یہاں صدر مدرس و مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دینے لگے، رفتہ رفتہ بانی مدرسہ نے اپنی ذمہ داریاں کم کر لیں اور آپ پر اعتماد کر کے ذمہ داریاں آپ کے سپرد کرتے رہے، پھر بانی مدرسہ مولانا امین الدین کے انتقال کے بعد ۱۹۲۰ء میں آپ ہی مدرسہ کے مکمل ذمہ دار بن گئے اور اخیر عمر تک اسی ادارہ میں تدریس و افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے، آپ کی تدریس و افتاء کی زندگی نصف صدی سے زیادہ عرصہ پر محیط ہے۔

### آپ کی جامعیت اور مختلف دینی و ملی سرگرمیاں

آپ مختلف علوم و فنون کے جامع تھے، مولانا حسین احمد مدنی فرماتے ہیں :

قدرت کی فیاضیوں نے جو خاص جامعیت اور مسابقت مفتی

صاحب کو عطا فرمائی تھی، وہ بہت ہی کم کو نصیب ہوئی ہے۔ (۱)

آپ محدث، مفسر، فقیہ، محقق، مصنف، عربی، فارسی، اردو کے بہترین شاعر اور سیاسیات میں خاص ذوق و بصیرت کے مالک تھے، آپ کا دور انتہائی پر آشوب دور تھا؛ اس لئے آپ نے اپنے کو مسند درس اور منصب افتاء میں محدود کرنے کے بجائے مختلف دینی و ملی خدمات میں اپنے کو مشغول کیا، خاص کر سیاسیات اور افتاء میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں؛ چنانچہ مولانا ظہور علی (بھوپال) آپ کی سیاسی سرگرمیوں کے بارے میں لکھتے ہیں :

۱۹۱۹ء سے ۱۹۵۲ء (اپنی وفات) تک کوئی سیاسی اور مذہبی

تحریک ایسی نہیں ہے، جس میں حضرت مفتی صاحب کی رہبری

پوری صداقت و صفائی کے ساتھ نظر نہ آئے۔ (۲)

(۱) دیکھئے: رسالہ ای نکر اسلامی (پشتی)، معاصر فقہ اسلامی نمبر ۱۳۸ (۲) مفتی اعظم کی یاد: ۱۷۴

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۱۹ء سے بھی بہت پہلے آپ کی سیاسی سرگرمی شروع ہو گئی تھی؛ چنانچہ آپ زمانہ طالب علمی ہی میں جمعیت الانصار (دیوبند) کے رکن اور معاون تھے، اسی طرح ۱۹۱۷ء میں ”انجمن اعانت نظر بندگان اسلام“ قائم ہوئی تو آپ اس کے داعیوں اور بانیوں میں تھے، ۱۹۱۸ء میں مسلم لیگ، خلافت کمیٹی اور تحریک خلافت میں بھی آپ نے بڑی سرگرمی سے حصہ لیا، نیز پہلی جنگ عظیم ختم ہونے کے بعد جب برٹش گورنمنٹ نے ”جشن فتح“ منانے کا فیصلہ کیا اور اہل ہند کو دھوکہ دینے کے لئے اسے ”جشن صلح“ کے نام سے ہندوستان میں منانا چاہا تو اس کے خلاف ”انجمن اشاعت اختلاف جشن صلح“ قائم ہوئی، جس کے پس منظر میں سب سے بڑی کارگذار شخصیت آپ ہی کی تھی، اس کے علاوہ سیاسیات پر آپ کے مختلف فتاویٰ اور مضامین مختلف اخبارات میں چھپتے رہے۔

۱۹۱۹ء میں جب جمعیت علماء قائم ہوئی تو آپ کی انہیں سیاسی سرگرمیوں اور سیاسی بصیرت کے پیش نظر آپ کو اس موقر تنظیم کا پہلا صدر منتخب کیا گیا اور ۱۹۳۹ء میں اس منصب سے علاحدگی کے باوجود آپ جمعیت سے علاحدہ نہیں ہوئے تھے؛ بلکہ برابر آپ جمعیت کے سرگرم رکن رہے اور اکابر نے ذمہ داران جمعیت کو خاص کر تلقین کی تھی کہ مفتی کفایت اللہ صاحب کو کبھی بھی جمعیت سے علاحدہ ہونے نہ دیا جائے اور اس کی وجہ آپ کی اعلیٰ سیاسی بصیرت تھی؛ چنانچہ آپ کے استاذ گرامی شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی فرماتے تھے:

مولوی کفایت اللہ کا دماغ سیاست ساز ہے، جب کہ دوسرے

لوگ صرف سیاست داں ہیں۔ (۱)

سیاست کے علاوہ فرق باطلہ کے رد میں بھی آپ کی نمایاں خدمت رہی ہے؛ چنانچہ آپ نے قادیانیت کے رد میں باضابطہ ”البرہان“ نامی رسالہ جاری کیا، جس کے ایڈیٹر بھی آپ ہی تھے اور آپ نے مسلمانوں کو ارتداد سے بچانے کے لئے جمعیت علماء ہند میں ایک نیا شعبہ ”شعبہ تبلیغ“ بھی قائم کیا، جس کے مبلغین کو مختلف دیہاتوں میں آپ بھیجا کرتے تھے۔

## شانِ فقہ اور فتاویٰ نویسی کا نسخ

مختلف علوم و فنون کے ساتھ فقہ و فتاویٰ میں آپ کو خاص امتیاز حاصل تھا اور مختلف دینی و ملی سرگرمیوں کے ساتھ خدمتِ افتاء آپ کا خاص مشغلہ رہا؛ حتیٰ کہ سیاسیات میں بھی آپ نے فقہ و فتاویٰ کی لائن سے بڑی خدمات انجام دیں؛ چنانچہ آپ کے فتاویٰ کے مجموعے میں ”سیاسیات“ کا ایک مستقل باب موجود ہے۔

آپ کے ہم عصر اور اکابر علماء کو بھی آپ کی شانِ فقہ کا اعتراف اور آپ کے فتاویٰ پر اعتماد تھا؛ چنانچہ جب ”ترک موالات“ کا فتویٰ لکھا تھا تو حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے جن دو طالعہ پر اعتماد کیا تھا، ان میں پہلا نام آپ ہی کا تھا اور آپ نے ”ترک موالات“ پر مفصل فتویٰ تحریر کیا، اسی طرح علی گڑھ کے طلبہ کی طرف سے جب استفتاء آیا تھا تو حضرت شیخ الہندؒ نے اس کا جواب آپ ہی سے لکھوایا تھا، جس پر شیخ الہندؒ نے صرف نظر ثانی فرمائی تھی اور دستخط کر کے بھیج دیا تھا۔ (۱)

عام فقہی مسائل میں فتویٰ لکھنا کسی قدر آسان ہوتا ہے کہ اس کی عبارتیں بھی فقہ کی کتابوں میں مل جاتی ہیں اور اس کا اثر بھی کسی کی ذاتی زندگی یا ایک حلقہ تک محدود ہوتا ہے؛ لیکن آپ کا دور انتہائی پر آشوب اور ہنگاموں کا دور تھا، آپ کے پاس زیادہ تر ملکی اور سیاسی معاملات میں استفتاءات آتے تھے، جس کا جواب لکھنے کے لئے اصل معاملات کو سمجھنے کے ساتھ علم میں گہرائی اور مختلف علوم میں مہارت درکار ہوتی ہے، الحمد للہ آپ نے اس فریضہ کو بڑے حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا؛ چنانچہ ملک کے نامور عالم اور آپ کے شاگرد مولانا سعید احمد اکبر آبادی تحریر فرماتے ہیں :

وہ کافی غور و خوض اور تفکر و تدبیر کے بعد کسی نتیجے پر پہنچتے تھے اور اس تفکر کے وقت مسئلہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہوتا تھا، جو ان کی

توجہ سے ادجھل رہ گیا ہو اور پھر ان کا فیصلہ ایسا اٹل اور مستحکم ہوتا تھا کہ اس کو بدلوا دینا ممکن نہ تھا۔ (۱)

آپ کے فتاویٰ کی مقبولیت نہ صرف ہندوستان میں تھی؛ بلکہ جاوا، سماترا، برما، ملایا، چین، بخارا، سرقتد، بلخ، بدخشاں، ختن، تاشقند، ترکستان، افغانستان، ایران، افریقہ، امریکہ اور انگلستان وغیرہ سے بھی آپ کے پاس سوالات آتے تھے اور آپ کے جوابات لوگوں کے لئے سرمہ چشم اور سنگ میل ثابت ہوتے تھے۔

آپ کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ جواب بہت ہی مختصر لکھتے تھے؛ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ ایجاز و اختصار کے بادشاہ تھے؛ آپ کا جواب جتنا مختصر ہوتا تھا اتنا ہی پرمغز بھی ہوتا تھا اور اختصار کے باوجود مسئلہ کا کوئی پہلو آپ سے چھوٹا نہیں تھا؛ البتہ لمبی لمبی فقہی عبارت نقل کرنے کے آپ عادی نہیں تھے — ذیل میں نمونہ کے طور پر آپ کا ایک فتویٰ نقل کیا جا رہا ہے، جس میں ایجاز و اختصار اور مسئلہ کے ہر پہلو پر محیط ہونے کے علاوہ آپ کی شانِ تفقہ بھی ظاہر نمایاں ہے، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کے سلسلہ میں آپ لکھتے ہیں :

اس جمع شدہ رقم (پراویڈنٹ فنڈ) کی زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں جب تک کہ یہ وصول نہ ہو جائے اور وصول ہونے کے بعد بھی جب سال گزر جائے، اس وقت واجب الاداء ہوگی اور صرف اسی زمانہ کی جو وصولی رقم کے بعد سے اس پر گزرے گا؛ کیوں کہ روپیہ ابھی تک اس کے قبضہ میں ہی نہیں آیا اور اس کا ایک حصہ اگرچہ ”بدلِ عمل“ ہے، مگر زیادہ حصہ اس کا محض عطیہ ہے، ”دینِ ضعیف“ ہے اور اس کا یہی حکم ہے۔ (۲)

آپ نے اس چھوٹی سی عبارت میں کئی مسائل کو جمع فرما دیا ہے اور کئی پہلوؤں پر روشنی

ڈالی ہے، مثلاً :

(۱) دیکھیے: رسالہ ای فکر اسلامی: ۱۳۷، معاصر فقہ اسلامی بمبر۔ (۲) کفایۃ المفتی: ۳۰۷/۳۰

۱- پراویڈنٹ فنڈ کے طور پر جو رقم تنخواہ سے وضع کرنے کے بعد ملتی ہے، اس پر گزشتہ زمانہ (جب سے وہ رقم جمع ہے) کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی؛ بلکہ رقم وصول ہونے کے بعد واجب ہوگی۔

۲- رقم وصول ہونے کے بعد بھی فوراً زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی؛ بلکہ رقم وصول ہونے کے بعد جب اس مال پر سال گزر جائے تب زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۳- سال گزرنے کے بعد بھی گزشتہ زمانوں (جب سے رقم جمع ہے) کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی؛ بلکہ رقم وصول ہونے کے بعد جو سال گزرا ہے، اسی سال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۴- زکوٰۃ واجب نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ رقم اب تک اس کے قبضہ میں نہیں آئی ہے اور جو چیز ابھی قبضہ میں نہیں آئی اس کا وہ مالک نہیں ہوا اور جس چیز کا وہ مالک نہیں ہوا، اس پر زکوٰۃ بھی نہیں ہوگی۔

۵- ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ میں تنخواہ کا ایک حصہ وضع کر لیا جاتا ہے، جو اس کے ”عمل کا بدلہ“ ہے اور ”بدل عمل“ ”دین“ کے حکم میں ہوتا ہے اور دین پر گزشتہ زمانوں کی بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؛ لہذا پراویڈنٹ فنڈ پر بھی گزشتہ زمانوں کی زکوٰۃ واجب ہونی چاہئے؟ — آپ نے جواب میں اس پہلو کو بھی واضح کیا ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ کا ایک حصہ تو یقیناً اس کی تنخواہ سے وضع ہونے کی وجہ سے ”بدل عمل“ اور ”دین“ لگتا ہے؛ لیکن اس کو صرف اتنی رقم نہیں ملتی ہے، جتنی تنخواہ سے وضع ہوئی تھی؛ بلکہ اس سے بڑھ کر ملتی ہے اور بڑھ کر ملنے والی رقم دین والی رقم سے زیادہ ہوتی ہے؛ لہذا مجموعی رقم میں دین ”ضعیف“ ہے اور اس پر بڑھ کر ملنے والی رقم ”قوی“ ہے اور حکم قوی کے مطابق لگایا جاتا ہے، لہذا کمپنی سے ملنے والی رقم پر وصول ہونے سے پہلے ملکیت نہیں ہوتی ہے؛ اس لئے اس پر بھی ملکیت نہیں سمجھی جائے گی اور گزشتہ زمانوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

۶- اس جواب میں اس اشکال کو بھی حل کیا گیا ہے کہ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ دین

اور الگ سے ملنے والی رقم کا الگ الگ حکم ہوا، یعنی مجموعی رقم وصول ہونے کے بعد دین کے بقدر رقم پر گزشتہ زمانوں کی بھی زکوٰۃ واجب ہو اور اس پر ملنے والی اضافی رقم میں رقم وصول ہونے کے بعد زکوٰۃ واجب ہو؟ — آپ نے اس کا جواب اس عبارت سے دیا کہ ”اور اس کا یہی حکم ہوگا“، یعنی دین کو بھی اضافی رقم ہی کے حکم میں رکھ کر مجموعی رقم میں وصول ہونے کے بعد ہی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۷۔ پراویڈنٹ فنڈ کے سلسلہ میں ایک اہم اشکال، جس کی وجہ سے مسلمانوں کو زیادہ بے چینی ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس فنڈ میں جتنی تنخواہ وضع کی جاتی ہے، اتنی ہی رقم ادارہ اپنی طرف سے ملاتا ہے اور پھر پوری رقم پر سود متعین کیا جاتا ہے اور آخر میں ملازم کو سود کے ساتھ رقم واپس کی جاتی ہے، مثلاً دس ہزار روپیہ تنخواہ سے وضع ہوا، دس ہزار ادارہ نے اپنی طرف سے ملایا اور اس پر سود کی رقم سات سو آگنی، تو ملازم کو کل بیس ہزار سات سو روپے ملیں گے، جن میں سات سو روپیہ سود ہے، تو کیا مسلمانوں کے لئے یہ پوری رقم لینا درست ہوگا، یا سود کی رقم سات سو کو الگ کر دینا ضروری ہوگا؟ — اس پورے اشکال کا جواب آپ نے صرف ایک لفظ ”عطیہ“ سے دے دیا ہے کہ یہ ساری رقم ادارہ کی طرف سے انعام اور ”عطیہ“ ہے؛ لہذا اس کے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

آپ کے فتاویٰ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ کا جواب مستفتی کے سوال سے مربوط ہونے کے باوجود مستقل حیثیت رکھتا ہے، یعنی آپ کا جواب سمجھنے کے لئے مستفتی کے سوال کو پڑھنا ضروری نہیں ہوتا؛ بلکہ اگر مستفتی کے سوال کو حذف کر دیا جائے، یا کوئی شخص عدم فرصتی کی وجہ سے سوال نہ پڑھ سکے تو بھی اس کے سامنے مسئلہ پوری طرح واضح ہو جائے گا، جیسا کہ اوپر کی مثال میں آپ کی یہ خصوصیت بھی ظاہر و نمایاں ہے اور عبارت میں ایجاز و اختصار کے باوجود اس چیز کی رعایت بڑی مہارت کی بات ہے۔

آپ کے فتاویٰ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ ہمیشہ دو ٹوک فتاویٰ لکھتے تھے؛ چنانچہ جب پہلی جنگ عظیم میں دول متحدہ کو فتح حاصل ہوئی اور ترکی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو



برطانیہ اور اس کے مقبوضات و نوآبادیات میں ”جشن فتح“ منانے کا فیصلہ کیا گیا، تاہم اہل ہند کے بارے میں انگریزوں کو معلوم تھا کہ یہ لوگ ترکی کے حامی اور خلافت تحریک کے مؤید ہیں اور ترکی کی شکست کی وجہ سے ”جشن فتح“ میں شریک نہیں ہو سکیں گے؛ اس لئے باشندگان ہند کو فریب دینے کے لئے ہندوستان میں اس جشن کو ”جشن صلح“ کے نام سے منانے کا فیصلہ کیا گیا؛ لیکن اس وقت کے بیدار مغز علماء اور حریت پسند افراد نے اس کی مخالفت کی، اس موقع سے آپ نے اس جشن کے خلاف ایک انجمن بھی قائم کی اور اس کے خلاف بیانات بھی دیئے، اسی موقع سے خلافت کمیٹی کے سکریٹری جناب آصف علی نے آپ سے ایک فتویٰ طلب کیا اور پھر آپ کے جواب کی توثیق و تائید میں پنجاب، سندھ، یوپی، بہار وغیرہ کے بہت سے علماء نے دستخط بھی فرمائے، فتویٰ کی دو ٹوک عبارت اس طرح تھی :

بہ حالت موجودہ مسلمان تا وقتیکہ معاملات کا صحیح فیصلہ شرعی نقطہ

نظر سے ان کے جذبات کے موافق نہ ہو جائے ”جشن صلح“

یا ”فتح کی خوشی“ اور مسرت میں شریک ہونا قطعاً ناجائز ہے۔ (۱)

اسی طرح ایک بار عالم اسلام کے رہنما ملک مصر میں ”مؤتمر اسلامی“ میں آپ کو شرکت کے لئے مدعو کیا گیا، وہاں آپ کا بہت اعزاز ہوا، صدر مؤتمر کی داہنی طرف آپ کو نشست دی گئی اور شیخ الازہر خود دوسرے مرتبہ آپ کی مزاج پرسی کے لئے آپ کی قیام گاہ پر تشریف لائے، اس غیر معمولی اعزاز کے باوجود جب فوٹو کے معاملہ میں آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے دو ٹوک الفاظ میں اس کی ترمیم کا اعلان کیا؛ حالاں کہ وہ لوگ فوٹو کے تعلق سے بہت نرم رویہ رکھتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ ممانعت ”تصویر“ کی ہے ”فوٹو“ کی نہیں اور تصویر اور فوٹو میں فرق یہ ہے کہ تصویر ہاتھ سے بنائی جاتی ہے، جب کہ فوٹو مشین سے عکس محفوظ کرنے کا نام ہے؛ لہذا دونوں کا حکم الگ الگ ہوگا — اس وقت علماء مصر سے جو گفتگو ہوئی تھی آپ کے رفیق سفر مولانا عبدالحق مدنی کی نقل کے مطابق اس طرح تھی :



علماء مصر : التصوير الممنوع إنما هو الذي يكون بصنع الإنسان  
ومعالجة الأيدي ، وهذا ليس كذلك ، إنما هو  
عكس الصورة .

ممانعت تو اس تصویر کی ہے جو انسان کے عمل اور ہاتھوں کی کاریگری  
سے ہو، فوٹو میں کچھ نہیں کرنا پڑتا، یہ تو صورت کا عکس ہوتا ہے۔

مفتی صاحب : كيف ينتقل هذا العكس من الزجاج إلى الورق ؟

یہ عکس کیمرہ لنس سے کاغذ پر کس طرح منتقل ہوتا ہے؟

علماء مصر : بعد عمل كثير (بہت کچھ کاریگری کے بعد)۔

مفتی صاحب : أى فرق بين معالجة الأيدي ، وصنع الإنسان ،

والعمل الكثير؟

انسان کے عمل ، ہاتھوں کی کاریگری اور بہت کچھ کاریگری میں کیا  
فرق ہے؟

علماء مصر : ”نعم! هو شئ واحد“ (کوئی فرق نہیں، صرف الفاظ کا

اختلاف ہے، مفہوم سب کا ایک ہے)۔

مفتی صاحب : إذا حكمها واحد (تب تو حکم بھی سب کا ایک ہی ہوگا)۔

علماء مصر آپ کی اس حاضر جوابی سے بے حد متاثر ہوئے اور ان لوگوں سے کوئی جواب  
نہیں بن پڑا، اس طرح کے اور بھی بہت سے مکالمات اپنے ہندوستانی علماء اور ارباب دانش  
سے منقول ہیں، جن میں آپ کسی طرح کی مداخلت یا ہچکچاہٹ کے بغیر دو ٹوک انداز میں اپنی  
رائے کا اظہار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آپ کی فتاویٰ نویسی کی ابتداء ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء سے ہوئی اور آپ نے اپنی آخری  
عمر تک ۵۴ سال اپنے کو اس مشغلہ میں لگائے رکھا اور امت کی شرعی رہنمائی فرماتے رہے، حتیٰ  
کہ قید و بند کے زمانہ میں بھی آپ کا یہ مشغلہ نہیں چھوٹا، مولانا بہان الدین سنبھلی لکھتے ہیں :

آپ کا یہ مشغلہ کسی حال میں ترک نہیں ہوا، حتیٰ کہ قید و بند کی حالت میں بھی ”چکل کی مشقت“ کے ساتھ ”مشق فتاویٰ“ بھی جاری رہی، پوری عمر اسی مشغلہ میں گزاری، یعنی وہ مخلوق کو خالق کی بندگی کے آداب سکھاتے ہوئے اپنے خالق سے جا ملے۔ (۱)

### وفات و تدفین

۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء اور یکم جنوری ۱۹۵۳ء کی درمیانی شب ساڑھے دس بجے آپ کی روح نفس غصری سے پرواز کر گئی اور دہلی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے احاطہ کے قریب آپ کے جسد خاکی کو سپرد خاک کیا گیا۔

### آپ کے اساتذہ و تلامذہ

آپ کے ابتدائی اساتذہ میں حافظ بدھن خاں و مولانا عبدالحق خاں (شاہجہاں پوری) اور دیوبند کے اساتذہ میں مولانا عبدالعلی میرٹھی، مولانا حکیم محمد حسن، مولانا غلام رسول خاں ہزاروی، مولانا غلیل احمد سہارنپوری اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہم اللہ خاص کر قابل ذکر ہیں اور آپ سے کسب فیض کرنے والوں میں مولانا ضیاء الحق دہلوی، سبحان الہند مولانا احمد سعید دہلوی (سکریٹری و صدر جمعیت علماء ہند) مفتی مہدی حسن شاہ جہا پوری (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) شیخ الادب مولانا اعزاز علی امر دہوی (دیوبند) مفتی اسماعیل (مفتی جامعہ اسلامیہ، ڈابھیل)، مولانا محمد حسین (بانی جامعہ حسینیہ ناندری) مولانا حافظ محمد یاسین سکندر آبادی، رائے پوری (بانی مدرسہ اسلامیہ، رائے پور) مولانا عبدالعزیز (بانی درس گاہ عزیز جئید، مشرقی پنجاب) اور مولانا محمد شفیع ملتانی (بانی و مہتمم مدرسہ قاسم العلوم) کے نام خاص کر قابل ذکر ہیں اور ہندوستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی آپ کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں؛ چنانچہ آپ کے فرزند اکبر مولانا حفیظ الرحمن واصف لکھتے ہیں :

(۱) سہ ماہی فکر اسلامی، معاصر فقہ اسلامی نمبر: ۱۴۶ (جولائی ۱۹۹۹ء)۔

آپ کے ہزاروں شاگرد ہندوستان، پاکستان، برما، ملایا، جاوا،  
سماترا، عراق، حجاز، شام، افغانستان، ایران، بخارا، ختن، تبت،  
چین اور افریقہ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ (۱)

### علمی و قلمی سرمایہ

مختلف تحریکوں اور تنظیموں سے وابستگی اور اُمت کے لئے مرغِ بسمل کی طرح تڑپ نے  
آپ کے رہوارِ قلم کو روک سا دیا تھا؛ اس لئے آپ کی تصنیف زیادہ نہیں ملتی ہے، تاہم اس  
کثرتِ اشتغال کے باوجود جو علمی و قلمی سرمایہ آپ نے چھوڑا ہے، وہ درج ذیل ہے :

۱۔ کفایۃ المفتی (۹ جلدیں) :— آپ کا سب سے بڑا قلمی سرمایہ آپ کے گہر بار قلم  
سے لکھے گئے آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جس کو آپ کے فرزند اکبر مولانا حفیظ الرحمن واصف  
نے مرتب کیا ہے، اس کی کل ۹ جلدیں ہیں؛ لیکن چوں کہ ہمیشہ آپ کے فتاویٰ کی نقل محفوظ  
نہیں کی جاسکتی؛ اس لئے آپ کے تمام فتاویٰ اس مجموعہ میں نہیں آسکے، یہاں تک کہ اگر یہ کہا  
جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ آپ کی فتاویٰ نویسی کی پچپن سالہ زندگی میں سے زیادہ سے زیادہ پچیس  
سال کے فتاویٰ ہی کو جمع کیا جاسکا ہے، ورنہ ۹ جلدوں کی جگہ ۱۹ جلدیں ہو سکتی تھیں، چنانچہ خود  
مرتب فتاویٰ لکھتے ہیں :

۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء سے فتویٰ لکھنا شروع کیا اور ۱۳۲۱ھ

مطابق ۱۹۰۳ء میں دہلی تشریف لائے؛ لیکن مدرسہ امینیہ میں

نقول فتاویٰ کا سب سے پہلا رجسٹر ربیع الاول ۱۳۵۲ھ مطابق

۱۹۰۳ء سے شروع ہوتا ہے، یعنی چھتیس (۳۶) برس فتویٰ لکھنے

کے بعد نقول فتاویٰ کا انتظام ہوا، مگر یہ انتظام بھی نا کافی و ناقص

تھا..... مدرسہ کے رجسٹر میں آخری فتویٰ ۱۹۴۳ء کا ہے، اس کے

(۱) مفتی اعظم ہند: ۱۰۸، بحوالہ: مفتی اعظم کی یاد۔

بعد آپ کی وفات تک آٹھ برس کے زمانہ میں صرف پچیس فتویٰ درج ہوئے..... اندراج فتاویٰ کے لئے کوئی مستقل محرر کبھی نہیں رکھا گیا.....

آپ مدرسہ امینیہ کے ساتھ جمعیۃ علماء کے دارالافتاء کے بھی صدر مفتی تھے اور سہ روزہ ”الجمعیۃ“ میں ”حواث و احکام“ کے عنوان سے آپ کے فتاویٰ شائع ہوتے تھے؛ مگر ”الجمعیۃ“ کا ریکارڈ بھی مفتی اعظم کے تمام فقہی ذخیرہ کا حامل نہیں بن سکا۔ (۱)

۲۔ تعلیم الاسلام (۴ حصے) : — کم عمر بچے اور بچیوں کی نفسیات کا خیال رکھتے ہوئے ایمان و عقائد اور ارکان و اعمال کو آسان اور عام بول چال کی زبان میں پیش کیا گیا ہے، یہ کتاب لوگوں میں بڑی مقبول ہے اور ہندو پاک کے بیشتر مدارس میں اور بنگلہ دیش و افریقہ کے بعض مدارس میں داخل نصاب ہے اور کئی زبانوں میں اس کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں، اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں :

عام طور پر کتابیں مصنف کی نسبت سے شہرت پاتی ہیں؛ لیکن یہ ایسی کتاب ہے جس کی نسبت سے اس کے مؤلف نے شہرت پائی، اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ دلی کے گلی کوچوں میں ”تعلیم الاسلام“ والے مفتی صاحب ”سے مشہور ہوئے، یہ کتاب اور اس کے مؤلف کی عند اللہ مقبولیت کا اشارہ بھی ہے۔ (۲)

ان کے علاوہ آپ نے بہت سے فقہی اور غیر فقہی رسالے بھی لکھے ہیں، جن کی تفصیل

درج ذیل ہے :

(۱) دیباچہ کفایۃ المفتی۔

(۲) مفتی اعظم ہند: ۸۰

۳- کف المومنات عن حضور الجماعات: — یہ رسالہ آپ نے عورتوں کے لئے مجالس وعظ میں شرکت اور جمعہ وعیدین کے اجتماعات میں حاضری کے جواز و عدم جواز کے متعلق ۱۹۱۶ء میں لکھا تھا۔

۴- صلوٰۃ الصالحات: — آپ کے رسالہ ”کف المومنات.....“ پر مولوی عبدالستار کلا نوری نے ”عید احمدی“ کے نام سے تنقید لکھی تھی، اسی کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ تحریر کیا تھا۔

۵- النفائس المرغوبۃ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ: — یہ فرض نمازوں کے بعد دعاء کے سلسلہ میں تحقیقی رسالہ ہے، جو مشاہیر علماء کی تصدیق کے ساتھ جون ۱۹۱۶ء میں پہلی بار شائع ہوا تھا۔

۶- الصنائف المرفوعۃ فی جواب اللطائف المطبوعۃ: — آپ کے رسالہ ”النفائس المرغوبۃ“ پر ایک صاحب نے ”اللطائف المطبوعۃ“ کے نام سے تنقید لکھی تھی، اس کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ لکھا تھا۔

۷، ۸- دلیل الخیرات فی ترک المنکرات، وخیر الصلوات فی حکم الدعاء لا موات: — رنگون سے آپ کے پاس استفتاء آیا تھا، جس میں میت کی تدفین سے قبل اور بعد خاص طریقہ سے دعاء کے اہتمام کے بارے میں شرعی حکم دریافت کیا گیا تھا، آپ نے وہاں کے عوام کے لئے پہلے ایک رسالہ دلیل الخیرات فی ترک المنکرات کے نام سے رسوم و بدعات کے رد میں لکھا ہے، پھر استفتاء کا تفصیلی جواب خیر الصلوٰۃ فی حکم الدعاء الاموات کے نام سے تحریر فرمایا، حاجی داؤد ہاشم یوسف اور مولانا قاضی الدین (رنگون) نے اطراف ملک سے مزید ایک سو چونتیس علماء سے اس سلسلہ میں فتویٰ لے کر دونوں رسالوں کو ایک ہی جگہ شائع کر دیا۔

۹- البیان الکافی: — یہ رسالہ روایت ہلال سے متعلق مسائل پر لکھا گیا ہے۔

۱۰- قنوت نازلہ اور اس سے متعلق مسائل: — یہ رسالہ ۱۹۲۰ء میں پہلی بار شائع ہوا۔

۱۱- اصول اسلام: — یہ رسالہ ”جواہر الایمان“ کے نام سے بھی شائع ہوا ہے، اس

میں اسلامی عقائد اور عبادات، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے مسائل کے علاوہ عصری زندگی میں پیش آنے والے بھی بعض مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

۱۲۔ اتمام المقال فی بعض احکام التتمال: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک استفتاء کے جواب میں نعل نبوی سے تمک کے جواز پر ایک رسالہ ”نیل النقاء بعزل المصطفیٰ“ کے نام سے لکھ کر چھپوایا تھا، جس میں نعل شریف کی ایک مصنوعی شکل بھی چھاپ دی گئی تھی، مفتی صاحب کے پاس جب کسی نے یہ رسالہ پیش کیا اور اس سلسلہ میں استفسار کیا تو آپ نے تفصیلی جواب لکھا کہ یہ تو محض تصویر بلکہ فرضی نقش ہے! اس سے تمک کیوں کر حاصل کیا جاسکتا ہے؟ پھر یہ جواب حضرت تھانوی کی خدمت میں بھیجا تو حضرت تھانوی نے اپنے فتویٰ سے رجوع فرمایا اور پھر حضرت تھانوی ہی کے مشورہ سے دونوں رسالوں کو اتمام المقال فی بعض احکام التتمال کے نام سے شائع کرا دیا گیا۔

مذکورہ فقہی رسالوں میں سے بیشتر رسالوں کو مولانا حفیظ الرحمن واصف نے ”کفایہ المفہمی“ میں شامل کر دیا ہے، ان کے علاوہ سیاسیات اور دوسرے موضوع پر رسالے درج ذیل ہیں :

۱۳۔ مسلمانوں کے مذہبی اور قومی اغراض کی حفاظت : — ۱۹۱۶ء میں مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا تھا، جس میں مسلم اکثریتی صوبہ میں مسلمانوں کی سیٹیں کم کر دی گئیں اور جہاں مسلمان اقلیت میں تھے، وہاں مسلم سیٹیں بڑھادی گئیں اور جناح صاحب کا نظریہ تھا کہ ”سرمایہ دار کو حرید سرمایہ دار بنانے کا کیا فائدہ“؟ یعنی جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں سیٹیں بڑھانے سے کیا فائدہ ہوگا؟ حالاں کہ اس معاہدہ سے جہاں مسلم اکثریت میں تھے، وہاں اقلیت میں ہو گئے اور جہاں اقلیت میں تھے، وہاں سیٹیں بڑھا کر بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا، اس وقت آپ نے مثبت انداز اور مہذب اسلوب میں جو تنقید کی تھی، اسے رسالہ کی شکل میں ”مسلمانوں کے مذہبی اور قومی اغراض کی حفاظت“ کے نام سے شائع فرمایا تھا۔

۱۴۔ شیخ الہند — مختصر سوانح و حالات اسیری : — یہ رسالہ انجمن اعانت نظر بندگان

اسلام کے تحت شائع ہوا تھا، اسے مفتی صاحب ہی نے مرتب کیا تھا؛ لیکن اس پر اپنا نام نہیں لکھا تھا۔

۱۵۔ اردو کا قاعدہ: — یہ قاعدہ تعلیم الاسلام سے پہلے بچوں کے لئے لکھا گیا تھا، یہ

متعدد لسانی خوبیوں کا جامع ہے۔

۱۶۔ روض الریاضین: آپ نے عربی میں مدرسہ امینیہ کے قیام کا پس منظر، تاریخ، حالات وغیرہ پر ایک لمبا قصیدہ لکھا تھا اور ایک لمبا قصیدہ اپنے استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کی شان میں لکھا تھا، اس قصیدہ کا آغاز غزل کے انداز میں ہوتا ہے، پھر ماضی کی راحت، محبوب کے وصال، پھر محبوب کے اعراض و بے رخی، ملامت گر کی ملامت اور اپنے اوپر ہلاکت کے خطرہ کا ذکر کرتے ہیں کہ اچانک آسمان سے آواز آتی ہے کہ جا اور مرشد روحانی کی خدمت میں حاضر ہو جا اور اس کے بعد آپ دیوبند حاضری اور تعلیم و تعلم اور حضرت شیخ کے فضائل و مناقب کا تفصیلی ذکر کرتے ہیں، آپ کے اس کلام میں زبان و بیان کی تمام خوبیاں موجود ہیں ”ریاض الریاضین“ آپ کے ان ہی قصیدوں کا مجموعہ ہے۔



## مولانا محمد سہول بھاگلپوریؒ

مولانا مفتی محمد سہول صاحب ضلع بھاگلپور (بہار) کے پورینی گاؤں کے رہنے والے تھے، ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہی حاصل کی، پھر بھاگلپور میں مولانا اشرف عالم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، وہاں سے کانپور تشریف لے گئے اور مدرسہ فیض عام اور مدرسہ جامع العلوم میں تعلیم حاصل کی، مدرسہ فیض عام میں آپ نے مولانا محمد فاروق صاحب چڑیا کوٹی سے پڑھا اور جامع العلوم میں آپ کو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا محمد اسحاق بردوانی سے تلمذ کا شرف ملا، پھر آپ حیدرآباد تشریف لائے اور یہاں مفتی لطف اللہ علی گڑھی اور مولانا عبدالوہاب بہاری سے منطق، فلسفہ، ہیئت، ادب اور اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی، حیدرآباد سے آپ دہلی تشریف لے گئے اور مولانا نذیر حسین کے درس میں شریک ہوئے، مولانا نذیر حسین سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی سے حدیث کی تکمیل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند ہی میں سات آٹھ سال تک مدرس رہے، پھر مدرسہ عزیز بہار شریف، مدرسہ عالیہ کلکتہ اور مدرسہ عالیہ سلہٹ میں صدر مدرس و شیخ الحدیث رہے، ۱۹۲۰ء میں پنشن کے مدرسہ عالیہ ٹمس الہدیٰ میں پرنسپل مقرر ہوئے۔

۱۳۵۰ء سے ۱۳۶۲ء تک آپ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے، اسی دوران ۱۳۵۵ء سے ۱۳۵۷ء تک دارالعلوم کے دارالافتاء میں صدر مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دی، آپ کے زمانہ میں چند ہزار ایک سو پچاس (۱۵۱۸۵) فتاویٰ دارالافتاء سے جاری کئے گئے، ۲۷ رجب ۱۳۶۷ء مطابق ۱۹۴۸ء میں آپ کی وفات ہوئی اور آپ کے گاؤں پورینی میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔





## مولانا اعزاز علی امر وہویؒ

شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی کے والد گرامی کا نام ”مزار علی“ تھا، آپ کا آبائی وطن مراد آباد (یوپی) کا مشہور و مردم خیز قصبہ ”امروہہ“ ہے، آپ کی پیدائش ۱۳۰۵ھ میں بدایوں میں ہوئی، مولانا جان نے آپ کا نام ”اعزاز علی“ تجویز کیا۔

قرآن مجید ناظرہ آپ نے حافظ قطب الدین صاحب سے پڑھا اور حافظ شرف الدین صاحب کے پاس قرآن پاک حفظ کیا، اُردو اور فارسی کی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی، پھر مدرسہ گلشن فیض تلہر میں مولانا مقصود علی خان سے شرح ملا جامی تک عربی کی کتابیں پڑھیں، پھر مدرسہ عین العلم شاہ جہان پور میں داخلہ لیا اور وہاں قاری بشیر احمد سے کنز الدقائق وغیرہ اور مفتی کفایت اللہ شاہ جہاں پوری ثم دہلوی سے شرح وقایہ وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

مدرسہ عین العلم سے درس نظامی کی متوسط کتابیں پڑھ لینے کے بعد اپنے اساتذہ کے اصرار پر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، دارالعلوم میں مولانا حافظ احمد صاحب (مہتمم دارالعلوم دیوبند) سے ہدایہ اولین اور امام المنطق والفقہ حضرت مولانا محمد سہول بھاگپوری سے میر تقی وغیرہ پڑھی، درمیان میں اپنی ہمشیرہ سے ملنے میرٹھ گئے تو مولانا عاشق الہی میرٹھی نے وہیں روک لیا اور فرمایا کہ دیوبند جا کر دورہ حدیث کی تکمیل کر لیتا؛ چنانچہ مولانا کے اصرار پر آپ وہیں ”مدرسہ قومی“ خیر نگر میں داخل ہو گئے، یہاں آپ کو بعض کتابیں مولانا عاشق الہی سے پڑھنے کا موقع ملا اور بخاری شریف کے علاوہ درس نظامی کی بیشتر کتابیں آپ نے مدرسہ قومی کے صدر مدرس مولانا عبدالمومن دیوبندی سے پڑھیں، پھر مولانا عاشق الہی کی اجازت سے دوبارہ دارالعلوم تشریف لائے اور صحیح بخاری، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، ہدایہ اخیرین، بیضاوی

اور توفیق و تلوخ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے پڑھیں، فنون کی بعض کتابیں مولانا غلام رسول ہزاروی سے پڑھیں، ادب کی اکثر کتب مولانا معز الدین سے پڑھیں اور فتویٰ نویسی کی تربیت صدر مفتی دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمن عثمانی سے حاصل کی، ۱۳۲۱ھ میں آپ کی فراغت ہوئی۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے حکم سے مدرسہ نعمانیہ پورنیہ بھاگلپور (بہار) میں مدرس مقرر ہوئے، وہاں آپ نے سات سال رہ کر مدرسہ کو ہر طرح کی ترقی دی، پھر آپ شاہجہاں پور تشریف لائے اور ایک مسجد میں ”افضل المدارس“ کے نام سے مدرسہ قائم کیا، یہاں تقریباً تین سال آپ درس و تدریس میں مشغول رہے، پھر کچھ نامساعد حالات کی وجہ سے وہاں سے سبکدوشی اختیار کر لی اور آپ کے مشفق استاذ مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری کی سعی و کوشش سے ۱۳۳۰ھ میں آپ کا تقرر دارالعلوم دیوبند میں ہو گیا، آپ کو یہاں پہلے سال علم الصغیہ، مفید الطالبین، نور الایضاح وغیرہ کتابیں پڑھانے کو دی گئیں، دارالعلوم کی روداد میں آپ سے متعلق لکھا ہے :

آپ ایک نوجوان با استعداد اور صاحب صلاح و تقویٰ عالم ہیں،  
صورتاً و سیرتاً اپنے سلف کی یادگار ہیں، علوم میں استعداد تام رکھتے  
ہیں..... خوش تقریر ہیں، طلبہ آپ سے نہایت مانوس ہیں۔ (۱)

۱۳۱۹ھ میں جب حیدرآباد میں مولانا حافظ محمد احمد صاحب (مہتمم دارالعلوم دیوبند) کو مفتی اعظم کے عہدے پر فائز کیا گیا تو مہتمم صاحب اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے کام میں تعاون کے لئے مولانا اعزاز علی کو اپنے ساتھ حیدرآباد لے آئے، آپ نے یہاں ایک سال قیام کیا، پھر ۱۳۴۰ھ میں دیوبند واپس ہوتے ہوئے راستہ میں مہتمم صاحب کی وفات ہو گئی اور ادرہ مفتی عزیز الرحمن (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) کی علاحدگی کے بعد دارالعلوم کا شعبہ افتاء خالی ہو گیا، جس کے لئے کسی لائق شخصیت کی ضرورت تھی؛ چنانچہ دارالعلوم کے شعبہ افتاء

کے لئے آپ ہی کا نام نامی تجویز کیا گیا، ۱۳۴۷ھ میں آپ کو شعبۂ افتاء کا صدر مفتی بنادیا گیا، مگر ایک سال کے بعد آپ تدریس کے لئے یکسو ہو گئے، پھر ۱۳۶۴ھ سے ۱۳۶۶ھ تک صدارت افتاء کا منصب آپ کے سپرد رکھا گیا اور آپ کی صدارت کے زمانہ میں چوبیس ہزار آٹھ سو پچپن (۲۴۸۵۵) فتاویٰ جاری کئے گئے، اس کے بعد پھر آپ تدریس کے لئے یکسو ہو گئے اور اخیر عمر تک اسی میں لگے رہے۔

۱۳/ رجب المرجب ۱۳۷۴ھ منگل کے روز جس وقت دن اپنی روشنی کے سفر کا آغاز کرنے جا رہا تھا، ٹھیک اسی وقت آپ کی زندگی کی شام ہو گئی اور ”مزار قاسمی“ (دیوبند) میں آپ کی تدفین عمل میں آئی، آپ کی تاریخ وفات کو کسی نے اس طرح نظم کیا ہے :

سنہ تھا چوتھر، صدی تھی چودھویں، تیرہ رجب

جب ہوئے اوجھل ہماری آنکھوں سے شیخ الادب

آپ کے تلامذہ کی تعداد تقریباً پانچ ہزار تک پہنچتی ہے، جن میں مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، مفتی محمد شفیع دیوبند، مولانا عتیق الرحمن عثمانی، مولانا محمد میاں دیوبندی، ڈاکٹر مصطفیٰ حسن کاکوروی، مفتی محمود حسن نانوتوی، مولانا منظور احمد نعمانی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، مولانا نسیم احمد فریدی، قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی، قاری محمد طیب، مولانا فخر الدین، مولانا معراج الحق اور مولانا عبدالاحد شامل ہیں۔

آپ کے علمی و قلمی سرمایوں میں سب سے اہم وہ فتاویٰ ہیں جو آپ نے دارالعلوم دیوبند کے مسند افتاء سے جاری فرمائے، ان کی ترتیب و طباعت کے بعد اہل علم کے لئے یہ بڑا علمی سرمایہ ہوگا، ان کے علاوہ آپ نے مختلف عربی کتابوں کا حاشیہ لکھا ہے، جن میں حاشیہ نور الایضاح (فارسی) حاشیہ نور الایضاح (عربی) حاشیہ دیوان حماسہ، حاشیہ کنز الدقائق، حاشیہ دیوان حسنی، حاشیہ شرح نقایہ، حاشیہ مفید الطالبین وغیرہ خاص کر قابل ذکر ہیں، نیز بعد کتابوں کا آپ نے اردو ترجمہ بھی کیا ہے، جیسے دیوان حسنی کا اردو ترجمہ اور ”البینات“ کے نام سے

”قصائد الامیة المعجزت“ کا اردو ترجمہ، ان کے علاوہ آپ نے عربی ادب میں ایک معرکہ الآراء کتاب ”نسخة العرب“ کے نام سے لکھی جس میں تاریخی حکایات و قصص اور اخلاقی مضامین بیان کئے گئے ہیں، یہ کتاب عربی مدارس میں بہت مقبول ہوئی اور دارالعلوم دیوبند اور دوسرے بہت سے مدرسوں میں داخل نصاب ہے۔ (۱)



(۱) دیکھئے: ظفر المحصلین بأحوال المصنفین: ۳۷۱، مولانا خلیف اللہ خان۔

## مفتی مہدی حسن شاہجہاں پوریؒ

مفتی مہدی حسن کا وطن شاہجہاں پور (یوپی) ہے، جہاں ۱۳۰۱ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی، پھر آپ مدرسہ امینیہ دہلی تشریف لے گئے اور مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کی خدمت میں رہ کر ۱۳۲۶ھ میں تعلیم کی تکمیل کی، پھر تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور ۱۳۲۸ھ کے جلسہ دستار بندی میں آپ کو دستار فضیلت عطا کی گئی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے استاذ مفتی کفایت اللہ دہلوی کے حکم پر مدرسہ اشرفیہ رائدر ضلع سورت چلے گئے اور وہاں طویل مدت تک تدریس اور افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے، ۱۳۶۷ھ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء میں صدر مفتی کا منصب سپرد کیا گیا، تقریباً گیارہ سال آپ نے یہاں افتاء کی خدمت انجام دی، آپ کے زمانہ صدارت میں دارالعلوم کے دارالافتاء سے پانچ ہزار تین سو چوبیس (۵۳۲۳) فتاویٰ جاری کئے گئے، ۱۳۸۷ھ میں اپنی طویل علالت اور ضعف و کمزوری کی وجہ سے دارالعلوم کی خدمت سے سبکدوش ہو کر وطن مالوف چلے گئے اور وہیں ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔

مفتی مہدی حسن صاحب عربی اور اردو کی کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں اور کئی کتابوں پر تحقیق و تعلیق کا کام بھی کیا ہے، جن میں شرح معانی الآثار للطحاوی کی عربی شرح ”فوائد الازہار“ (۶ جلدیں، جن میں دو جلدیں طبع ہو چکی ہیں)، امام محمد کی کتاب الآثار پر تحقیق و تعلیق اور نخبہ الفکر کی عربی شرح خاص کر قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ اردو زبان میں دو درجن سے زائد رسائل آپ نے لکھے، جن کی طباعت نہیں ہو سکی۔

## مفتی اسماعیل بسم اللہ سورتی

مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں ڈابھیل سورت میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے وطن اور قریبی قصبہ کٹھور میں پائی، پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، مگر دورانِ تعلیم شادی کی وجہ سے آپ وطن واپس چلے گئے، پھر تعلیم کی غرض سے مدرسہ امینیہ دہلی تشریف لائے اور مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کی خدمت میں رہ کر فتویٰ نویسی کی مشق کی، ۱۳۳۶ھ میں آپ نے دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور یہاں سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ دنوں اپنے وطن میں ہی تدریسی خدمت انجام دی، پھر ”جوہانس برگ“ (جنوبی افریقہ) چلے گئے، مگر وہاں آپ کا قیام زیادہ دن نہیں رہا اور آپ مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل واپس آ گئے، ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں آپ برما میں مفتی بنائے گئے، وہاں آپ نے فتاویٰ نویسی کی گرانقدر خدمات انجام دیں، نیز وہاں جمعیۃ علماء برما قائم کی اور مختلف مقامات پر کئی دینی مدارس اور مکاتب قائم کئے۔

۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں صحت کی خرابی کی وجہ سے وطن واپس آ گئے اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تعلیمی امور کے نگران بنائے گئے اور جلد ہی آپ کو وہاں کا مہتمم بھی مقرر کر دیا گیا، آپ کے فتاویٰ کو گجرات کے علماء اور عوام میں یکساں مقبولیت حاصل تھی، آپ کے فتاویٰ تقریباً ۳۳ سال ہفت روزہ اخبار ”مسلم گجرات“ میں شائع ہوتے رہے، ان فتاویٰ کی تین بلدیں گجراتی زبان میں شائع ہو چکی ہیں، آپ کے فتاویٰ کی تعداد پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) کے قریب ہے، جن میں بیشتر گجراتی زبان میں اور کچھ اردو زبان میں ہیں، ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء میں آپ کی وفات ہوئی۔



## مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ

### ولادت اور خاندان

مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی ولادت دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی) میں ۲۰، ۲۱ شعبان ۱۳۱۲ھ کی درمیان شب (جنوری ۱۸۹۷ء) میں ہوئی، دیوبند کے مشہور عثمانی خاندان سے آپ کا تعلق تھا، مگر آپ کی والدہ سادات سے تھیں، آپ کے اجداد کا اصلی وطن منگلور سے متصل قصبہ ”جوراسی“ (اتر پردیش) تھا، آپ کے پردادا میاں جی امام علی صاحب بچپن ہی میں اپنے والد حافظ کریم اللہ کے ساتھ جوراسی سے دیوبند منتقل ہو گئے تھے، آپ کے والد مولانا محمد یاسین دیوبند ہی میں ۱۲۸۱ھ میں پیدا ہوئے اور اسی سال دارالعلوم دیوبند کی بنیاد بھی پڑی تھی۔

### دارالعلوم دیوبند میں

آپ کے والد دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے اور آپ نے جب سے ہوش سنبھالا آپ کے والد صاحب مدرسہ آپ کو ساتھ لے جاتے تھے، اس طرح آپ کے کھیل کود کا زمانہ بھی دارالعلوم ہی کے محن میں گزرا ہے، جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کو تعلیم کے لئے دارالعلوم میں داخل کر دیا گیا اور حافظ محمد عظیم کے پاس آپ نے قرآن پڑھنا شروع کیا، فارسی کی تمام مروجہ کتابیں اپنے والد ماجد سے دارالعلوم ہی میں پڑھیں، حساب و فنون ریاضی اپنے چچا مولانا منظور احمد (مدرس دارالعلوم دیوبند) سے حاصل کئے، عربی، صرف و نحو اور فقہ کی کتب بھی اپنے والد ہی سے پڑھیں، فن تجوید اپنے رفیق درس قاری محمد یوسف میٹھی سے حاصل کیا، جو عرصہ دراز تک آل انڈیا ریڈیو سے تلاوت قرآن نشر فرماتے تھے، ان کے علاوہ فقہ، اصول فقہ، حدیث وغیرہ کی کتابیں اپنے وقت کے جبال العلم مثلاً: علامہ انور شاہ کشمیری، مفتی

عزیز الرحمن عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہم سے پڑھیں۔

مفتی صاحب اپنی طالب علمی میں طلبہ کو تکرار کہلاتے تھے اور رات ۱۲ بجے کے بعد دارالعلوم سے گھر واپس آتے تھے، آپ تحصیل علم میں اتنے منہمک تھے کہ دوسرے شہر تو کجا اپنے قصبہ دیوبند کے بھی سارے راستوں سے اچھی طرح واقف نہیں تھے اور نہ ہم عمر لڑکوں سے دوستانہ تعلق تھا، اسی محنت و یکسوئی کا نتیجہ تھا کہ امتحان میں سوالات کے جواب محققانہ انداز میں لکھتے تھے اور اساتذہ آپ کے جوابی بیاض کو دیکھنے سے پہلے ہی کہہ دیتے تھے کہ ”اے کیا دیکھیں؟ یہ پرچہ تو ہم سے انعامی نمبروں کا مطالبہ کرے گا“ — ایک مرتبہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے شاگرد مولانا عبدالعلی صاحب دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور مولانا حبیب الرحمن (مہتمم دارالعلوم دیوبند) اور دیگر اساتذہ کے ساتھ کھڑے تھے کہ قریب سے مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا گذر ہوا، اس وقت مہتمم صاحب نے آپ کو بلایا اور مہمان سے مخاطب ہو کر فرمایا :

یہ دارالعلوم کا ایسا طالب علم ہے کہ اس کو اپنی کتابوں کے علاوہ کسی اور چیز کا ہوش بھی نہیں، نہ اپنے کپڑوں کی خبر ہے نہ جان کی؛ لیکن کتاب کا کوئی سوال پوچھو تو محققانہ جواب شروع کر دے گا۔ (۱)

ایک مرتبہ ”شرح جامی“ کا امتحان مولانا شبیر احمد عثمانی کے پاس چلا گیا، اس وقت تک چوں کہ آپ نے ان سے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی، اس لئے وہ سمجھ نہیں سکے کہ یہ کس کا پرچہ ہے اور جوابی بیاض دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے اور فوراً مہتمم صاحب سے جا کر پوچھا کہ یہ کس کا پرچہ ہے؟ جب مہتمم صاحب نے بتایا تو فوراً مسرت میں امتحان ہال گئے، مفتی شفیع صاحب وہاں دوسری کسی کتاب کا امتحان لکھ رہے تھے، مولانا شبیر نے آپ کو کھڑا کیا اور تمام طلبہ کے سامنے آپ کے سر پر ہاتھ رکھ کر حوصلہ افزا کلمات فرمائے۔

مفتی صاحب نے قدیم فلسفہ بھی پڑھا ہے اور جدید فلسفہ بھی، فلسفہ کی تعلیم سے پہلے



آپ کے والد صاحب نے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے مشورہ کیا؛ کیوں کہ فلسفہ اسلامی عقائد کے خلاف تھا، حضرت تھانوی نے اجازت دی کہ اس کو اس فلسفہ سے نقصان نہیں ہوگا؛ بلکہ یہ بصیرت کے ساتھ اس کے ذریعہ فلسفہ کا رد کر سکے گا، نیز علامہ کشمیری نے دورانِ سبق کئی بار طلبہ سے فرمایا :

پہلے زمانہ میں ہمارے اسلاف نے قدیم فلسفہ پڑھ کر اس کا رد کیا تھا؛ کیوں کہ اس وقت وہی رائج تھا؛ لیکن آج کل قدیم فلسفہ کی جگہ جدید فلسفہ نے لے لی ہے؛ اس لئے جدید فلسفہ ضرور پڑھنا چاہئے؛ تاکہ ان فتنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ (۱)

چنانچہ مفتی شفیع صاحب نے قدیم فلسفہ کی بھی تمام متداول کتابیں پڑھیں اور جدید فلسفہ کی بھی مشہور کتاب ”الفلسفۃ العربیۃ“ خود علامہ کشمیریؒ سے پڑھی۔

### فراغت و تدریس

شعبان ۱۳۳۷ھ میں دارالعلوم دیوبند سے آپ کی فراغت ہوئی اور مہتمم صاحب نے آپ کو دارالعلوم ہی میں تدریس کے لئے رکھ لیا، آپ کا ارادہ بلا معاوضہ تدریسی خدمت کا تھا، اس لئے آپ نے دینی علوم کو کسب معاش کا ذریعہ نہ بنا کر فنِ خطاطی، جلد سازی اور طب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی؛ چنانچہ بعض کتابیں آپ کے دستی خط سے شائع ہوئیں اور بعض کتابیں تو آپ کے پاس ایسی بھی تھیں، جن کے مصنف بھی آپ ہی تھے، کتابت بھی آپ ہی کی تھی اور جلد سازی بھی خود ہی کی تھی، فنِ طب میں ”نفیسی“ علامہ کشمیریؒ سے اور ”شرح اسباب“ مولانا حکیم محمد حسن (برادر شیخ الہند) سے پڑھی، جب تدریس کے ساتھ افتاء کی خدمت بھی آپ کے سپرد کی گئی تو کسب معاش کے لئے دوسرے کاموں کی فرصت نہیں مل سکی اور آپ کا بلا معاوضہ تدریسی خدمت کا خواب زیادہ دنوں شرمندہٴ عمل نہیں رہ سکا، اس وقت آپ کا وظیفہ پانچ روپیہ ماہانہ تھا اور اخیر زمانہ تک آپ کا مشاہرہ ۶۵ روپیہ ہو سکا تھا، حالاں کہ کئی اداروں

سے بڑی بڑی تنخواہوں کی پیشکش ہوئی اور مدرسہ عالیہ کلکتہ سے سات سو روپے تنخواہ کی بار بار پیشکش کی گئی، مگر آپ نے ہر حال میں دارالعلوم کی خدمت کو ترجیح دی۔

دارالعلوم میں ملیا تک تقریباً تمام فنون کی کتابیں پڑھانے کا موقع ملا، تاہم سنن ابی داؤد اور مقامات حریری کا سبق خصوصیت کے ساتھ بہت مشہور و مقبول تھا۔ ۱۳۴۹ھ میں آپ کو دارالافتاء کا صدر مفتی بنایا گیا، ۱۳۶۲ھ میں آپ تحریک پاکستان میں آزادانہ حصہ لینے کی وجہ سے دارالعلوم سے مستعفی ہو گئے اور ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۷ھ، یکم مئی ۱۹۴۸ء کو مولانا شبیر احمد عثمانی کی دعوت پر ”دستور اسلامی“ کی ترتیب کے لئے پاکستان منتقل ہو گئے، شوال ۱۳۷۰ھ میں آپ نے دارالعلوم کراچی کی بنیاد ڈالی۔

### افتاء کی خدمت اور آپ کا فقہی مقام

آپ مفتی عزیز الرحمن عثمانی کے خصوصی شاگرد اور تربیت یافتہ تھے، مفتی صاحب کو آپ پر بڑا فخر اور اعتماد تھا؛ چنانچہ آپ کی تدریس کے آغاز ہی سے آپ کے استاذ بعض استفتاء آپ کے حوالہ کر دیتے تھے اور جب ۱۳۴۴ھ میں مفتی عزیز الرحمن دارالعلوم سے مستعفی ہو گئے تو چند سال مولانا ریاض الدین وغیرہ مختلف علماء سے افتاء کی خدمت متعلق رہی، پھر ۱۳۴۹ھ میں مفتی شفیع صاحب کو دارالافتاء میں صدر مفتی کے جلیل القدر منصب پر فائز کیا گیا اور ۱۳۶۲ھ تک آپ نے اس عہدہ پر فائز رہ کر تقریباً چالیس ہزار فتاویٰ تحریر کئے۔

۵ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ میں آپ دارالعلوم سے مستعفی ہو گئے؛ لیکن عوام و خواص کے رجوع اور اپنے پیرومرشد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ہدایت کی بنا پر افتاء کا سلسلہ جاری رکھا، تاہم ۱۳۶۲ھ سے ۱۳۷۱ھ تک نو سالوں میں جو فتاویٰ آپ کے گہر بار قلم سے نکلے، انہیں محفوظ نہیں کیا جاسکا، پھر ۱۳۷۱ھ (۱۹۵۲ء) میں آپ نے دارالعلوم کراچی (پاکستان) کے شعبہ افتاء سے ۱۹۵۹ء تک جو فتاویٰ لکھے ان کی نقل محفوظ کی گئی، جن کی تعداد ستر ہزار نو سو بارہ (۷۰۹۱۲) ہے، ان کے علاوہ مقدمات کے فیصلے اور زبانی فتوؤں کی تعداد بے شمار ہے۔

آپ نے جدید مسائل کو اجتماعی آراء سے حل کرنے کے لئے ایک مجلس بھی ”مجلس تحقیق مسائل حاضرہ“ کے نام سے قائم کی تھی، جس میں علامہ یوسف بنوری، مفتی رشید احمد (مہتمم اشرف المدارس ناظم آباد، پاکستان) اور دارالعلوم کراچی اور شہر کے خاص خاص اساتذہ شریک ہوتے تھے اور ہر ماہ اس مجلس کے تحت اجلاس منعقد ہوتے تھے اور نو پیش آمدہ مسائل کی اجتماعی طور پر تحقیق کی جاتی تھی۔

کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں سب سے نمایاں اور سب سے غالب پہلو، جس کا تسلسل کبھی ختم نہیں ہوا، وہ ”خدمت افتاء“ ہی ہے، چنانچہ فراغت کے فوری بعد سے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک آپ نے اپنے کو اس کام میں مصروف رکھا، یہاں تک کہ آپ کی زندگی کا سب سے آخری کام بھی ”فتویٰ نویسی“ ہی کا کام تھا، چنانچہ اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے قبل بھی آپ نے ایک استفتاء کا جواب لکھوایا تھا۔

آپ کے فقہی مقام کا اندازہ آپ کے فتاویٰ کو دیکھ کر بخوبی لگایا جاسکتا ہے، نیز عوام دخواص کا آپ کی طرف رجوع اور اکابر علماء کا آپ پر اعتماد بھی فقہ و فتاویٰ میں آپ کے عالی مقام کا پتہ دیتے ہیں، چنانچہ مفتی اعظم ہند مفتی عزیز الرحمن، محدث عصر علامہ انور شاہ کشمیری اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ تو آپ پر اعتماد کرتے ہی تھے، یہاں مصر کے معروف عالم اور محقق علامہ زاہد الکوثری کے ایک خط کا اقتباس نقل کیا جاتا ہے، جس سے ہندوپاک کے علاوہ عالم اسلام میں آپ کی شہرت و مقبولیت اور آپ کے فقہی مقام کا اندازہ لگانا آسان ہوگا، علامہ کوثری آپ کے ایک خط کے جواب میں (جس میں آپ نے کسی مسئلہ کی تحقیق کے بعد علامہ کوثری کی رائے مانگی تھی) لکھتے ہیں :

..... جہاں تک استفتاء کا تعلق ہے تو فتویٰ کے ماہر اور محقق تو

آپ خود ہیں اور اس سلسلہ میں آپ کے طویل تجربے نے آپ کو اس مقام تک پہنچا دیا ہے، جو صحیح معنی میں ”فقیہ النفس“ کا مقام ہے اور آپ نے اپنے مکتوب میں جو نکات اٹھائے ہیں وہ

نہایت وقیع ہیں ..... میں فتویٰ پر دستخط کرنے کی جرأت نہیں کروں گا؛ کیوں کہ یہ آپ کی فقہی مہارت کے آگے ایک جسارت کے مترادف ہوگا۔ (۱)

علامہ کوثری کا آپ کو ”فقیہ النفس“ کہنا بالکل بجا اور درست تھا؛ چنانچہ کئی بار اس کا مشاہدہ ہوتا تھا کہ کسی مسئلہ میں فقہ کی بعض عبارتیں اور علماء کی آراء ایک طرف ہیں اور مفتی صاحب کا دل اس کو قبول نہیں کر رہا ہے، چنانچہ جب مزید تحقیق کی جاتی تو آپ ہی کی رائے صحیح اور اصول اسلام سے قریب تر ہوتی تھی، مجلس تحقیق مسائل حاضرہ میں اس قسم کے واقعات بار بار پیش آتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کو عوام و خواص ”مفتی اعظم پاکستان“ کے لقب سے یاد کرتے تھے، جس کے واقعی آپ صحیح مصداق تھے۔

### امتیازات و خصوصیات

فقہ و فتاویٰ سے منسلک دوسرے علماء کے درمیان آپ کو کئی پہلوؤں سے امتیاز حاصل تھا اور کئی اعتبار سے آپ کی ذمہ داریاں بڑھی ہوئی تھیں، مثلاً :

۱- نئی ایجادات : آپ کے زمانہ میں زندگی کے مختلف شعبوں میں ایسی ایسی نئی ایجادات آگئیں جو آپ سے پہلے نہیں تھیں اور ان کے بارے میں فقہی جزئیات بھی خاموش تھیں؛ اس لئے آپ نے بڑی محنت اور وقت نظر سے ان مسائل کو حل فرمایا۔

۲- دارالعلوم کی مرکزیت : آپ کے زمانہ میں دوسرے مفتیان بھی تھے، مگر ان کے فتاویٰ کا وہ اثر نہیں تھا، جو آپ کے فتاویٰ کا تھا اور اس کی وجہ دارالعلوم دیوبند کی مرکزیت تھی؛ چنانچہ اس مرکزیت کے احساس کی وجہ سے آپ بڑی ذمہ داری سے اور خوب سوچ سمجھ کر کسی استفتاء کا جواب لکھتے تھے۔

۳- غیر مسلم حکومت : آپ سے پہلے کے علماء نے کسی قدر مسلم حکومت کو پایا تھا، جس

(۱) دیکھئے: سرمای فکر اسلامی (بستی) معاصر فقہ اسلامی نمبر: ۱۷۹

میں نہ غیر اسلامی معاملات کی ترویج زیادہ تھی اور نہ اسلامی احکام پر کسی طرح کی رکاوٹ، جب کہ آپ کے زمانہ میں انگریزوں کا غلبہ بڑھ گیا تھا اور مظالم کے طوفان امنڈ پڑے تھے، ایسے وقت میں کسی بھی فتویٰ کی غلط تشریح و توضیح کر کے علماء کو بدنام کرنے کی بھی کوشش کی جاتی تھی اور انھیں اپنے عتاب کا شکار بھی بنایا جاتا تھا؛ اس لئے بڑی احتیاط اور بڑے غور و خوض کے بعد بچے تلے الفاظ کے ساتھ آپ کو جوابات لکھنے پڑتے تھے۔

۴۔ اکابر کے فتاویٰ کی کمی یا بی: آپ سے پہلے والوں کو صلاحیت مند اساتذہ اور علماء کی بڑی تعداد میسر تھی، جن سے رُجوع ہو کر کسی مسئلہ کا جواب دینا آسان تھا اور آپ کے بعد کے علماء کے سامنے مختلف مسائل پر دی گئیں اکابر کی آراء اور ان کے فتاویٰ موجود تھے؛ جب کہ آپ کی زندگی کے بڑے حصے میں ایسے اکابر علماء بھی نہیں تھے، جن سے آپ رُجوع ہوتے اور نہ اکابر کے فتاویٰ مرتب تھے جن سے رہنمائی لی جاسکتی تھی۔

۵۔ مسائل کی تحقیق: آپ کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ عموماً علماء انھیں مسائل کے جوابات لکھتے ہیں جو ان سے پوچھے گئے ہوں؛ لیکن آپ نے ان کے علاوہ اس وقت اُمت کو جو مسائل پیش آسکتے تھے اور جن مسائل میں اُمت کی رہنمائی کی ضرورت تھی، بغیر پوچھے بھی آپ نے ان مسائل کی پوری تحقیق فرمائی اور قرآن و حدیث اور اصول اسلام کی روشنی میں اُمت کی رہنمائی فرمائی۔

فتاویٰ نویسی میں آپ کا جو منہج اور طریقہ کار تھا، اسے درج ذیل نکات میں بیان کیا

جسکی

جاسکتا ہے :

۱۔ سب سے پہلے آپ یہ دیکھتے تھے کہ استفتاء جواب دینے کے لائق ہے یا نہیں؛ کیوں کہ بسا اوقات فتویٰ حاصل کرنے کا مقصد عمل کرنا یا علم میں اضافہ کرنا نہیں؛ بلکہ مخالف کو زیر کرنا یا فتنہ پیدا کرنا ہوتا ہے؛ اس لئے آپ ایسے استفتاء کا جواب نہیں لکھتے تھے؛ بلکہ نصیحت کر دیا کرتے تھے؛ چنانچہ ایک صاحب کا استفتاء آیا کہ فلاں امام صاحب فلاں فلاں آداب کا خیال نہیں رکھتے، کیا انھیں ایسا کرنا چاہئے؟ تو آپ نے جواب لکھا کہ ”یہ سوال تو خود امام

صاحب کے پوچھنے کا ہے، انھیں کہئے کہ وہ تحریر یا زبانی معلوم کر لیں۔“

۲۔ نظریاتی (غیر عملی) سوالات کی آپ حوصلہ شکنی کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ سے پوچھا گیا: ”یزید کی مغفرت ہوگی یا نہیں؟“ — آپ نے جواب دیا: ”یزید سے پہلے اپنی مغفرت کی فکر کرنی چاہئے۔“

۳۔ فتاویٰ لکھتے وقت آپ اس پہلو سے بھی بہت غور کرتے تھے کہ اس جواب کا نتیجہ کیا ہوگا، مثلاً کوئی مباح چیز ہے، مگر اس سلسلہ میں کھلی چھوٹ دینے سے معصیت تک پہنچنے کا اندیشہ ہے، ایسے وقت میں فتویٰ کے بجائے مشورہ لکھا کرتے تھے کہ یہ عمل مناسب نہیں ہے، یا اس سے گریز کرنا چاہئے۔

۴۔ فتویٰ کی عبارت میں آپ فقہی اصطلاحات سے بہت گریز کرتے تھے اور ایسا لکھتے تھے کہ فقہ کی شوکت اور فقہی باریکیاں بھی برقرار رہیں اور عام لوگوں کے لئے سمجھنا بھی آسان ہو، مثلاً ترکہ کے مسئلہ میں عموماً علماء جواب اس طرح لکھتے ہیں: ”مرحوم کا جملہ ترکہ بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی الارث حسب ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا.....“ — اب جو شخص ”حقوق مقدمہ علی الارث“ سے واقف ہی نہ ہوں اور دین سے اس بے اعتنائی کے دور میں انھیں اس کا مطلب بتانے والا بھی کوئی نہ ہو تو وہ ترکہ کس طرح تقسیم کریں گے؟ اس لئے آپ وراثت کے مسئلہ میں جواب اس طرح لکھتے ہیں :

صورتِ مسئلہ میں مرحوم نے جو کچھ نقدی، زیور، جائیداد، یا چھوٹا بڑا سامان چھوڑا ہو، اس میں سے پہلے مرحوم کی تجہیز و تکفین کے متوسط اخراجات نکالیں جائیں، پھر اگر مرحوم کے ذمہ قرض ہو تو وہ ادا کیا جائے اور بیوی کا مہر اگر ابھی ادا نہیں ہوا ہو تو وہ بھی دین میں شامل ہے، اس کو ادا کیا جائے، پھر اگر مرحوم نے کوئی جائز وصیت کسی غیر وارث کے حق میں کی ہو تو اس کی حد تک اس کے مطابق عمل کیا جائے گا، اس کے بعد جو ترکہ بچے

اسے حسب ذیل تفصیل کے مطابق تقسیم کیا جائے گا.....

۵۔ کسی مسئلہ کا جواب مفصل و مدلل لکھنا ہو تو آپ تمہید اور دلائل کے ساتھ فتویٰ نہیں لکھتے تھے؛ بلکہ پہلے اصل مسئلہ کا مختصر اور سادہ حکم لکھتے تھے؛ تاکہ طالب کا مقصد پہلے ہی جملہ سے پورا ہو جائے اور ایسا اختلاط نہ ہو کہ عام آدمی کے لئے مسئلہ سمجھنا مشکل ہو جائے، اس کے بعد دلائل وغیرہ کی تفصیل لکھتے تھے؛ تاکہ علماء اور دلائل معلوم کرنے والوں کو بصیرت حاصل ہو سکے۔

۶۔ اگر سوال کرنے والے نے گڈڈ کر کے مفصل استثناء لکھا ہو اور اس میں کچھ زائد باتیں بھی آگئی ہوں، جن سے حکم پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو تو آپ پہلے ان سوالات کا تجزیہ کر کے انہیں نمبر وار لکھتے تھے، پھر ان کے جوابات بھی نمبر وار تحریر فرماتے تھے۔

۷۔ کسی مسئلہ کی طرف آپ کے دل کا میلان ہوتا اور اکابر سے اس سلسلہ میں واضح رائے نہیں ملتی تو آپ ”تفرّد“ اختیار کرنے اور اپنی الگ رائے لکھنے سے بہت گریز کرتے تھے اور اس سے آپ کو سخت نفرت تھی؛ چنانچہ ایسے سوالات کو مؤخر کر دیتے تھے اور کافی تلاش و جستجو کے بعد جب اکابر کی تائید حاصل ہو جاتی تب آپ اس کا جواب لکھتے تھے؛ تاکہ الگ الگ لوگوں کی آراء کی وجہ سے اُمت انتشار کا شکار نہ ہو۔

آپ کے مخصوص اساتذہ و تلامذہ

آپ نے علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا اصغر حسینؒ دیوبندی، مولانا اعجاز علی امر دہوی، مولانا محمد احمد صاحبؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) اور علامہ ابراہیم بلیاریؒ سے خصوصی استفادہ کیا۔

آپ سے جن لوگوں نے شرف تلمذ حاصل کیا، ان کی تعداد تو تقریباً بیس ہزار (۲۰۰۰۰) ہے، جو مختلف ملکوں اور مختلف میدانوں میں خدمات انجام دے چکے یا دے رہے ہیں اور اپنے اپنے وطنوں میں قبلہ و کعبہ کی حیثیت رکھتے ہیں، تاہم ان شاگردوں میں آپ کے فرزند عمار محمد،



عالم اسلام کی مشہور شخصیت، مولانا محمد تقی عثمانی (سابق چیف جسٹس مملکت پاکستان) خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور علامہ اقبال نے تو باپ بیٹے کے تعلق سے یہ کہا تھا کہ :

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو

پھر پر قابل میراث پدر کیوں کر ہو

لیکن مولانا محمد تقی عثمانی جیسے فرزند کو دیکھنے کے بعد یہ شعر اس طرح پڑھنے کو جی چاہتا

ہے کہ :

باپ کے علم کا بیٹا بھی محافظ ہو اگر

پھر پر کیوں نہ بنے قابل میراث پدر

عہدے اور مناصب

آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی اور دارالعلوم کراچی کے بانی و مہتمم تھے، قیام پاکستان کے بعد اسلامی دستور کی ترتیب کے لئے حکومت کی طرف سے علامہ شبیر احمد عثمانی کی سربراہی میں ”تعلیمات اسلامی بورڈ“ قائم کیا گیا تھا، آپ اس بورڈ کے بھی اہم رکن تھے اور یہی آپ کے پاکستان منتقل ہونے کا اصل سبب بنا تھا ”تعلیمات اسلامی بورڈ“ تو نئے دستور کی ترتیب کے لئے قائم ہوا تھا، اس کے علاوہ پاکستان کے موجودہ قانون کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کے لئے ۱۹۵۰ء میں ”لائسٹیشن“ قائم کی گئی، اس کی ذمہ داری بھی آپ کے سر آئی، حکومت پاکستان نے زکوٰۃ کا اجتماعی نظام قائم کرنے کے لئے ”زکوٰۃ کمیٹی“ قائم کی تو اس کا بھی آپ کو رکن بنایا گیا، ۳۰ شوال ۱۳۷۳ھ سے آپ کو ہر جمعہ کو صبح ریڈیو پر ”معارف القرآن“ کے نام سے درس قرآن کے لئے متعین کیا گیا۔

سن وفات اور علمی سرمایہ

آپ کی وفات دس اور گیارہ شوال ۱۳۹۶ھ کی درمیانی شب میں کراچی (پاکستان) میں ہوئی، آپ کے علمی اور قلمی سرمایوں میں سب سے اہم اور جبرک سرمایہ ۸ جلدوں میں



قرآن مجید کی مفصل اُردو تفسیر ”معارف القرآن“ ہے، جو عوام و خواص کے لئے یکساں مفید اور مقبول ہے، اس کے بعد آپ کے گہر بار قلم سے نکلے ہوئے تقریباً ڈیڑھ لاکھ فتاویٰ ہیں، جن میں سے ایک حصہ ”امداد المفتیین“ کے نام سے شائع ہوا ہے، ”امداد المفتیین“ دارالعلوم دیوبند میں آپ کے لکھے گئے فتاویٰ کے سولہ رجسٹروں میں سے صرف ایک رجسٹر کا بعض حصہ ہے، (۱) ان کے علاوہ آپ کی باضابطہ تصانیف ڈیڑھ سو سے زائد ہیں، ذیل میں آپ کی چند مشہور تصنیفات کا ذکر کیا جاتا ہے :

- ۱- جواہر الفقہ (۲ جلدیں) :— یہ آپ کے چوالیس فقہی رسائل کا مجموعہ۔
- ۲- احکام القرآن :— حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حکم پر اور ان کی نگرانی میں کئی علماء نے مل کر اس کام کو کیا ہے، اس میں مفتی شفیع صاحب نے پانچویں اور چھٹی منزل کا کام کیا ہے، جس کی اشاعت ”احکام القرآن للتھانوی“ کے نام سے ہوئی، یہ کتاب عربی زبان میں فقہی ترتیب پر لکھی گئی اور قرآن مجید سے حنفی مسلک کے دلائل کو واضح کیا گیا۔
- ۳- آلات جدیدہ کے شرعی احکام :— اس کتاب میں ریڈیو، ٹیلی فون، ٹیلی گراف، انجکشن، ایکس رے، ہوائی جہاز، لاؤڈ اسپیکر، فوٹو گرافی، سینما اور قلم، خون کا عطیہ اور اعضاء کی پیوند کاری وغیرہ سے متعلق احکام شرعیہ بیان کئے گئے ہیں۔
- ۴- اسلام کا نظام زرعی :— یہ کتاب ہندوستان کی زمین کے عشری یا خراجی ہونے کے بارے میں ہے، ہندوستان میں زمین کے عشری یا خراجی ہونے کا فیصلہ انتہائی دشوار تھا؛ کیوں کہ یہاں مختلف اوقات میں مختلف بادشاہوں کے ذریعہ فتوحات ہوئیں اور سکھوں نے زمین کے معاملہ میں اپنا الگ الگ رویہ اختیار کیا، اس لئے فقہی اعتبار سے ساری زمینوں پر یکساں حکم لگانا انتہائی مشکل تھا؛ لہذا آپ نے اس کی تحقیق کے لئے مختلف فتوحات کی تاریخ، فتوحات کی نوعیت اور فاتح کا زمین کے ساتھ معاملہ وغیرہ کی تحقیق کے بعد یہ کتاب تصنیف فرمائی، پھر جب تقسیم ہند کے بعد زمین کی صورت و حال میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا، متروکہ

(۱) دیکھئے مقدمہ امداد المفتیین: ۶۲/۱، بحوالہ: جائزہ مدارس عربیہ: ۲۹۳

اراضی پر نئے مالکوں کے قبضے ہوئے اور دونوں ملکوں کے درمیان جائیدادوں کے سلسلہ میں نئے معاہدے عمل میں آئے تو پھر آپ نے ان معاہدوں کو سامنے رکھتے ہوئے از سر نو تحقیق فرمائی اور شرعی اصول کو اس پر منطبق فرمایا، اس طرح بڑی محنت کے بعد یہ کتاب مرتب ہوئی۔

۵- فتوح الہند: — نظام زرعی کی تحقیق کے دوران آپ نے جو فتوحات کی تاریخ پڑھی، اسی کو آپ نے جمع فرما کر ”فتوح الہند“ کے نام سے شائع فرمادیا۔

۶- اوزان شرعیہ: — فقہ میں جواز اوزان، پیمانے، مد، اوقیہ، رطل اور صاع وغیرہ کا ذکر آتا ہے، وہ پیمانے چوں کہ اس وقت موجود نہیں ہیں؛ اس لئے موجودہ اوزان میں ان کو دخل کرنا ضروری تھا؛ کیوں کہ اس کے نہ ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے علماء سے بھی چوک ہو جاتی تھی؛ اس لئے آپ نے باضابطہ جنگلوں اور کھیتوں میں جا کر اپنے ہاتھوں سے اصلی اور متوسط ”رتی“ توڑ کر اسی طرح ”جو“ وغیرہ لے کر ان کے ذریعہ وزن مقرر کیا، اس طرح یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے؛ مگر بعد کے علماء کے لئے بڑی مفید اور ”بہ قامت کہتر، بہ قیمت بہتر“ کی مصداق ہے۔

۷- ختم نبوت کامل: — اس موضوع پر یہ سب سے زیادہ مفصل کتاب ہے، جس میں قرآن مجید کی سوسو سے زائد آیات، دوسو دس احادیث اور سینکڑوں اقوال و آثار صحابہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اور کسی اور کی نبوت کا ناممکن ہونا بیان کیا گیا ہے، نیز قادیانیوں کے اشکالات کے مدلل اور دلنشین جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔

۸- کشکول: — یہ آپ کے مختلف فقہی، تاریخی اور اصلاحی مضامین کا مجموعہ ہے، نیز اس کے آخر میں آپ کے اردو، فارسی کے اشعار اور قصائد بھی شامل ہیں۔

ان کے علاوہ اسلام کا نظام تقسیم دولت، رفیق سفر مع احکام سفر احکام الحج، قرآن میں نظام زکوٰۃ، بیمہ اور انشورنس کی شرعی حیثیت، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ، احکام القمار، تصویر کے شرعی احکام، رویت ہلال کے شرعی احکام، احکام دعاء اور اسلامی ذبیحہ جیسی تصانیف بھی آپ کے قلمی شاہکار ہیں۔



## مفتی محمد میاں دیوبندیؒ

### سن ولادت اور تعلیم

مفتی محمد میاں صاحبؒ کی ولادت ۱۲ رجب ۱۳۲۱ھ مطابق ۴ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو دیوبند میں ہوئی، آپ کے والد کا نام سید منظور محمد (عرف اچھے میاں) تھا، آپ کی ابتدائی تعلیم گھر ہی میں ہوئی، آپ کی ثانی جان نے آپ کی بسم اللہ کرائی، آپ کے والد صاحب محکمہ نہر میں ملازم تھے، جب ان کا تبادلہ بلند شہر سے ”ٹنڈو حیرہ“ مظفر نگر ہوا تو آپ کو وہاں کے کتب میں داخل کر دیا گیا، پھر والد صاحب کا قصبہ ”بیونہ“ تبادلہ ہوا تو وہاں آپ کو فارسی کی تعلیم کے لئے خلیل احمد نامی شخص کے حوالہ کیا گیا۔

۱۹۱۶ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند کے درجہ فارسی میں داخلہ لیا اور ۱۹۲۵ء مطابق ۱۳۴۳ھ میں آپ کی فراغت ہوئی، دارالعلوم میں محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ، شیخ الادب مولانا اعجاز علیؒ، مولانا اصغر حسین دیوبندی اور مولانا غلام رسول ہزاروی وغیرہم جیسے اساطین فضل و کمال سے آپ نے کسب فیض کیا۔

بچپن میں آپ کو حفظ قرآن کی دولت حاصل نہیں ہو سکی تھی، پھر درس و تدریس میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے اس کا موقع نہیں مل سکا؛ لیکن جنگ آزادی کے موقع سے جب متعدد بار جیلوں میں بند ہونا پڑا تو جیل ہی میں آپ نے قرآن پاک کا حفظ شروع کیا۔

اور ۱۹۶۴ء میں حفظ کی تکمیل ہوئی۔

### تدریسی خدمات

فراغت کے بعد علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے حکم اور شیخ الادب مولانا اعجاز علیؒ کے مشورہ

سے آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ کی شاخ مدرسہ حنفیہ آ رہے شاہ آباد میں تدریس کے لئے مقرر ہوئے؛ مگر چونکہ اس مدرسہ کو سرکاری ایڈمٹنسی تھی اور بہار یونیورسٹی کے درجات فاضل وغیرہ کی تیاری بھی یہاں کرائی جاتی تھی اور یہ دونوں باتیں دارالعلوم دیوبند کے اصول کے خلاف تھیں، اس لئے وہاں آپ کی طبیعت نہیں لگی، شوال ۱۳۳۷ھ مارچ ۱۹۲۸ء میں مدرسہ شامی مراد آباد میں آپ تدریس پر مامور ہوئے اور ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ کی مجلس شوریٰ میں تقرری کی توثیق ہوئی، یہاں تقریباً ۱۶ سال آپ نے خدمات انجام دیں، اس دوران مختلف علوم و فنون کی کتابیں، خاص کر مسلم شریف، ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف، ہدایہ اخیرین، مختصر المعانی اور مقامات حریری وغیرہ آپ کے زیر درس رہیں۔

### سیاسی سرگرمیاں اور جمعیتہ علماء ہند سے وابستگی

درس و تدریس کے ساتھ سیاسی سرگرمیاں بھی جاری تھیں اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی، متعدد بار آپ کو جیل بھی جانا پڑا، جمعیتہ علماء ہند سے آپ کی گہری وابستگی تھی؛ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ کی فرمائش پر ۱۹۳۵ء میں آپ نے مدرسہ سے چھ ماہ کی رخصت لی اور دہلی تشریف لے گئے، مگر چونکہ درس و تدریس ترک کرنا گوارا نہیں تھا، اس لئے چھ ماہ بعد پھر مدرسہ شامی واپس ہو گئے، تاہم ۱۹۳۷ء کے ہنگامہ کے بعد آپ کی طبیعت کا رخ بدلا اور درس و تدریس کے مقابلہ جمعیت کی خدمت کو آپ نے ترجیح دی؛ چنانچہ اس ہنگامہ میں موقع نکال کر آپ دہلی پہنچے تو مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کے ساتھ وہیں رہ گئے اور مدرسہ شامی سے مدرسی کا سلسلہ ختم کر دیا، پھر مدرسہ کی مجلس شوریٰ کے رکن بنادیئے گئے، ۱۳۸۰ھ میں مولانا محمد تقی دیوبندی کے وصال کے بعد آپ کو مدرسہ شامی کا اعزازی مہتمم بنایا گیا اور تاحیات (۱۳۹۵ھ) آپ وہاں کے صدر اور مہتمم رہے۔

### مدرسہ امینیہ دہلی میں

ایک طویل عرصہ تک درس و تدریس سے انقطاع کے بعد ۱۹۶۲ء میں مدرسہ امینیہ دہلی

میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہوئے اور تاحیات (تیرہ سال) یہاں بخاری کا درس دیتے رہے، درس بخاری کے ساتھ یہاں افتاء کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے سپرد تھی۔

### جمعیت کے پلیٹ فارم سے آپ کی ملی خدمات

۱۹۲۹ء میں جمعیت علماء شہر مراد آباد کی مجلس منظمہ کے اجلاس میں آپ کو شہر مراد آباد کا نائب ناظم منتخب کیا گیا اور کچھ دنوں کے بعد ناظم اعلیٰ بنادیا گیا، اس وقت جمعیت علماء صوبہ آگرہ کی نظامت تبلیغ بھی آپ ہی کے سپرد تھی، پھر جمعیت علماء صوبہ آگرہ کا ناظم مقرر کیا گیا اور مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کی وفات (۱۹۶۲ء) کے بعد آپ کو جمعیت علماء ہند کا ناظم عمومی منتخب کیا گیا۔ غرض مختلف مراحل میں تقریباً ۳۵ سال آپ نے نظامت کا عہدہ سنبھالا، پھر نظامت مولانا اسعد مدنی کی طرف منتقل کر دی گئی؛ لیکن جمعیت سے آپ کے رشتہ میں کوئی کمی نہیں آئی۔ (۱)

جمعیت علماء کے پلیٹ فارم سے آپ نے مختلف ملی اور سیاسی خدمات انجام دیں، آپ کو ۱۹۳۲ء-۱۹۴۲ء انگریزوں کی طرف سے گرفتار بھی ہونا پڑا، ۱۹۴۷ء کے ہنگامے کے بعد وہ علاقے جو مسلمانوں کی آبادی سے خالی ہو کر کمزور ہو گئے تھے، وہاں کے بچے کچھ مسلمانوں کو ارتداد سے بچانے، وہاں کے دورے کر کے ان کی ڈھارس بندھانے اور وہاں مکاتب قائم کرنے کے سلسلہ میں بھی آپ کی نمایاں خدمات رہی ہیں ۱۹۶۰ء میں جمعیت نے شرعی پنچایتوں کا نظام جاری کیا تو اس کا ضابطہ عمل، اختیارات و فرائض اور احکام آپ ہی نے تیار کئے، نئے مسائل کے حل کے لئے آپ ہی کی تحریک پر جمعیت نے ”مباحث فقہیہ“ کا شعبہ قائم کیا اور آپ ہی کو اس کا مدیر بھی بنایا گیا، جمعیت علماء کی دستاویز اور اس کی تاریخ بھی آپ ہی کے قلم سے محفوظ ہوئی، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ”مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی اگر جمعیت کی ”زبان“ تھے، تو مفتی محمد میاں صاحب جمعیت کا ”قلم“ تھے اور مولانا احمد سعید صاحب آپ کو جمعیت علماء کا ”ذوالنون مصری“ کہا کرتے تھے۔

(۱) ہفت روزہ ”الجمیۃ“ نئی دہلی، ۱۰/۳، اکابر جمعیت علماء نمبر، نومبر ۲۰۰۸ء

## آپ کی فقہی خدمات اور مباحث فقہیہ کا قیام

ملی اور سیاسی خدمات کے علاوہ فقہ اور تاریخ میں بھی آپ کی نمایاں خدمات ہیں؛ چنانچہ مدرسہ شاعی میں جہاں ہدایہ اخیرین کا سبق مستقل آپ سے متعلق رہا، وہیں ۱۳۵۸ھ میں وہاں کے دارالافتاء کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کی گئی اور آپ نے نہایت محنت اور دلجمعی کے ساتھ اہل فریضہ کو انجام دیا اور ۱۳۵۸ھ سے ۱۳۶۶ھ تک ۴۵۸ فتاویٰ بقلم خود فتاویٰ کے رجسٹر میں درج فرمائے، (۱) جو عظیم علمی و فقہی سرمایہ کا درجہ رکھتے ہیں، پھر ۱۹۶۲ء میں جب مدرسہ امینیہ دہلی سے منسلک ہوئے تو وہاں بھی تدریس کے ساتھ آپ نے افتاء کی خدمت انجام دی، جمعیتہ علماء ہند میں بھی فقہ و فتاویٰ کے حوالہ سے آپ ہی مرجع تھے، جب بہادر شاہ ظفر کی قبر کورنگون سے دہلی لال قلعہ میں منتقل کرنے کا مسئلہ پیش آیا تو حکومت کی طرف سے آپ ہی کے پاس استفتاء آیا تھا اور آپ ہی کی تحریک پر جمعیتہ علماء ہند کی طرف سے ”مباحث فقہیہ“ کا قیام عمل میں آیا، جس کے تمام امور کی انجام دہی آپ ہی کے ذمہ تھی، اس ادارہ کے تحت رویت ہلال، حقوق طبع، کوآپریٹو سوسائٹی وغیرہ مسائل پر بحث و تحقیق کا کام آپ کے فقہی ذوق کے لئے سند کا درجہ رکھتا ہے۔

## علمی و قلمی سرمایہ

تدریس و افتاء اور ملی و سیاسی خدمات کے ساتھ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی آپ کی نمایاں خدمات ہیں، خاص کر تاریخ و تذکرہ پر آپ کی بہت زیادہ تحریریں ہیں، آپ کی تصنیف و تالیف کے بارے میں مولانا معز الدین قاسمی لکھتے ہیں :

آپ اپنی تصنیفات میں ایک مشاق مصنف اور صاحب قلم، تحریر و انشاء میں ایک صاحب طرز ادیب، تحقیق و درایت میں ایک نکتہ رس فقیہ اور صاحب بصیرت مؤرخ نظر آتے ہیں، آپ کا

(۱) ماہنامہ ”ندائے شاعی“ کا خصوصی شمارہ ”تاریخ شاعی نمبر: ۲۷۵

شماردار العلوم دیوبند کے کثیر التصانیف فضلاء میں ہوتا ہے۔ (۱)

اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی آپ کی وسعت تالیف اور کثرت تصانیف کی وجہ سے مزاحاً آپ کو ”حیوانِ کاتب“ کہا کرتے تھے، آپ کی تصانیف کی تعداد سو کے قریب ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں :

- ۱۔ علماء ہند کا شاندار ماضی (۴ جلدیں) : — یہ کتاب مجدد الف ثانی (متوفی: ۱۰۳۴ھ) سے لے کر ۱۸۵۷ء تک کے مجاہدین کے مجاہدانہ کارناموں پر مشتمل ہے، یہ کتاب اولاً آپ نے ۱۹۳۹ء میں لکھی تھی، جسے حکومت نے ضبط کر لیا اور آپ کو گرفتار کر کے مقدمہ چلایا تھا، پھر دوبارہ آزادی کے بعد ۱۹۵۷ء میں آپ نے از سر نو اضافوں کے ساتھ اسے ترتیب دیا۔
- ۲۔ علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے (۲ جلدیں) : — یہ کتاب ”علماء ہند کا شاندار ماضی“ کا تکملہ ہے، جس میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے مجاہدین حریت کے کارناموں کو بیان کیا گیا ہے۔

- ۳۔ جمعیت علماء کیا ہے؟ (دو حصے) : — اس کتاب میں جمعیت کی خدمات اور اس کی تجاویز کو مرتب کیا گیا ہے، تاریخ جمعیت میں یہ کتاب سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔
- ۴۔ تحریک شیخ الہند : — یہ کتاب انڈیا آفس لندن کی سی آئی ڈی رپورٹ کی بنیاد پر ترتیب دی گئی ہے، جس کی رسم اجراء ۵ جولائی ۱۹۷۵ء کو صدر جمہوریہ ہند فخر الدین علی احمد مرحوم نے کی تھی، اس کتاب میں ”ریشمی رومال تحریک“ کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔
- ۵۔ اسیران مالٹا : — اس کتاب میں شیخ الہند، شیخ الاسلام، حکیم نصرت حسین، مولانا وحید احمد اور مولانا عزیز گل کے حالات لکھے گئے ہیں۔

- ۶۔ مشکوٰۃ الآثار : — اس کتاب میں بڑی خوبی کے ساتھ احادیث جمع کی گئی ہیں، دارالعلوم دیوبند سمیت بہت سے مدرسوں میں یہ کتاب داخل نصاب ہے۔

(۱) ہفت روزہ الجمعۃ: ۱۰۳، اکابر جمعیت علماء، نمبر، نومبر ۲۰۰۸ء



ان کے علاوہ حیات شیخ الاسلام، مجاہد جلیل (شیخ الاسلام کے حالات پر) مختصر تذکرہ خدمات جمعیت علماء ہند (۳ حصے) صالح جمہوریت اور تعمیر جمہوریت، ترک وطن کا شرعی حکم، آنے والے انقلاب کی تصویر، مسئلہ تعلیم اور طریقہ تعلیم، سیاسی اقتصادی مسائل اور اسلامی تعلیمات و ارشادات، دین کامل، اسلام اور انسانیت کی حفاظت و عزت، عہد زریں (دو جلدیں) سیرت مبارکہ، تاریخ اسلام (۳ حصے) دینی تعلیم کے رسائل (۱۲ حصے) نور الاصابح (ترجمہ و شرح نور الایضاح) اور حیات مسلم وغیرہ آپ کے بہترین قلمی شاہکار ہیں۔

۶ شوال ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۵ء چار شنبہ شام ساڑھے چھ بجے آپ کی وفات ہوئی اور دہلی کے گورنریاں میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔





## مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

مولانا ثناء اللہ امرتسری کا تعلق کشمیری پنڈتوں کے خاندان ”پنحو“ سے تھا، جو سلطان زین العابدین والی کشمیر کے زمانہ میں مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا، ۱۸۶۰ء میں آپ کے والد شیخ خضر، سری نگر (کشمیر) سے امرتسر آ گئے تھے، یہیں جون ۱۸۶۸ء مطابق ۱۲۸۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔

سات سال کی عمر میں آپ کے والد کا اور ان کے کچھ ہی دنوں کے بعد والدہ کا انتقال ہو گیا، جس کی وجہ سے آپ کے بھائی نے آپ کی کفالت کی اور آپ بھائی کی دکان میں رفوگری کرنے لگے، چودہ سال کی عمر میں آپ نے فارسی کی ابتدائی کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں اور عربی کی تعلیم مولانا احمد اللہ امرتسری سے حاصل کی، کتب حدیث آپ نے شیخ عبد المنان وزیر آبادی سے پڑھ کر ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء میں سند حاصل کی، شیخ عبد المنان کی سند دکھا کر میاں نذیر حسین محدث دہلوی سے بھی اجازت حاصل کی، پھر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور گئے اور وہاں سے بھی سند حاصل کی۔

۱۳۰۸ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند پہنچے، آپ نے منطق، حکمت اور اصول کے علاوہ فقہ کی بھی کتابیں پڑھیں اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہوا اور یہاں سے بھی آپ کو سند عطا کی گئی، (۱) پھر مدرسہ فیض عام کانپور میں بھی آپ کی دستار بندی ہوئی، وہاں سے ۱۸۹۳ء مطابق ۱۳۱۰ھ میں واپس آئے اور ۱۹۰۲ء میں مولوی فاضل کا امتحان دیا۔

(۱) دیکھیے: تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۶۸/۲

فراغت کے بعد کچھ دنوں اسکول میں ٹیچر رہے، پھر اپنے وطن امرتسر میں تعینف و تالیف میں مشغول ہو گئے، آپ مسلک اہل حدیث تھے؛ چنانچہ آپ نے ایک مطبع ”اہل حدیث پریس“ کے نام سے قائم فرمایا، پھر ۱۹۰۳ء میں ایک ہفت روزہ اخبار بھی ”اہل حدیث“ کے نام سے جاری فرمایا، جو چوالیس سال تک مسلسل نکلتا رہا؛ مگر جولائی ۱۹۳۷ء میں یہ اخبار فسادات اور تقسیم پنجاب کی نذر ہو گیا، ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء میں آپ کو ترک وطن کرنا پڑا، پہلے آپ لاہور پہنچے، پھر گوجرانوالہ، پھر وسط جنوری ۱۹۴۸ء میں آپ سرگودھا تشریف لے گئے، وہاں بھی آپ کو ایک پریس الاٹ ہو گیا، جس کا نام ”ثنائی برقی پریس“ رکھا۔

آپ کی ابتدائی زندگی مناظروں اور عیسائی پادریوں اور آریہ پنڈتوں کی اختلافی تقریروں کی گونج میں گزری، جس کی وجہ سے آپ میں بھی مناظرہ سے خاصی دلچسپی پیدا ہو گئی اور آپ نے مناظرے کے میدان میں خوب حصہ لیا اور اپنی خداداد صلاحیت کے ذریعہ ہمیشہ کامیاب ہوتے رہے، جس کی بنا پر آپ کو ”شیر پنجاب“ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، خاص کر رد قادیانیت پر آپ کی خدمات بڑی قابل ستائش ہیں، ۱۹۰۷ء میں قادیانیوں سے آپ کا مشہور ”مہابلہ“ ہوا تھا، جس میں مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا تھا کہ ”جو جھوٹا ہو گا وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جائے گا“ — چنانچہ ایک سال بعد ہی ۱۹۰۸ء میں مرزا غلام احمد ہیضہ میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا اور مولانا ثناء اللہ اس کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے، اس جیت کی وجہ سے آپ کو ”قاری قادیان“ کا خطاب ملا۔

مسلک کے اختلاف کے باوجود اکابر دیوبند سے آپ کو گہری وابستگی تھی اور اکابر دیوبند بھی قادیانیت کے رد میں آپ کی نمایاں خدمات کی وجہ سے آپ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے، نیز جمعیۃ علماء ہند کی تاسیس میں بھی آپ کا حصہ رہا ہے اور تحریک آزادی میں آپ جمعیۃ کے رفیق کار رہے ہیں، ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء میں سرگودھا میں آپ کی وفات ہوئی۔

آپ نے مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں بھی تصنیف فرمائیں، چنانچہ، مسئلہ تقلید و اجتہاد سے متعلق گیارہ کتابیں، قادیانیت کے رد میں سولہ کتابیں، آریہ سماج کے رد میں سترہ کتابیں اور عیسائیوں کے رد میں پانچ کتابیں تالیف فرمائیں، آپ کی چند مشہور تالیفات اس طرح ہیں :

- ۱- تفسیر القرآن بکلام الرحمن: — یہ آپ کی عربی زبان میں تصنیف ہے، جس میں آپ نے قرآن کی تفسیر قرآن ہی کی آیات سے کی ہے۔
- ۲- بیان الفرقان علی علم البیان۔
- ۳- تفسیر ثنائی (اُردو)۔
- ۴- تفسیر بالرائے بہ مقدس رسول: — یہ تفسیر مخالفین اسلام کی طرف سے لکھی گئی کتاب ”رنگیلا رسول“ کے جواب میں ہے۔
- ۵- حق پرکاش: — یہ کتاب ”سیتا رتھ پرکاش“ کے جواب میں لکھی گئی ہے۔



## مفتی محمود حسن گنگوہیؒ

### ولادت و سلسلہ نسب

مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کی ولادت ۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۵ھ جمعہ کی شب گنگوہ میں ہوئی، آپ کے والد کا نام حاجی غلیل ہے، آپ کا سلسلہ نسب میزبان رسول حضرت ابو یوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، آپ کی تاریخ پیدائش میں ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس مہینہ، جس دن اور جس تاریخ کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی وفات ہوئی تھی، دو سال بعد ٹھیک اسی مہینہ میں اسی دن اور اسی تاریخ کو آپ کی ولادت ہوئی، جو یقیناً ایک نیک قال ہے؛ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ”آفتاب فقہ“ (حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ) کے جانے کے بعد ٹھیک اسی دن ”ماہتاب فقہ“ (مفتی محمود حسن گنگوہیؒ) کی تشریف آوری ہوئی۔

### ابتدائی تعلیم

آپ کی تعلیم کا رسمی آغاز شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اور مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے ذریعہ ہوئی، آپ کے والد حضرت شیخ الہند کے خاص شاگرد تھے؛ اس لئے جب حضرت شیخ الہند گنگوہ تشریف لائے تو آپ کے والد نے ان سے درخواست کی کہ میرے لڑکے کی ”بسم اللہ“ کرادیں؛ چنانچہ ان دونوں بزرگوں نے آپ کی بسم اللہ کرائی، پھر آپ کے گھر کے قریب ہی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی صاحبزادی ”صفیہ“ رہتی تھیں، ان کے گھر کی بیٹھک میں تعلیم ہوتی تھی، وہاں آپ نے حافظ کریم بخش کے پاس حفظ کیا، فارسی کی تعلیم کا آغاز مولانا فخر الدین سے کیا، مگر جلد ہی والد صاحب کے ساتھ نہنور چلے گئے اور وہاں مولانا امتیاز حسین اور اپنے والد صاحب سے فارسی کی کتابیں پڑھیں، ۱۳۴۱ھ میں مظاہر علوم

سہارنپور میں علم الصیغہ کی جماعت (عربی دوم) میں داخلہ لیا اور جلالین (عربی ششم) تک تعلیم حاصل کی، جلالین اور حماسہ مولانا اسعد اللہ صاحب سے پڑھی، درمیان میں آپ کی طبیعت دو بار خراب ہو گئی؛ اس لئے تعلیم میں کچھ وقفہ بھی ہو گیا۔

### دارالعلوم دیوبند میں داخلہ اور فراغت

۱۳۳۸ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، ہدایہ ثالث اور بیضاوی حضرت مولانا اعجاز علی سے، مشکوٰۃ: مولانا نبیہ حسن سے، شرح عقائد: مولانا ابراہیم صاحب سے، ابوداؤد: قاری میاں اصغر حسین سے، مسلم: مولانا رسول خاں صاحب سے اور بخاری و ترمذی: مولانا حسین احمد مدنی رحمہم اللہ سے پڑھی، دارالعلوم میں آپ تین سال رہے اور ۱۳۵۰ھ میں دورہ حدیث مکمل کیا۔

### مظاہر علوم سہارنپور میں

آپ نے اپنے والد کی خواہش پر اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی اجازت سے مزید بزرگوں سے نسبت حاصل کرنے کے لئے دوبارہ مظاہر علوم تشریف لے گئے اور دورہ حدیث کی کتابیں پڑھیں، ۱۳۵۱ھ میں جب آپ مولانا عبدالرحمن کیمل پوری سے شرح عقود رسم المفتی پڑھ رہے تھے اور فتاویٰ نویسی کی تربیت بھی پا رہے تھے، اس وقت وہاں کے دارالافتاء میں کچھ شخصیات کی کمی ہو گئی تو حضرت مولانا محمد زکریا کی خواہش پر آپ کو دارالافتاء میں معین مفتی کی حیثیت سے رکھ لیا گیا، دوسرے سال آپ کو دارالافتاء کا نائب مفتی بنا دیا گیا اور آپ اس منصب پر تقریباً بیس سال رہے؛ مگر آپ کی تواضع کی حد یہ تھی کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ ”معین مفتی“ ہی لکھا، کبھی ”نائب مفتی“ نہیں لکھا۔

آپ کی طبیعت عموماً خراب رہا کرتی تھی، طالب علمی میں بھی آپ بہت بیمار رہا کرتے تھے اور فراغت کے بعد بھی؛ چنانچہ مظاہر علوم کے اس قیام کے زمانہ میں طبیعت زیادہ خراب رہنے لگی، اس لئے ڈاکٹروں نے آپ کو تہذیبی کا مشورہ دیا؛ چنانچہ آپ مظاہر علوم سے

مستعفی ہو کر اپنے گھر گنگوہ تشریف لے آئے، پھر حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا) کے حکم سے محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق کے مدرسہ ”اشرف المدارس“ (ہردوئی) تشریف لے گئے، وہاں محی السنہ (جو آپ کے شاگرد تھے) کسی لمبے سفر پر جا رہے تھے، متعلقین سے کہہ گئے کہ اس بہانہ حضرت الاستاذ مفتی صاحب کو روک لیں؛ چنانچہ بڑے اصرار کے ساتھ آپ کو وہاں روک لیا گیا اور ہدایہ وغیرہ کا درس بھی آپ سے متعلق کر دیا گیا، آپ نے وہاں چند دنوں قیام فرمایا اور طلبہ کو تعلیم دینے کے علاوہ روزانہ عشاء کے بعد درس حدیث دیا کرتے تھے اور ہفتہ میں ایک دن سنیچر کو بستی کی کسی مسجد میں درس قرآن کے لئے جایا کرتے تھے۔

### جامع العلوم کانپور میں

شہر کانپور جہاں اپنی ہمت و شجاعت اور اپنی بعض صنعتوں کی وجہ سے ملک بھر میں اپنی پہچان رکھتا ہے، وہیں یہ شہر بدعات و خرافات کا بھی گڑھ بنا ہوا تھا؛ لیکن بدعات کے سلسلہ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جیسی سخت رویہ رکھنے والی شخصیت نے جب کانپور کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور وہاں پہلے مدرسہ فیض عام اور پھر مدرسہ جامع العلوم پٹکانپور میں قیام فرمایا تو وہاں کے حالات میں بہت کچھ سدھار آیا؛ مگر تقریباً چودہ سال کانپور میں خدمت انجام دینے کے بعد حضرت حکیم الامت جب تھانہ بھون تشریف لے آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تو کانپور کے حالات پھر بگڑنے لگے، اہل بدعت کے پاؤں کے بند کھلنے لگے اور حضرت تھانوی کے سامنے گنگ رہنے والی زبان پھر قینچی کی طرح چلنے لگی، نیز مدرسہ جامع العلوم بھی تیزی سے زوال کی طرف جانے لگا، اس وقت ارباب حل و عقد نے حضرت مولانا محمد زکریا سے رُجوع کیا کہ کوئی ایسا شخص دیا جائے جو حضرت حکیم الامت کے بعد پیدا ہونے والے خلاء کو پُر کر سکے اور مدرسہ کو ترقی دینے کے ساتھ بدعات و خرافات کا سرکچلنے کی بھی صلاحیت رکھتا ہو؛ چنانچہ مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی نظر انتخاب فوراً آپ پر پڑی اور ۱۳۷۳ھ میں آپ کو جامع العلوم پٹکانپور (یو پی) بھیج دیا گیا؛ تاکہ آب و ہوا بھی بدل جائے اور ایک ضروری خدمت بھی

انجام پاسکے، آپ وہاں مدرسین کی کمی کی وجہ سے ایک دن میں چودہ چودہ اسباق پڑھاتے تھے اور ساتھ میں افتاء کی خدمت اور اصلاح کا کام بھی کرتے رہے، اس طرح تقریباً بارہ سال آپ نے وہاں خدمت انجام دی اور حضرت تھانوی کی وجہ سے پیدا ہونے والے خلاء کو بڑے حسن و خوبی کے ساتھ پورا کیا۔

### دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء میں

جامع العلوم کانپور میں قیام کے دوران کئی بار مظاہر علوم سے تقاضا آیا کہ آپ مظاہر علوم آجائیں، ادھر دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء میں بھی بعض اکابر کے رخصت ہو جانے کی وجہ سے جگہ خالی ہو گئی تھی اور کسی اچھے مفتی کی سخت ضرورت محسوس کی جا رہی تھی؛ اس لئے دارالعلوم کے ذمہ داروں نے بھی یہاں آنے کے لئے آپ سے اصرار کیا، مگر آپ نے کانپور کے حالات دیکھتے ہوئے معذرت کر دی، جب دارالعلوم کے ذمہ داروں کا اصرار بڑھا تو چون کہ آپ کا تعلق دونوں درسگاہوں (دارالعلوم اور مظاہر علوم) اور دونوں کے اساتذہ سے یکساں تھا؛ اس لئے فیصلہ میں دشواری ہو رہی تھی؛ چنانچہ آپ نے اس فیصلہ کو اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی اجازت پر معلق فرما دیا، دارالعلوم کی طرف سے حضرت مولانا محمد اسعد مدنی آپ کا معذرت نامہ لے کر حضرت شیخ کے پاس پہنچے اور دارالعلوم کی ضرورت پیش کرتے ہوئے شیخ سے سفارشی خط لکھنے کی درخواست کی، پھر شیخ کے خط کے ساتھ دارالعلوم کا وفد کانپور پہنچا اور وہ وفد آپ کو دیوبند لے کر آ گیا، اس طرح ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۶۵ء کو آپ نے دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں صدر مفتی کی حیثیت سے کام شروع فرمایا۔

دارالعلوم کے قیام کے زمانہ میں شیخ الحدیث مولانا فخر الدین صاحب کا اصرار تھا کہ آپ بخاری کا بھی درس دیں؛ لیکن آپ اس سے کتراتے رہے، تاہم جب مولانا فخر الدین صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تو ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۶۸ء کو

بخاری جلد ثانی کا سبق بھی آپ سے متعلق ہو گیا اور تقریباً بارہ سال آپ نے بخاری جلد ثانی کا درس دیا، پھر مولانا فخر الدین صاحب کے وصال کے بعد بخاری جلد اول کا سبق بھی آپ سے متعلق ہوا، آپ درس میں بہت ہی مختصر مگر جامع تقریر فرماتے تھے، طلبہ کی طرف سے کافی اشکالات بھی آپ کے سامنے آتے تھے، مگر آپ انہیں بڑی آسانی سے پر لطف انداز میں حل فرمادیتے تھے۔

دارالعلوم کے صد سالہ اجلاس کے بعد جب قضیہ نامرضیہ پیش آیا تو آپ اس اختلاف سے بچنے کے لئے بیرون کے سفر پر چلے گئے، تقریباً سات مہینے بعد واپس آئے تو بھی حالات جوں کے توں تھے؛ اس لئے آپ دارالعلوم سے علاحدہ رہے، اسی درمیان حضرت شیخ سے ملاقات ہوئی تو شیخ نے فرمایا: ”مفتی جی! کب تک اس طرح پھرتے رہو گے؟ کہیں ایک جگہ بیٹھ کر کام کر لو“ — چنانچہ شیخ کے حکم پر ۱۴۰۲ھ کو آپ نے مظاہر علوم میں قیام منظور فرمالیا اور وہاں صدر مفتی کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہو گیا، اس دوران آپ نے فتاویٰ نویسی اور دارالافتاء کی نگرانی کے علاوہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے فتاویٰ کی ترتیب کا بھی کام کیا اور فقہ، اصول فقہ اور حدیث کی بعض کتابوں کا درس بھی آپ سے متعلق رہا، نیز حضرت شیخ کے ہجرت فرما جانے کی وجہ سے بیعت و ارشاد کا کام بھی آپ کرتے رہے، تاہم اس قیام کے زمانہ میں دارالعلوم دیوبند سے آپ کا رشتہ بالکل ٹوٹنا بھی نہیں تھا؛ بلکہ دارالعلوم دیوبند کی نئی انتظامیہ کی خواہش پر آپ دارالعلوم کے دارالافتاء کی بھی نگرانی فرماتے رہے اور ہفتہ میں ایک دن آپ نے اپنے کو دارالعلوم کے دارالافتاء کے لئے فارغ کر لیا تھا۔

حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کا جب وصال ہو گیا تو مظاہر علوم میں بھی وہی کچھ دیکھنے کو ملا جس کے نظارہ کی تاب نہ لا کر آپ نے دارالعلوم کو خیر آباد کہا تھا، چنانچہ اس قضیہ کی وجہ سے آپ مظاہر علوم سے علاحدہ ہو گئے، ادھر دارالعلوم والے آپ کو واپس لانا چاہ رہے تھے؛ اس لئے مظاہر سے آپ کی علاحدگی کے بعد باضابطہ دارالعلوم والوں نے آپ سے یہاں آنے کی خواہش کی اور حضرت مولانا اسعد مدنی کو شورٹی کا مکتوب لے کر آپ کی خدمت میں



بھیجا گیا، آپ دونوں اداروں کے ساتھ اس طرح کے حالات کی وجہ سے کافی دل برداشتہ ہو گئے تھے، اس لئے آپ نے اولاً انکار کر دیا، مگر جب مولانا اسعد مدنی کا اصرار بڑھا تو آپ کے بقول ”شیخ زادہ“ بلکہ ”شاہ زادہ“ کے اصرار کو قبول کرنا پڑا اور آپ پھر اس مسند پر آ گئے، جس کو آپ کا شدت سے انتظار تھا اور تقریباً ۱۸ سال مسلسل آپ نے یہاں خدمت انجام دی، آپ یہاں فتاویٰ نویسی کا بھی کام کرتے تھے، افتاء کے طلبہ کی تربیت بھی کرتے تھے، حدیث اور افتاء کی بعض کتابوں کا سبق بھی پڑھاتے تھے، اصلاحی کام اور بعض مرتبہ دوسرے فرقوں سے مناظرہ بھی کرتے تھے اور بیعت و ارشاد کا کام بھی جاری تھا۔

### خدمت افتاء اور شانِ تفقہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختلف علوم و فنون میں مہارت اور درک سے نوازا تھا، آپ نے تدریس، اصلاح، مناظرہ، سلوک وغیرہ، مختلف جہات سے دین محمدی اور امت محمدیہ کی خدمت انجام دی، تاہم آپ کی سب سے نمایاں خدمت ”خدمت افتاء“ ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے افتاء کی خدمت طالب علمی ہی سے شروع کر دی تھی؛ کیوں کہ جس وقت آپ مظاہر علوم میں رسم المفتی پڑھ رہے تھے اور فتاویٰ نویسی کی تربیت پارہے تھے، اسی وقت آپ کو وہاں کا معین مفتی بھی بنا دیا گیا تھا اور آپ اپنے اساتذہ کی نگرانی میں استفتاء کے جواب لکھنے لگے تھے، پھر آپ نے بیس سال تک مظاہر میں ہی نائب مفتی کی حیثیت سے کام کیا، پھر جب کانپور گئے تو وہاں بھی دوسرے کاموں کے ساتھ نمایاں طور پر بارہ سال تک افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے، اس کے بعد آپ کو دارالعلوم دیوبند جیسے فقہ و فتاویٰ کے مرکز نے صدر مفتی کی حیثیت سے مدعو کیا اور درمیان میں معمولی فقہ کے ساتھ ۱۸ سال آپ اس عظیم منصب پر فائز رہے اور پورے ہندوستان؛ بلکہ بیرون ہند سے بھی آئے ہوئے استفتاء کے جوابات تحریر فرماتے تھے، درمیانی وقفہ میں مظاہر علوم میں دوبارہ آپ نے صدر مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دی، غرض نصف صدی سے زیادہ (تقریباً ۶۶ سال) آپ نے افتاء کی خدمت انجام دی اور اپنے گہر بار قلم سے تقریباً دس ہزار استفتاءات کے جوابات تحریر فرمائے، اس لئے بجا طور پر دنیا

آپ کو ”فقہ الامت“ کے لقب سے یاد کرتی ہے۔

فقہ و فتاویٰ میں آپ کو اس درجہ مہارت تھی کہ آپ کے کانپور کے قیام کے زمانہ میں بعض اہم فتاویٰ مظاہر علوم سے آپ کے پاس بھیجے جاتے تھے اور آپ کانپور سے جواب لکھ کر روانہ کر دیتے تھے، نیز آپ سے خواہش کی گئی تھی کہ رمضان کی فرصت میں مظاہر علوم ہی تشریف لے آیا کریں اور یہاں کے فتاویٰ کے رجسٹر دیکھ لیا کریں اور جہاں کہیں سقم رہ گیا ہو، اس کی نشان دہی فرمادیں، اسی طرح مظاہر علوم کے قیام کے زمانہ میں ہفتہ میں ایک دن دارالعلوم کے دارالافتاء کی دیکھ بھال کے لئے آپ کو دیوبند بلایا جاتا تھا اور جب دارالعلوم میں تھے اس زمانہ میں مظاہر علوم کے دارالافتاء کی نگرانی آپ سے متعلق تھی اور وہاں کے مفتیان کو ہدایت کی گئی تھی کہ کوئی بھی اہم فتویٰ مفتی صاحب کو دکھائے بغیر اور ان سے دستخط کرائے بغیر نہ بھیجا جائے، کسی بھی استفتاء کا جواب آپ بڑی محنت اور عرق ریزی سے دیا کرتے تھے اور آپ کے فتاویٰ پر اکابر کو بہت زیادہ اعتماد تھا، خاص کر حضرت مولانا محمد زکریا آپ پر بہت اعتماد فرماتے تھے اور آپ کو ”میرے مفتی صاحب“ کہا کرتے تھے اور کوئی اہم مسئلہ درپیش ہو تو آپ ہی سے رائے لیتے تھے؛ چنانچہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قیام کے زمانہ میں حضرت شیخ کی خدمت میں گھوڑے کا گوشت پیش کیا گیا تو دسترخوان پر یہ بحث چھڑ گئی کہ گھوڑے کا گوشت جائز ہے یا نہیں؟ حضرت شیخ نے مفتی صاحب سے دریافت فرمایا، مفتی صاحب نے کہا: جائز ہے، اس پر حضرت شیخ نے کہا: ”بھئی مجھ کو تو میرے مفتی نے فتویٰ دے دیا، میں تو کھاؤں گا، اب تم میں سے جس کا جی چاہے کھائے، جس کا جی چاہے نہ کھائے“ اسی طرح بہادر شاہ ظفر کی قبر کو ”رنگون“ سے دہلی لال قلعہ منتقل کرنے کا مسئلہ پیش آیا اور حکومت شدت سے اس کی طرف رجحان رکھتی تھی، اس وقت جنرل شاہنواز نے اس سلسلہ میں مفتی محمد میاں (ناظم جمعیۃ علماء ہند) کے پاس استفتاء بھیجا، مفتی محمد میاں صاحب نے اپنے خط کے ساتھ استفتاء حضرت شیخ کی خدمت میں بھیج دیا اور ان کی رائے مانگی، حضرت شیخ نے اپنے خط کے ساتھ استفتاء اور مفتی محمد میاں صاحب کا خط مفتی محمود صاحب کے پاس جواب کے لئے بھیج دیا، مفتی صاحب نے

عدم منتقلی کے بارے میں جواب لکھا اور اسی جواب کو حکومت کے پاس بھیجا گیا، جواب کا بعض حصہ اس طرح تھا :

طحاوی نے دفن کے منتقل کرنے کی تین صورتیں لکھی ہیں: ایک یہ کہ میت کو کسی غیر کی زمین میں بغیر اجازت مالک دفن کیا گیا ہو، جس سے وہ حصہ زمین غصب ہو گیا ہو اور مالک کسی طرح میت کے یہاں رہنے پر رضا مند نہیں ہے؛ بلکہ اس کے نکالنے پر مصر ہے تو ایسی حالت میں مجبوراً دوسری قبر میں منتقل کر دیا جائے، یہ صورت بالاتفاق جائز ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ میت کو دوسرے قبرستان میں منتقل کرنا مقصود ہے (خواہ میت کی عظمت و محبت کی وجہ سے یا اس کی تمنا اور وصیت کی خاطر) یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ میت کی قبر پر پانی غالب آ جائے، جس سے میت محفوظ نہ رہ سکے، اس صورت میں بعض حضرات نے میت کو منتقل کرنے کی اجازت دی ہے، بعض نے منع کیا ہے۔

واقعہ مسئلہ دوسری صورت میں داخل ہے، جو بالاتفاق ناجائز ہے، یہ تاویل کہ دوڑ حائی گز زمین کھود کر اٹھالی جائے، کارآمد نہیں؛ کیوں کہ اصل مقصود نعش کو منتقل کرنا ہے اور جو کچھ مٹی ساتھ آئے گی وہ نعش کے تابع ہو کر منتقل ہوگی، جس طرح کہ میت کے ساتھ کفن، تابوت ہو کہ وہ تابع میت ہے نہ کہ مقصود اصل؛ لہذا اس منتقل کرنے کو بھی کہا جائے گا کہ میت کو منتقل کیا گیا، یہ نہیں کہا جائے گا کہ قبر کی مٹی منتقل کر کے لائے ہیں۔

پھر دہلی لا کر شاندار مقبرہ تعمیر کیا جائے گا، یہ بنا، علی القبر

ہے، جس کی حدیث پاک میں ممانعت آئی ہے، اور فقہاء نے

اس کو حرام لکھا ہے۔ (۱)

مفتی صاحب انتہائی ذکی اور عبقری شخصیت کے مالک تھے، آپ کی قوتِ حافظہ، ذہانت، حاضر دماغی اور حاضر جوابی کی مثال دی جاتی تھی، قرآنی آیات اور احادیث کے علاوہ ہزاروں واقعات، کہانیاں، لطائف اور اشعار کے ساتھ فقہی عبارت اور جزئیات بھی زبانی نقل فرمادیتے تھے اور ایک مفتی کے اندر جتنے علوم کی ضرورت ہوتی ہے، وہ تمام علوم آپ میں موجود تھے، گویا آپ محض ایک عالم و مفتی ہی نہیں؛ بلکہ ”دائرۃ العلم“ بلکہ ”دائرۃ علوم و معارف“ تھے، فقہی جزئیات پر آپ کو بہت زیادہ عبور تھا، یہاں تک کہ اگر کوئی فقہی عبارت کسی غیر متعلق باب میں ضمنی طور پر آگئی ہو تو اس کا بھی محل وقوع آپ کو معلوم رہتا تھا، آپ کبھی کبھی کسی مسئلہ کی تحقیق میں اتنی محنت کر جاتے تھے کہ آپ کی صحت متاثر ہو جاتی تھی؛ چنانچہ خلافت یزید سے متعلق استفتاء کا جواب لکھنے میں آپ کے بقول تقریباً سو کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا تھا، اسی طرح کے ایک مسئلہ کی تلاش میں کئی روز آپ پریشان ہوئے، نہیں ملا تو ایک دن صبح ہی سے تلاش شروع کر دیا، آپ کے ذہن و دماغ پر اسی فکر کا بوجھ سوار تھا، اسی حالت میں ظہر کے بعد آرام کے لئے تھوڑی دیر لیٹ گئے اور جب بیدار ہوئے تو بائیں آنکھ میں شدید درد تھا، ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد بتایا کہ آنکھ پر کسی بھاری بوجھ کے پڑنے سے آنکھ کا پردہ پھٹ گیا ہے، حالات بتانے کے بعد ڈاکٹر نے کہا: اسی فکر کا بوجھ آپ کی آنکھ پر پڑا ہے۔

آپ کی ایک اہم خصوصیت آپ کی حاضر جوابی اور ظرافت و خوش مزاجی تھی؛ چنانچہ معلومات کی وسعت کے ساتھ خوش طبعی سے آپ کی مجلسیں ہمیشہ زعفرانی زار رہا کرتی تھیں، درس اور مسئلہ کے بیان کے دوران بھی عام طوڑ پر گفتگو میں مزاح کا عنصر ضرور شامل ہوتا تھا، جس کی وجہ سے آپ کے بارعب اور وجیہ ہونے کے باوجود آپ سے استفادہ میں آپ کی ہیبت حائل نہیں ہوتی تھی اور بحث و مناظرہ میں تو آپ کی حاضر جوابی کے سینکڑوں واقعات

(۱) فتاویٰ محمودیہ: ۱۲/۹، کتاب الجنائز، فصل فی التمر والدفن، عنوان: بہادر شاہ ظفر کی قبر کی منظر۔

ہیں؛ بعض حضرات پر ”حق بیانی“ کا جوش بہت غالب ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہر حق بات کو بول دینا اور اس کا اظہار کر دینا ضروری ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں؛ بلکہ اسے اپنی خوبی کی بات سمجھتے، حالاں کہ بہت سی بات حق ہونے کے باوجود اس کو زبان پر لانا مناسب نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح کا ذہن رکھنے والے ایک صاحب نے حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ پر تاریخ کے حوالہ سے تنقید نقل کی تو آپ کے ایک شاگرد نے اس ناقدانہ تحریر کے بارے میں دریافت کیا کہ حضرت ان لوگوں کا خیال ہے کہ یہ باقی تاریخ کی مستند کتابوں میں مذکور ہیں؛ لہذا صرف ان باتوں کو نقل کرنے اور جمع کر دینے میں کیا اعتراض کی بات ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر اس اہل قلم کے ابا جان کا تعارف اس طرح کرایا جائے کہ ان کا سراپا اس طرح ہے، چہرہ گول ہے، آنکھیں بڑی بڑی ہیں اور ناک لمبی ہے تو اس سے یقیناً بیٹے کو خوشی ہوگی؛ لیکن اگر کسی نہ یہ گستاخی کر لی کہ آپ کے والد صاحب کے دوسرے ”اشخاص“ ان طرح کے ہیں تو بیان کے عین واقع کے مطابق ہونے کے باوجود آنکھیں سرخ ہو جائیں گی اور چہرہ غصہ سے متمماً اٹھے گا، آخر اس ناراضگی کی وجہ کیا ہے؟ حالاں کہ بیان کرنے والا تو واقعات اور حق بات ہی بیان کر رہا ہے، پھر تحقیقی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ صحابہ کی ایک تصویر تو وہ ہے جو قرآن نے کھینچی ہے اور جو مستند ہے؛ لہذا اس کو نظر انداز کر کے محض تاریخ کی بات جو بسا اوقات رطب و یابس کا مجموعہ ہوتی ہے، کیسے معتبر ہو سکتی ہے؟ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ عباسیوں نے امویوں کی اور امویوں نے عباسیوں کی اپنے اپنے زمانہ انداز میں ایک دوسرے کی کردار کشی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، پھر ان تاریخی باتوں کو حضرت عثمان کی زندگی کو پرکھنے کا معیار کیسے بنایا جاسکتا ہے۔ (۱)

مفتی صاحب دوران گفتگو اور دوران تقریر اشعار بھی بہت پڑھا کرتے تھے اور شعر میں بھی اصلاحی پہلو کے ساتھ کبھی اتنی ظرافت رہتی ہے کہ مجمع پوری طرح کھل اٹھتا تھا؛ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے بے پردگی کے نقصانات اور خاص کر دیور (شوہر کے بھائی) سے پردہ نہ کرنے سے متعلق تقریر کرتے ہوئے یہ شعر پڑھ دیا :

بے پردگی کا یہ عجیب لکلا  
جس کو سمجھا تھا بیٹا، وہ بھتیجا لکلا

اس پر پوری محفل زعفران زار ہو گئی اور دیوبند سے پردہ نہ کرنے کا نقصان بھی لوگوں کے سامنے آ گیا۔ اس طرح کے سینکڑوں واقعات اور علمی لطائف ہیں، جن کو اگر جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

### فتاویٰ نویسی میں آپ کا نسخ

آپ کے فتاویٰ لکھنے کا کیا طریقہ تھا اور آپ فتاویٰ نویسی میں کن کن باتوں کا خیال رکھتے تھے؟ ان کو درج ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے :

۱- آپ عموماً جواب انتہائی مختصر لکھا کرتے تھے اور خط بہت ہی پاکیزہ رہتا تھا؛ لیکن اگر استفتاء علماء کی طرف سے آیا ہو تو اس کا جواب مفصل اور مدلل لکھتے تھے۔

۲- جواب ایسی قیود و شرائط کے ساتھ لکھتے تھے کہ کسی لفظ پر کسی کو انگلی رکھنے کی گنجائش نہ ہو اور حکومت یا غلط لوگ جواب کی عبارت سے غلط فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

۳- جواب لکھنے میں آپ صرف اصول پر اکتفاء کرنے کے قائل نہیں تھے؛ بلکہ جب تک فقہی جزیئہ نہیں مل جائے اس وقت تک فتویٰ نہیں لکھتے تھے اور آپ کو اس میں بڑی مہارت تھی، یہاں تک کہ اگر کوئی جزیئہ کسی غیر متعلق باب میں ضمنا آ گیا ہے تو اس کا بھی محل وقوع آپ کو معلوم ہوتا تھا۔

۴- فقہ حنفی میں آپ تصلب سے کام لیتے تھے، آپ آزادانہ یا اپنی طرف سے رائے دینے سے بہت کتراتے تھے اور اس کو برا سمجھتے تھے۔

۵- فتاویٰ لکھنے میں مسائل کے صرف الفاظ نہیں دیکھتے تھے؛ بلکہ اس کے مقصد کو بھی سامنے رکھتے تھے اور اس کے لئے اگر سوال سے ہٹ کر کوئی مفید پہلو ہو تو اس کی بھی نشان دہی کر دیتے تھے۔

۶- سوال اگر غیر شرعی ہو، یا قصہ پردازی کے لئے سوال کیا گیا ہو تو آپ اس کا اندازہ



کر کے جواب سے معذرت کر دیتے تھے، یا اگر مبہم سوالات ہوں تو کبھی جواب سے معذرت کر دیتے اور کبھی جواب لکھ کر آگے یہ عبارت لکھ دیتے تھے کہ ”مبہم سوالات کر کے جوابات کو کسی پر منطبق کرنا بااوقات غلط اور موجب فتنہ بھی ہو سکتا ہے، جس کی ذمہ داری سائل پر ہوتی ہے۔“

۷۔ اگر سوال طویل ہو یا اس میں غیر ضروری باتوں کا اختلاط ہو گیا ہو تو آپ پہلے اس سوال کا مختصر الفاظ میں خلاصہ نکالنے کے بعد یہ لکھتے تھے کہ ”اگر واقعی آپ کے سوال کا حاصل یہ ہے“ تو اس کا حکم اس طرح ہے۔

۸۔ جواب پوری یکسوئی کے ساتھ لکھتے تھے، جواب لکھنے کے دوران کسی سے گفتگو نہیں کرتے تھے اور کسی نے گفتگو کرنا چاہا یا سلام بھی کیا تو آپ کو ناراضگی ہوتی تھی۔

۹۔ آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ دارالافتاء کے الگ الگ مفتیوں کے قلم سے لکھے گئے جوابات میں اختلاف نہ ہو، اس کے لئے آپ نے ایک دوسرے کے جواب کو دیکھنے دکھانے کا معمول قائم فرمایا تھا۔

۱۰۔ جواب جلد لکھنے اور جلد روانہ کرنے کی کوشش کرتے تھے، اس میں تاخیر اور ہال مٹول آپ کو برداشت نہیں تھی، الا یہ کہ کوئی سوال پیچیدہ اور وقت طلب ہو، چنانچہ ایک مرتبہ اچانک آپ کا سفر طے ہو گیا تو پوری رات بیٹھ کر جواب لکھتے رہے اور صبح کو سارے سوالات کے جوابات لکھ کر سفر پر گئے۔

### وفات اور تدفین

طویل علالت اور کئی مرتبہ آنکھ اور دل کے آپریشن کے بعد آپ افریقہ کے سفر پر تھے، وہیں ”ناہل“ کے شہر ”ڈربن“ میں ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ (۱۸ ستمبر ۱۹۹۶ء) منگل کی شب ساڑھے سات بجے (ہندوستانی وقت کے مطابق ۱۸ ربیع الثانی ساڑھے دس بجے) آپ اس دارقانی سے کوچ کر گئے، نماز جنازہ سے متعلق لوگوں کی خواہش تھی کہ مولانا ابراہیم صاحب پڑھائیں، مگر وہ شدت غم سے اتنے غڑھال تھے کہ نماز پڑھانے کے لئے تیار نہیں ہوئے؛ چنانچہ ہندوستان سے گئے ہوئے معروف عالم دین مولانا ابوالقاسم بٹاری نے نماز جنازہ

پڑھائی اور ”ہیزل دین“ سے تین کلومیٹر فاصلہ پر ”ایکسبرگ“ کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، جنازہ میں تقریباً دس ہزار فرزند ان توحید نے شرکت کی۔

### آپ کے اساتذہ و تلامذہ

مفتی صاحب نے اپنی تعلیمی زندگی میں جن بزرگوں سے کسب فیض کیا، ان میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، شیخ الادب مولانا اعزاز علی امر وہوئی خاص کر قابل ذکر ہیں اور آپ کے تلامذہ میں محی النہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق (ہردوی)، عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد (باندہ)، مفتی منظور احمد (کانپور)، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (حیدرآباد)، مولانا بدر الحسن (وزارت اوقاف کویت)، مولانا عبید اللہ اسعدی (باندہ)، حضرت مولانا شیخ حسین احمد (پانڈولی)، مفتی عبدالعزیز صاحب رائے پور (مفتی مظاہر علوم)، مفتی نصیر احمد، مفتی ظہیر الاسلام (ہردوی) اور مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھ (مرتب فتاویٰ محمودیہ) کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ آپ کے بہت سے شاگرد اور بہت سے مریدین ہیں جو اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب ہیں اور ہر جگہ نمایاں طور پر علمی و اصلاحی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

### علمی و قلمی سرمایہ

آپ کے علمی و قلمی سرمایہ میں سب سے اہم آپ کے قلم سے نکلے ہوئے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جن کو مولانا فاروق صاحب نے مرتب کیا ہے اور مولانا سلیم اللہ خاں صاحب کی سرپرستی میں دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی (پاکستان) کے ارباب افتاء نے بڑی محنت اور قابلیت کے ساتھ اس کی نئی جویب اور تخریج و تعلیق کا کام کیا اور ادارہ صدیق ڈابھیل سے ۲۰ ضخیم جلدوں میں اس کی اشاعت ہوئی ہے، جن میں نو ہزار آٹھ سو پچاس (۹۸۸۵) استفتاءات اور بارہ ہزار پانچ سو ستر (۱۲۵۷۷) مسائل ہیں۔



## مفتی نظام الدین اعظمیؒ

### سن ولادت اور تعلیم

مفتی نظام الدین صاحب ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں اوندرا ضلع اعظم گڑھ (یوپی) میں پیدا ہوئے، دس سال کی عمر میں آپ نے اپنے گاؤں ہی میں پرائمری کی چوتھی کلاس پاس کیا؛ لیکن انگریزی تعلیم میں آپ کا جی نہیں لگا اور آپ نے گھر والوں کے سامنے دینی تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی، آپ کے والد ماجد نے بڑی کوشش کی کہ آپ انگریزی تعلیم ہی حاصل کریں؛ کیوں کہ آپ کے خاندان میں تقریباً چھ پشت سے کوئی عربی داں نہیں تھا اور نہ عربی مدارس سے کسی کو واقفیت تھی۔

آپ کے ماموں حاجی عبدالقیوم صاحب انجمن اسلامیہ گورکھپور میں پڑھتے تھے، جہاں کے سالانہ اجلاس میں علماء دیوبند تشریف لایا کرتے تھے، ان کے بیانات اور واقعات جب ماموں کی زبان سے سننے کو ملتے تھے تو آپ کے اندر علم دین کا شوق اور بھی بڑھ جاتا تھا؛ چنانچہ آپ کے اس شوق کو دیکھتے ہوئے آپ کے ایک خاندانی ماموں (جو بنارس میں کوئوال تھے) کے ساتھ آپ کو بنارس بھیج دیا گیا، انھوں نے کئی مدرسوں کا جائزہ لیا، کسی میں داخل کرنا سمجھ میں نہیں آیا، پھر انگریزی تعلیم کے لئے انھوں اصرار شروع کر دیا اور مفتی صاحب انکار کرتے رہے، یوں ہی ایک سال ضائع ہو گیا، پھر بڑے ماموں محمد متین صاحب آپ کو انجمن اسلامیہ گورکھپور لے گئے، وہاں آپ نے چھ ماہ قیام کیا، مگر کچھ حالات کی وجہ سے والد صاحب نے چھٹی پر بلا لیا، پھر ۱۳۳۲ھ میں آپ کی خالہ اپنے ہمراہ قصبہ مبارک پور (اعظم گڑھ) لے گئیں اور مدرسہ احیاء العلوم میں داخلہ کروادیا، مدرسہ احیاء العلوم میں دیوبند کے فاضل کئی

مدرسین تھے، پھر حضرت شاہ وصی اللہ صاحب بھی وہیں مدرس ہو گئے، آپ نے ان سب سے خوب استفادہ کیا۔

مدرسہ احیاء العلوم میں ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے تین سال بہار شریف مدرسہ عزیز یہ میں تعلیم حاصل کی، پھر مدرسہ عالیہ فتح پوری تشریف لے گئے، اس کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۲ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ (۱)

### خدمت تدریس و افتاء

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے پانچ سال مدرسہ جامع العلوم جین پور (اعظم گڑھ) میں تدریس کی خدمت انجام دی، اس کے بعد مدرسہ جامع العلوم محلہ دھمال گورکھ پور تشریف لے گئے اور وہاں تین سال تک تدریس سے وابستہ رہے، پھر اپنے شیخ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب کے حکم پر دارالعلوم منوٹا تھ بھنجن آ گئے اور تقریباً پچیس سال تک آپ نے یہاں درس و تدریس اور افتاء کی خدمات انجام دیں، پھر آپ اپنے شیخ ہی کے حکم سے رجب ۱۳۸۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں افتاء کی خدمت انجام دی (۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختراعی ذہن سے نوازا تھا، چنانچہ آپ فتاویٰ نویسی میں احکام کی علتوں اور اسباب پر غور و فکر کے ساتھ زمانے کے عرف و رواج کا خوب لحاظ کرتے تھے اور اصول اسلام کو ان پر منطبق کرتے تھے، خاص کر علماء دیوبند میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے بعد جدید مسائل کے شرعی حل میں آپ کی نمایاں خدمات ہیں۔

### آپ کے اساتذہ و تلامذہ

آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور حضرت مولانا شاہ وصی اللہ رحمہما اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، آپ شاہ صاحب کے اخلاقی خاصات میں تھے، دارالعلوم منوٹا تھ بھنجن قیام کے زمانہ میں آپ افتاء کا کام بھی شاہ صاحب ہی کی نگرانی میں

(۱) دیکھئے: تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۰/۲ (۲) دیکھئے: دیباچہ منتخب نظام الفتاویٰ۔

کیا کرتے تھے اور شاہ صاحب ہی کے حکم سے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے، آپ ان سے بیعت بھی تھے اور ان کے مجاز بھی اور علمی و تربیتی مسائل کے علاوہ گھریلو امور میں بھی آپ ان سے مشورہ کو ضروری سمجھتے تھے، شاہ صاحب بھی آپ سے بہت محبت فرماتے تھے اور وقتاً فوقتاً آپ کے گھر بھی تشریف لاتے تھے۔

آپ کی تدریس کے مختلف زمانوں میں آپ سے استفادہ کرنے والے تلامذہ کی تو ایک لمبی فہرست ہے، تاہم ان میں سب سے نمایاں نام اس وقت کے ممتاز فقیہ اور جدید مسائل کے حل میں آپ کی نیابت کے حقدار اور پورے ملک میں مرجع کی حیثیت رکھنے والے عالم حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (بانی و ناظم المعهد العالی الاسلامی حیدرآباد، جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا و قاضی شریعت امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش) کا ہے، جو اس وقت حیدرآباد میں مقیم ہیں، مفتی ”نظام الدین“ صاحب سے تربیت پانے کے بعد ”نظام“ کے شہر حیدرآباد میں آپ کی اقامت پذیری اور یہاں کے لوگوں کو استفادہ کا موقع دیئے جانے پر کسی نے خوب کہا ہے :

دستِ ”نظام“ سے جو پی کر کے آیا جی بھر  
شہر ”نظام“ میں وہ ساغر لٹا رہا ہے

علمی و قلمی سرمایہ

حضرت مفتی صاحب کے علمی اور قلمی سرمایوں میں سب سے اہم آپ کے اختراعی ذہن اور گہر بار قلم سے لکھے گئے وہ فتاویٰ ہیں، جن میں سے خاص کر۔ نئے مسائل کو منتخب کر کے قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا سے ”منتخب نظام الفتاویٰ“ کے نام سے دو جلدوں میں شائع کیا ہے، آپ کے مزید فتاویٰ کی بھی کمپوزنگ ہو گئی ہے اور حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (موجودہ جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا) کی نگرانی میں یہ کام ہو رہا ہے، اُمید ہے کہ پانچ جلدوں میں انشاء اللہ یہ کام مکمل ہوگا۔

ان کے علاوہ آپ نے ”فتح الرحمن فی اثبات مذہب النعمان“ کی تمییز کا کام بھی کیا ہے، یہ کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی لکھی ہوئی ہے، شیخ جب ہدایہ پڑھ رہے تھے تو ان کو خیال ہوا کہ شاید مذہب احناف کی تائید میں حدیث کا سرمایہ نہیں ہے اور جب شیخ نے مشکوٰۃ پڑھی تو ان کے اس خیال کو مزید تقویت پہنچنے لگی، چنانچہ شیخ کا رجحان شافعی مسلک کی طرف ہونے لگا، پھر شیخ نے اس رجحان کا ذکر اپنے استاذ شیخ عبدالوہاب متقی سے کیا، شیخ متقی نے ان کے خیال کی تردید کرتے ہوئے حدیث کی کچھ کتابوں کی طرف نشان دہی کی کہ ان کتابوں کا مطالعہ کرو؛ چنانچہ جب شیخ عبدالحق نے ان کتابوں کا مطالعہ کیا تو ان پر واضح ہوا کہ مذہب احناف کی تائید میں احادیث کا کتنا بڑا سرمایہ ہے، چنانچہ انھوں نے مشکوٰۃ ہی کے طرز پر ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام ”انوار السنۃ لرواد الجزیۃ“ رکھا، جس کو مقصد تصنیف کی وجہ سے ”فتح الرحمن فی اثبات مذہب النعمان“ کے نام سے شہرت ملی، یہ کتاب حکیم محمود صاحب معروفی کے کتب خانہ میں مخطوطہ کی شکل میں تھی اور کافی بوسیدہ اور کرم خوردہ ہو گئی تھی، اس لئے مفتی صاحب نے ابوالہماثر مولانا حبیب الرحمن اعظمی کے حکم سے اس کی تمییز اور مختصر تعلیق کا کام شروع کیا اور تقریباً ڈھائی سال میں اس کو طباعت کے قابل بنایا۔

مذکورہ کتابوں کے علاوہ حدیث و فقہ اور نحو و صرف پر درج ذیل کتابیں بھی آپ کی

بقیات میں ہیں :

- ۱- اقسام الحدیث فی اصول التحدیث۔
- ۲- اصول حدیث (اُردو ترجمہ)
- ۳- روایت ہلا کی شرعی حیثیت۔
- ۴- آسان علم صرف اول (جو ”اُردو میزان“ کے نام سے مشہور ہے)۔
- ۵- آسان علم صرف دوم (جو ”اُردو منشعب“ کے نام سے مشہور ہے)۔
- ۶- آسان علم نحو (جو ”اُردو نحو میر“ کے نام سے مشہور ہے)۔
- ۷- آسان علم نحو عربی (جو ”معلم سواد خوانی“ کے نام سے مشہور ہے)۔

## سفر آخرت

آپ نے اخیر عمر میں سفر حج کا ارادہ فرمایا، یہ سفر سمندری راستہ سے تھا، چنانچہ بحر عرب میں پہنچ کر آپ کا انتقال ہو گیا، آپ اپنی وفات سے چند ماہ قبل قیام ممبئی کے دوران اپنی مجلسوں میں اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے :

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی

جان ٹھہری جانے والی ، جائے گی

پھول کیا ڈالو گے تربت پر مری ؟

خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

لوگ ان اشعار سے ممبئی کے اہل بدعت پر نکیر سمجھتے تھے؛ لیکن جب بحر عرب میں پہنچ کر آپ کا انتقال ہوا اور نماز جنازہ کے بعد آپ پر مٹی ڈالنے کے بجائے آپ کو سمندر کے سپرد کیا گیا، تب لوگوں کو یہ شعر بار بار دہرانے کا مطلب سمجھ میں آیا کہ :

پھول کیا ڈالو گے تربت پر مری ؟

خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

☆ ☆ ☆

## مفتی رشید احمد پاکستان

حضرت مولانا رشید احمد کی ولادت ۳ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۲ء منگل کو ”کوٹ اشرف“ ملتان (پاکستان) میں ہوئی، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد سلیم صاحب اصلاً لدھیانہ کے رہنے والے تھے، جو مشرقی پنجاب میں واقع ہے اور ہندوستان کا ایک حصہ ہے؛ لیکن زمینداری کے سلسلہ میں لدھیانہ سے فیصل آباد، پھر ضلع ملتان کے تحصیل ”خانوال“ تشریف لے گئے اور وہاں پر ایک نئی بستی قائم کی، مولانا سلیم صاحب کا تعلق چوں کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بڑا گہرا تھا اور آپ حضرت کے خاص فیض یافتہ تھے؛ اس لئے اس نئی بستی کا نام ”کوٹ اشرف“ رکھا اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے نام پر اپنے فرزند کا نام ”رشید احمد“ رکھا، مفتی رشید احمد کا تاریخی نام ”سعود اختر“ ہے، یہ نام خود آپ نے پندرہ سال کی عمر میں تجویز فرمایا تھا۔

قرآن مجید کی تعلیم آپ نے اپنی والدہ سے پانچ برس کی عمر میں حاصل کی، پھر ۱۳۴۸ھ سے ۱۳۵۲ھ تک سرکاری پرائمری اسکول میں چوتھی جماعت تک تعلیم حاصل کی، آپ اپنی ذہانت و فطانت کی وجہ سے ہمیشہ اپنی جماعت کے ساتھیوں میں ممتاز رہے، ۱۳۵۳ھ میں آپ ملتان کے قریب ”گھوٹہ شریف“ گئے، جہاں آپ کے بڑے بھائی مولوی محمد نعیم، مولوی محمد خلیل اور مولوی محمد جمیل پہلے سے تعلیم حاصل کر رہے تھے، وہاں آپ نے اپنے بھائی مولوی خلیل احمد سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر شوال ۱۳۵۳ھ میں چاروں بھائی بغرض تعلیم جہانگیر آباد تحصیل خانوال پہنچے، وہاں آپ اپنے بھائی مولوی خلیل احمد سے فارسی کی کتابیں بھی پڑھتے تھے اور ان کا ساتھی بن کر مولانا سلطان محمود سے عربی کی بھی کتابیں پڑھتے تھے، شوال

۱۳۵۲ھ میں آپ ”لکھنؤ“ ضلع گوجرانوالہ تشریف لے گئے اور عربی دوم کی تعلیم حاصل کی، پھر ۱۳۵۵ھ میں ”جھنگ“ تشریف لے گئے اور وہاں عربی سوم اور چہارم کی تعلیم حاصل کی، ان تینوں سالوں میں آپ کے بہنوئی مولانا محمود احمد آپ کے استاذ رہے، ۱۳۵۷ھ میں آپ کے والد صاحب زمینداری کے سلسلہ میں خیر پور (سندھ) تشریف لے گئے، جس کی وجہ سے صاحبزادگان بھی سندھ چلے گئے، آپ اور آپ کے بھائی مولوی جمیل احمد مولانا محمود احمد کے ساتھ جامعہ دارالہدیٰ ٹیڑھی چلے گئے، یہاں مولانا محمود احمد کے علاوہ مولانا محمد صاحب سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں، ۱۳۵۸ھ میں آپ کے بھائی مولوی خلیل احمد ”پیر جھنڈو“ میں مدرس ہو گئے، تو آپ بھی ان کے ساتھ رہنے لگے، پھر محرم ۱۳۵۹ھ میں مولوی خلیل احمد جب پیر جھنڈو سے ”درگاہ شریف“ منتقل ہو گئے تو آپ بھی وہیں چلے گئے، وہاں آپ نے مولانا خلیل احمد سے سلم العلوم، ملاحسن، میبذی، شرح عقائد نسفی، خیالی، سبع معلقہ اور تفسیر بیضاوی پڑھیں، نیز اساتذہ کی نگرانی میں فرق باطلہ کا مطالعہ کیا، مناظرہ کی مشق کی اور عربی کی تمرین و مشق کی، ۱۳۵۹ھ میں آپ معقولات کی مشہور درسگاہ ”انہی“ (ضلع گجرات، پنجاب) تشریف لے گئے اور معقولات کی متعدد اونچی کتابیں پڑھیں، یہاں آپ کا قیام ایک سال رہا۔

شوال ۱۳۶۰ھ میں آپ کا داخلہ دارالعلوم دیوبند میں ہوا، یہاں آپ نے بخاری اور ترمذی شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے پڑھیں (مگر اخیر سال میں حکومت برطانیہ نے حضرت مدنی کو گرفتار کر کے مراد آباد جیل بھیج دیا تو یہ کتابیں حضرت مولانا اعزاز علی نے ختم کرائیں) مسلم، علامہ ابراہیم بلیاوی سے، ابوداؤد اور شمائل ترمذی مولانا اعزاز علی امردہوی سے، ابن ماجہ مفتی ریاض الدین سے، نسائی مولانا عبدالحق نافع سے، طحاوی مفتی شفیع صاحب سے، موطا امام مالک مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے اور موطا امام محمد مولانا ظہور احمد سے پڑھیں، اسی سال آپ نے قاری عزیز الرحمن اور قاری حفظ الرحمن سے کتب تجوید بھی پڑھیں اور دارالعلوم ہی میں بنوٹ (۱) کا فن بھی سیکھا۔

(۱) ”ب، ن، و، ث“ فن سہ گری کو کہتے ہیں، یہ ہندی کا لفظ ہے، دارالعلوم میں جو اس وقت لائبریری، چاقوا اور تلواری بازی سکھائی جاتی تھی، اس کو اسی نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔



۱۳۶۲ھ میں آپ مدینہ العلوم بمبئیڈ و ضلع حیدرآباد (سندھ) میں علیا کے مدرس ہوئے اور ۱۳۶۳ھ میں وہاں کے صدر مدرس بنائے گئے اور بخاری شریف کا درس بھی آپ سے متعلق کیا گیا، ۱۳۷۰ھ میں شیخ الحدیث اور صدر مفتی کی حیثیت سے جامعہ دارالہدیٰ ٹیڑھی تشریف لے گئے، پھر شوال ۱۳۷۶ھ میں اپنے استاذ مفتی محمد شفیع صاحب کی فرمائش پر بحیثیت شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے اور شعبان ۱۳۸۳ھ تک دارالعلوم میں رہے، رمضان ۱۳۸۳ھ میں آپ نے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری کی خواہش پر علماء کی ترین افتاء کے لئے ”دارالافتاء والارشاد“ کی بنیاد ڈالی اور اخیر تک اسی ادارہ میں خدمت انجام دیتے رہے۔ (۱)

فقاویٰ نویسی کا کام آپ نے فراغت کے بعد ۱۳۶۲ھ سے ہی شروع کر دیا تھا، جب آپ مدینہ العلوم بمبئیڈ و ضلع حیدرآباد، سندھ) میں مدرس تھے؛ لیکن یہاں دارالافتاء کی مکمل ذمہ داری آپ پر ۱۳۶۶ھ میں ڈالی گئی اور ۱۳۶۹ھ تک آپ بیک وقت شیخ الحدیث، صدر مدرس اور صدر مفتی رہے، پھر ۱۳۷۰ھ میں جب جامعہ دارالہدیٰ ٹیڑھی گئے تو وہاں بھی شیخ الحدیث اور صدر مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے، پھر جب دارالعلوم کراچی گئے تو وہاں اگرچہ آپ شیخ الحدیث رہے اور افتاء کی ذمہ داری باضابطہ آپ سے متعلق نہیں کی گئی؛ لیکن زیادہ اہم اور پیچیدہ مسائل سے متعلق استفتاءات آپ ہی کے سپرد کئے جاتے تھے، نیز ۱۳۸۱ھ میں جب دارالعلوم نے تخصص فی الفقہ کا شعبہ شروع کیا تو اس میں مربی کی حیثیت سے آپ ہی کا نام منتخب کیا گیا، پھر آپ نے ۱۳۸۳ھ سے ایک علاحدہ فقہی اور اصلاحی ادارہ ”دارالافتاء والارشاد“ کی بنیاد ڈالی اور مستقل اس پلیٹ فارم سے آپ نے فقہ و فقاویٰ کی خدمات انجام دیں۔

مفتی صاحب کے علمی و قلمی سرمایوں میں سب سے اہم سرمایہ آپ کے فقاویٰ کا مجموعہ ”احسن الفتاویٰ“ ہے، آپ کے فقاویٰ کی بڑی تعداد محفوظ نہیں کی جاسکی، جیسا کہ آپ کے

(۱) دیکھئے: مقدمہ احسن الفتاویٰ: ۱/۱۶، ط: دارالاشاعت، کراچی۔



حالات لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ ۱۳۶۲ھ سے ۱۳۷۰ھ تک فتاویٰ کی نقل رکھنے کا اہتمام نہیں کیا گیا اور ۱۳۷۱ھ سے ۱۳۷۶ھ تک کل دو ہزار پچیس (۲۰۲۵) فتاویٰ آپ نے تحریر فرمائے، مگر ان میں سے صرف چار سو اکیاون (۴۵۱) فتاویٰ نقل ہو سکے، آپ کے ابتدائی دور کے فتاویٰ کا مجموعہ سب سے پہلے ۱۳۷۹ھ میں شائع ہوا تھا، ۱۳۸۳ھ سے جدید سلسلہ کا آغاز ہوا اور اب یہ مجموعہ ۸ ضخیم جلدوں میں طبع شدہ ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے کئی فقہی اور اصلاحی رسالے بھی تصنیف فرمائے ہیں، جن کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب ہے، ان میں سے احسن القضاء فی الذبح بإعانة الكهرباء، الاجتثاث لموحد الطلقات الثلاث، اجتماعی ذکر کے مروجہ حلقے، احکام معذور، أداء القرض من الحرام، الإرشاد إلى منخرج الضاد، اسلام کا عادلانہ نظام معیشت، ایمان و کفر کا معیار، بلا سودی بینک کاری، زبدة الكلمات فی حکم الدعاء بعد الصلوة، سیاست اسلامیہ، القول الاظهر فی تحقیق مسافة السقر، کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم وغیرہ خاص کر قابل ذکر ہیں، آپ کے بیشتر رسائل احسن الفتاویٰ میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ (۱)



(۱) مفتی صاحب کے مفصل حالات کے لئے ”انوار الرشید“ کا مطالعہ کیجئے۔

## قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ

### سن ولادت اور وطن

قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی ولادت ۱۹۳۶ء میں ہوئی، آپ کا آبائی وطن ضلع دربھنگہ کی مشہور علمی بستی ”جالے“ ہے، آپ کے والد ماجد مولانا عبدالاحد صاحب (۱) شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے اولین شاگردوں میں تھے۔

### ابتدائی تعلیم

قاضی صاحب کی ابتدائی تعلیم گھر ہی میں ہوئی، قرآن مجید اپنی والدہ سے پڑھا اور اردو، فارسی اور عربی کی کتابیں اپنے بڑے بھائی مولانا زین العابدین (۲) سے پڑھیں، میزان الصرف اپنے والد مولانا عبدالاحد صاحب سے پڑھی، والد صاحب کے انتقال کے بعد مدرسہ محمود العلوم دلمہ ضلع مدھونی میں داخلہ لیا، وہاں آپ کے خاص استاذ مولانا محمود احمد تھے، دو سال یہاں پڑھنے کے بعد ایک سال مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں زیر تعلیم رہے، پھر ایک سال دارالعلوم

- (۱) مولانا عبدالاحد صاحب ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے اول پوزیشن سے کامیابی حاصل کی، کچھ دنوں حضرت تھانوی کی خدمت میں اور ڈیڑھ سال حضرت گنگوہی کی خدمت میں رہے، دارالعلوم میں تدریس کی پیکش کی گئی؛ مگر دوری کی وجہ سے قبول نہیں کیا، طلب آپ نے مولانا محمد حکیم حسن سے پڑھی اور اسی کو ذریعہ معاش بنا کر مدرسہ احمدیہ دربھنگہ میں فی سبیل اللہ خدمت انجام دیتے رہے، آپ وہاں کے شیخ الحدیث تھے، کچھ دنوں کلکتہ میں بھی رہے آپ کی خطابت بہت اچھی ہوتی تھی جس کی وجہ سے آپ کو ”طوطی بنگال“ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔
- (۲) مولانا زین العابدین ملک کے مشہور فقیہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے والد ماجد ہیں، ان کے مختصر حالات مولانا رحمانی کے حالات کے ضمن میں آ رہے ہیں۔

مونا تھہ بھجن میں تعلیم حاصل کی، یہاں آپ کے خاص استاذ قاری ریاست علی تھے، جنہوں نے آپ کے اندر مطالعہ کا شوق پیدا کیا۔

### دارالعلوم دیوبند میں داخلہ و فراغت

۱۹۵۱ء میں آپ کا داخلہ دارالعلوم دیوبند میں جماعت پنجم میں ہوا، آپ دارالعلوم میں چار سال رہے، ۱۹۵۵ء میں دورہ حدیث سے فارغ ہوئے، دارالعلوم میں ہمیشہ آپ نے امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کی اور امتحان میں مقررہ نمبر (۵۰) میں سے اکثر کتب میں آپ نے پورے نمبرات حاصل کئے اور بہت سی کتابوں میں خصوصی نمبرات بھی حاصل کئے، مثلاً دیوان حماسہ میں ۵۲، ہدایہ آخرین میں ۵۱، مشکوٰۃ میں ۵۱، بخاری شریف میں ۵۳، مسلم شریف، طحاوی شریف اور موطا امام محمد میں ۵۲، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ۵۱ نمبرات حاصل کئے۔

دارالعلوم دیوبند میں آپ نے بخاری حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے، مسلم علامہ ابراہیم بلیاوی سے اور ترمذی شیخ الادب مولانا اعزاز علی سے پڑھیں، ان کے علاوہ مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، مولانا محمد حسین بہاری، مولانا فخر الحسن، مولانا سید حسن، مولانا بشیر احمد خان، مولانا نصیر احمد خان اور مولانا معراج الحق صاحب آپ کے اساتذہ میں تھے۔

قاضی صاحب کے زمانہ طالب علمی کے زقواء درس اور خاص احباب میں مولانا وحید الزماں کیرانوی، مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی، مولانا عبدالحق اعظمی (اساتذہ دارالعلوم دیوبند)، مولانا محمد عمر پالن پوری (مرکز تبلیغ دہلی)، مولانا سعید الرحمن قاسمی (امارت شرعیہ بہار)، مولانا علاء الدین ندوی (سابق استاذ جامعہ رحمانی موئگیر)، مولانا حبیب الرحمن قاسمی (شیخ الحدیث دارالعلوم حیدرآباد) اور مولانا شفیق عالم قاسمی (سابق تائب ناظم جامعہ رحمانی موئگیر) وغیرہ کے نام خاص کر قابل ذکر ہیں۔

قاضی صاحب دارالعلوم دیوبند میں اپنی ذہانت و فطانت کی وجہ سے ہمیشہ اساتذہ

وطلبہ میں محبوب اور ساتھیوں میں ممتاز رہے، چنانچہ مولانا عبدالرحیم صاحب (استاذ دارالعلوم دیوبند) لکھتے ہیں :

دارالعلوم دیوبند میں میرا اور مولانا مہابد الاسلام قاسمی کا زمانہ طالب علمی ایک تھا، وہ مجھ سے ایک سال آگے تھے..... قاضی صاحب کی بے پناہ ذہانت و ذکاوت، علمی گہرائی و گیرائی، افکار کی بلندی اور ان کی قوت استدلال کا اعتراف مجھے آج سے نہیں؛ بلکہ اس وقت سے ہے جب وہ دور طالب علمی میں تھے اور اس وقت کے نین نالیاں طالب علموں میں وہ اپنی ٹھوس صلاحیتوں کی بنا پر پہلے نمبر پر تھے؛ چنانچہ دورہ حدیث شریف میں پہلی پوزیشن سے کامیاب ہوئے۔ (۱)

اور مولانا انظر شاہ کشمیری لکھتے ہیں :

مکرواقعی طالب علم تھے، پڑھنے میں ممتاز، صلاحیتوں میں طاق، بے حد خوش حلق، ہر سال امتیازی نمبر سے کامیاب، دورہ حدیث میں اول نمبر رہے۔ (۲)

### دارالعلوم دیوبند سے گہری وابستگی

دوسری مادر علمی سے محبت کے ساتھ دارالعلوم دیوبند سے آپ کو مشق کی حد تک لگاؤ تھا، آپ ہمیشہ دارالعلوم دیوبند کی تعریف میں رطب اللسان رہا کرتے تھے، علماء عرب کے سامنے دیوبند کا ذکر بڑے بلند القاص میں کیا کرتے تھے، دیوبند کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں میں چمک سی آجاتی تھی، دیوبند سے اپنی نسبت پر ایک خاص قسم کے ناز و افکار کا اظہار ہوتا تھا،

(۱) قاضی مہابد الاسلام قاسمی - حیات و خدمات: ۲۵۷

(۲) قاضی مہابد الاسلام قاسمی - حیات و خدمات: ۳۹

اسی وجہ سے ”قاسمی“ کا لفظ آپ کے نام کا لازمی جز بن گیا تھا، فراغت کے بعد اور بے پناہ مصروفیات و علالت کے باوجود آپ متعدد بار دیوبند تشریف لائے، دارالعلوم سے اسی گہرے تعلق کا نتیجہ تھا کہ دارالعلوم پر کوئی آزمائش آتی یا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آتا تو آپ بے چین ہو جاتے تھے، خاص کر اجلاس صد سالہ کے بعد حب قصہٴ نا مرضیہ کی بنیاد پڑی، اس وقت آپ ایسے بے قرار تھے، جیسے کسی کے گھر میں آگ لگ گئی ہو، اس وقت آپ مختلف ارکان شوریٰ سے بات کرتے اور کوشاں رہتے کہ کوئی صورت اتحاد کی نکل آئے، اسی زمانہ کا ایک واقعہ مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب لکھتے ہیں :

ایک روز اچانک یہ ناکارہ دوپہر کے وقت ندوہ کے مہمان خانہ پہنچا تو دیکھا کہ مرشدی حضرت مولانا علی میاں ندوی نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب تشریف فرما ہیں اور دونوں رو رہے ہیں، قاضی صاحب حضرت مولانا کے قدموں کی طرف بڑھتے ہیں اور سسکیاں بھرنے لگتے ہیں اور کہے جاتے ہیں: ”حضرت! آپ دارالعلوم کو بچا لیجئے، اللہ کے لئے بچا لیجئے، آپ کوشش فرما سکتے ہیں اور ملت کے حال پر آپ ہی ترس کھا سکتے ہیں اور آپ ہی اس کی اہمیت کو سمجھ سکتے ہیں، اس کے بعد قاضی صاحب کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ (۱)

چنانچہ حضرت مولانا علی میاں ندوی نے آپ کے اس اضطراب و بے چینی اور پس منظر میں رہ کر مسئلہ کو حل کرنے کی بے لوث کوششوں سے متاثر ہو کر فرمایا کہ: ”اس میں شبہ نہیں کہ آپ نے مادر علمی سے تعلق کا حق ادا کر دیا ہے۔“

جامعہ رحمانی مونیگر میں

دارالعلوم دیوبند میں رہتے ہوئے جامعہ ازہر مصر میں آپ کا داخلہ منظور ہو چکا تھا

اور آپ وہاں جانے کے آرزو مند بھی تھے، مگر آپ کی والدہ اس حق میں نہیں تھیں کہ آپ اتنا طویل سفر کریں؛ چنانچہ انھوں نے حضرت مدنی کو خط لکھا اور حضرت مدنی نے ازہر جانے سے آپ کو منع کر دیا، شوال میں حضرت مولانا منت اللہ رحمانی کا ایک خط جامعہ رحمانی میں تقرر کے لئے آگیا؛ چنانچہ آپ حضرت مدنی کے حکم پر ۲۱ شوال ۱۳۷۷ھ سے جامعہ رحمانی میں تدریس کی خدمت پر مامور ہو گئے، یہاں سے حضرت مولانا منت اللہ رحمانی کی معیت کا آغاز ہوا اور جب تک مولانا رحمانی نے قدرت کے فیصلے پر دنیا نہیں چھوڑ دی اس وقت تک مولانا کا ساتھ نہیں چھوٹا، مولانا کے تعاون و اعتماد کا یہ مبارک سفر ۳۶ سال دس ماہ تک ایک ساتھ ہوا، جس نے ملت اسلامیہ کی ایک نئی تاریخ کو وجود بخشا۔

پہلے مرحلہ میں قاضی صاحب کا قیام یہاں سات سال رہا، اس دوران آپ کو درجہ پرائمری سے عربی ہفتم تک کی کتابیں پڑھانے کا موقع ملا (دورہ حدیث اس وقت قائم نہیں ہوا تھا) پھر درمیان میں ایک وقفہ کے بعد ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء میں دوبارہ مولانا رحمانی کی خواہش پر آپ یہاں تشریف لائے، اب دورہ حدیث قائم ہو چکا تھا، چنانچہ بیضاوی اور مختصر المعانی کے علاوہ سنن ابی داؤد اور طحاوی شریف کے اسباق بھی آپ کے لئے متعین کئے گئے۔

قاضی صاحب کی فکر کو نیا رخ اور قاضی صاحب کی دینی و ملی خدمت کے میدانوں کی تعین و تربیت جامعہ رحمانی ہی میں ہوئی، یہاں مولانا رحمانی کی صحبت نے آپ میں ملی مسائل کے بارے میں سوچنے کا مزاج پیدا کیا اور گروہی و جماعتی تعصب سے اوپر اٹھ کر مثبت اور آفاقی طرز پر سوچنے کا مزاج بنا اور پھر پوری زندگی اسی طرز پر گزری، جس کی دلیل کے لئے مسلم پرسنل لا بورڈ جیسے ہمہ جماعتی متحدہ پلیٹ فارم کی خدمت اور صدارت کافی ہے۔

قاضی صاحب کی خدمت کا دوسرا رخ ”کارِ قضاء“ ہے اور اس کی بھی تخم ریزی دراصل جامعہ رحمانی ہی میں ہوئی، جامعہ رحمانی میں آپ کی تدریس کے زمانہ میں تربیت قضاء کے دو کمپ لگے، جس میں آپ نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ان کمپوں کے ذریعہ آپ میں نہ صرف قضاء کے کام سے دلچسپی پیدا ہوئی؛ بلکہ آپ نے اسے مسلمانوں کے مسائل کے حل کا

ایک مؤثر ذریعہ سمجھا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ قضاء کے باب میں آپ نے اتنی خدمت انجام دی کہ ”قاضی“ آپ کے نام کا جز بن گیا۔

قاضی کی زندگی کا تیسرا پہلو آپ کی ”مؤثر خطابت“ ہے، مسلم پرسنل لا بورڈ کے مسائل کی ترجمانی ہو، کسی علمی محفل میں تقریر ہو، کسی دیہات میں بیان ہو یا کسی سیاسی اجلاس سے خطاب ہو، ہر جگہ اور ہر محفل میں آپ کا خطاب انتہائی مؤثر ہوتا تھا اور پوری محفل پر آپ چھا جاتے تھے، حالاں کہ طالب علمی کے زمانہ میں آپ تقریر و خطابت کے مقابلہ میں تحریر اور انشاء پر دازی کو زیادہ اہمیت دیتے تھے اور مولانا مناظر احسن گیلانی کی نگرانی میں مضامین لکھا کرتے تھے؛ مگر آپ کی خطابت کو بھی خانقاہ رحمانی مولفیر علی میں جلا ملی، یہاں ربیع الاول وغیرہ کے خاص موقعوں سے سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) وغیرہ کے اجلاس کئی کئی دنوں تک چلتے تھے، ان اجلاس میں مولانا رحمانی شریک ہوتے اور اصل خطاب قاضی صاحب ہی کا رکھتے تھے، یہیں سے آپ میں تقریر و خطابت کا بھی بہترین ملکہ پیدا ہوا۔

### قاضی صاحب کی فقہی خدمات

قاضی صاحب کی طالب علمی ہی سے ان پر فقہی رنگ غالب تھا اور جامعہ رحمانی میں ہدایہ کے اسباق آپ سے متعلق ہوئے تو یہ رنگ اور بھی گہرا ہو گیا، پھر قضاء کی ذمہ داری آپ کے سر آئی تو آپ پر فقہی رنگ پختہ تر ہوتا گیا، چنانچہ آپ نے اپنی زندگی میں دوسرے شعبوں کے ساتھ سب سے نمایاں خدمت فقہ کے باب میں انجام دی اور سب سے زیادہ اپنی توجہ کا مرکز فقہ ہی کو بنایا، فقہ و فتاویٰ کی لائن سے آپ کی خدمات کو سات خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

۱۔ فتاویٰ نویسی: — قاضی صاحب اصلاً امارت شرعیہ کے قاضی تھے اور فقہاء کے یہاں اس بارے میں اختلاف ہے کہ قاضی فتویٰ دے سکتا ہے یا نہیں، یا عام مسائل میں دے سکتا ہے ان مسائل میں نہیں جن کا تعلق قضاء کے باب سے ہو اور جن میں فریقین کے



دارالقضاء سے رجوع ہونے کا امکان ہو؟ اس لئے کہ اگر متعلقہ مسئلہ میں فتویٰ کے ذریعہ قاضی کی رائے معلوم ہو جائے تو ممکن ہے کہ وہ اسی کے مطابق دعویٰ کر بیٹھے اور اسی لحاظ سے گواہان تیار کرے؛ اس لئے قاضی صاحب عموماً استفتاء سے گریز کرتے تھے، تاہم جن امور کا تعلق قضاء سے نہیں، یا فریقین قاضی صاحب کے فتویٰ ہی پر عمل کے لئے رضا مند ہوں، ان مسائل میں آپ فتویٰ بھی لکھتے تھے، بعض فتاویٰ آپ نے ایسے بھی لکھے جن کو دوسروں کے دستخط سے جاری کیا، جن کی آج شناخت مشکل ہے، اخیر زمانہ میں جب کہ صرف چند اہم مقدمات ہی کے فیصلے فرماتے تھے، اس زمانہ میں استفتاء کے جواب بھی لکھا کرتے تھے۔

قاضی صاحب کے فتاویٰ میں اپنے اکابر کی طرح احکام مدارج کی رعایت عرف اور ضرورت زمانہ کا لحاظ وغیرہ بھرپور انداز میں پایا جاتا تھا، چنانچہ بیوی کے نفقہ میں قدیم فقہاء نے علاج کو شامل نہیں کیا تھا، مگر عرف کی رعایت کرتے ہوئے قاضی صاحب اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں :

آج کے بدلے ہوئے حالات میں دوا علاج ضروریات زندگی میں سے ہے اور موجودہ عرف میں بھی شوہر کے ذمہ سمجھا جاتا ہے؛ اس لئے کھانا کپڑے کے ساتھ دوا علاج کا خرچ بھی شوہر کے ذمہ عائد ہوگا۔ (۱)

سید کوثر کوۃ دی جائے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حنفیہ کا مفتی بہ قول عدم جواز کا ہے؛ لیکن امام ابوحنیفہؒ سے ابو عصمہ کی ایک روایت کے مطابق اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، اسی کو امام طحاوی نے اختیار کیا ہے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی بھی یہی رائے تھی، قاضی صاحب اس مسئلہ پر فتویٰ دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

بہر حال قول امام مختلف ہے، امام طحاوی اور بعض دیگر علماء نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، اختلاف دلیل و براہین کا نہیں؛ بلکہ



بدلتے ہوئے حالات اور زمانہ کا ہے، اس لئے اپنے دور کے حالات کے اعتبار سے اس روایت غیر مشہورہ پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے، موجودہ حالات یہی ہیں کہ خمس الخمس سادات کو ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، عطایا اور ہدایا کے ذریعہ سادات کی خدمت کا جذبہ مفقود ہوتا جا رہا ہے، لہذا میں پوری طمانینت قلب کے ساتھ یہ رائے رکھتا ہوں اور فتویٰ دیتا ہوں کہ ضرورت مند سادات کو زکوٰۃ شرعیہ عادی جاسکتی ہے۔ (۱)

قاضی صاحب کو فقہی جزئیات پر بھی بڑا عبور تھا، چنانچہ ایک جگہ مسجد کی توسیع کے سلسلہ میں استفتاء آیا تو امارت شرعیہ کے مفتی صاحب نے البحر الرائق، فتاویٰ ہندیہ اور فتاویٰ رشیدیہ کی عبارتوں کے پیش نظر جواب اس طرح لکھا کہ :

نمازیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر جب کہ مسجد کی توسیع ضروری ہے اور مالک زمین قیمت پر بھی دینے کے لئے تیار نہیں تو قیمت دے کر زبردستی اس کی زمین مسجد میں لی جاسکتی ہے۔

اس فتویٰ کی وجہ سے منازعت کی صورت پیدا ہوگئی، فیصلہ کے لئے قاضی صاحب کو بلایا گیا، قاضی صاحب نے اول کمیٹی والوں کی خوب ڈنٹائی کی، پھر مالک زمین کو علاحدہ لے جا کر سمجھایا اور وہ زمین مسجد کے لئے مفت رجسٹری کروانے پر تیار ہو گیا، پھر قاضی صاحب نے مفتی صاحب سے پوچھا کہ آپ نے فتویٰ کہاں سے لکھا ہے؟ مفتی صاحب نے کتابوں کے نام بتائے، تو قاضی صاحب نے رد المحتار (فتاویٰ شامی) منگوائی، اس میں ایک قید کا اضافہ تھا کہ: ”یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ پورے شہر اور پوری آبادی میں ایک ہی مسجد ہو“ پھر قاضی صاحب نے فرمایا کہ ایک قید اور بھی ہے کہ ”یہ حکم دارالاسلام کے لئے ہے۔“

قاضی صاحب احکام شرعیہ کے دلائل کے ساتھ احکام کی حکمتوں پر بھی اچھی نظر رکھتے

تھے؛ چنانچہ ایک بار آپ سے سوال کیا گیا کہ سائنسی اعتبار سے خرگوش بلی کے قبیل کا جانور ہے؛ کیوں کہ اسے حیض آتا ہے؛ لہذا اس کا گوشت بلی کی طرح حرام ہونا چاہئے، اس کے جواب میں آپ نے پہلے اصولی بات بیان کی کہ کسی چیز کا حلال یا حرام ہونا اصل میں حکم الہی سے متعلق ہے، پھر نصوص نقل کرنے کے بعد لکھا کہ اس کے حلال ہونے پر اُمت کا اجماع ہے اور اخیر میں واضح کیا کہ خرگوش بلی کی طرح نہیں؛ بلکہ ہرن کی طرح ہے؛ کیوں کہ بلی درندہ ہے، خرگوش درندہ نہیں، بلی حرام چیزیں، جیسے چوہا وغیرہ کھاتی ہے، خرگوش نہیں کھاتا، بلی مردار کھاتی ہے خرگوش مردار خور نہیں۔

قاضی صاحب کے بہت سے فتاویٰ کی نقل محفوظ نہیں کی جاسکی، کچھ فتاویٰ دارالافتاء امارت شرعیہ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں، ان کے علاوہ کچھ فتاویٰ سہ ماہی ”بحث و نظر“ میں اور کچھ خطوط کی شکل میں تھے، جن کی مجموعی تعداد ڈیڑھ سو سے کچھ زائد ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے ایک رفیق مولانا امتیاز احمد قاسمی نے اس کی ترتیب و تحشیہ کا کام کیا ہے، جو ”فتاویٰ قاضی“ کے نام مطبوع ہے۔

۲۔ قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ — قاضی صاحب کی زندگی کی سب سے نمایاں خدمت ”خدمت قضاء“ ہے، قضاء کی ذمہ داری پہلے سے بھی آپ کے خاندان سے متعلق رہی ہے، چنانچہ درج ذیل ضلع میں جب ”جالے“ نام کی بستی بسائی گئی اور مسلمان یہاں آباد ہونے لگے تو ایک خاندان لکھنویا (ضلع مونگیر) سے یہاں لایا گیا اور اس وقت کے مسلم حکمران نے اسی خاندان سے قاضی مقرر کیا اور بڑے بڑے علماء اس خاندان میں پیدا ہوئے اور اسی خاندان سے قاضی مقرر کئے جاتے رہے، یہ خاندان جس محلہ میں بسا تھا، اس کا نام بھی ”قاضی محلہ“ رکھا گیا، قاضی مجاہد الاسلام کا تعلق اسی خاندان سے تھا، گویا کار قضاء آپ کے خاندان کی بہترین میراث تھی، پھر مونگیر کے زمانہ قیام میں جب تربیت قضاء یکم منعقد ہوئے تو آپ میں قضاء کا اور بھی شوق ابھرا، بالآخر یکم شوال ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۲ء کو قضاء کے حوالہ سے ہندوستان میں سب سے معروف ادارہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں آپ کو

ناظم اور چیف قاضی مقرر کیا گیا، ۱۹۶۵ء تک آپ امارت کے ناظم رہے، پھر نظامت کی ذمہ داری حضرت مولانا نظام الدین (موجودہ امیر شریعت) کے سپرد کی گئی، تاہم ۱۹۶۲ء سے اپنی وفات (۲۰۰۲ء) تک چالیس سال آپ یہاں کے چیف قاضی رہے اور ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۹۰ء سے اپنی وفات (۲۰۰۲ء) تک بارہ سال نائب امیر شریعت بھی رہے، ان کے علاوہ مولانا سجاد ہاسپٹل کے سکریٹری، مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے صدر، وفاق المدارس الاسلامیہ کے صدر اور المعبد العالی للحدیب فی القضاء والافتاء کے بانی و صدر تھے۔

امارت شرعیہ کے پلیٹ فارم سے آپ نے بے شمار علمی و فقہی خدمات انجام دیں، امارت ان دنوں انتہائی عسرت اور شدید مالی بحران سے دوچار تھی، آپ نے دوسرے ذمہ داروں کے ہمراہ مسلسل سعی و کوشش سے امارت کو مالی استحکام عطا کیا اور ۱۹۸۴ء میں اسے خستہ عمارت سے پختہ عمارت میں تبدیل کیا، ۱۹۸۸ء میں سجاد ہاسپٹل کا کام مکمل کر لیا، ۱۹۹۴ء میں مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ قائم کیا، بعض حلقوں سے امارت کی عدم تائید؛ بلکہ مخالفت شروع ہوئی اور اسے غیر مستحکم کرنے کی کوشش کی گئی تو بڑی حکمت کے ساتھ خاموش طریقہ پر اس کا مقابلہ کیا، مسلمانوں کے ساتھ ملک یا بیرون ملک کہیں بھی حالات پیش آئے تو اسے قانونی اور مالی امداد فراہم کرنے میں آپ نے اہم رول ادا کیا، ملک کے مختلف علاقوں میں آپ نے تربیت قضاء کیمپ کا انعقاد کیا، پہلے امارت شرعیہ میں تربیت قضاء کا باضابطہ نظم نہیں تھا، آپ نے اس کا ایک سالہ کورس تیار کیا اور تربیت پانے والے فضلاء کے لئے قیام و طعام کے علاوہ وظیفہ کی بھی سہولت مہیا کی، پہلے مرکزی دارالقضاء کے علاوہ صرف نو (۹) ذیلی دارالقضاء قائم تھے اور دو تین کو چھوڑ کر سب اضمحلال کی حالت میں تھے، آپ نے اس نظام کو بھی استحکام بخشا اور اس میں توسیع فرمائی، چنانچہ آپ کی کوششوں سے بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ میں ذیلی دارالقضاء کی تعداد ۳۶ ہو گئی، ان کے علاوہ آسام، کرناٹک، تمل ناڈو، آندھرا پردیش، مہاراشٹر، دہلی اور یوپی وغیرہ میں بھی نظام قضاء قائم ہوا۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو جے پور میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے گیارہویں اجلاس میں جو دارالقضاء کی تجویز منظور ہوئی تھی، یہ تجویز بھی قاضی صاحب نے ہی نہایت مؤثر طریقہ پر پیش کی تھی، جس سے پورے مجمع نے اتفاق کیا اور آپ ہی کو اس نظام قضاء کا کنوینر بنایا گیا؛ چنانچہ آپ کی کوششوں سے دہلی، ممبئی، تھانہ، دھولپا، اکولا، میسور اور اندور وغیرہ میں دارالقضاء قائم ہوئے اور ملک گیر سطح پر دارالقضاء کے سلسلہ میں بیداری پیدا ہو گئی۔

قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بلا کی ذہانت و فطانت اور بے پناہ قضاء کی صلاحیتوں سے نوازا تھا، آپ کے فیصلوں میں قاضی ابو یوسف، وکیع بن الجراح اور قاضی شریح کے فیصلوں کی جھلک نظر آتی تھی اور عجیب اتفاق ہے کہ تاریخ اسلام کے مشہور قاضی، قاضی شریح کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ”اطلس“ یعنی بے ریش تھے اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمی بھی بے ریش ہی تھے، اسی لئے آپ کو بجا طور پر ”شریح ثانی“ کہا جاسکتا ہے، آپ کے فیصلوں کی صحت و پختگی کا یہ عالم تھا کہ سرکاری عدالت بھی آپ کے فیصلوں کو بے چون و چرا قبول کرتی تھی، یہاں تک کہ حقیقت وغیرہ کے بعض مقدمات سرکاری عدالت سے امارت شرعیہ کے دارالقضاء بھیج دیئے جاتے تھے، اسی لئے آپ کی وفات کے بعد مولانا سعید الرحمن اعظمی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے ایک تعزیتی اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ :

دنیا کے کسی بھی گوشہ میں اگر اسلامی نظام قائم ہوتا تو بلا تامل قاضی صاحب ہی کو ”قاضی القضاۃ“ کا منصب عطا کیا جاتا۔

قاضی صاحب ”چالیس سال دارالقضاء امارت شرعیہ کے قاضی القضاۃ رہے، اخیر کے چار سال سخت علالت کی وجہ سے علاج کے سلسلہ میں دہلی میں مقیم رہے، گویا ۳۶ سال آپ نے چیف جسٹس کی حیثیت سے خدمت انجام دی اور اس مدت میں کل بارہ ہزار چار سو ستر (۱۲۷۷۰) مقدمات کے فیصلے فرمائے، جن میں کا ہر فیصلہ بعد والوں کے لئے سند کا درجہ رکھتا ہے، کسی شاعر نے آپ کے بارے میں بجا کہا ہے :

آپ کا ہوتا تھا جامع ، مستند ہر فیصلہ  
آپ اپنی ذات میں تھے مستقل دارالقضاء

۳۔ مسلم پرسنل لا بورڈ: — مسلم پرسنل لا بورڈ بھی بنیادی طور پر ایک فقہی ادارہ ہی ہے اور بعض لوگوں کے خیال کے مطابق ایک فقہی مسئلہ ”لے پالک“ (کسی بچے کو گود لینے) کے سلسلہ میں حکومت نے متنبی بل پاس کیا تھا، جس میں لے پالک کو اپنی اولاد کا درجہ دیا گیا اور مسلمانوں کو اس قانون سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا تھا، اسی پس منظر میں ۱۹۸۶ء میں سب سے پہلے امارت شرعیہ پٹنہ میں ”مسلم پرسنل لا کانفرنس“ بلائی گئی، قاضی صاحب بھی اس وقت امارت شرعیہ ہی میں تھے، یقیناً اس کانفرنس میں آپ کا بھی حصہ رہا ہوگا، پھر مولانا منت اللہ رحمانی کی تحریک پر مارچ ۱۹۷۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں اجتماع رکھا گیا تو اجتماع کی تیاری کے لئے قاضی صاحب ایک ماہ قبل ہی سے دارالعلوم میں مقیم ہو گئے اور مسئلہ کے قانونی اور شرعی پہلوؤں کا مطالعہ کیا اور معاندین کے اعتراضات کو جمع فرما کر بنیادی سوال نامہ مرتب کیا، پھر جب نومبر ۱۹۷۲ء میں ممبئی کنونشن منعقد ہوا تو اس میں بھی قاضی صاحب کا موثر خطاب ہوا، پھر جب حیدرآباد میں عہدہ داران کے انتخاب کا اجلاس ہوا تو آپ کا ایسا موثر خطاب ہوا کہ قاری طیب صاحب نے فرمایا: ”قاضی صاحب کے اس خطاب کے بعد کسی خطاب کی ضرورت نہیں“ — غرض مسلم پرسنل لا بورڈ کی تاسیس اور تشکیل کے ہر مرحلہ میں قاضی صاحب پیش پیش رہے اور بورڈ کی تشکیل کے بعد ہر اجلاس میں قانون شریعت کی ترجمانی کے لئے قاضی صاحب ہی کو آگے بڑھایا جاتا تھا، تجاویز وغیرہ بھی آپ ہی مرتب کرتے تھے، کسی اعتراض کا جواب دینا ہو تو آپ ہی کو کھڑا کیا جاتا تھا، ایمر جنسی اور جبری نس بندی کے مسئلہ پر، شاہ بانو کیس کے معاملہ میں اور بابر مسجد کے مسئلہ پر آپ نے حکومت کے سامنے جو شریعت کی ترجمانی اور بورڈ کے موقف کی وضاحت کی وہ ناقابل فراموش ہے، تاہم مولانا منت اللہ رحمانی کی زندگی میں آپ نے اپنی شخصیت کو ان ہی میں گم کر رکھا تھا، مولانا رحمانی کی وفات کے بعد آپ باضابطہ سامنے آئے، آپ بورڈ کی دارالقضاء کمیٹی کے کنوینر تھے، بورڈ کے رکن تاسیسی اور رکن عاملہ تھے، نیز جب وکلاء پر مشتمل قانونی جائزہ کمیٹی بنائی گئی تو اس میں بھی علماء کی نمائندگی کے لئے بحیثیت رکن آپ ہی کا انتخاب عمل میں آیا اور بالآخر جب بورڈ کے دوسرے صدر مولانا علی میاں ندوی

کا انتقال ہوا تو ۲۳ اپریل ۲۰۰۰ء کو آپ کو بورڈ کا صدر منتخب کیا گیا اور اپنی وفات (۴ اپریل ۲۰۰۲ء) تک تقریباً دو سال آپ نے اس عہدے پر رہ کر گرانقدر خدمات انجام دیں، آپ نے اپنے زمانہ صدارت میں بورڈ کے دفتر کی توسیع کی، اس کو منظم اور فعال بنایا اور جدید سہولتوں سے آراستہ کیا، نوجوان خون کو بھی بورڈ میں شامل کیا، پرنٹ میڈیا کے ساتھ الیکٹرانک میڈیا کو بورڈ کی طرف متوجہ کیا اور ”مجموعہ قوانین اسلامی“ کی شاندار انداز میں طباعت کا کام کروایا۔

۴۔ مرکز الہمت العلمی کا قیام: — ۱۹۷۹ء میں قاضی صاحبؒ نے ساؤتھ افریقہ کا سفر کیا تو وہاں بہت سے ایسے نئے مسائل سامنے آئے جن کے حل کے لئے ایک گونہ اجتہاد اور غور و فکر کی ضرورت تھی؛ لیکن اس ہوی پرستی اور علمی انحطاط کے زمانہ میں انفرادی اجتہاد بجائے اجتماعی غور و فکر کا راستہ زیادہ محفوظ تھا، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فقہاء صحابہ کے اجتماعی مشورہ کی مجلس قائم کی تھی اور جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ نے فقہاء کے اجتماعی غور و فکر کا نظام بنایا تھا؛ چنانچہ قاضی صاحب مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس میں جب حیدر آباد آئے تو یہیں اس مقصد کے لئے ”مرکز الہمت العلمی“ کے ابتدائی خاکہ پر مشورہ کیا اور اس کے لئے مفتی محمد ظفر الدین مفتاحی (مفتی دیوبند)، مفتی اشرف علی (بنگلور)، مولانا محمد حنیف ملی (مالیگاؤں)، قاضی عبدالاحد ازہری (مالیگاؤں)، مولانا برہان الدین سنہلی (لکھنؤ)، مولانا محمد رضوان القاسمی (حیدر آباد)، مولانا بدر الحسن (جو اس وقت دیوبند میں تھے)، مولانا محمد مصطفیٰ مفتاحی (جو اس وقت راجستھان میں تھے) اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (حیدر آباد) کو نامزد فرمایا، پھر ان نئے مسائل کا سوال نامہ مرتب فرمایا، جس میں اعضاء کی پیوند کاری، فیملی پلاننگ، قتل بہ جذبہ رحم اور جادو و جنات وغیرہ سے متعلق سوالات تھے، یہ سوالات علماء کے پاس بھیجے گئے اور جواب پر غور کرنے کے لئے مولانا محمد زبیر قاسمی اور مولانا انیس الرحمن قاسمی وغیرہ علماء کو جمع کیا گیا، اس وقت یہ کام امارت شریعہ ہی کے دفتر میں ہو رہا تھا، اس کا پہلا سیمینار یکم تا ۳ اپریل ۱۹۸۹ء میں ہمدرد یونیورسٹی میں منعقد ہوا، جس میں ضبط ولادت، اعضاء کی پیوند



کاری اور مکانات و دوکانات کی پگڑی کے موضوعات زیر بحث آئے، اس سیمینار میں ایک سو بیس اداروں اور دارالافتاء کی نمائندگی ہوئی، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اس کی صدارت فرمائی تھی اور مولانا منت اللہ رحمانیؒ نے افتتاحی کلمات فرمائے تھے۔

۵۔ سہ ماہی بحث و نظر: — امارت شرعیہ کے ترجمان ہفت روزہ ”نقیب“ میں چوں کہ دقیق فقہی مباحث درج نہیں کئے جاسکتے تھے، اس لئے ایک خالص علمی اور فقہی پرچہ نکالنے کی تجویز سامنے آئی اور قاضی صاحب نے ۱۹۸۸ء میں ذاتی طور پر ”بحث و نظر“ کے نام سے سہ ماہی رسالہ نکالنا شروع کیا، جس مقصد کے لئے یہ رسالہ نکالا جا رہا تھا، اس کے لئے چند خصوصی کالمز رکھے گئے؛ چنانچہ نئے مسائل کے حل میں سب سے زیادہ اصول کی ضرورت پڑتی ہے، اس لئے ایک عنوان ”اصولی مباحث“ کارکھا گیا، اصل مقصد نئے مسائل کی تحقیق تھی، اس لئے ایک عنوان ”تحقیقات فقہیہ“ کارکھا گیا، جس میں جدید مسائل پر علماء کی آراء نقل کر کے بحث و تجویز اور اصول کی کسوٹی پر جانچنے اور ایک رائے کو دوسری رائے پر ترجیح کیسے دی جائے؟ اسے تفصیل سے درج کیا جاتا تھا، مذکورہ دونوں عناوین پر عموماً قاضی صاحب خود ہی لکھتے تھے، ان کے علاوہ ایک عنوان ”القضایا“ کا تھا، جس کے ذریعہ علماء کو کسی مسئلہ پر فیصلہ کا طریقہ معلوم ہوتا تھا، ایک عنوان ”فقہی شخصیات“ کارکھا گیا، تاکہ فقہ کے حوالہ سے اپنے اسلاف کی محنت و جاں فشانی علماء کے سامنے آئے۔

اس رسالہ کی رسم اجراء ۱۰ اپریل ۱۹۸۸ء کو مولانا ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمہ کے ہاتھوں پھلواڑی شریف پٹنہ میں ہوئی، اس رسالہ کی اشاعت نے علمی دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا، بہت سے لوگوں کو حیرت تھی کہ علمی انحطاط کے اس دور میں اس قسم کا رسالہ کون پڑھے گا؟ لیکن چند ہی دنوں میں اس کی مقبولیت نے لوگوں کو حیران کر دیا اور علماء میں بحث و تحقیق کی ایک لہر پیدا ہو گئی۔

۶۔ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا قیام: — مرکز الہمہ علمی کے سیمینار کی کامیابی، اُمت کے مسائل سے علماء کی دلچسپی اور مختلف فکر علماء کی وسیع القسمی دیکھ کر قاضی صاحب کا

حوصلہ بڑھا اور قاضی صاحب نے مرکز کے دائرہ کو اور بھی وسیع فرمایا اور اس میں مولانا سید نظام الدین، ڈاکٹر منظور عالم، جناب امین عثمانی، مولانا عتیق احمد بستوی اور مولانا عبید اللہ اسعدی کو بھی شامل فرمایا، اس طرح ۱۹۸۹ء کو اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی تشکیل عمل میں آئی، قاضی صاحب کی زندگی میں اکیڈمی کے تحت تیرہ فقہی سیمینار ہوئے، جن میں بہ حیثیت مجموعی ۴۱ مسائل پر بحث کی گئی، ان کے علاوہ دینی مدارس کے طلبہ میں اپنے عہد کے مسائل پر شعور پیدا کرنے کے لئے توسیعی خطبات اور تربیتی کیمپس کا انتظام کیا گیا، ۷۱ مدارس میں آپ نے توسیعی خطبات رکھے اور تین کیمپس منعقد کئے گئے، جن میں معاشیات، علم شہریت، نفسیات، مخالف اسلام تحریکات اور دستور ہند وغیرہ پر محاضرات دیئے گئے، نیز اکیڈمی کے تحت آپ کی زندگی میں فقہی سیمینار میں پیش کئے گئے مقالات کے ۱۷ مجموعے اشاعت پذیر ہوئے اور ۵۴ کتابیں طبع ہوئیں، الموسوعۃ الفقہیہ (۴۰ جلدیں) کا ترجمہ آپ نے ہی شروع کرایا تھا، جو آپ کی زندگی میں نہیں چھپ سکا اور انشاء اللہ عنقریب چھپ کر سامنے آجائے گا۔ (۱)

۷۔ المہجد العالی للحد ریب فی القضاء والافتاء: — نظام قضاء کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ محض چند روزہ تربیتی کیمپ پر اکتفاء نہ کیا جائے؛ بلکہ افتاء اور قضاء کے اصول کو پوری وسعت کے ساتھ پڑھایا جائے، چنانچہ اس کام کے لئے قاضی صاحب نے ایک مستقل ادارہ کے قیام کا فیصلہ کیا اور ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۸ء کو امارت شریعہ کے قریب معبد کی بنیاد ڈالی، قاضی صاحب نے اس ادارہ کو ملک گیر پیمانہ پر مفید بنانے کے لئے جہاں پر کشش اور مفید نصاب رکھا، وہیں مختلف علاقے کے علماء کو بھی اعتماد میں لیا اور انھیں ادارہ کا رکن بنایا، چنانچہ عام طور پر بہار اور مشرق کی طرف دوسرے علاقوں کے علماء اور طلبہ کا رخ کم ہونے کے باوجود اس ادارہ سے ہر علاقہ کے علماء اور طلبہ کا رجوع ہوتا ہے۔

۸۔ تصنیفات و تالیفات: — قاضی صاحبؒ نے بنیادی طور پر کتابوں کی تصنیف سے زیادہ افراد و اشخاص کی تصنیف پر توجہ دی، اس لئے آپ کی تصنیفات تعداد کے اعتبار سے کم

(۱) اکیڈمی کا تعارف اس مقالہ میں مستقل بھی کیا گیا ہے، یہ تصنیفات ہیں۔



ہیں؛ لیکن آپ کی جتنی بھی کتابیں ہیں، وہ اپنی کیفیت کے اعتبار سے انتہائی اہم اور علماء تحقیق کے لئے سرمہ چشم کا درجہ رکھتی ہیں، آپ کی بیش قیمت تصانیف میں اسلامی عدالت (۴۳۳ صفحات)، مباحث فقہیہ (آپ کے مقالات کا مجموعہ، صفحات: ۴۶۹) مسلم پرسنل لا کا مسئلہ — تعارف و تجزیہ (صفحات: ۵۶)، خطبات بنگلور، فتاویٰ امارت شرعیہ (۲ جلدیں، مولانا ابوالحسن سجاد علیہ الرحمٰن و دیگر مفتیان امارت شرعیہ کے فتاویٰ کی ترتیب)، اسلام اور اجتماعیت (یہ بھی آپ کے خطبات کا مجموعہ ہے)، صنوان القضاء و عنوان الافتاء (قاضی عماد الدین اشفور قانی کی تصنیف پر تحقیق و تعلیق ۴ جلدیں، مجموعی صفحات: ۱۶۸۱)، فقہ المسکلات (منتخب فقہی مضامین کا مجموعہ، صفحات: ۲۲۸)، کتاب الفح و التفریق (مولانا عبدالصمد رحمانی کی کتاب پر تحقیق و تعلیق)، آداب قضاء (مولانا رحمانی کی کتاب پر تحقیق و تعلیق) وغیرہ خاص کر قابل ذکر ہیں۔

### دوسرے میدانوں میں خدمت

قاضی صاحب ہر جہت سے ملت اسلامیہ کی عظمت و رفہ کو بحال کرنے میں کوشاں تھے؛ چنانچہ وہ امت کے زوال کے سب سے بنیادی سبب انتشار و افتراق کے پیش نظر ”اتحاد امت“ کے بہترین داعی تھے اور مسلمانوں کی ہمہ جہت خدمات کو اپنا فریضہ سمجھتے تھے، چنانچہ مسلمانوں کے دینی، سیاسی اور معاشی ہر طرح کے زوال کو دیکھ کر قاضی صاحب نے ۱-۲ جون ۱۹۹۱ء کو ”سورج کنڈ ہریانہ“ میں ملت کے کچھ باشعور افراد کو جمع فرمایا ۱۳ اپریل ۱۹۹۲ء کو اس سلسلہ کی دوسری میٹنگ دہلی میں کی، جس میں ۲۳-۲۴ مئی کو ممبئی میں ”اتحاد ملت کانفرنس“ کی تجویز طے ہوئی، اسی کانفرنس میں ”آل انڈیا ملی کونسل“ کا قیام عمل میں آیا، ملی کونسل کے پلیٹ فارم سے بابرئ مسجد کی شہادت کے موقع سے پورے ملک کا دورہ اور متاثرین کے لئے ریلیف کا کام کیا گیا، بابرئ مسجد کی شہادت کے بعد ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جو فاصلہ بڑھ گیا تھا اور مسلمان دہشت کے ماحول میں جی رہے تھے، اسے کم کرنے کے لئے ملک کے گوشے گوشے میں پروگرام رکھ کر دونوں فرقے کے لوگوں کو ایک اسٹیج پر جمع کیا گیا، ۱۹۹۷ء میں جب

آزادی کی گولڈن جوبلی منائی جا رہی تھی، آپ نے ”کاروان آزادی“ نکالنے کا اہتمام کیا، جس میں جنگ آزادی میں مسلمانوں کے کردار پر بیانات کا سلسلہ میسور سے شروع کر کے پورے ملک میں پھیلا یا گیا، مدارس کو حکومت کے نشانے سے بچانے کے لئے ”رابطہ مدارس کانفرنس“ بلائی، ناڈا اور پوٹوں کے خلاف بہت ہی مؤثر آواز اٹھائی، ان کے علاوہ ۱۹۸۸ء میں غریبوں کے علاج کے لئے پٹنہ میں ”سجاد ہسپتال“ قائم کیا، مسلمانوں کو روزگار سے جوڑنے کے لئے پٹنہ میں ”مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ“ قائم کیا اور اس کے ذیلی ادارہ کے طور پر پورنیہ، دربھنگہ، مدھوبنی، چترا، راورکیلا وغیرہ میں بھی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ قائم کئے، مدارس اسلامیہ کا معیار تعلیم بلند کرنے کے لئے ۱۹۹۶ء میں ”وفاق المدارس الاسلامیہ“ بنائی، جس سے ۱۷۵ آزاد مدارس ملحق تھے، ۱۹۷۸ء میں نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کی ضروری اصلاح کے لئے ”مدارس اسلامیہ کنونشن“ منعقد کی، جس میں ”مدارس اسلامیہ کنونسل“ کا قیام عمل میں آیا، ۱۹۷۰ء میں جب مسلم مجلس مشاورت قائم ہوئی اس کی تشکیل میں بھی آپ کا حصہ رہا۔

### عہدے اور ایوارڈ

قاضی مجاہد صاحبؒ واقعی اسم بامسمیٰ تھے، ان کی پوری زندگی ”جہد مسلسل“ سے عبارت تھی اور اقبال کا یہ شعر :

شرع محبت میں ہے عشرت منزل حرام  
شورش طوقاں حلال ، لذت سائل حرام

آپ کی زندگی پر پوری طرح فٹ تھا، چنانچہ بیک وقت کئی کئی اداروں سے آپ کی وابستگی تھی اور ہر ادارہ کا کام بحسن و خوبی انجام دیتے تھے، آپ چند سالوں امارت شرعیہ کے ناظم رہے، تاحیات (۴۰ سال) دارالقضاء امارت شرعیہ کے چیف قاضی رہے اور اخیر عمر میں نائب امیر شریعت بھی رہے، اس کے علاوہ آپ سجاد ہسپتال کے سکریٹری، مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے صدر، وفاق المدارس الاسلامیہ کے بانی و چیرمین، سہ ماہی ”بحث و نظر“

کے مدیر، المعہد العالی للحدیث فی القضاء والافتاء کے بانی و صدر، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے بانی و جنرل سکرٹری، مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن تاسیسی، رکن عاملہ، محکمہ دارالقضاء کے کنوینر اور اخیر میں صدر بھی رہے، آل انڈیا ملی کونسل کے بانی و صدر، انسٹی ٹیوٹ آف آنجکلیو اسٹڈیز دہلی کی گورننگ باڈی کے ممبر، الائمین اسلامک فائنانشل فاؤنڈیشن کے شریعہ بورڈ کے رکن، اسلامک فقہ اکیڈمی (مکہ مکرمہ) کے رکن، انٹرنیشنل اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کے اسپرٹ ممبر، المجموع العلمی العالی دمشق کے رکن اور الہیئۃ الخیریۃ الاسلامیۃ العالمیۃ کویت کے رکن اعزازی تھے۔

آپ کی اس ہمہ جہت خدمت اور مقبولیت کی وجہ سے مختلف اداروں سے آپ کو جتنے ایوارڈس ملے ہیں، ہندوستان میں بہت کم ہی لوگوں کو اتنے ایوارڈس حاصل ہوئے ہیں، آپ کی مختلف خدمتوں کے اعتراف میں ملنے والے ایوارڈس اس طرح ہیں :

- ✧ ”کیونٹی لیڈرشپ ایوارڈ“: الائمین ایجوکیشنل ٹرسٹ کی طرف سے۔
- ✧ ”شاہ ولی اللہ ایوارڈ“: انسٹی ٹیوٹ آف آنجکلیو اسٹڈیز دہلی کی طرف سے۔
- ✧ ”مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ایوارڈ“: انجی، یعنی امریکن فیڈریشن آف مسلمس کی طرف سے۔
- ✧ ”بہترین اسلامی شخصیت ایوارڈ“: بیسی، یعنی مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن آف ساؤتھ انڈیا کی طرف سے۔

- ✧ ”فقہی ایوارڈ“: حکومت کویت کی اعلیٰ مشاورتی کمیٹی کی طرف سے۔
- ✧ ”گولڈ میڈل“: حکومت مراکش کی طرف سے بہترین اسلامی و علمی خدمات پر، جو آپ کی وفات کے دن موصول ہوا۔

ان کے علاوہ حکومت ہند بھی اعزاز دینا چاہتی تھی، مگر آپ بی سب سے بڑی حکومت کا اعزاز قبول کرنا نہیں چاہتے تھے، اس لئے اس سے بے التفاتی برتی اور زبان حال سے معذرت کر دی۔

### مطلبہ و مستفیدین

اگر شاگردی کو مطبوعہ کتابوں کے اسباق میں محدود نہ مان کر اس کا وسیع معنی مراد لیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے سب سے پہلے، سب سے بڑے، سب سے قریبی سب سے بااعتماد، سب سے زیادہ مستفید ہونے والے اور آپ کے بعد آپ کی جانشینی کا صحیح حق رکھنے والے شاگرد فقہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ہیں، مولانا رحمانی نے غیر رسمی طور پر ہدایت الخو وغیرہ کے بعض اسباق کے علاوہ قاضی صاحب سے صفحہ قرطاس پر لکھے ہوئے حروف و نقوش کو تو باضابطہ نہیں پڑھا؛ لیکن قاضی صاحب کے صفحہ ہستی پر بنے نقوش کو سب سے زیادہ مولانا رحمانی نے ہی پڑھا اور قاضی صاحب کی کتاب زندگی کا سب سے زیادہ مطالعہ آپ ہی کے حصہ میں آیا۔

قاضی صاحب کے قیام موگیر کے زمانہ میں جن لوگوں نے باضابطہ آپ سے استفادہ کیا ان میں مولانا محمد ولی رحمانی (خلف رشید مولانا منت اللہ رحمانی)، مولانا صغیر احمد رحمانی، مولانا فضل الرحمان (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بھٹکل)، مولانا محمد رضوان القاسمی (ناظم دارالعلم سبیل السلام حیدرآباد)، مولانا جسیم الدین رحمانی (قاضی شریعت بہار، اُڑیسہ، جھارکھنڈ)، مولانا شعیب احمد رحمانی، مولانا نیاز احمد رحمانی اور مولانا غیاث الاسلام رحمانی وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں اور جن لوگوں نے آپ کے قیام امارت شریعہ کے زمانہ آپ سے قضاء کی تربیت حاصل کی ان میں مولانا محمد قاسم مظفر پوری (سابق شیخ الحدیث و قاضی شریعت مدرسہ رحمانیہ سوپول، بہار)، مولانا جسیم الدین رحمانی (قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء پٹنہ)، قاضی عبد الاحد ازہری (قاضی شریعت مالگاؤں)، قاضی عبد الجلیل قاسمی (قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء پٹنہ) اور مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی (قاضی شریعت لکھنؤ) کے نام خاص کر قابل ذکر ہیں۔

## وفات و تدفین

۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ مطابق ۳ اپریل ۲۰۰۲ء جمعرات کا دن رخصت ہو رہا تھا، اسی وقت شام سات بجکر پانچ منٹ میں اپنی طویل علالت؛ بلکہ تھکاوٹ کے بعد یہ مسافر جوار رحمت میں سو گیا (إنا لله وإنا إليه راجعون) آپ نے آخری سانس دہلی کے اپولو ہسپتال میں لی، صبح آپ کی پہلی نماز جنازہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں پڑھی گئی، حضرت مولانا محمد سالم صاحب سے نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی گئی، مگر ان کے اشارہ پر مولانا عبد اللہ مغیشی نے نماز پڑھائی، دوسری نماز دہلی ایئر پورٹ پر مولانا یعقوب صاحب (استاذ مظاہر علوم وقف) نے پڑھائی، جمعہ کے بعد تیسری نماز امارت شرعیہ میں مولانا نظام الدین (امیر شریعت) نے پڑھائی، عشاء کے بعد آخری نماز جنازہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے مہدولی (درہنگہ) میں پڑھائی اور وہیں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔





## فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات - ایک مختصر جائزہ

نواں باب

موجودہ فقہی شخصیات





## مفتی ظفر الدین مفتاحی

### تاریخ پیدائش اور وطن

مفتی ظفر الدین صاحب کی پیدائش ۲۱ شعبان ۱۳۴۲ھ مطابق ۷ مارچ ۱۹۲۶ء ”پورا نوڈیہا“ نامی گاؤں میں ہوئی، یہ گاؤں شہر درہنگہ سے مشرق کی جانب تقریباً پانچ کلومیٹر کی دوری پر ”کمانڈی“ کے کنارے واقع ہے، آپ کے والد کا نام منشی شمس الدین ہے، جو ریلوے ملازم تھے۔

### تعلیم و تدریس

مفتی صاحب کی تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں کے مکتب میں میاں جی محمد یوسف کے پاس ہوا، اس وقت آپ کی عمر چار یا پانچ برس کی تھی، پھر اپنے چچا زاد بھائی مولانا عبدالرحمن صاحب (جو آپ کے بہنوئی بھی تھے اور حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ کے بعد امارت شرعیہ پھلواڑی شریف پٹنہ کے پانچویں امیر شریعت بھی بنے) کے ساتھ مدرسہ محمودیہ، راج پور، نیپال چلے گئے، وہاں آپ نے قرآن پاک کا حفظ شروع کر دیا؛ لیکن آپ کم عمر بھی تھے اور جسمانی اعتبار سے کمزور بھی؛ اس لئے آپ کو حفظ سے درجہ عربی و فارسی میں داخل کر دیا گیا، پھر مولانا عبدالرحمن صاحب جب مدرسہ محمودیہ (نیپال) سے چھپرہ شہر کے مدرسہ وارث العلوم منتقل ہوئے تو آپ کو بھی اپنے ساتھ چھپرہ (بہار) لے گئے، یہ ۱۹۳۳ء کا ابتدائی مہینہ تھا، درمیان سال میں آپ مدرسہ بورڈ کے امتحان کے لئے گھر واپس آ گئے، پھر جب چھپرہ پڑھنے کے لئے گئے تو ٹرچ و قایہ وغیرہ پڑھتے ہوئے نیچے درجہ کے طلبہ کو پڑھانے کے لئے بلا-عاوضہ آپ کا تقرر بھی ہو گیا۔

چھپرہ میں تعلیم کے زمانہ میں یہ طے ہوا کہ اب شوال میں کسی آزاد مدرسہ میں داخلہ لیا جائے اور اس کے لئے مدرسہ مفتاح العلوم مئو کا انتخاب ہوا؛ چنانچہ ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء کو اپنے ایک ساتھی کے ساتھ مفتاح العلوم پہنچے، وہاں آپ کی ذہانت کو دیکھتے ہوئے ممتحن صاحب نے خوش ہو کر فرمایا: ”تم اپنے لئے کتابیں خود تجویز کر لو، بڑے صاحب (جو آپ کے ساتھ داخلہ کے لئے گئے تھے) کے لئے میں خود تجویز کر دوں گا۔“ آپ نے شرح بقایہ ہی کی جماعت اپنے لئے پسند کی، مگر ناظم مدرسہ نے فرمایا کہ شرح دقایہ تو تم پڑھ چکے ہو، ہدایہ کی جماعت میں داخلہ لے لو؛ چنانچہ آپ نے ہدایہ کی جماعت میں داخلہ لے لیا۔

۱۹۴۲ء میں جب ”ہندوستان چھوڑو“ تحریک شروع ہوئی تو آپ نے بھی اس علاقہ میں قائدانہ رول ادا کیا اور آپ کو اس طرح چھپ چھپا کر رہنا پڑا کہ خود آپ کے بقول: ”کس نئی پرسد کہ بھیا کون ہو؟“ کے آپ مصداق بن گئے، مجبوراً چند دنوں کی روپوشی کے بعد آپ گھر واپس آ گئے اور آئندہ سال مدرسہ سے اطلاع آئی کہ آپ ابھی مدرسہ نہ آئیں، اس طرح پورا ایک سال آپ کو روپوشی کی حالت میں گزارنا پڑا؛ البتہ اس دوران آپ مدرسہ حمید یہ چھپرہ (بہار) اپنے سابق استاذ مولانا عبدالرحمن کے پاس چلے گئے اور وہاں عالم اکرا منیشن بورڈ کی تیاری کی اور امتحان میں شریک ہو کر کامیاب بھی ہوئے، پھر مولانا حبیب الرحمن اعظمی کا خط آیا کہ ”وارنٹ منسوخ ہو گیا ہے، اب تم مدرسہ آ سکتے ہو“ — آپ نے اپنے گھر والوں اور اساتذہ سے مشورہ کیا تو چوں کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ اس وقت نئی تال جیل میں تھے؛ اس لئے اساتذہ نے دورہ حدیث کے لئے دیوبند کے بجائے مولانا حبیب الرحمن اعظمی کے پاس جانے کا مشورہ دیا اور آپ مفتاح العلوم مئو چلے گئے اور ۱۱ شعبان ۱۳۶۳ھ مطابق یکم اگست ۱۹۴۴ء کو سالانہ امتحان دے کر فراغت پائی۔

فراغت کے بعد مدرسہ میں لگنے کے بجائے آپ کو مزید علمی پختگی اور قلمی تربیت کا خیال ہوا اور اس کے لئے شعبان ہی میں مولانا سید سلیمان ندوی سے رابطہ کیا؛ لیکن آپ کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اور آپ مدرسہ مفتاح العلوم ہی میں مدرس بنائے گئے، ایک سال

آپ نے یہاں تدریس کی خدمت انجام دی، پھر سید صاحب کے مشورہ سے ندوہ میں داخلہ لیا، اس وقت ندوہ میں کل سوطلبہ تھے اور آپ کی جماعت میں آٹھ نوطلبہ، وہاں چوں کہ آپ کو پڑھی ہوئی کتابیں پڑھنی ہوتی تھیں؛ اس لئے آپ کی طبیعت بھی نہیں لگ رہی تھی اور وہاں کے ایک استاذ مولانا محمد اولیس ندوی نگرانی نے بھی فرمایا: ”آپ کیوں پڑھنے آگئے؟ حالاں کہ آپ فارغ ہو چکے ہیں، ہمارے یہاں صدر مدرس کی ضرورت ہے، مشکوٰۃ وغیرہ پڑھانی ہوگی، آپ تیار ہوں تو وہاں بھیج دوں“ — اس لئے آپ نے سید صاحب اور مولانا حبیب الرحمن اعظمی کی اجازت سے دو مہینے میں ندوہ چھوڑ دیا اور ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو تدریسی خدمات کے لئے نگرام چلے گئے۔

نگرام میں آپ نے دو سال قیام کیا، درمیان میں آپ کے والد صاحب کا بھی انتقال ہو گیا اور اگست ۱۹۳۷ء کی آزادی میں دہلی، پنجاب اور پٹنہ میں مسلمانوں کے خون سے جس طرح ہولی کھیلی گئی، اس کو بیان کرنے کے لئے لوہے کا کلیجہ اور پتھر کا دل چاہئے، ان حالات کی وجہ سے مسلمانوں میں سراسیمگی سی پھیل گئی اور عام طور پر لوگ عدم تحفظ کے احساس کی وجہ سے سفر سے کترانے لگے، چنانچہ آپ بھی جب دسمبر ۱۹۳۷ء میں گھر گئے تو گھر والوں نے نگرام واپس نہیں ہونے دیا اور بہار ہی میں رہنے کا مشورہ دیا، چنانچہ ۳ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۴۸ء کو ضلع مونگیر (بہار) کے ”سانحہ“ گاؤں میں مدرسہ معینیہ میں آپ کا تقرر ہوا، اس وقت وہاں صرف حفظ تک کے بچے تھے، آپ کے جانے کے بعد ہدایۃ النہج اور ہدایہ وغیرہ کے طلبہ آئے اور آپ نے ان طلبہ کو تعلیم دی۔

سانحہ میں لوگ آپ سے بہت مانوس ہو گئے تھے، مگر ایک گروہ کو آپ کی تنخواہ پچاس روپے ہونے پر اعتراض تھا کہ یہ زیادہ ہے، جس کی وجہ سے آپ کے ساتھ کچھ حالات بھی پیش آئے، بالآخر آپ نے اپنے استاذ حضرت اعظمیؒ کے حکم پر سانحہ چھوڑ کر ڈابھیل جانے کا فیصلہ کیا، جہاں آپ کو ایک سو پچاس روپے تنخواہ پر جلالین، مشکوٰۃ، ہدایہ، ابن ماجہ وغیرہ پڑھانے کے لئے بلایا گیا تھا، سانحہ مدرسہ کے سکریٹری آپ کو بہت جانتے تھے، انہوں نے کہا کہ آپ کو دو ماہ

کی چھٹی دی جاتی ہے، آپ ضرور جائیں؛ تاکہ جن لوگوں کو آپ کے پچاس روپے مشاہرہ ہونے پر اعتراض ہے، ان کو معلوم ہو جائے کہ آپ صرف پچاس نہیں؛ بلکہ ایک سو پچاس روپے کے قابل ہیں؛ چنانچہ آپ یکم محرم ۱۳۶۸ھ کو مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل چلے گئے؛ تاہم وہاں کی آب و ہوا بالکل راس نہیں آئی، یہاں تک کہ ڈاکٹروں نے کہا کہ اگر آپ یہاں رہیں تو ٹی بی ہونے خطرہ ہے؛ چنانچہ آپ چند دنوں قیام کے بعد گھر چلے آئے، گھر آنے کے بعد کچھ دنوں میں آپ کی طبیعت بھی ٹھیک ہو گئی اور سانحہ مدرسہ کی چھٹی کے دو ماہ بھی پورے ہو رہے تھے، اس لئے مدرسہ کے سکرٹری اور مجلس عاملہ کی طرف سے پھر آپ کو سانحہ بلایا گیا اور آپ اپنی صحت کا خیال رکھتے ہوئے سانحہ چلے گئے، وہاں ۵ ستمبر ۱۹۵۶ء تک رہے اور مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں بڑی محنت کی۔

### دارالعلوم دیوبند میں تقرری کا سبب

۱۳۷۵ھ میں جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کے نئے کتب خانہ کا افتتاح تھا، سانحہ مدرسہ، جامعہ رحمانی سے قریب تھا؛ اس لئے وہاں کثرت سے آپ کی آمد و رفت رہتی تھی، خاص کر وہاں کی لائبریری سے استفادہ کے لئے آپ برابر جایا کرتے تھے؛ چنانچہ مولانا منت اللہ رحمانی نے اس افتتاحی اجلاس میں آپ کو بھی شریک ہونے کو کہا، آپ نے اس میں کتب خانہ کی ضرورت و اہمیت پر مقالہ پیش کرنے کی خواہش ظاہر کی، مولانا منت اللہ رحمانی تیار ہو گئے؛ چنانچہ آپ نے اس جلسہ میں ”کتب خانہ کی ضرورت و اہمیت“ کے عنوان سے مقالہ پیش کیا، اجلاس میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور حضرت قاری محمد طیب صاحب (مہتمم دارالعلوم دیوبند) بھی شریک تھے، یہ مقالہ ان بزرگوں کو بہت پسند آیا اور یکم ستمبر ۱۹۵۶ء کو قاری محمد طیب صاحب کی طرف سے دارالعلوم دیوبند میں آپ کی تقرری کا خط آیا :

دل طیب نے بھی مونگیر کے اجلاس میں پایا

صحافت کا حسین پیکر ظفر الدین مفتاحی

۵ ستمبر کو آپ سانحہ سے چلے اور ۹ ستمبر ۱۹۵۶ء کو دارالعلوم دیوبند پہنچ گئے، وہاں مختلف

علمی و فقہی کاموں میں آپ لگے رہے اور مفوضہ کام کو بڑی خوبی کے ساتھ انجام دیا۔  
ادھر سانحہ (مدرسہ معینیہ، مونگیر) والے آپ کے لئے بے چین ہو گئے اور کئی بار ذمہ دارانِ دارالعلوم سے درخواست کی کہ مفتی صاحب کو ہمارے یہاں واپس کر دیا جائے، حضرت قاری طیب صاحبؒ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے، تو ان لوگوں کا اصرار ہوا کہ کچھ دنوں کے لئے ہی آکر صرف مدرسہ سنبھال دیں، پھر دارالعلوم واپس ہو جائیں گے، اس پر قاری طیب صاحبؒ نے رضامندی ظاہر کر دی، چنانچہ ۲۲ شوال ۱۳۷۸ھ تا ۲۱ محرم ۱۳۷۹ھ کی چھٹی لے کر آپ سانحہ پہنچ گئے اور وہاں کے نظم و نسق کو درست فرمایا، پھر ۲۲ محرم کو دارالعلوم حاضر ہو گئے۔

## دارالعلوم کی آغوش میں علمی و فقہی خدمات

دارالعلوم کی آغوش میں آپ نے باضابطہ جو خدمات انجام دیں، ان کو درج ذیل خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

- ۱۔ شعبہ تبلیغ و تصنیف: — دارالعلوم دیوبند پہنچنے کے بعد سب سے پہلے آپ کی قلمی صلاحیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جماعت اسلامی کے بعض نظریات کی تردید میں آپ کو لکھنے کا حکم دیا گیا؛ کیوں کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ کو اس جماعت سے ذہنی بعد تھا، آپ نے تقریباً دو ماہ میں اس کام کو پورا کیا اور ”جماعت اسلامی کے دینی رجحانات“ کے نام سے ایک کتاب تیار کر دی، جس میں جماعت اسلامی کے بعض نظریات کی تردید کی گئی تھی۔
- ۲۔ ترتیب فتاویٰ: — آپ کا مزاج چوں کہ فقہی اور مثبت انداز میں لکھنے کا تھا، جس کا مہتمم صاحب کے ذہن رسا نے اندازہ کر لیا تھا، اس لئے ۶/۷۱ قعدہ ۱۳۷۶ھ کو آپ کا تبادلہ دارالافتاء میں مرتب کی حیثیت سے کر دیا گیا اور پھر ۲۹ محرم ۱۳۷۷ھ سے فتاویٰ نویسی کا کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا، آپ استثناء کے جواب بھی لکھتے تھے اور ترتیب فتاویٰ کا کام بھی انجام دیتے تھے، شروع کے ایک سال میں تو ترتیب کا کام بہت سست رفتاری سے ہوا؛ لیکن

ایک سال بعد جب آپ کو مختی محرر ملا تو کام میں بڑی تیزی آئی، آپ نے مفتی عزیز الرحمن عثمانی کے تمام فتاویٰ کو غور سے پڑھ کر ان پر باب وار، پھر فصل وار عنوانات لگائے، مسائل کے حوالے عبارتوں کے ساتھ نقل کئے اور جو کام گزشتہ پانچ سالوں سے ہو رہا تھا، مگر ایک ورق نہیں چھپ سکا تھا، اس کو آپ نے چار سالوں میں مکمل کر دیا، یہ فتاویٰ اس وقت ۱۲ ضخیم جلدوں میں مکتبہ دارالعلوم دیوبند سے چھپا ہے، جس میں پہلی جلد پر ۶۴ صفحات پر مشتمل آپ کا مقدمہ اور ۲۸ صفحات کا قاری محمد طیب صاحب کا پیش لفظ ہے۔

۳۔ کتب خانہ کی ترتیب: — ۱۳۸۲ھ میں جب دفاتر کے جائزہ کے سلسلہ میں شوریٰ میں رپورٹ پیش کی گئی تو اس میں کتب خانہ کی بد حالی کی شکایت سب سے زیادہ تھی؛ چنانچہ شوریٰ کے اکابر نے چاہا کہ کتب خانہ کی ترتیب جدید کی ذمہ داری کسی اچھے، ذی علم، ذی استعداد، مطالعہ سے دلچسپی رکھنے والے اور سلیقہ مند شخص کو دی جائے اور ترتیب فتاویٰ کا کام چوں کہ مفتی صاحب نے بڑے سلیقہ اور تیز رفتاری سے کیا تھا، اس لئے ترتیب کتب خانہ کے لئے بھی سمجھوں کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی اور آپ کا تبادلہ کتب خانہ میں ہو گیا، گو آپ کو یہ تبادلہ بہت شاق گذرا؛ لیکن آپ نے ہمت جٹا کر اس کام کو شروع کیا، آپ کو کتب خانہ کی ترتیب جدید کے لئے مختلف اسفار کی بھی اجازت دی گئی؛ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ سب سے پہلے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی گئے اور ایک ہفتہ وہاں قیام کر کے کتب خانہ کا تفصیلی جائزہ لیا اور مختلف لوگوں سے اس سلسلہ میں تبادلہ خیال بھی کیا، پھر رضا لاہوری رام پور تشریف لے گئے، وہاں کی ترتیب آپ کو بہت پسند آئی، وہاں بھی آپ نے ایک ہفتہ قیام کیا اور ضروری چیزیں نوٹ کیں، پھر خدا بخش لاہوری، پٹنہ کا بھی جائزہ لیا اور واپس آ کر کتب خانہ کی ترتیب کا کام شروع کر دیا، آپ نے پہلے مطبوعہ کتابوں کو زبان وار اور فن وار الگ الگ کیا اور کارڈ سسٹم جاری کیا، پھر مخطوطات کا حصہ الگ کیا اور ان کا دو جلدوں میں تعارف بھی لکھا، جسے بہت پسند کیا گیا، پھر آپ نے اکابر دیوبند کی کتابیں ایک الگ کمرہ میں رکھوائیں، تاکہ تحقیق و ترمیم کرنے والوں کو آسانی ہو اور ان کتابوں کا تعارف بھی لکھا؛ لیکن وہ تعارف چھپنے سے



پہلے ایک حادثہ میں ضائع ہو گیا، نیز پہلے وہاں بیٹھ کر طلبہ کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا انتظام نہیں تھا، آپ کی کوششوں سے یہ انتظام ہوا۔ اس طرح ترتیب فتاویٰ کے بعد کتب خانہ کی ترتیب کا کام بھی آپ کے ہاتھوں مکمل ہوا، جس سے باذوق اہل علم کی شکایات دور ہوئیں اور لاہری زیادہ سے زیادہ استفادہ کے لائق بنی، آج بھی یہ کتب خانہ اسی ترتیب پر ہے اور اس کا سارا انتظام اسی منہج پر چل رہا ہے۔

کتب خانہ کی ترتیب کا یہ کام اتنا پسند کیا گیا اور اس پہلو سے بھی آپ کی قابلیت کو اتنی شہرت ملی کہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں جب دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) نے پچاسی سالہ جشن کا اعلان کیا تو اجلاس سے قبل وہاں کے مخطوطات کی ترتیب کے لئے آپ ہی کو مدعو کیا گیا؛ چنانچہ حضرت مہتمم صاحب کی اجازت سے آپ وہاں تشریف لے گئے، وہاں مخطوطات کا حال بہت برا تھا، آپ نے بڑی قابلیت سے تین ماہ میں پوری ترتیب کا کام مکمل کر دیا اور ان پر ایک تعارف بھی لکھ کر مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے حوالہ کیا، جسے بڑی پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا گیا۔ (۱)

۴۔ خدمت افتاء:۔ جس وقت آپ کو دارالافتاء میں ترتیب فتاویٰ کے لئے رکھا گیا تھا، اس کے دو ماہ بعد ہی افتاء کا کام بھی آپ کے سپرد کر دیا گیا تھا اور حقیقت میں آپ اسی کام کے لائق بھی تھے؛ کیوں کہ آپ کا مزاج شروع سے فقہی رہا ہے، جس کا اظہار امیر شریعت رابع مولانا منت اللہ رحمانی، مولانا سید سلمان ندوی، مولانا حبیب الرحمن اعظمی، مولانا مناظر احسن گیلانی وغیرہ نے اپنے مختلف خطوط میں کیا ہے؛ لیکن درمیان میں آپ کی متنوع صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ سے مختلف کام لئے گئے، آپ نے افتاء کا کام فراغت کے بعد ہی سے شروع کر دیا تھا اور کتب خانہ کی ترتیب کے زمانہ میں بھی افتاء اور ترتیب فتاویٰ کا کام انجام دیتے تھے، جس میں تمام مسائل کے حوالہ کے لئے مختلف کتابوں سے مراجعت کی ضرورت پڑتی تھی اور آپ یہ کام بے حد شوق کرتے تھے؛ کیوں کہ یہ کام آپ کے ذوق کے

(۱) دیکھئے: زندگی کا علمی سفر (خودنوشت سوانح حیات)

مطابق بھی تھا اور اس میں مفتی عزیز الرحمن جیسی وسیع العلم شخصیت کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے سے خود اپنے علم میں وسعت بھی پیدا ہو رہی تھی اور ہر مسئلہ کا حوالہ درج کرنے کی وجہ سے مطالعہ کا ذوق بھی پورا ہو رہا تھا۔

دارالعلوم دیوبند جب نئی انتظامیہ کے ہاتھوں میں آیا تو ۲۸/ صفر ۱۴۰۳ھ میں پھر آپ کا تبادلہ دارالافتاء میں مفتی کی حیثیت سے کر دیا گیا اور آپ اخیر تک اسی عہدے پر باقی رہے، آپ کے فتاویٰ پر لوگ بڑے مطمئن تھے اور بہت اعتماد کرتے تھے۔

دارالعلوم دیوبند میں آپ اپنی علمی و فقہی لیاقت کی وجہ سے ”آفتاب فقہ“ کہلاتے تھے؛ چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں جب آپ کی تدریس و افتاء کی خدمت کو پچاس سال مکمل ہوئے تو ۲۰۰۵ء میں دارالعلوم میں طلبہ بہار، اڑیسہ، نیپال و جھارکھنڈ کے متحدہ پلیٹ فارم ”بزم سجاد“ کی ذمہ داری (صدارت) راقم الحروف سے متعلق تھی، اس وقت ”بزم سجاد“ نے مفتی صاحب کی پچاس سالہ خدمت پر ایک ”جشن“ منانے کا اعلان کیا اور پہلی بار بزم سجاد سے وابستہ تمام انجمنوں کے دیواری پرچوں نے اتفاق رائے سے ایک ہی دن ایک ہی وقت اور ایک ہی انداز سے ”آفتاب فقہ نمبر“ شائع کیا اور بزم سجاد کے صحافتی ترجمان ماہنامہ ”البیان“ نے آپ کے لئے منظوم خراج عقیدت کا نمبر شائع کیا، پھر بڑے پیمانہ پر ایک سیمینار کا پروگرام مرتب کیا گیا؛ لیکن بعض رکاوٹوں کی وجہ سے یہ پروگرام سوچے ہوئے طریقہ پر نہیں کیا جاسکا اور بزم سجاد (سجاد لاہوری) کے ہی سالانہ اجلاس میں اس کو ضم کر دیا گیا، اس موقع سے آپ کی پچاس سالہ فقہی خدمات پر مقالے پڑھے گئے اور فریم کی شکل میں راقم الحروف سمیت کئی طلبہ کی طرف سے منظوم خراج عقیدت بھی پیش کیا گیا، جس سے طلبہ میں آپ کی محبوبیت اور مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس پروگرام میں اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے کئی نمائندوں نے اور دہلی کے مختلف اداروں سے تعلق رکھنے والے افراد و اشخاص نے شرکت کی، آل انڈیا تعلیمی و ملی فاؤنڈیشن کے صدر مولانا اسرار الحق قاسمی اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے جنرل سکرٹری مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنا تحریری پیغام بھیجا اور مولانا محمد ولی رحمانی نے پروگرام کی صدارت فرمائی۔



## دیگر عہدے اور ذمہ داریاں

دارالعلوم میں افتاء کے ساتھ مختلف اوقات میں دوسری ذمہ داریاں بھی آپ سے متعلق رہیں اور مختلف جہات سے آپ نے خدمات انجام دیں، چنانچہ دارالعلوم کا ترجمان ماہنامہ دارالعلوم پہلے ادارہ کے بغیر چھپ رہا تھا، اس لئے ۱۳۸۵ھ میں آپ کو رکن ادارت مقرر کیا گیا اور کافی دنوں (فروری ۱۹۸۲ء) تک آپ نے ادارہ لکھا، جس کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، ۱۹۹۳ء مطابق ۱۹۸۴ء میں ایک نیا شعبہ ”مطالعہ علوم القرآن“ کھلا تو اس کا نگران آپ ہی کو بنایا گیا، ۱۳۹۶ھ میں بعض فضلاء کو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تصنیفات کے مطالعہ پر رکھا گیا، تو اس کی نگرانی بھی آپ ہی کے ذمہ تھی، ان کے علاوہ ۱۳۹۴ھ میں محکمہ دارالقضاء اور ”الداعی“ کی نگرانی میں بھی آپ رکن رہے، نیز ۱۴۰۳ھ میں آپ کو شعبہ افتاء میں رسم المفتی اور درمختار کا سبق بھی ملا، تین چار سال تک دونوں کتابیں آپ نے پڑھائیں، پھر مشورہ اور آپ کی رضامندی سے رسم المفتی دوسرے صاحب کو دے دی گئی اور درمختار آپ نے اخیر تک پڑھائی، ۲۰۰۸ء میں آپ نے اپنے فرزندوں کے اصرار پر اپنی پیرانہ سالی اور علالت کی وجہ سے دارالعلوم سے علاحدگی اختیار کر لی اور اس وقت اپنے وطن (در بھنگہ) بنی میں رہ رہے ہیں، امارت شرعیہ سمیت کئی اداروں نے آپ کو پیشکش کی، مگر آپ نے گھر میں رہنے کو ہی ترجیح دی۔

دارالعلوم دیوبند کے علاوہ آپ اپنی صلاحیت و استعداد اور علمی حلقوں میں مقبولیت و محبوبیت کی وجہ سے کئی اور بھی عہدوں پر فائز رہے؛ چنانچہ ہندوستان کی سب سے بڑی اور تمام مسلمانوں کی متحدہ تنظیم آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس تاسیسی اور مجلس عاملہ کے رکن ہیں، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے صدر عالی قدر ہیں، امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ کے معزز رکن شوریٰ ہیں اور مختلف دینی درسگاہوں اور ملی اداروں کے سرپرست ہیں، آپ کی سرپرستی میں یہ ادارے بڑی تیزگامی سے اپنا ترقیاتی سفر طے کر رہے ہیں اور آپ کا سایہ ان کے لئے ”سایہ رحمت“ سے کم نہیں :

گھنے درخت کے سائے کی عمر لمبی ہو  
کہ اس کے نیچے مسافر قیام کرتے ہیں

اساتذہ اور تلامذہ

مفتی صاحب کے اساتذہ میں مولانا عبدالرحمن (امیر شریعت خاص امارت شرعیہ پٹنہ) محدث جلیل مولانا حبیب الرحمن اعظمی، مجاہد ملت مولانا عبداللطیف نعمانی، مولانا عطا شاہ، مولانا محمد ناظم ندوی، مولانا حمید الدین اور مولانا محمد اسحاق سندیلوی خاص کر قابل ذکر ہیں اور آپ کے تلامذہ میں مولانا سعید الرحمن اعظمی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) مولانا محمد ولی رحمانی (سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر و نائب امیر شریعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ) مولانا ریاست علی شیر کوٹی، مولانا محمد رضوان القاسمی (ناظم دارالعلوم سہیل السلام، حیدرآباد)، مولانا شاہین جمالی (میرٹھ) مولانا ابراہیم گجراتی اور مولانا سمیع اللہ وغیرہ کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

علمی اور قلمی سرمایہ

آفتاب فقہ حضرت مولانا مفتی محمد ظفر الدین ایک اچھے مفتی، اچھے مدرس اور اچھے خطیب بھی ہیں؛ لیکن آپ کا اصل مزاج علم و تحقیق اور تصنیف و تالیف کا ہے، آپ نے مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں، آسان زبان، دلنشین اسلوب اور خوبصورت انداز تحریر میں آپ مثالی حیثیت رکھتے ہیں، آپ کی تمام تصنیفات بے حد مقبول ہیں اور بعض کتابوں کا ایران وغیرہ میں فارسی ترجمہ بھی ہوا ہے اور بعض کا انگریزی ترجمہ بھی — ذیل میں آپ کی تصنیفات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے :

۱۔ اسلام کا نظام مساجد: — یہ آپ کی پہلی باضابطہ تصنیف ہے، جسے آپ نے مدرسہ معینیہ سانحہ صلح مونگیر میں مرتب کیا تھا، کتاب کی ترتیب سے قبل مولانا سید سلیمان ندوی، مفتی عتیق الرحمن عثمانی، مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن

سیوہاروی وغیرہ سے مراسلت بھی کی گئی تھی اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی نظر ثانی کے بعد اس کی اشاعت ہوئی۔

- ۲- اسلام کا نظام امن۔
- ۳- اسلام کا نظام عفت و عصمت: — اس کا انگریزی ترجمہ بھی کویت اور دہلی سے شائع ہوا ہے۔
- ۴- اسلامی نظام معیشت۔
- ۵- اسلام کا نظام جرم و سزا۔
- ۶- دارالعلوم دیوبند — قیام اور پس منظر۔
- ۷- دارالعلوم ایک عظیم مکتب فکر۔
- ۸- مشاہیر علماء دیوبند: — مذکورہ تینوں رسالے دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ کے موقع سے مرتب کیے گئے تھے۔
- ۹- امارت شرعیہ — کتاب و سنت کی روشنی میں۔
- ۱۰- امارت شرعیہ — دینی جدوجہد کا روشن باب۔
- ۱۱- مصائب سرور کو نین — اسوۂ حسنہ۔
- ۱۲- تاریخی حقائق: — یہ کتاب صحابہ اور سلف کے واقعات پر لکھی گئی ہے۔
- ۱۳- تاریخ مساجد: — یہ کتاب اسلامی تاریخ کی یادگار مسجدوں سے متعلق تصنیف کی گئی ہے۔
- ۱۴- حیات گیلانی: — معروف اہل قلم مولانا مناظر احسن گیلانی کی مفصل سوانح حیات۔
- ۱۵- دینی عقائد: — یہ کتاب حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی خواہش پر لکھی گئی تھی، اس میں اہل سنت والجماعت اور علماء دیوبند کے صحیح عقیدے کی ترجمانی کی گئی ہے۔

۱۶۔ جماعت اسلامی کے دینی رجحانات:۔ یہ کتاب بھی قاری طیب صاحب کے حکم پر جماعت اسلامی کے بعض نظریات کی تردید میں لکھی گئی۔

۱۷۔ نظام تربیت۔

۱۸۔ اسلام کا نظام تعمیر سیرت۔

۱۹۔ اسلامی حکومت کے نقش و نگار۔

۲۰۔ تعارف مخطوطات دارالعلوم دیوبند (۲ جلدیں):۔ یہ کتاب دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ کی ترتیب کے موقع سے وہاں کے مخطوطات کے تعارف پر لکھی گئی تھی۔

۲۱۔ مسائل حج و عمرہ۔

۲۲۔ حکیم الاسلام اور ان کی مجالس۔

۲۳۔ تذہ مولانا عبداللطیف نعمانی۔

۲۴۔ تذکرہ مولانا عبدالرشید رانی ساگر۔

۲۵۔ درس قرآن۔

۲۶۔ اسلام کا نظام حیات۔

۲۷۔ حضرت نانوتوی۔ ایک مثالی شخصیت۔

۲۸۔ ترجمہ در مختار:۔ از ابتداء تا کتاب الطلاق۔

۲۹۔ مشاہیر علماء ہند کے مراسلے:۔ اکابر علماء اور مشہور اصحاب قلم حضرات سے جو

آپ کی مراسلت ہوئی اور وہ علمی مضامین، اپنے عہد کے حالات اور کتابوں سے متعلق تبصروں پر مشتمل تھی، عمومی افادہ کے لئے آپ نے انہیں جمع فرما دیا ہے، جن میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا حبیب الرحمن اعظمی، مولانا عبداللطیف نعمانی، حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب، مولانا حقیق الرحمن عثمانی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، مولانا یوسف بنوری، مولانا محمد اویس نگرانی، مولانا عبدالجبار دہلوی، مولانا محمد احمد رحمانی اور امیر شریعت دہلی مولانا محمد منت اللہ رحمانی رحمہم اللہ کے خطوط شامل ہیں۔

۳۰۔ زندگی کا علمی سفر: — یہ آپ کی خودنوشت سوانح حیات ہے، جس کو حضرت الاستاذ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی نے اپنے تفصیلی مقدمہ کے ساتھ المعهد العالی الاسلامی حیدرآباد سے شائع کیا ہے اور اس مضمون میں سب سے زیادہ اسی کتاب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۳۱۔ مجموعہ قوانین اسلامی: — امیر شریعت رابع مولانا سید محمد منت اللہ رحمانی کی خواہش پر آپ نے دفعہ وار اسلامی قوانین کی ترتیب کا کام شروع فرمایا اور کوئی علماء نے اس کام میں حصہ لیا، مگر اس کے ابتدائی مسودہ کی ترتیب کی سعادت آپ ہی کے حصہ میں آئی۔

۳۲۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (۱۲ جلدیں): — یہ مفتی عزیز الرحمن عثمانی (مفتی اول دارالعلوم دیوبند) کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جن کو آپ نے بڑی محنت سے ۱۲ ضخیم جلدوں میں مرتب فرمایا ہے، جن کی آخری جلد کتاب الملقطہ پر ختم ہوتی ہے۔



## مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی

مفتی حبیب الرحمن ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۳۳ء کو خیر آباد ضلع منو ناتھ بھجن میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا نام (مولانا) نذیر احمد ہے اور آپ کے وطن کا پورا پتہ اس طرح ہے: مقام خیر آباد، ڈاک خانہ محمد آباد، تحصیل محمد آباد، ضلع منو ناتھ بھجن (اتر پردیش)۔

آپ نے مختلف دینی اداروں اور عصری دانش گاہوں میں تعلیم حاصل کی؛ چنانچہ مدرسہ منبع العلوم خیر آباد، مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور (اعظم گڑھ)، دارالعلوم منو، مظاہر علوم سہارنپور، داراللمبلغین لکھنؤ میں دینی علوم اور درس نظامی کی تعلیم حاصل کی، پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں آپ نے بی اے، ایم اے، وغیرہ کیا۔

دارالعلوم دیوبند میں آپ نے ضابطہ کے ساتھ داخلہ لئے بغیر قیام کیا اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ سے بخاری شریف اور سنن ترمذی پڑھی اور حضرت مولانا معراج الحق صاحب سے دیوان متنبی کے اسباق پڑھے، پھر تدریسی خدمت کے لئے مالیگاؤں (مہاراشٹر) کے مشہور ادارہ ”مہد ملت“ تشریف لے گئے اور وہاں پانچ سال قیام کیا، اس کے بعد ادارہ محمودیہ (قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور، یوپی) میں آپ نے دو سال تعلیم دی، پھر جامعہ عربیہ حیات العلوم (مراد آباد) میں ۲۳ سال تک درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں آپ کی تقرری ہوئی اور یہاں مختلف کتابیں آپ کے زیر درس رہیں۔

مختلف دینی و عصری علوم کے ساتھ آپ کا اصل یہاں فتویٰ و فتاویٰ ہے؛ چنانچہ آپ نے

مدرسہ حیات العلوم مراد آباد میں درس و تدریس کے ساتھ ۲۳ سال مسلسل افتاء کی بھی خدمت انجام دی اور وہاں کی شرعی پہنچایت کے ممبر بھی رہے، وہاں آپ نے بڑی قابلیت کے ساتھ فقہی اور دینی معاملات میں امت کی رہنمائی اور طلبہ کی تربیت کا فریضہ انجام دیا، چنانچہ آپ کی اسی لیاقت کو دیکھتے ہوئے دارالعلوم دیوبند جیسے موقر ادارہ میں آپ کا تقرر ہو گیا اور پچیس چھبیس سال سے مسلسل آپ دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے وابستہ ہیں، گویا فقہ و فتاویٰ میں آپ کی خدمات کی نصف صدی مکمل ہونے والی ہے، اس وقت آپ دارالعلوم دیوبند ہی میں مقیم ہیں اور وہاں کے دارالافتاء کے ناظم ہیں، نیز افتاء کے طلبہ کی سرانجامی، رسم السنہ اور درمختار کا درس بھی آپ سے متعلق ہے۔

تعلیم و تدریس اور فقہ و فتاویٰ کی باضابطہ مشغولیت کے باوجود مختلف موضوعات پر آپ کی تالیفات بھی لوگوں سے داد تحسین وصول کر چکی ہیں، چنانچہ آپ نے فقہ کے موضوع پر رمضان اور اس کے روزے، مسائل سجدہ سہو، مسائل امامت، مسائل اذان، مسائل سود، مسائل قربانی وغیرہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور سیرت، سوانح اور مواعظ میں مثالی سیرت، سیرت حمزہ، تذکرۃ المصنفین، علم، محبت الہی، محبت رسول، ایمان و یقین، نماز کی اہمیت، زکوٰۃ کی اہمیت، شب براءت اور قرآن اور اس کے حقوق جیسی کتابیں تالیف فرمائی ہیں، ان کے علاوہ شرح مفید الطالبین (اردو) اور حدیث المسک الشذی علی جامع الترمذی کے نام سے حاشیہ بھی آپ نے لکھا ہے، نیز دو کتابیں حاشیہ فتاویٰ رشیدیہ (مع حوالہ جات عربی عبارات) اور الفتاویٰ الجدیدہ غیر مطبوعہ ہیں، ان کے علاوہ آپ کے ہزاروں فتاویٰ ہیں جن کی ترتیب ابھی باقی ہے۔

آپ نے جن بزرگوں سے کسب فیض کیا ہے ان میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا معراج الحق کے علاوہ مولانا شبیر احمد مبار پوری، مولانا حیات صاحب سنبھلی، مولانا حبیب الرحمن اعظمی، مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی اور مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور کے نام خاص کر قابل ذکر ہیں۔

آپ کے تلامذہ کی ایک لمبی فہرست ہے، تاہم ان میں سے ممتاز اور قابل ذکر تلامذہ میں قاضی عبدالاحد ازہری (مالیگاؤں) مولانا محمد حنیف ملی مرحوم، مولانا ابواللیث (استاذ حدیث ملیشیاء یونیورسٹی) مولانا خورشید انور گیاوی و مفتی راشد صاحب اعظمی (استاذ دارالعلوم دیوبند) مفتی شبیر احمد و مفتی محمد سلمان صاحب (مفتی مدرسہ شاعی مراد آباد) مفتی ارشد صاحب مظفرنگری، مفتی جنید عالم و مفتی نسیم احمد مرحوم (امارت شرعیہ، بہار) قاری عبدالستار صاحب (درجنگد) اور قاری غلام رسول اورنگ آبادی کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔





## مولانا خورشید عالم قاسمی

مولانا خورشید عالم ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ، ۹ مارچ ۱۹۳۶ء میں ضلع سہارنپور کے مشہور قصبہ دیوبند میں پیدا ہوئے اور اس وقت دیوبند ہی کے محلہ ”بڑے بھائیان“ میں مقیم ہیں، آپ کے والد محترم مولانا ظہور احمد صاحب دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث رہ چکے ہیں۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے رشتہ کی دادی لمتہ الحنان صاحبہ سے حاصل کی، اس وقت آپ کی عمر پانچ سال کی تھی، حفظ آپ نے قاری محمد کمال صاحب کے پاس مکمل کیا اور دو راہ اپنے نانا حافظ ناظم علی صاحب کے پاس کیا، پھر فارسی، ریاضی وغیرہ کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی، ۱۳۷۰ھ میں آپ نے عربی تعلیم کا آغاز کیا اور ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں آپ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے۔

۱۳۸۳ھ کے اواخر میں مدرس کے لئے دارالعلوم دیوبند میں آپ کا عارضی تقرر ہوا، پھر اگلے تعلیمی سال میں آپ کا استقلال ہو گیا، دارالعلوم کے قضیہ نامرضیہ کے بعد آپ قدیم انتظامیہ کے ساتھ رہے اور ۱۴۰۲ھ سے ۱۴۱۲ھ تک آپ نے دارالعلوم وقف کی نظامت بھی سنبھالی، اس کے علاوہ آپ مختلف اوقات میں دارالافتاء کے ناظم اعلیٰ، شعبہ تعلیمات کے نائب ناظم، اہتمام کمیٹی کے رکن، دارالقضاء کمیٹی کے رکن اور کئی شعبہ جات کے نگران بھی رہے۔ دارالعلوم کی طویل مدرسہ زندگی میں جملہ فنون کی اہم کتابوں کے اسباق آپ سے متعلق رہے، نئے ۱۳۷۰ھ سے تاہنوز احادیث کی مختلف کتابیں پڑھانے کا شرف ملا اور تقریباً پندرہ بیس سال سے صحیح بخاری کا سبق بھی آپ سے متعلق ہے۔

آپ کیہ ساتھ میں مولانا ظہور احمد کے علاوہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی،

حضرت مولانا اعجاز علی امروہوی اور علامہ ابراہیم بلیاوی رحمہم اللہ خاص کر قابل ذکر ہیں اور آپ کی تدریس سے جن لوگوں نے استفادہ کیا ان میں مولانا فضیل احمد (سابق ناظم مرکزی جمعیت علماء ہند)، مولانا عتیق احمد بستوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)، مفتی ابوالقاسم بناری (رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند)، مولانا عبدالخالق سنہلی (نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند)، مولانا مجیب اللہ گوٹوی (ناظم مجلس تعلیمی دارالعلوم دیوبند) اور مولانا فکیل احمد سیٹاپوری (سابق استاذ دارالعلوم دیوبند) خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

درس نظامی کے جملہ فنون سے لگاؤ کے ساتھ حدیث اور فقہ سے آپ کا خاص تعلق رہا ہے؛ چنانچہ آپ دارالعلوم وقف کے شیخ الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں کے صدر مفتی بھی ہیں اور آپ نے ہدایہ سمیت مختلف فقہی کتابوں کی تدریس کے علاوہ متعدد اہم فتاویٰ بھی لکھے ہیں، نیز ”فتاویٰ عبدالحی“ کا آپ نے اردو ترجمہ بھی کیا ہے۔



## مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی

آپ کا نام فضیل الرحمن اور عرفیت ”ہلال“ ہے، آپ کا تعلق دیوبند کے عثمانی خاندان سے ہے اور آپ کے والد ماجد کا نام قاری جلیل الرحمن (۱۹۰۷ء-۱۹۹۵ء) ہے، ہندوستان کے مفتی اعظم اور دارالعلوم دیوبند کے مفتی اول مفتی عزیز الرحمن آپ کے دادا اور مولانا فضل الرحمن آپ کے پردادا تھے، جن کا شمار دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں ہوتا ہے، آپ کا نام اپنے پرداد کے نام کی تصغیر کے ساتھ ”فضیل“ رکھا گیا، آپ کی ولادت ۱۹ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء پیر کے دن دیوبند میں ہوئی۔

آپ نے ابتدا ہی سے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی اور ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں آپ دورہ حدیث سے فارغ ہوئے، اس کے بعد ۱۳۷۷ھ میں دارالعلوم ہی کے شعبہ عربی ادب میں رہے اور ۱۳۷۸ھ میں آپ نے وہیں سے افتاء کیا، ۱۹۶۲ء میں آپ نے الجامعہ الاسلامیہ، مدینہ منورہ (مدینہ اسلامی یونیورسٹی) میں داخلہ لیا، پھر ۱۹۶۵ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے انگریزی زبان میں ہائی اسکول کی تعلیم حاصل کی۔

افتاء سے فراغت کے بعد آپ نے ایک سال دارالعلوم دیوبند ہی کے دارالافتاء میں خدمت انجام دی، اس دوران آپ نے ”مسح علی الرقبہ“ (گردن پر مسح) پر تحقیقی مقالہ مرتب فرمایا اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی ترتیب میں بھی کام کیا، ۱۳۸۰ھ میں دارالعلوم میں مدرس کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا، ۱۳۹۲ھ تک آپ دارالعلوم میں مدرس رہے، پھر ۶ ربی الحجہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۷۳ء کو آپ نے دارالافتاء الیرکونلہ پنجاب میں مفتی کی حیثیت سے کام شروع کیا اور یہ سلسلہ ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ مطابق ۳۱ جولائی ۲۰۰۴ء تک چلا،

اس وقت آپ ”دارالسلام اسلامی مرکز“ مالیر کوئٹہ کے سرپرست کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں، جس کو آپ نے ۱۹۸۶ء میں قائم فرمایا تھا۔

آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، تاریخ، سیرت، سوانح، مواعظ، تصوف، صرف، نحو اور ادب وغیرہ پر درجنوں کتابیں لکھی ہیں اور مختلف زبانوں میں ان کے ترجمے بھی ہوئے ہیں، آپ کی تصنیفات کی مجموعی تعداد ساٹھ سے ستر کے درمیان ہے اور مختلف مقالات و مضامین ان کے علاوہ ہیں، آپ کی تصنیفات میں تفسیر روح القرآن، تفہیم المسلم (شرح مسلم ۳ جلدیں) ترجمہ مشکوٰۃ (۳ جلدیں) اسلامی قانون، قوانین الارث فی الاسلام، رمضان کے روزے، معمار انسانیت، تاریخی حقائق، درس اسلام، تذکرہ امام مسلم، فقیہ اعظم مفتی عزیز الرحمن عثمانی، اسلامی عقیدے، اسلام اسلامی فکر اور مسلک دیوبند، تحریک قادیانیت — ایک فتنہ ایک سازش، نماز جمعہ نظام دین میں، تعلیل الصرف، معلم النحو، المطالعة العزیزہ اور النشاط الأدبی، وغیرہ کتابیں خاص کر قابل ذکر ہیں۔

آپ کی شخصیت ہمہ جہت ہے اور علماء اور عوام میں آپ کو بڑی مقبولیت ہے، آپ کی اسی قابلیت اور مقبولیت کی وجہ سے کئی اداروں نے آپ سے استفادہ کیا اور کر رہے ہیں؛ چنانچہ جن اداروں کی ذمہ داریاں اور عہدے آپ سے متعلق رہے، یا ہیں وہ درج ذیل ہیں :

- ♦ بانی و ڈائریکٹر دارالسلام اسلامی مرکز مالیر کوئٹہ پنجاب (از ۱۹۸۶ء تا حال)۔
- ♦ شیخ الجامعہ دارالسلام مالیر کوئٹہ (از ۱۹۸۸ء تا حال)۔
- ♦ بانی مدرسہ تعمیر سیرت، مالیر کوئٹہ (سن قیام: ۱۹۷۳ء)۔
- ♦ بانی رکن ورکن مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ و کنویز اصلاح معاشرہ کمیٹی پنجاب۔
- ♦ بانی رکن ورکن مجلس عاملہ آل انڈیا ملی کونسل۔
- ♦ ممبر لوک عدالت، مالیر کوئٹہ۔
- ♦ ممبر کورٹ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔
- ♦ رکن مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت۔

♦ رکن عاملہ تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند (نئی دہلی)۔

♦ سابق ممبر سینٹ پنجابی یونیورسٹی، پٹیالہ۔

♦ سابق ممبر آل انڈیا دینی تعلیمی کونسل۔

♦ سابق ممبر شکایتی و ترقیاتی کمیٹی۔

♦ سابق ممبر ایڈوائزری بورڈ پنجاب اسٹیٹ بھاشا و بھاگ (شعبہ لسانیات)

♦ سرپرست آل انڈیا ملی کونسل پنجاب۔

♦ سابق ایڈیٹر ہفت روزہ عقائد دیوبند۔

♦ سابق ایڈیٹر ماہنامہ مشرب دیوبند۔

♦ سابق سرپرست ماہنامہ تعمیر سیرت مالیر کوٹلہ۔

♦ سرپرست ماہنامہ دارالسلام مالیر کوٹلہ۔

آپ نے جن اکابر سے تعلیم و تربیت حاصل کی ان میں شیخ الادب مولانا اعجاز علی، علامہ ابراہیم بلیاوی، مولانا فخر الحسن مراد آبادی، مولانا سید حسن، مفتی مہدی حسن شاہ جہاں پوری (اساتذہ دارالعلوم دیوبند) شیخ عبدالمعین انور شیخ عبدالعال العقباوی (اساتذہ از ہر یونیورسٹی مصر)، شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (مفتی اعظم سعودی عربیہ)، شیخ امین الشقیطی، شیخ ناصر الدین البانی اور شیخ محمد سالم العطیہ (اساتذہ مدینہ یونیورسٹی) کے نام نامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں، اسی طرح آپ کی تربیت میں مولانا بدر عالم میرٹھی، علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت قاری محمد طیب، مفتی عتیق الرحمن عثمانی اور آپ کے والد گرامی قاری جلیل الرحمن عثمانی کا خاص حصہ رہا ہے اور جن لوگوں نے آپ سے کسب فیض کیا ان میں مولانا فضیل احمد قاسمی مرحوم (سابق ناظم مرکزی جمعیت علماء ہند) اور مولانا عدنان قاسمی کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔



## مولانا محمد برہان الدین سنہلی

مولانا محمد برہان الدین کی ولادت ۲۴ رذی الحجہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۳۸ء کو ہوئی، آپ کے والد ماجد مولانا قاری حمید الدین، علامہ انور شاہ کشمیری کے علاوہ میں تھے، فن تجوید و قراءت کے ماہر تھے اور دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں ان کا شمار ہوتا تھا، آپ ہندوستان کے مشہور اور مردم خیز قصبہ سنہل ضلع مراد آباد کے رہنے والے ہیں۔

حفظ قرآن اور عربی کی ابتدائی تعلیم سے متوسطات تک کی تعلیم اپنے والد ماجد اور سنہل کے بعض مدارس میں حاصل کی، ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے امتیاز کے ساتھ فارغ ہوئے، دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا فخر الدین احمد، علامہ ابراہیم بلیاوی، قاری محمد طیب صاحب، مولانا سید فخر الدین، مولانا معراج الحق وغیرہ سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہوا۔

تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے دہلی کے مشہور اور قدیم مدرسہ عالیہ عربیہ فتح پوری میں تدریسی خدمت انجام دی اور بارہ تیرہ سال وہاں رہ کر درس نظامی کی تقریباً تمام چھوٹی بڑی کتابوں کا آپ نے درس دیا، پھر ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی جو ہر شناس نظروں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء جیسی موقر درس گاہ کے لئے آپ کا انتخاب کیا اور آپ حضرت کی دعوت پر ندوۃ تشریف لے گئے، وہاں تفسیر و حدیث اور فقہ کی اونچی کتابوں کے اسباق آپ سے متعلق کئے گئے۔

مختلف علوم و فنون میں مہارت کے ساتھ ”فقہ“ آپ کا خاص موضوع اور خصوصی توجہ کا مرکز رہا ہے؛ چنانچہ آپ کے دہلی قیام کے زمانہ میں ”مسلم پرسنل لا“ کے عنوان سے مشہور دانشور اور فاضل، علی اصغر فیضی نے انگریزی زبان میں ایک مضمون لکھا تھا، جس کا اردو ترجمہ

”اسلام اور عصر جدید“ کے نام سے دہلی میں شائع ہوا، تو مولانا محمد برہان الدین نے اس کا بھرپور علمی محاسبہ کیا اور اسے ماہنامہ ”الفرقان“ لکھنؤ میں شائع کیا، اس مقالہ سے آپ کے علمی جوہر کھلے اور لوگوں کو آپ کی علمی پختگی، قلم کی متانت و سنجیدگی، استدلال کی طاقت و قوت اور فقہ میں آپ کی لیاقت و بصیرت کا اندازہ ہوا۔ (۱)

فقہ میں آپ کے اسی امتیاز کی بنا پر دارالعلوم ندوۃ العلماء سے آپ کی تدریسی وابستگی کے بعد ”مجلس تحقیقات شرعیہ“ کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے سپرد کر دی گئی، جس کا مقصد عصر حاضر کے مسائل کو حل کرنا ہے، نیز ماضی قریب میں فقہ اسلامی کی ممتاز شخصیت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے جب نئے مسائل کے اجتماعی حل کے لئے ایک ادارہ تشکیل دینے کا ارادہ کیا اور ”مرکز الہیث علمی“ کے ابتدائی خاکہ پر مشورہ کیا تو اس مرکز کے لئے جن فقہی شخصیات کو نامزد کیا گیا ان میں آپ کا نام نامی بھی شامل تھا، پھر جب اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی بنیاد پڑی تو اس کے بھی آپ ہمیشہ سے فعال و سرگرم رکن رہے، اس وقت آپ اس اکیڈمی کے صدر میں شامل ہیں۔

آپ کی فقہی آراء میں غایت درجہ حزم و احتیاط اور صلابت و استقامت رہتی ہے، جس کی وجہ سے آپ کی آراء کو اعتماد و اعتبار کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے؛ چنانچہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں :

موجودہ دور میں برصغیر کے جن علماء کو اس باب میں امتیازی حیثیت حاصل ہے اور جن کی آراء پر ان کے تفقہ، علمی دیانت، حزم و احتیاط اور جس بات کو درست سمجھتے ہوں، اس پر استقامت کی وجہ سے اعتماد کیا جاتا ہے، ان میں ایک نہایت اہم اور ممتاز شخصیت مخدومی حضرت مولانا محمد برہان الدین سنہلی دامت برکاتہم کی ہے۔ (۲)

(۱) دیکھیے: معاشرتی مسائل — دین فطرت کی روشنی میں: ۱۲۸، مقدمہ از: مولانا ابوالحسن علی ندوی۔

(۲) پیش لفظ ”چند اہم کتب تفسیر اور قرآن مجید کے ترجمے“، ۸، مصنفہ: مولانا محمد برہان الدین سنہلی۔

مجلس تحقیقات شرعیہ (لکھنؤ) اور اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے علاوہ اور بھی کئی فقہی وغیر فقہی اداروں کی مختلف ذمہ داریاں آپ سے متعلق ہیں، چنانچہ مرکزی دارالقضاء اتر پردیش کی قاضی کنسل کے آپ صدر ہیں، ادارۃ المباحث الفقہیہ (جمعیتہ علماء ہند) کے اہم رکن ہیں، دارالعلوم دیوبند کی نصاب کمیٹی کے رکن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ دینیات کے رکن، مسلم پرسنل لا بورڈ کی ورکنگ کمیٹی اور تاسیسی رکن، دینی تعلیمی کنسل اتر پردیش، جامعہ قاسمیہ شاعی مراد آباد، دارالعلوم تاج المساجد بھوپال، اسلامی کیلنڈر طیشیا بورڈ اور اسلامی انسائیکلو پیڈیا، ملیالم کے معزز رکن ہیں۔

فقہ کے موضوع پر مولانا کی قلمی خدمات بھی نہایت قابل قدر ہیں، چنانچہ آپ نے سینکڑوں علمی اور تحقیقی مقالات لکھے اور ایک درجن سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں سے بیشتر مقالات اور کتابیں فقہی اور مسائل حاضرہ کے شرعی حل کے موضوع پر ہیں، آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں :

۱- قضایا فقہیہ معاصرہ: — یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور مصر کی مشہور یونیورسٹی جامعہ ازہر (فرع شام) میں دراسات علیا (اعلیٰ درجات) کے نصاب میں داخل ہے، نیز ترکی کے مدارس میں بھی یہ کتاب شامل نصاب ہے۔

۲- یونیفارم سول کوڈ اور عورت کے حقوق۔

۳- معاشرتی مسائل — دین فطرت کی روشنی میں: — شریعت کے عائلی مسائل سے متعلق جو غلط فہمیاں اپنوں اور غیروں میں پائی جاتی ہیں، ان کے ازالہ کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے اور اسے اپنی نوعیت کے اعتبار سے شرف تقدم بھی حاصل ہے، اس میں نکاح کی اہمیت و حکمت، تعدد ازواج، شریعت کا قانون طلاق اور اسلام کا نظام وراثت جیسے اہم عناوین پر قرآن و سنت اور عقل و حکمت کے پہلو سے مفصل گفتگو کی گئی ہے۔

۴- رویت ہلال کا مسئلہ۔

۵- چند اہم دینی مباحث۔



۶- گلدستہ علم و نظر۔

۷- جدید طبی مسائل۔

۸- موجودہ زمانہ کے مسائل کا شرعی حل۔

۹- جہیز۔

ان کے علاوہ آپ کے متعدد رسائل بھی ہیں، جن کو عوام و خواص میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، مثلاً :

۱۰- اصلاح معاشرہ۔

۱۱- نفقہ مطلقہ۔

۱۲- موجودہ دور میں کار نبوت انجام دینے والے۔

۱۳- مسلمانوں کی پریشانیوں کے حقیقی اسباب اور علاج۔

۱۴- بینک انشورنس اور سرکاری قرضے۔

۱۵- دو آب دار موتی۔

۱۶- چند اہم کتب تفسیر اور قرآن مجید کے ترجمے : — یہ رسالہ دراصل ان خطبات کا

مجموعہ ہے، جو المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کی دعوت پر علماء اور اصحاب دانش کے سامنے دیئے گئے، اس میں تفسیر ابن کثیر، تفسیر مفتح الغیب، الجامع لاحکام القرآن اور تفسیر الکشاف کا اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور مولانا اشرف علی تھانوی کے اردو ترجمہ کا، نیز مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر سورہ یوسف کا تعارف کرایا گیا ہے، یہ رسالہ (۱۰۴) صفحات پر مشتمل ہے۔



## مولانا زبیر احمد قاسمی

### سن ولادت اور ابتدائی تعلیم

مولانا زبیر احمد قاسمی ۱۳۵۹ھ میں موضع چندر سین پور، مدھونی (بہار) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا نام عبدالشکور ہے اور آپ کے وطن کا پورا پتہ اس طرح ہے: موضع چندر سین پور، پوسٹ حسین پور، وایہ ریکا، ضلع مدھونی، بہار۔

آپ نے قرآن شریف ناظرہ اور اردو وغیرہ کی تعلیم اپنے گاؤں ہی کے مکتب میں حاصل کی، اس کے بعد اپنے پڑوسی ضلع دربھنگہ کے مشہور ادارہ مدرسہ بشارت العلوم (کھریاں پتھرا) میں داخلہ لیا اور فارسی اور عربی کی تعلیم ہدایہ اولین تک وہیں رہ کر مولانا سعید احمد صاحب سے حاصل کی، مولانا سعید احمد آپ ہی کے گاؤں ”چندر سین پور“ کے رہنے والے اور آپ کے رشتہ کے چچا تھے، درس نظامی میں داخل تمام فنون میں انھیں یکساں مہارت تھی اور انداز درس بھی بہت نرالا اور مخاطب کو مطمئن اور سیر کر دینے والا تھا، چنانچہ آپ نے مدرسہ بشارت العلوم کی زندگی میں تمام کتابیں انھیں سے پڑھیں اور اس طویل مدت میں آپ کی لوح ہستی پر اپنے استاذ محترم کے اوصاف کے ایسے گہرے اور امنٹ نقوش ثبت ہو گئے، جو آج بھی آپ کی زندگی میں نمایاں اور محسوس و مشاہد ہیں۔

### دارالعلوم دیوبند میں داخلہ اور فراغت

مدرسہ بشارت العلوم کے بعد آپ نے ۱۳۷۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور دو سال بعد ۱۳۷۹ھ میں آپ کی فراغت ہوئی، آپ کو وہاں مولانا فخر الدین، علامہ ابراہیم، مولانا فخر الحسن، مولانا بشیر احمد خاں، مولانا ظہور احمد، مولانا سید حسن، مولانا عبدالجلیل اور قاری

محمد طیب صاحب (مہتمم دارالعلوم دیوبند) رحمہم اللہ جیسے جبال العلم اور خاص کر علوم حدیث میں قبلہ و کعبہ سمجھے جانے والے حضرات سے دورہ حدیث کی کتابیں پڑھنے کا شرف ملا۔

### تدریس و افتاء کی خدمت

آپ کی تعلیمی اور تدریسی زندگی میں بڑا فرق ہے، آپ کی تعلیمی زندگی جتنی ”ساکن“ ہے تدریسی زندگی اتنی ہی ”متحرک“ اور اس کی وجہ ”آپ کا خاص مزاج“ ہے، عموماً لوگ حق کو ”حق“ اور غلط کو ”غلط“ کہنے سے کتراتے ہیں اور اپنی معمولی مصلحت کی وجہ سے ”دستور زباں بندی“ کے پابند ہوتے ہیں اور دل ”داغ دار“ کئے کٹھن کی زندگی گزارتے رہتے ہیں، یا پھر ”بے جا دخل اندازی“ کی روش اپناتے ہیں اور ”بد مزگی“ کی صورت پیدا کر کے ہمیشہ ”آگ اور پانی“ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں؛ لیکن مولانا کا مزاج اس سے الگ ہے، حق بات کو سلیقہ سے پیش کر دینا، بد مزگی سے پہلے علاحدگی اختیار کر لینا اور وسعت ظرفی کے ساتھ تعلقات کو برقرار رکھنا آپ کا ”خاص مزاج“ ہے، جو مدامت ”بنام مصلحت“ سے ہزار درجہ بہتر اور اس منافقت و ناقدری کے زمانہ میں بسا غنیمت ہے۔

آپ کے اسی مزاج کا کرشمہ ہے کہ آپ نے مختلف اوقات میں مختلف اداروں میں تدریسی خدمت انجام دی، پھر علاحدہ ہوئے اور پھر سابقہ اداروں میں لوٹ آئے اور آپ کے تعلقات میں کوئی کمی نہیں آئی، چنانچہ فراغت کے بعد شوال ۱۳۷۹ھ میں سب سے پہلے آپ اپنی مادر علمی مدرسہ بشارت العلوم میں تدریس سے وابستہ ہوئے؛ لیکن ناخوشگوار حالات پیدا ہونے لگے تو ۱۵ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ کو یہاں سے مستعفی ہو گئے، پھر مدرسہ اسلامیہ مظاہر (نوادہ، گیا) آپ کو بلا لیا گیا اور آپ وہاں چلے گئے، مگر یہ مدرسہ بالکل ابتدائی تھا، اس لئے آپ جب رمضان کی چھٹی میں گھر آئے تو وہاں واپس نہیں گئے، پھر اپنے استاذ مولانا سعید احمد کے اصرار پر دوبارہ مدرسہ بشارت العلوم تشریف لائے اور مسلسل چھ سال تک یہاں تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، پھر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ میں آپ نے بشارت العلوم سے علاحدگی اختیار کر لی، اسی موقع سے حضرت مولانا طیب صاحب (بہار) کا دعوت نامہ آپ کے

پاس پہنچا، جس میں مدرسہ اشرف العلوم کھواں (سیتا مڑی بہار) کی صدارت تدریس کی پیکش کی گئی تھی، چنانچہ ۱۳ شعبان ۱۳۸۷ھ کو آپ اولاً ناظم امتحان بن کر تشریف لے گئے، پھر وہاں کی صدارت تدریس کے عہدے پر فائز ہوئے اور دس سال تک آپ نے وہاں خدمت انجام دی، آپ کے زمانہ میں مدرسہ میں ہر طرح کی ترقی ہوئی اور آپ کی شایان شان وہاں آپ کی قدر بھی ہوئی، چنانچہ خود آپ کے الفاظ ہیں :

بھگد اللہ مدرسہ ہر اعتبار سے مناسب رہا، لوگ قدر داں ثابت ہوئے اور اس طرح مسلسل دس سال تک اشرف العلوم کی صدارت تدریس کے عہدے پر فائز رہا، اللہ کے فضل سے اس دس سالہ دور میں میری حقیر خدمت اور محنتوں کے طفیل مدرسہ میں تقریباً ہمہ جہتی ترقی ہوئی۔

مدرسہ اشرف العلوم میں دس سال خدمت انجام دینے کے بعد بعض حالات کی وجہ سے عید الاضحیٰ کی تعطیل میں آپ گھر تشریف لائے تو پھر مدرسہ واپس نہیں گئے اور کہہ دیا کہ ”اب میں اشرف العلوم کی خدمت سے اپنے کو مجبور پاتا ہوں“ اس کے بعد امیر شریعت رابع مولانا سید محمد منت اللہ رحمانی کی دعوت پر آپ یکم محرم الحرام ۱۳۹۸ھ کو جامعہ رحمانی موئگیر تشریف لے گئے اور نو سال جامعہ کی تعلیمی و روحانی ماحول میں آپ کا وقت بہت اچھی طرح گزرا، پھر وہاں بھی کچھ ایسے حالات پیش آئے جن کی وجہ سے وہاں رہنے میں آپ کو دشواری ہونے لگی اور خود آپ کے الفاظ میں: ”نہ چاہتے ہوئے بھی جامعہ رحمانی سے غائب ہونا پڑا“ چنانچہ ۱۰/شوال ۱۴۰۶ھ کو آپ غیر معینہ مدت تک کی رخصت کی درخواست دے کر ۱۶/شوال کو جامعہ عربیہ صلاح العلوم موئجاتہ بمجن چلے گئے، جہاں آپ کو شیخ الحدیث کی حیثیت سے بلایا گیا تھا وہاں آپ کا پرہیزگار استقبال ہوا، تاہم صحیح بخاری کا سبق آپ کی رائے سے ایک سال کے لئے سابق شیخ الحدیث صاحب عی سے متعلق رہا، آپ نے وہاں چند ماہ قیام فرمایا؛ لیکن وہاں کی آپ دہوا آپ کو اس نہیں آئی؛ اس لئے گھر تشریف لے گئے اور ۵/شوال ۱۴۰۷ھ کو وہاں

کے ذمہ داروں کے نام استعفیٰ نامہ روانہ کر دیا۔

ادھر کئی سالوں سے دارالعلوم سبیل السلام (حیدرآباد) کے ناظم مولانا محمد رضوان القاسمی اور صدر مدرس مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے برابر خطوط آرہے تھے اور یہ حضرات تقاضا فرما رہے تھے کہ آپ سبیل السلام میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائیں اور جامعہ رحمانی موئگیر سے بھی وہاں آنے کا تقاضا ہو رہا تھا، آپ نے اس وقت حیدرآباد کو ترجیح دی اور ۱۵ ارشوال ۱۴۰۷ھ کو آپ حیدرآباد پہنچ گئے؛ لیکن سبیل السلام میں اس وقت مشکوٰۃ (عربی ہفتم) تک ہی تعلیم تھی اور حالات سے آپ کو اندازہ ہوا کہ سال دو سال میں دورہ حدیث کا آغاز مشکل ہے، اس لئے آپ عید الاضحیٰ کی تعطیل تک جی بہاں رہ سکے عید الاضحیٰ میں جب آپ وطن لوٹ رہے تھے تو موئگیر بھی جانا ہوا اور امیر شریعت مولانا محمد منت اللہ رحمانی کی خدمت میں حاضری ہوئی، حضرت امیر شریعت نے پھر آپ کو موئگیر آجانے کی دعوت دی، مگر آپ نے اثبات یا نفی میں جواب دینے کے بجائے خاموشی اختیار کی اور آپ جب گھر پہنچے تو امیر شریعت کا قاصد خط لے کر پہنچا جس میں لکھا تھا: ”جواب کے بجائے میں آپ کو موئگیر دیکھنا چاہتا ہوں“ چنانچہ آپ نے اپنے گھر کے افراد اور رفقاء کے مشورہ و اصرار پر جامعہ رحمانی جانا طے فرمالیا اور ۱۷ محرم ۱۴۰۸ھ کو دوبارہ جامعہ رحمانی میں تدریسی خدمت سے وابستہ ہو گئے؛ لیکن جن حالات کی وجہ سے آپ نے پہلی بار وہاں سے استعفیٰ دیا تھا اور جن کے متعلق حضرت امیر شریعت سے تازہ گفتگو کے بعد اصلاح کی توقع تھی، ان میں خاطر خواہ اصلاح نظر نہیں آئی، اس لئے اس بار وہاں زیادہ دنوں نہیں رہ سکے اور ناظم سبیل السلام (حیدرآباد) کے بار بار تقاضوں کی وجہ سے ۲۱ ارشوال ۱۴۰۸ھ کو دوبارہ حیدرآباد تشریف لائے، اسی سال یہاں دورہ حدیث کا آغاز ہوا تھا؛ چنانچہ آپ کو یہاں کا شیخ الحدیث بنایا گیا اور چار سال آپ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، اس دوران مدرسہ اشرف العلوم (سیتا مڑھی) کے ذمہ داروں کا بار بار اصرار ہوا کہ آپ کی علاحدگی کی وجہ سے مدرسہ کافی تنزیل کا شکار ہو گیا ہے، اس لئے آپ ضرور یہاں تشریف لائیں اور ناظم کی حیثیت سے یہاں کے اختیارات سنبھالیں؛ چنانچہ آپ ۱۴ شعبان ۱۴۲۱ھ کو سبیل السلام سے رخصت لے کر دوبارہ

مدرسہ اشرف العلوم پنچے اور دس سال تک مسلسل نظامت سنبھال کر مدرسہ کے زوال کو عروج سے بدلا اور تعلیمی، تعمیری اور تربیتی ہر پہلو سے اسے بام عروج پر پہنچایا۔

ادھر دارالعلوم سہیل السلام (حیدر آباد) کے ذمہ دار پھر مسلسل آپ سے یہاں آنے کی گزارش کر رہے تھے اور ۱۴۲۲ھ میں یہ گزارش اصرار میں بدل گئی، ذمہ داروں نے کہا کہ ”آپ تو رخصت پر گئے تھے اور دس سال کی مدت طویلہ گزر چکی، اب تو پھر واپس حیدر آباد لوٹ آئیں“ چنانچہ استخارہ اور احباب کے مشورہ سے یہ سوچ کر آپ نے حیدر آباد آنے کا فیصلہ کیا کہ ہر دو تین ماہ پر اشرف العلوم کی دیکھ ریکھ کر لیا کریں گے، اس طرح یکم ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۶ جنوری ۲۰۰۲ء کو آپ نے تیسری بار سہیل السلام حیدر آباد کے لئے رخت سفر باندھا اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے یہاں رہنے لگے؛ لیکن یہاں کی مشغولیات اور یہاں سے کنبہاں کی دوری کی وجہ سے اشرف العلوم کی دیکھ ریکھ ممکن نہیں ہو سکی اور آپ کو اشرف العلوم سے عشق کی حد تک لگاؤ ہو گیا تھا، اس لئے اس تعلیمی سال کو گزار کر ۱۱ شعبان ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو پھر اشرف العلوم پہنچ گئے اور شوال میں وہاں کے ارکان شوریٰ کے سفارشی خط کے ساتھ حیدر آباد استعفیٰ نامہ بھیج دیا اور تیسری بار اشرف العلوم میں خدمت انجام دینے لگے اور تاہنوز آپ اپنے اسی محبوب ادارہ میں ناظم کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔

غرض آپ کی تعلیمی زندگی میں صرف دو مدرسے بشارت العلوم (درہنگہ) اور دارالعلوم دیوبند ہیں، جب کہ تدریسی زندگی میں کل چھ مدرسے اور بارہ مرتبہ ان کے درمیان آپ کی گردش ہے؛ اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ ”آپ کی تعلیمی زندگی جتنی ساکن ہے، تدریسی زندگی اتنی ہی متحرک“ اور اس میں جہاں آپ کے مزاج خاص کا دخل ہے، وہیں آپ کی علمی لیاقت اور انتظامی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے ہر ادارہ آپ کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے اور آپ احباب کی رعایت اور خردوں کے اصرار کی وجہ سے بسا اوقات مجبور سے ہو جاتے ہیں :

گو پاؤں میں پڑ جائیں چھالے، پردل نہ کسی کا ٹوٹنے پائے

اس نے جو کہا تو ادھر پہنچے، تم نے جو کہا تو ادھر آئے

یوں تو آپ بہت سے دینی علوم کے جامع ہیں اور علم میں گہرائی، گیرائی اور صلاحیت و چنگی کے ساتھ الفاظ میں حلاوت اور لہجہ میں چاشنی بھی رکھتے ہیں، تاہم ”فقہ“ سے آپ کو خاص لگاؤ ہے اور اس جہت میں نمایاں خدمات کی وجہ سے بجا طور پر ”فقہ ملت“ کہلاتے ہیں، فقہی مسائل کی باریکیوں میں جانا اور شریعت کے اصول کے مطابق درست رائے قائم کرنا آپ کا خاص وصف ہے، جس کے اس میدان کے بڑے بڑے لوگ بھی معترف ہیں اور آپ کی رائے کا حد درجہ احترام کرتے ہیں، فقہی سیمیناروں کے موقع پر خاص کر یہ چیز دیکھنے کو ملتی ہے۔

آپ نے فتویٰ نویسی کا کام جامعہ رحمانی مونگیر سے شروع کر دیا تھا اور اس وقت بھی مدرسہ اشرف العلوم میں یہ خدمت انجام دے رہے ہیں، جامعہ رحمانی میں بعض ایپلوں کی ہامت اور فیصلوں میں حذف و ترمیم یا سابقہ فیصلہ کی برقراری کی حد تک آپ قضاء سے بھی وابستہ رہے، ان کے علاوہ آپ نے ”وراثت میں پوتے کا حق“ اور ”معاشرتی مسائل کا حل دارالقضاء“ کے عنوان سے دو بیش قیمت رسالے بھی تحریر فرمائے ہیں۔

### خصوصیات و امتیازات

آپ کی زندگی کے بعض پہلو انتہائی دلچسپ اور قابل تقلید ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامل اعتماد اور بھرپور خودداری کی دولت سے نوازا ہے، آنکھ موند کر چلتی ہواؤں میں چل پڑنا اور بہتے دریا کی رو میں بہ جانا، یا کسی بات سے بے جا متاثر و مرعوب ہو جانا آپ نے نہیں سیکھا؛ بلکہ آپ اپنی بات، الفاظ میں کسی طرح کی شیخی کے بغیر پوری قوت کے ساتھ پیش کر دیتے ہیں، جو آپ کا امتیازی وصف اور قابل تقلید پہلو ہے، آپ کا دوسرا وصف ”دل صاف رکھنا“ ہے اور یہ حق ہے کہ ”صاف بولنے والے کا دل صاف ہوتا ہے“ چنانچہ آپ کو اپنی پچاس سالہ تدریس میں کئی مدرسوں سے علاحدہ ہونا پڑا، مگر یہ علاحدگی نفرت و دوری اور عداوت و دشمنی کا ذریعہ نہیں بنی؛ بلکہ سمجھوں کے دل میں آپ کی محبت اور آپ کے دل میں سمجھوں کی محبت اسی



طرح قائم رہی اور ہے، جس طرح علاحدگی سے پہلے تھی، تیسرا وصف آپ کا ”اپنے چھوٹوں سے مشفقانہ برتاؤ“ کا ہے، ایک طرف بڑے بڑے لوگوں سے عدم مرعوبیت دوسری طرف اپنے خردوں سے انتہائی مشفقانہ برتاؤ، ان دونوں اوصاف کو بیک وقت قائم رکھنا بڑا مشکل ہوتا ہے؛ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہلکی ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ آپ کی اپنے چھوٹوں سے شفقت محض شفقت نہیں رہتی؛ بلکہ بسا اوقات ”بے تکلفی“ کی سرحدوں سے جا ملتی ہے، یہ ایسا وصف ہے جو کم لوگوں میں دیکھنے کو ملتی ہے، چوتھی قابل تقلید بات آپ کے اندر یہ ہے کہ دین کی خدمت کے بہت سے پہلو ہیں، بعض پہلو ضروری ہیں؛ مگر ان میں شہرت و ناموری نہیں ملتی اور بعض پہلو اتنے اہم نہیں ہیں، مگر ان میں شہرت و ناموری خوب ہوتی ہے، مثلاً کتابوں کی تصنیف سے زیادہ افراد سازی اور سیمیناروں میں تقریر سے زیادہ کتابوں کی تدریس اہم ہے؛ لیکن جو شہرت کتاب لکھنے اور سیمیناروں میں تقریر کرنے سے حاصل ہوتی ہے وہ خاموشی سے افراد سازی اور تدریسی خدمت میں نہیں ملتی، نیز اچھی استعداد و صلاحیت کے حاملین تدریس میں اپنی کوئی زیادہ وقت نہیں سمجھتے اور عموماً اس سے کنارہ کش ہو جاتے یا برائے نام تعلق رکھتے ہیں؛ مگر آپ نے اعلیٰ صلاحیت اور ٹھوس علمی استعداد کے باوجود تدریسی خدمت ہی کو ترجیح دی اور آپ کو ایک مفتی، مقرر اور مصنف سے زیادہ ”مدرس“ ہونے پر فخر ہے، پانچویں قابل تقلید بات آپ کے اندر یہ ہے کہ آپ نے تعلیم سے فراغت کے بعد ”لینڈروا قومہم إذا رجعوا إلیہم“ (التوبة: ۱۲۲) کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا، چنانچہ آپ کو اگرچہ بسا اوقات کسی وجہ سے کنہواں (سیتا مڑھی) سے دور رہنا پڑا؛ لیکن آپ جہاں بھی رہے اشرف العلوم کنہواں (سیتا مڑھی) کو ہمیشہ دھیان میں رکھا اور تدریسی زندگی کا بیشتر حصہ شہری آسائشوں سے محروم اور شہرتوں کے مواقع سے دور علاقہ (کنہواں) میں گزارا اور آج بھی وہیں مقیم ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے سائے کو دراز فرمائے اور آپ کے علمی فیضان کو عام و تمام فرمائے۔

گھنے درخت کے سائے کی عمر لمبی ہو

کہ اس کے نیچے مسافر قیام کرتے ہیں



## آپ کے تلامذہ

جن لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا ہے، ان میں مولانا ذاکر حسین قاسمی (صدر المدرسین مدرسہ محبوبیہ، مظفر پور)، مفتی سہیل احمد (مفتی امارت شرعیہ، پھلواری شریف پٹنہ)، مولانا مطلوب عالم (ناظم مدرسہ مصباح العلوم، مکیہ، مدھونی)، مولانا محمد مرتضیٰ (ناظم جامعہ اسلامیہ قاسمیہ بالاساتھ، سیتامڑھی)، مفتی اعجاز احمد (صدر المدرسین وقاضی شریعت دارالقضاء برانچ مدرسہ محمود العلوم دملہ، مدھونی) اور مفتی تنویر عالم قاسمی (ناظم مدرسہ اشاعت القرآن بارہ ٹولہ، مدھونی) کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔



## قاضی عبدالاحد ازہری

آپ کا نام عبدالاحد اور آپ کے والد کا نام ماسٹر عبدالعزیز ایاز ہے، ۶ جون ۱۹۳۱ء کو آپ کی پیدائش ہوئی، آپ کا پیدائشی وطن شہر مالیگاؤں، محلہ چونا بھٹی، ضلع ناسک (مہاراشٹر) ہے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے ہی شہر مالیگاؤں کے اردو پرائمری اسکول میں حاصل کی، قرآن کی تعلیم آپ نے مالیگاؤں کی نئی مسجد نیل باغ میں قائم مدرسہ شمس العلوم میں حاصل کی، ۱۹۵۳ء میں جب ”معدلت“ (مالیگاؤں) کا قیام عمل میں آیا تو آپ کے والد ماجد نے وہاں آپ کو داخل کر دیا اور اسی ادارہ سے ۱۹۵۸ء میں آپ نے دورہ حدیث کی بھی تکمیل کی۔

یوں تو آپ کی رسمی فراغت اور دورہ حدیث و عربی زبان و ادب کی تکمیل معدلت (مالیگاؤں) میں ہی ہو گئی تھی، مگر آپ نے مزید علمی تشنگی بجھانے اور اکابر و اساتذہ دارالعلوم دیوبند سے کسب فیض کے لئے ۱۹۵۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور دو سال دارالعلوم میں زیر تعلیم رہ کر یہاں سے بھی سند فراغت حاصل کی، دارالعلوم سے فارغ ہو کر آپ ۱۹۶۳ء میں جامعہ الازہر (مصر) تشریف لے گئے اور وہاں بھی دو سال قیام کر کے بی، اے کے مساوی فضیلت کی سند حاصل کی۔

آپ نے تعلیم سے فراغت کے بعد ہی سے معدلت (مالیگاؤں) میں تدریسی خدمت شروع کر دی اور گو آپ کی علمی لیاقت، فقہی بصیرت اور مربیانہ شخصیت کی وجہ سے بہت سے اداروں نے آپ کی خدمت چاہی؛ مگر آپ نے اپنے وطن سے قلبی لگاؤ کی وجہ سے ”معدلت“ کو چھوڑنا پسند نہیں کیا اور پوری تدریسی زندگی یہیں بسر کرتے ہوئے جہاں آپ

”لیندروا قومہم إذا رجعوا الیہم“ (التوبة: ۱۲۲) کی تفسیر بنے رہے، وہیں اس تصور کا کہ :

سر پھول وہ چڑھا جو چمن سے نکل گیا

عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا

کا بھی عملی جواب دیا کہ :

ہم اپنے چمن میں ہی رہے زینتِ چمن

عزت ہمیں خود اپنے وطن میں ہی مل گئی

معہد ملت میں اس وقت آپ شیخ الحدیث بھی ہیں اور وہاں کے ناظم بھی، نیز شہر کی

مختلف دینی و ملی خدمات سے آپ کی وابستگی اہل شہر کے لئے قابلِ فخر اور بے غنیمت ہے۔

معہد ملت میں تدریسی خدمت کے ساتھ مسلسل آپ نے افتاء کی بھی خدمت کی، تاہم

آپ کے افتاء کی خدمت پر قضاء کا کام غالب ہے، چنانچہ ۳ جون ۱۹۷۳ء میں آپ کے استاذ

و مربی اور ”معہد ملت“ کے بانی و ناظم مولانا عبد الحمید نعمانی نے ”دارالقضاء، مالیکاؤں“ قائم

فرمایا، اس وقت اپنے ہونہار شاگرد قاضی عبدالاحد ازہری کو خدمتِ قضاء کے حوالہ سے مثالی؛

بلکہ بے مثال ادارہ امارت شرعیہ پھلواری شریف (پٹنہ، بہار) میں قضاء کی تربیت حاصل کرنے

کے لئے بھیجا، آپ وہاں تربیت پا کر واپس آئے تو اس وقت سے تاہنوز ”دارالقضاء مالیکاؤں“

کی ذمہ داری آپ ہی کے سر ہے، اور آپ بحسن و خوبی اس ذمہ داری کو انجام دے رہے ہیں،

اکابر علماء کو آپ پر بڑا اعتماد حاصل ہے اور عوام بھی آپ کے فیصلہ پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں،

حضرت امیر شریعت رابع مولانا سید محمد منت اللہ رحمائی آپ سے بہت محبت فرماتے تھے اور فقہ

میں آپ کے لگاؤ اور اعلیٰ مہارت کی وجہ سے جب قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نے اسلامک فقہ

ایکڈمی کی تمہید کے طور پر ”مرکز الحجۃ“ قائم فرمایا تو اس میں جن چند اربابِ افتاء و قضاء کے نام

شامل کئے گئے، ان میں آپ کا نام نامی بھی تھا اور اس وقت آپ اسلامک فقہ ایکڈمی کے نائب

صدر ہیں، اس کے علاوہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن تاسیسی، آل انڈیا اصلاحِ معاشرہ

کمیٹی شاخ مالیکاؤں کے صدر، پندرہ روزہ رسالہ ”گلشن“ کے مدیر، ادارہ امتحانِ دینیات کے

صدر اور مجلس علماء (مالیگاؤں) کے سکریٹری ہیں اور مختلف جہات سے فقہی و اصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مختلف دینی و ملی سرگرمیوں اور مستقل دارالقضاء اور معہد ملت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے آپ کی تصنیف کا ذخیرہ کچھ زیادہ نہیں ہے، تاہم آپ کے قلم سے صادر فتاویٰ اور آپ کے لکھے گئے فیصلوں کو جمع کیا جائے تو فقہ پر ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ البتہ سیرت و تصوف اور اصلاح و تذکیر کے موضوع پر آپ کی نصف درجن کتابیں طبع ہو چکی ہیں، جو حسب ذیل ہیں :

(۱) غزوہ بنو قریظہ: — (عرب مصنف محمد احمد ہاشمی کی کتاب کا ترجمہ)۔

(۲) محبت نبوی کی کسوٹی۔

(۳) اصلاحی نگارشات۔

(۴) مدارس اسلامیہ — انسان سازی کے کارخانے۔

(۵) قاضی مجاہد الاسلام قاسمی — اتحاد ملت کے داعی، منفیذ شریعت کے نقیب۔

(۶) خطبات قاضی شریعت: — (آپ کی مختلف تقریروں کا مجموعہ)۔



## مفتی اشرف علی باقی

آپ اصلاً شہر ویلور، شمالی آرکٹ صوبہ تملناڈو کے رہنے والے ہیں اور اس وقت شہر گلستان بنگلور میں مقیم ہیں، مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، ۱۳۸۱ھ میں آپ نے دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی اور ۱۳۸۲ھ میں دارالعلوم دیوبند ہی میں آپ نے افتاء بھی کیا، آپ کے اساتذہ میں مولانا فخر الدین، مولانا مہدی حسن، مولانا ظہور احمد اور مولانا بشیر احمد وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور (کرناٹک) میں تدریسی خدمت شروع کی، جس کو آپ کے والد ماجد مولانا ابوالسعود صاحب نے قائم فرمایا تھا اور تاہنوز آپ اسی ادارہ سے منسلک ہیں، اس ادارہ میں مختلف فنون کی کتابوں کے ساتھ احادیث کے اسباق خاص کر آپ سے متعلق رہے، اس وقت آپ اس ادارہ کے شیخ الحدیث اور مہتمم ہیں، آپ کے دوراہتمام میں ادارہ نے بڑی ترقی اور شہرت حاصل کی ہے۔

دوران تدریس آپ نے طویل عرصہ تک ہدایہ کے اسباق بھی پڑھائے، آپ کی فقہی بصیرت، معاملہ فہمی اور عوام و خواص میں مقبولیت کی بنا پر آپ کو صوبہ کرناٹک کا امیر شریعت بھی بنایا گیا، اس کے علاوہ ملک کے دو موقر ملی و فقہی ادارے ”مسلم پرسنل لا بورڈ اور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا“ سے بھی آپ کی گہری وابستگی رہی، آپ مسلم پرسنل بورڈ کے رکن عالمہ اور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے نائب صدر ہیں، نفاست پسندی، ذوق کی پاکیزگی، فکر کا اعتدال اور زبان کی چاشنی آپ کے امتیازی اوصاف ہیں۔

## مفتی سعید احمد پالن پوری

استاذ محترم مفتی سعید احمد پالن پوری کی ولادت ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۲ء میں ہوئی، آپ جناب یوسف صاحب کے فرزند اور موضع ”کالیٹرہ“ ضلع ”بناس کانٹھا“ (شمالی گجرات) کے رہنے والے ہیں آپ کے والدین نے آپ کا نام ”احمد“ رکھا تھا؛ لیکن جب آپ نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا تو اپنے نام کے شروع میں ”سعید“ کا اضافہ کر دیا، اس طرح آپ کا پورا نام ”سعید احمد“ ہو گیا، اس وقت دیوبند میں اپنے ذاتی مکان میں اقامت پذیر ہیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے وطن گجرات ہی میں ہوئی، آپ کی ”بسم اللہ“ آپ کے والد ماجد نے کرائی اور ناظرہ اور دینیات وغیرہ کی تعلیم آپ نے وطن کے مکتب میں حاصل کی، پھر آپ دارالعلوم ”چھاپی“ تشریف لے گئے اور وہاں فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، دارالعلوم چھاپی میں آپ کا قیام چھ ماہ رہا، پھر آپ مولانا نذیر احمد پالن پوری کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور وہاں عربی درجہ کی شرح جامی تک تعلیم حاصل کی، وہاں محمد اکبر میاں پالن پوری اور مولانا ہاشم بخاری آپ کے خاص استاذ تھے۔

۱۳۷۷ھ میں آپ نے مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا، نحو اور منطق و فلسفہ کی بیشتر کتابیں آپ نے وہیں پڑھیں، ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور حدیث و تفسیر اور فقہ کے علاوہ دیگر کئی فنون کی کتابیں آپ نے یہیں پڑھیں، ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں دورہ حدیث شریف سے فارغ ہوئے اور سالانہ امتحان میں امتیازی نمبرات حاصل کئے، پھر اگلے تعلیمی سال (یکم ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ) میں شعبہ افتاء میں آپ کا داخلہ ہوا اور آپ نے فتاویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی۔

مجمیل افتاء کے بعد ۱۳۸۴ھ میں دارالعلوم اشرفیہ راندر (سورت) میں علیا کے مدرس

مقرر ہوئے، یہاں تقریباً دس سال آپ نے تدریسی خدمت انجام دی، پھر دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے معزز رکن مولانا محمد منظور نعمانی کی تجویز پر ۱۳۹۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کے مسند تدریس کے لئے آپ کا انتخاب عمل میں آیا اور تاہنوز آپ دارالعلوم ہی میں خدمت انجام دے رہے ہیں، دارالعلوم میں مختلف فنون کی کتابیں پڑھانے کے ساتھ سالہا سال سے ترمذی شریف جلد اول اور طحاوی شریف کے اسباق آپ سے متعلق ہیں، آپ کے اسباق بے حد مقبول، مرتب اور معلومات سے بھرپور ہوتے ہیں، طلبہ میں عموماً آپ کی تقریر نوٹ کر لینے کا رجحان پایا جاتا ہے اور آپ کی تقریر میں اتنا ٹھہراؤ اور اتنی شفافیت ہوتی ہے کہ لفظ بہ لفظ اسے نوٹ کر لینے میں کسی طرح کی دشواری پیش نہیں آتی، دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب کی علالت کے بعد (۱۳۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء) سے بخاری شریف جلد اول کا درس بھی آپ سے متعلق کر دیا گیا، (۱) اس وقت آپ دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین ہیں، اوقات کی پابندی اور کاموں میں انہماک آپ کے اہم قابل تقلید اوصاف ہیں۔

آپ کا مزاج شروع ہی سے فقہی رہا ہے اور فقہ و فتاویٰ میں امامت کا درجہ رکھنے والے دارالعلوم دیوبند جیسے ادارہ سے تکمیل افتاء کے بعد آپ کے فقہی ذوق میں اور بھی چار چاند لگ گئے، ترمذی شریف کے درس کے دوران بڑی خوبی اور اعتماد کے ساتھ آپ فقہی باریکیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں، فقہی سیمیناروں میں آپ کی رائے کو بڑی اہمیت دی جاتی اور آپ کے مقالات کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مجموعہ فتاویٰ ”امداد الفتاویٰ“ پر آپ نے گرانقدر حاشیہ بھی لکھا ہے، نیز آپ کی فقہی مہارت اور رائے قائم کرنے میں حد درجہ حزم و احتیاط ہی کی وجہ سے دارالافتاء دارالعلوم کے خصوصی بچ میں آپ کا نام نمایاں طور پر شامل ہے۔

آپ نے درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف میں بھی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، آپ کی بہت سی کتابیں دارالعلوم سمیت مختلف دینی مدارس میں شامل نصاب ہیں، ذیل میں آپ کی چند کتابوں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) دیکھئے: طلبہ دورہ حدیث کی سالانہ انٹرمیڈیٹ "تفسیر کارواں" (۱۳۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء) ص: ۵۷

فقہ اور متعلقات فقہ پر آپ کی چند تصانیف یہ ہیں :

۱- مبادیات فقہ: — کسی بھی فن سے پہلے اس کی مبادیات کا علم بڑی اہمیت رکھتا ہے؛ چنانچہ فقہ کی کسی بھی کتاب کو پڑھنے سے پہلے جن چیزوں کا علم ضروری ہے، اس کتاب میں انہیں چیزوں کا تفصیلی ذکر ہے۔

۲- آپ فتویٰ کیسے دیں؟: — یہ کتاب اصول افتاء پر علامہ ابن عابدین شامی کی مشہور کتاب ”رسم المفتی“ کا اردو ترجمہ اور شرح ہے، جس کے آخر میں فقہاء احناف اور ان کی مشہور کتابوں کا تعارف بھی کرایا گیا ہے۔

۳- حرمت مصاہرت۔

۴- ڈاڑھی اور انبیاء کی سنت: — اس کتاب میں ڈاڑھی، مونچھ، بال، ختنہ وغیرہ سے متعلق مسائل کو دلائل کے ساتھ جمع کیا گیا ہے اور ڈاڑھی پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔

۵- تحشیہ امداد الفتاویٰ: — حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی ”امداد الفتاویٰ“ (۶ جلدیں) پر یہ نہایت مفید حاشیہ ہے۔

۶- کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟: — اس کتاب میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ”توثیق الکلام“ کی تشریح و تنقیح کی گئی ہے۔

۷- تسہیل اولہ کاملہ: — اس کتاب میں غیر مقلدین کی طرف سے چھیڑے گئے دس مشہور مسئلوں پر تفصیلی اور تحقیقی بحث کی گئی ہے، یہ بھی اصلاً حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی کتاب ”اولہ کاملہ“ کی شرح کے طور پر لکھی گئی ہے۔

۸- مشاہیر محدثین و فقہاء کرام لورنز کرہ روایان کتب حدیث: — اس کتاب میں خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ، ازواج مطہرات اور بنات طہیبات، نیز صحاح ستہ، طحاوی، مؤطین اور مشکوٰۃ المصابیح کے دروازے کے احوال کے علاوہ مدینہ کے فقہاء مسہد کے حالات لکھے گئے ہیں۔ (۱)



۹۔ تفسیر شرعیہ کے موضوع پر آپ کی گرانقدر اور مفید ترین کتاب ”تفسیر ہدایت القرآن“ ہے، تفسیر ہدایت القرآن مولانا محمد کاشف الہامی نے شروع فرمایا تھا، موصوف نے شروع کے نو پارے اور عم پارہ کی تفسیر فرمائی، تفسیر میں ہر ہر کلمہ کے الگ الگ معنی دیئے گئے ہیں اور حاشیہ میں حل لغات اور ضروری ترکیب بھی دی گئی ہے، قرآن کے طالب علموں کے لئے یہ انداز چوں کہ بہت عمدہ اور مفید تھا، اس لئے مفتی صاحب نے اس تفسیر کی تکمیل کی طرف توجہ فرمائی اور اب تک آپ کے قلم سے مزید چھ پاروں (۱۵ تا ۱۰) کی تفسیر چھپ چکی ہے اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

۱۰۔ رحمۃ اللہ الولیعہ: — حکمت شرعیہ کے موضوع پر یہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی گرانقدر تالیف ”حجۃ اللہ البالغۃ“ کی اردو شرح ہے، اس میں ہر عنوان کے تحت پہلے اپنے الفاظ میں مسئلہ اور شواہد کے ذریعہ مسئلہ کی توضیح کی گئی ہے، پھر متعلقہ عربی عبارت نقل کر کے ضروری اعراب لگایا گیا ہے، پھر طلبہ کی سہولت کے لئے درسی انداز کا ترجمہ کیا گیا ہے، پھر ”لغات“ کا عنوان لگا کر مشکل الفاظ کے معانی اور ضروری ترکیبیں دی گئی ہیں، نیز شاہ صاحب کی مخصوص اصطلاحات کی تشریح اور احادیث کی تخریج بھی کی گئی ہے، یہ کتاب پانچ ضخیم جلدوں میں ہے، جن کے مجموعی صفحات ساڑھے تین ہزار سے زائد (۳۶۰۶) ہیں، یہ کتاب مفتی صاحب کا ایک ”بڑا علمی کارنامہ“ ہے۔

ان کے علاوہ آسان نحو (دو حصے)، آسان صرف (دو حصے)، آسان منطق، مبادی الفلسفۃ (عربی) معین الفلسفۃ، العون الکبیر (حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ”الفوز الکبیر“ کی مفصل عربی شرح) فیض المنعم (شرح مقدمہ صحیح مسلم)، مفتاح التہذیب (شرح تہذیب المنطق)، تحفۃ الدرر (شرح نخبۃ الفکر)، حیات امام ابوداؤد، حیات امام طحاوی، اسلام تغیر پذیر دنیا میں، وغیرہ آپ کی گرانقدر تالیفات ہیں۔



## قاضی عبدالجلیل قاسمی

قاضی عبدالجلیل صاحب ۱۹۴۲ء میں دھوبنی، ضلع چپارن میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام حافظ محمد سعید مرحوم ہے، آپ کے پیدائشی وطن کا پورا پتہ اس طرح ہے: مقام دھوبنی، ڈاک خانہ دانیال پرسونا، وایا چنڈیا، ضلع مغربی چپارن، بہار۔

قاضی صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں ہی اپنے چچا مولانا محمد یعقوب مرحوم سے حاصل کی، جو مولانا محمد حسین (علامہ بہاری) اور مولانا فخر الحسن مراد آبادی کے ساتھیوں میں تھے، آپ نے ان سے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر آپ نے اپنے علاقہ ہی کے ایک ادارہ مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی (ضلع مغربی چپارن) میں داخلہ لیا اور وہاں تین سال مقیم رہے، اس وقت وہاں صدر المدرسین کے عہدے پر حضرت امیر شریعت مولانا سید نظام الدین صاحب (موجودہ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ) تھے۔

۱۹۵۹ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۶۳ء میں آپ نے دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، پھر آپ نے فن ہیئت اور عربی ادب کی تکمیل کے لئے مزید ایک سال وہاں قیام کیا، اس طرح پانچ سال کا عرصہ آپ نے دارالعلوم دیوبند کے علمی و تربیتی ماحول میں گزارا اور وہاں کے اکابر سے خوب خوب فیضیاب ہوئے۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد ۲۴ دسمبر ۱۹۶۳ء کو مدرسہ اسلامیہ، آداپور، ضلع مشرقی چپارن میں صدر مدرس کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا اور آپ نے تقریباً ڈیڑھ سال وہاں تدریس کی خدمت انجام دی، پھر یکم ستمبر ۱۹۶۸ء میں آپ مدرسہ اسلامیہ، بتیا (مغربی چپارن) تشریف لے گئے اور وہاں مسلسل چودہ پندرہ سال خدمت کرنے کے بعد اکتوبر

۱۹۸۳ء میں وہاں سے علاحدہ ہو گئے اور خدمت قرآن کے لئے مثال کے طور پر پیش کئے جانے والے ادارہ جامعہ اسلامیہ قرآنیہ، سمرا (مغربی چمپارن) تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے دسمبر ۱۹۸۳ء سے نومبر ۱۹۹۴ء تک تدریسی خدمت انجام دی۔

آپ کا مزاج چوں کہ فقہی تھا، اس لئے تدریس کے ساتھ قضاء کی خدمت بھی آپ انجام دیتے رہے، چنانچہ ۲۵ مارچ ۱۹۷۵ء میں جب بتیا (مغربی چمپارن) میں امارت شرعیہ کے تحت دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا تو قضاء کی ذمہ داری آپ ہی کے ذمہ کی گئی اور آپ مدرسہ اسلامیہ بتیا میں تدریس کے ساتھ قضاء کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے، اگر کے بعد آپ جب ”سمرا“ میں تدریسی خدمت انجام دینے لگے تو وہاں سے بھی ہر پندرہ دن پر ”بتیا“ جاکر مقدمات کی سماعت فرماتے اور قضاء کی ذمہ داری نبھاتے تھے۔ اس طرح تقریباً بیس سال قضاء کے کام میں مصروف رہنے کی وجہ سے آپ کے اندر قضاء کی ایسی صلاحیت پیدا ہو گئی کہ ۲۰ نومبر ۱۹۹۴ء کو مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں آپ کا تقرر ہو گیا اور آپ کو ہندوستان کے سینئر قاضی، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی طویل رفاقت حاصل رہی، مرکزی دارالقضاء تشریف لانے کے بعد بھی آپ چند سالوں تک ”بتیا“ دارالقضاء تشریف لے جاتے تھے اور تقریباً چھ ماہ ڈھاکہ (شرقی چمپارن) میں بھی آپ نے قضاء کی خدمت انجام دی، اس وقت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ میں مقیم ہیں اور کار قضاء میں آپ کی مہارت اور طویل تجربہ کی بنا پر لفظ ”قاضی“ آپ کے نام کا جزء ہے، آپ یہاں مقدمات کی سماعت بھی فرماتے ہیں، شریعت کی روشنی میں فیصلہ بھی کرتے ہیں اور اپنے طویل تجربات سے ہندوستان کے کوئے کوئے سے آنے والے علماء و فضلاء کو قضاء کی تربیت بھی دیتے ہیں اور آپ اپنے ہم عصروں اور خور و نوں میں قضاء کی بے پناہ صلاحیتوں کے ساتھ اپنی تواضع، سادگی، للہیت اور ہر ایک کے مقام اور عزت نفس کی رعایت کے حوالہ سے ضرب المثل ہیں۔

دارالقضاء امارت شرعیہ میں قاضی کی حیثیت سے کام کرنے اور فضلاء کی تربیت کرنے کے علاوہ بعض دوسری ذمہ داریاں بھی آپ سے متعلق ہیں، چنانچہ آپ اپنی مادر علمی مدرسہ

ریاض العلوم سائنسی کے نائب صدر، مدرسہ اسلامیہ بتیا کے صدر اور جامعہ اسلامیہ قرآنیہ، سرائی  
مجلس شوریٰ کے رکن ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں امیر شریعت مولانا سید نظام الدین صاحب (چیمپارن) مولانا  
وحید الزماں کیرالوی، مولانا شریف الحسن، مولانا معراج الحق اور مولانا نصیر احمد خاں صاحب  
(دیوبند) خاص کر قابل ذکر ہیں اور جن لوگوں نے آپ سے کسب فیض کیا ہے ان میں مولوی  
کبیر الدین (مغربی چیمپارن)، مولوی سہیل احمد ندوی (نائب ناظم امارت شرعیہ، پٹنہ)، مولانا  
اظہار عالم (معاون قاضی شریعت امارت شرعیہ)، مولانا سہیل اختر گڈاوی (دارالقضاء امارت  
شرعیہ)، مولوی وصی احمد (معاون قاضی شریعت، پٹنہ)، مولانا اسلم ناخدا مفتی عبداللہ (کناڈا)،  
مفتی حامد ظفر بن مولانا قاضی عبدالاحد ازہری (مالیگاؤں)، مفتی ثار احمد (گجرات)، مفتی مجتبیٰ  
بن مولانا احمد لولات (گجرات)، مفتی ارشد بن مفتی احمد دیولوی (جمبوسر)، مفتی احکام الحق  
(مدھونی) اور مولوی حفظ الرحمن بن مفتی موسیٰ سملکی (گجرات) کے نام خصوصیت کے ساتھ  
قابل ذکر ہیں۔



## مفتی عزیز الرحمن فتح پوری

آپ کا پورا نام عزیز الرحمن اور آپ کے والد کا نام غلام جیلانی خان اور دادا کا نام عبدالقادر خان ہے، آپ ۱۹۴۹ء میں موضع عالم گنج ضلع فتح پور (یوپی) میں پیدا ہوئے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم سب سے پہلے اپنے گاؤں ہی کے مدرسہ صلاح العلوم میں ہوئی، پھر بعد آپ نے اپنے پڑوسی ضلع باندہ کے مدرسہ عربیہ ہتھورا میں داخلہ لیا، مدرسہ عربیہ سے مشکوٰۃ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے ۱۹۶۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور وہاں دورہ حدیث سے ۱۹۷۰ء میں آپ نے فراغت حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کی مادر علمی جامعہ عربیہ ہتھورا (باندہ) میں آپ کا عارضی تقرر ہوا اور آپ نے ایک سال وہاں تدریس کی خدمت انجام دی، پھر آپ کو تدریس کی غرض سے ۱۹۷۴ء میں دارالعلوم امدادیہ چونا بھٹی مسجد ممبئی بلایا گیا، وہاں آپ نے ۱۹۹۲ء تک مسلسل سترہ اٹھارہ سال تدریس کی خدمت انجام دی۔

آپ اپنی سادگی کے ساتھ علمی گہرائی اور رائے کی پختگی میں کافی مشہور ہیں! چنانچہ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۹۲ء تک مسلسل آپ نے دارالعلوم امدادیہ میں رہ کر تدریس کے ساتھ افتاء کا کام بھی انجام دیا اور اہل ممبئی کی بڑی تعداد فقہی معاملات میں آپ سے رجوع ہوتی رہی، آپ نے جمعیت علماء ہند کے محکمہ شرعیہ میں بھی کئی سال تک رکن کی حیثیت سے کام کیا ہے، اس وقت آپ ممبئی ہی میں ادارہ ”بزم صدیق“ کے دفتر میں افتاء کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور مختلف علمی کاموں میں مشغول ہیں۔

آپ ممبئی کے کثیر الاشاعت، مقبول اور معیاری اخبار ”انقلاب“ کے مستقل کالم نگار

ہیں اور ۱۹۸۴ء سے اب تک مستقل آپ کے فتاویٰ اس میں شائع ہوتے ہیں، پہلے یہ فتاویٰ اتوار کے دن ”دین فطرت اور آپ کے مسائل“ کے عنوان سے شائع ہوتے تھے، اب یہ جمعہ ایڈیشن میں ”فتاویٰ روزنامہ انقلاب“ کے نام سے چھپتے ہیں، لوگوں میں اس کالم کی بڑی مقبولیت ہے اور مسلمانوں کو آپ کے فتاویٰ پر بڑا اعتماد و اطمینان ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی بڑی تعداد اخبار کے ذریعہ آپ سے مسائل میں رجوع ہوتی ہے۔

ان فتاویٰ اور روزمرہ کے مسائل کے علاوہ ”قربانی کے احکام“ کے نام سے ایک کتاب بھی آپ نے مرتب فرمائی ہے اور ”مہدی اور مسیح“ کے موضوع پر آپ کی دو کتابیں زیر ترتیب ہیں، نیز آپ کے بہت سے فقہی مقالات اور فرق باطلہ کی تردید میں لکھے گئے مضامین مختلف اخبار و رسائل میں چھپ چکے ہیں، فقہی سیمیناروں میں آپ کی شرکت کو غنیمت سمجھا جاتا ہے اور آپ کی رائے کو احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

آپ نے جن اساتذہ سے کسب فیض کیا ہے، ان میں عارف باللہ حضرت قاری سید صدیق احمد (ناظم جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ)، مولانا نظام الحق، مولانا نفیس اکبر صاحب (باندہ)، مولانا منظور صاحب (امروہہ)، مولانا رشید احمد فیض آبادی، مولانا وحید الزماں کیرانوی مفتی نظام الدین اعظمی اور مولانا شریف الحسن وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں اور آپ کے تلامذہ میں مولانا محمود دریا بادی (جنرل سکریٹری علماء کونسل ممبئی)، مولانا حبیب احمد (ناظم جامعہ عربیہ ہتھورا، و فرزند حضرت قاری صدیق صاحب)، مولانا اظہار سیتا مڑھی، مفتی شاکر (پونہ)، ڈاکٹر منور عالم، مولانا حبیب الرحمن فلاحی وغیرہ خاص کر قابل ذکر ہیں۔

اس وقت آپ علماء کونسل ممبئی کے نائب صدر، انجمن اہل سنت والجماعت (ممبئی) کے سرپرست، الجمعۃ الفکریہ اسلامک اسکول کے ٹرଷٹی، مرکز المعارف (ممبئی) کے رکن اور انجمن تحفظ ناموس صحابہ کے سرپرست ہیں اور اپنی علالت کے باوجود ہمہ جہتی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

## مولانا عبید اللہ سعدی

مولانا سعدی صاحب ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام مولانا مرتضیٰ صاحب تھا، جو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ناظم کتب خانہ تھے، ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے گھر میں اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کی بعض شاخوں میں حاصل کی، قرآن کریم کا حفظ آپ نے ندوہ کے شعبہ تحفیظ القرآن میں کیا اور وہیں روایت حفص میں فن تجوید بھی پڑھا، پھر عربی کی کتابیں بھی ندوہ ہی میں پڑھیں، کچھ دنوں آپ نے مدرسہ عربیہ ہتھورا، باندہ میں بھی تعلیم حاصل کی، پھر آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں دارالعلوم سے فضیلت مکمل کی، ۱۳۹۱ھ میں دارالعلوم دیوبند ہی میں ”تکمیل العلوم“ کے شعبہ میں رہے اور ۱۳۹۲ھ میں وہیں سے افتاء بھی کیا۔

فراغت کے بعد ۱۳۹۳ھ میں آپ کانپور کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ جامع العلوم پٹنپور میں تدریس کی خدمت کے لئے مقرر ہوئے اور ۱۳۹۷ھ تک وہاں خدمات انجام دیں، ۱۳۹۷ھ میں آپ جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ (یوپی) میں مدرس مقرر ہوئے اور تاہنوز اسی ادارہ میں شیخ الحدیث اور صدر مفتی کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ (۱)

یوں تو آپ کئی فنون میں دسترس رکھتے ہیں؛ لیکن زمانہ طالب علمی ہی سے فقہ وفتائی آپ کا خاص موضوع رہے ہیں؛ چنانچہ آپ نے فتاویٰ نویسی کی تربیت فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے حاصل کی، اس زمانہ میں آپ ایک ایک مسئلہ کو اپنی کاپی میں لکھ لیا کرتے تھے اور زیادہ تر استاذ محترم کی خدمت میں رہنے کی کوشش کیا کرتے

(۱) دیکھئے: دارالعلوم دیوبند: ۸۰۵، مولانا سعدی صاحب، ط: شیخ الہند اکیڈمی دیوبند۔



تھے، (۱) فقہ میں آپ کی مہارت ہی کی بنا پر جب قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نے نئے مسائل کے شرعی حل کے لئے ”مرکز الہدایۃ العلمیہ“ قائم فرمایا اور اس کے دائرہ کو وسیع کرتے ہوئے ”اسلامک فقہ اکیڈمی“ کی بنیاد ڈالی تو اس میں جن چند فقہی شخصیات کے نام شامل کئے، ان میں آپ کا نام بھی تھا؛ چنانچہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں :

..... قاضی صاحب نے مرکز کے دائرہ کو وسیع فرمایا اور اپنے نئے رفقاء جو اپنے علمی مزاج اور تحقیقی مذاق کی وجہ سے یقیناً اس کارواں میں شرکت کے مستحق تھے، انھیں قاضی صاحب نے شریک کیا، میری مراد حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب، ڈاکٹر منظور عالم صاحب، جناب امین عثمانی صاحب، مولانا عتیق احمد بستوی صاحب، مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب سے ہے۔ (۲)

چنانچہ اس وقت آپ اکیڈمی کے سکریٹری (برائے سیمینار) ہیں اور اپنی علمی لیاقت، فقہی بصیرت اور تواضع و انکساری کی وجہ سے رفقاء کا اور علماء میں بڑی وقعت اور محبوبیت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

مولانا اسعدی صاحب کے علمی اور قلمی سرمایوں میں سے عربی زبان میں الموجز فی أصول الفقہ، دارالعلوم دیوبند مدرستہ فکریہ..... اور بین الضعیف والموضوعات من الحدیث ہے اور اردو زبان میں علوم الحدیث، اصول الفقہ، اسلام مکمل دین مستقل تہذیب، الربا، غیر مسلم ممالک میں عشر و خراج، تجدید النسل، تسہیل البلاغۃ، اسعاد الخو، علوم القرآن الکریم، فقہ اسلامی میں علماء ہند کی خدمات، اصول حدیث۔ غور و فکر کے چند اہم گوشے وغیرہ خاص کر قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ اور بھی کتابیں زیر ترتیب ہیں اور کئی فقہی مقالات مختلف رسالوں میں طبع شدہ ہیں۔



(۱) دیکھیے: چند نامور علماء، ۶۳، مجموعہ مضامین مولانا بدر الحسن قاسمی (مقیم کویت)

(۲) قاضی مجاہد الاسلام قاسمی۔ حیات و خدمات، ۸۹، مرتب: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی۔



## مولانا عتیق احمد بستوی

مولانا عتیق احمد کا آبائی وطن ضلع بستری (یوپی) ہے اور آپ کے والد گرامی کا نام محمد رفیق ہے، آپ نے محلہ کے مکتب کے علاوہ مختلف اداروں میں تعلیم حاصل کی اور آخر میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، جہاں سے ۱۹۷۴ء میں آپ کی فراغت ہوئی۔

مولانا اپنی مختلف خوبیوں کے ساتھ فقہ و فتاویٰ میں خاص کراہتیا ز رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ماضی قریب کے جید عالم اور فقیہ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے جب ہندوستان میں جدید فقہی مسائل پر غور و خوض کے لئے ایک ادارہ ”اسلامک فقہ اکیڈمی“ کی بنیاد رکھی تو اس میں علمی کاموں کے لئے دوسرے اہل علم کے ساتھ آپ کا بھی نام شامل کیا اور اس وقت آپ اس اکیڈمی کے (سکریٹری برائے علمی امور) ہیں، نیز قاضی صاحبؒ نے جب تربیت قضاء و افتاء کے لئے ایک ملک گیر پیمانہ کا ادارہ ”المعبدہ العالی للتدرب فی القضاء والافتاء“ قائم کیا تو اس میں بھی رکن کی حیثیت سے آپ کو نامزد کیا گیا، آپ اس وقت دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں فقہ کے استاذ، شہر لکھنؤ کے قاضی شریعت اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے محکمہ دارالقضاء کے کنوینر ہیں، نیز اپنے طور پر ایک خالص فقہی تربیتی ادارہ بھی ”معبد الشریعہ“ کے نام سے چلا رہے ہیں، جس میں ہر سال متعدد فضلاء فقہ و فتاویٰ کی تربیت پاتے ہیں۔

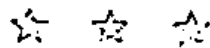
فقہ کے موضوع پر آپ کی کئی تصانیف بھی منظر عام پر آ کر اہل علم سے داد تحسین وصول

کر چکی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں :

۱- مصارف زکوٰۃ۔

۲- زکوٰۃ اور مسائے تملیک۔

- ۳- اسلامی نکاح۔
  - ۴- ہندوستان اور نظام قضاء۔
  - ۵- مصطلحات فقہی۔
  - ۶- تحقیق و تعلیق ”الحیلة الناجزة“ (مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ)۔
- ان کے علاوہ آپ نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی مشہور تصنیف ”ازالة الشکوک“ پر بھی تحقیق و تعلیق کا کام کیا ہے، جو پہلے دو جلدوں میں تھی، اب تحقیق کے بعد چار جلدوں میں طبع ہوئی ہے، نیز ”پنڈر اسحاب عزیمت“ اور ”فکر کی غلغلی“ بھی آپ کی گرانقدر تصنیفات میں ہیں۔



## مولانا محمد قاسم مظفر پوری

### سن ولادت اور تعلیم

ہندوستان کے سینئر قاضی حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوری کی ولادت ۱۹۳۷ء میں مظفر پور (بہار) میں ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام محمد معین الحق ہے اور آپ کے وطن کا پورا پتہ اس طرح ہے: مقام منت نگر مادھو پور، ڈاک خانہ انگواں، وایا جوارہ، ضلع مظفر پور (بہار)۔

قاضی صاحب کی ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہی ہوئی، پھر ۱۹۵۱ء میں آپ نے مدرسہ امدادیہ در بھنگہ میں داخلہ لیا، وہاں ۱۹۵۳ء تک آپ کا قیام رہا اور مولانا عبدالرحیم صاحب، مفتی عبدالحفیظ صاحب، مولانا محی الدین صاحب وغیرہ سے عربی دوم، سوم اور چہارم کی کتابیں پڑھیں۔

۱۹۵۴ء میں آپ کا داخلہ دارالعلوم دیوبند میں ہوا، وہاں آپ نے نور الانوار، ہدایہ اولین، مقامات حریری وغیرہ سے دورہ حدیث تک کی تعلیم حاصل کی، دورہ حدیث میں آپ نے بخاری شریف کے ۶۳ اسباق شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے پڑھے اور حضرت مدنی کی وفات کے بعد بخاری کے بقیہ اسباق حضرت مولانا فخر الحسن مراد آبادی سے پڑھے، صحیح مسلم علامہ ابراہیم بلیاوی سے اور سنن ترمذی شیخ الادب مولانا اعزاز علی سے پڑھی، دورہ حدیث کے سالانہ امتحان میں آپ کو اول پوزیشن سے کامیابی ملی۔

دارالعلوم میں آپ کے ساتھیوں میں مولانا قمر الدین صاحب (استاذ دارالعلوم دیوبند)، مولانا محمد اسلم صاحب (فرزند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب و استاذ دارالعلوم وقف دیوبند)، مولانا محمد برہان الدین سنبلہلی صاحب (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)، مولانا

عبداللہ خان صاحب (بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ قاسمیہ بالا ساتھ، سیتا مڑھی، بہار) وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

### فراغت و تدریس

۱۹۵۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے آپ کی فراغت ہوئی، فراغت کے بعد آپ اپنے استاذ مولانا عبدالرحیم صاحب کے حکم پر مدرسہ امدادیہ درجہ نگہ میں تدریسی خدمت انجام دینے لگے، ڈیڑھ سال تک آپ نے وہاں اعزازی طور پر خدمت انجام دی، ۱۹۸۵ء میں مولانا محمد منت اللہ رحمانی (امیر شریعت رابع امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ) اور مولانا محمد عثمان صاحب (مہتمم مدرسہ رحمانیہ سوپول، درجہ نگہ بہار) کی خواہش پر مدرسہ رحمانیہ تشریف لے گئے اور وہاں تدریسی خدمت میں مصروف ہو گئے، مدرسہ رحمانیہ میں آپ کو حماسہ، مشکوٰۃ، مسلم، بخاری وغیرہ چھوٹی بڑی تقریباً تمام کتابیں پڑھانے کا موقع ملا، آپ وہاں مشیخت حدیث کے منصب پر فائز تھے، مارچ ۲۰۰۴ء میں آپ وہاں سے ریٹائر ہو گئے۔

### خدمتِ قضاء

مختلف علوم و فنون میں مہارت اور مختلف علمی میدانوں میں خدمت کے ساتھ آپ کی توجہ کا اصل مرکز باب قضاء اور آپ کی خدمت کا نمایاں پہلو کار قضاء ہے، چنانچہ خدمتِ قضاء کے حوالہ سے ہندوستان کے سب سے موثر ادارہ امارت شرعیہ (پھلواری شریف پٹنہ) نے جب ۱۹۸۵ء میں مدرسہ رحمانیہ سوپول (درجہ نگہ) میں اپنا پہلا ذیلی دارالقضاء قائم کیا تو اسی وقت سے آپ اس دارالقضاء سے وابستہ رہے اور مولانا محمد عثمان صاحب کے حین حیات نائب و معاون کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے اور مولانا موصوف کی وفات (فروری ۱۹۷۷ء) کے بعد مستقلاً یہ ذمہ داری آپ سے متعلق کر دی گئی، ۵۲ سال مستقل یہاں خدمت انجام دینے کے بعد ۴ فروری ۲۰۱۰ء کو آپ نے یہ ذمہ داری مولانا محمد شمیم صاحب (استاذ مدرسہ رحمانیہ سوپول) کو سونپ دی۔

مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ کے سینئر قاضی حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی کی وفات (۲۰۰۲ء) کے بعد آپ سے مرکزی دارالقضاء پٹنہ آجانے کی خواہش کی گئی؛ مگر آپ ضعف جسمانی، علالت اور بعض دیگر مصروفیات کی وجہ سے وہاں مستقلاً قیام پر رضامند نہیں ہوئے تو امارت کے ذمہ داروں نے اپیل کے مقدمات کی سماعت آپ سے متعلق فرمائی، آپ اس پر رضامند ہو گئے اور وقتاً فوقتاً مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ تشریف لے جاتے اور اپیل کے مقدمات کی سماعت فرماتے ہیں، نیز ابھی دو سال قبل امارت شرعیہ نے ”مہدولی“ (ضلع دربھنگہ) میں ایک دارالقضاء قائم کیا تو وہاں کا قاضی بھی آپ ہی کو مقرر کیا گیا۔

کار قضاء میں آپ کی مہارت اور دیرینہ تجربات سے فائدہ اٹھانے کے لئے متعدد تربیت قضاہ کمپ میں آپ کو مربی کی حیثیت سے مدعو کیا جاتا رہا ہے؛ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کرناٹک، مالیرگاؤں، تمل ناڈو، آسام (دارالعلوم بدرپور) اور حیدرآباد (المعبد العالی الاسلامی، شاہین نگر) وغیرہ کا کئی بار سفر کر چکے اور بے شمار علماء و فضلاء اور مفتیان و قضاة کی تربیت فرما چکے ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

خدمت قضاہ اور دارالقضاء کی ان ذمہ داریوں کے علاوہ قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نے ضلع دربھنگہ کے ایک موقر ادارہ مدرسہ اسلامیہ شکر پور بھروارہ کی صدارت بھی آپ کے سپرد فرمادی تھی، نیز آپ نے امیر شریعت رابع حضرت مولانا محمد منت اللہ رحمانی کی ایما پر اپنے گاؤں (مادھوپور، مظفرپور) میں ایک مدرسہ بھی قائم فرمایا، مدرسہ کو حضرت حکیم الامت قاری محمد طیب صاحب (مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے نام سے اور اس جگہ کو حضرت امیر شریعت رابع مولانا محمد منت اللہ رحمانی کے نام سے منسوب کرتے ہوئے، اس کا نام مدرسہ ”طیبہ منت نگر“ رکھا۔

### علمی و قلمی سرمایہ

کار قضاہ اور تدریس میں مستقل مشغول رہنے؛ بلکہ ان میں ”زندگی کھپا دینے“ کی وجہ سے آپ کو تصنیفی اور تالیفی کام کا زیادہ موقع نہیں مل سکا، تاہم آپ نے نصف صدی سے زائد

عرصہ تک جو قضاء کی خدمت انجام دی اور متعدد پیچیدہ مسائل پر اپنا فیصلہ قلم بند فرمایا، ان کی تعداد کئی ہزار تک پہنچتی ہے، جن میں سے دس ہزار فیصلے اس وقت محفوظ ہیں، اگر ان فیصلوں کو مرتب کر دیا جائے تو یہ آپ کا سب سے بڑا قلمی سرمایہ ہوگا اور ملک بھر میں خدمتِ قضاء انجام دینے والوں کے لئے سرمہٴ بصیرت اور سنگِ میل کا کام دے گا، اس کے علاوہ درج ذیل فقہی وغیر فقہی کتب و رسائل بھی زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم کے درمیان مقبول ہو چکے ہیں :

۱- مسجد کے آداب و احکام۔

۲- رشتے کا احترام کیجئے!

۳- بینک اور انشورنس کے چند مسائل۔

۴- مکاتیبِ رحمانی۔

۵- رہنمائے قاضی۔

۶- معلم و مربی کی بنیادی صفات۔

تلامذہ

کتب و رسائل تیار کرنے کے ساتھ آپ نے جو افراد تیار کئے، وہ بھی آپ کی زندگی کا بہترین سرمایہ ہیں، آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد مختلف علمی و فقہی مراکز میں نمایاں طور پر خدمات انجام دے رہی ہے، جن میں مولانا سعد اللہ صاحب (مہتمم مدرسہ رحمانیہ سوپول، دربھنگہ)، مولانا سہراب عالم ندوی قاسمی (نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ)، مولانا احمد ساقی مرحوم (نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ)، مولانا قریب الدین صاحب (استاذ دارالعلوم وقف دیوبند)، مولانا الطاف حسین (استاذ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)، مولانا رحمت اللہ ندوی (حالِ مقیم قطر)، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی (استاذ مدرسہ اسلامیہ شکر پور بھروارہ، دربھنگہ)، مولانا عبداللہ مبارک ندوی اور مولانا نعمت اللہ قاسمی (متعلم جامعہ أم القری، مکہ المکرمہ) وغیرہ کے نام خاص کر قابل ذکر ہیں۔

## خصوصیات و امتیازات

قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے امتیازی اوصاف اور قابل تقلید خصوصیات سے نوازا ہے، جن کو درج ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے :

۱- آپ پڑھنے لکھنے میں ہمیشہ اپنے ساتھیوں میں ممتاز رہے، یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث کے سالانہ امتحان میں آپ کو اول پوزیشن سے کامیابی حاصل ہوئی۔

۲- اصول فقہ اور فقہی جزئیات کے علاوہ نصوص شرعیہ پر آپ کی گہری نظر ہے، ہر مسئلہ میں آپ کی نظر سب سے پہلے نص قرآن یا نص حدیث پر جاتی ہے اور بڑی باریک بینی کے ساتھ نصوص سے نتیجہ اخذ کرنے میں آپ کامیاب ہو جاتے ہیں۔

۳- کارِ قضاء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی مہارتوں اور لیاقتوں سے نوازا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو رعب و ہیبت سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا ہے اور آپ کی گفتگو میں بے پناہ تاثیر بھی رکھی ہے؛ چنانچہ بڑا سے بڑا شرپسند شخص آپ کی ہیبت سے کانپ جاتا اور سخت سے سخت انسان آپ کی گفتگو سے پکھل جاتا ہے اور آپ ان کے باہمی نزاعات میں جو فیصلہ فرمادیتے ہیں، انھیں وہ نہ صرف بہ سرور چشم قبول کرتے ہیں؛ بلکہ بعض مرتبہ آپ کی ڈانٹ پھونکار پر بھی انھیں ناگواری نہیں ہوتی۔

۴- آپ کی ایک امتیازی اور قابل تقلید صفت آپ کی سادگی اور تواضع ہے، آپ معمولی سے معمولی طالب علم کے ساتھ بھی انتہائی اکرام سے پیش آتے ہیں اور اپنے چھوٹوں سے ایسی شفقت کا معاملہ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات شفقت پدیری بھی پھسکی معلوم ہونے لگتی ہے، علمی تفوق کے ساتھ ایسی تواضع اور متعدد خوبیوں کے ساتھ ایسی سادگی بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔

۵- پانچویں اہم خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی علمی لیاقت اور کارِ قضاء میں مہارت کو دیکھتے ہوئے بہت سے اداروں نے آپ کی خدمت چاہی، مگر آپ نے ہمیشہ اپنے علاقہ کی

ضرورت کو محسوس کیا اور وہیں خدمت انجام دینے کو ترجیح دی، گویا آپ کی نظر تمام و نمود، حشمت و جاہ اور مادی فوائد پر نہیں؛ بلکہ فرمانِ الہی ”لینلروا قومہم إذا رجعوا الیہم“ (التوبة: ۱۲۳) پر رہی اور علاقہ کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اسی کو اپنی توجہ کا مرکز اور خدمت کا میدان بنایا، اللہ تعالیٰ آپ کے سایہ کو تادیر قائم رکھے اور آپ کے فیضان کو مزید عام و تمام فرمائے۔ آمین





## مفتی جمیل احمد ندیری

آپ کی ولادت ۱۱ اگست ۱۹۵۶ء کو آپ کے تانیہالی شہر ”گنا“ (مدھیہ پردیش) میں ہوئی، آپ کے والد کا نام مولانا نذیر احمد ہے اور آپ کا آبائی وطن نواہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (اتر پردیش) ہے۔

آپ نے بالکل ابتدائی تعلیم اپنی والدہ، والد اور نانا سے حاصل کی، پھر اپنے محلہ کے مدرسہ عین الاسلام میں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں داخلہ لیا اور عربی درجات کی تعلیم حاصل کی، ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں آپ کا داخلہ دارالعلوم دیوبند میں ہوا، آپ نے یہاں دو سال قیام کیا اور ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں یہاں سے فراغت پائی۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے سب سے پہلے دارالعلوم فاروقیہ کاکوری (لکھنؤ) میں تدریس کی خدمت انجام دی، پھر آپ اپنے وطن مبارک پور کے مدرسہ احیاء العلوم سے وابستہ ہوئے اور بالآخر اپنے ابتدائی مدرسہ عین الاسلام آئے اور اس کی ذمہ داری سنبھالی، اس وقت آپ اسی ادارہ کے مہتمم اور ذمہ دار ہیں۔

مفتی صاحب نے مدرسہ کی ذمہ داری، تدریس اور اصلاحی کاموں کے ساتھ خاص کر نقد و فتاویٰ کا کام ہمیشہ جاری رکھا اور اس میں ایک قسم کا امتیاز پیدا کیا؛ چنانچہ آپ نے اپنی تدریسی زندگی کے آغاز ہی سے دارالعلوم فاروقیہ (لکھنؤ) میں تدریس کے ساتھ افتاء کا کام بھی انجام دیا، اس کے بعد جامعہ عربیہ احیاء العلوم میں بھی افتاء کا کام آپ کے سپرد رہا اور اس وقت بھی مدرسہ عین الاسلام کے اہتمام کے ساتھ افتاء کی ذمہ داری آپ ہی سے متعلق ہے اور دینی

و شرعی رہنمائی کے لئے عوام کی بڑی تعداد آپ سے رُجوع ہوتی ہے۔

آپ نے فقہ، ادب اور عقائد وغیرہ پر کئی کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں، جن کی تعداد دو درجن سے زیادہ ہے؛ چنانچہ فقہ میں مسئلہ ایصالِ ثواب، نان و نفقہ کا مسئلہ، دیس پردیس کے شرعی مسائل اور فتاویٰ احياء العلوم (جلد اول) خاص کر قابل ذکر ہیں اور دیگر موضوعات پر اسلام اور عہد حاضر، دولت اور غربت اسلام کی نظر میں، فرقہ وارانہ فسادات اور مسلمان، گھریلو جھگڑے اور ان کا حل قرآن و حدیث کی روشنی میں، مصافحہ کا مسنون طریقہ، رہنمائے مطالعہ و مضمون نگاری، اہل حدیث — چند حقائق، رضا خانی ترجمہ و تفسیر ایک نظر میں اور بادۂ وحدت حرمین کے سائے میں (نعتیہ مجموعہ) خاص کر قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ ”فتاویٰ مفتی محمد یسین“ بھی آپ نے مرتب کی ہے۔

آپ نے جن بزرگوں سے تعلیم حاصل کی، ان میں مولانا معراج الحق صاحب، قاری محمد طیب صاحب (مہتمم دارالعلوم دیوبند)، مولانا شریف حسن صاحب، مفتی نظام الدین اعظمی، مولانا نصیر احمد خاں صاحب، مولانا خورشید عالم صاحب (دیوبند) اور مولانا شکر اللہ نعمانی صاحب (ولید پور) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں اور جن لوگوں نے آپ سے کسب فیض کیا ان میں مولانا عبدالولی فاروقی (لکھنؤ)، مولانا عارف جمیل و مولانا محمد عامر (مبارک پور)، مولانا سرفراز احمد قاسمی، مفتی نورالہدیٰ قاسمی (بھوپال)، مولانا ظفر اقبال و مولانا اصغر علی (گیا)، مولانا عبدالحمید مفتی نوید اختر (ارریا) خاص کر قابل ذکر ہیں۔



## مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

### سن ولادت اور وطن

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مؤرخہ: ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ، مطابق: نومبر ۱۹۵۶ء میں پیدا ہوئے، آپ کا تاریخی نام آپ کے چچا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے ”نور خورشید“ رکھا، آپ مولانا حکیم زین العابدین صاحب (۱) کے خلیفہ رشید ہیں:

یہ زین عابدین کے خلیفہ رشید ہیں  
خلق و کمال علم میں فرو و حید ہیں

آپ ”قاضی محلہ“ جالے ضلع در بھنگہ (بہار) کے رہنے والے ہیں اور اس وقت دکن کے مشہور علمی شہر حیدرآباد میں مقیم ہیں۔

### تعلیم و تربیت

آپ نے قرآن مجید اور ابتدائی اُردو وغیرہ اپنی دادی، والدہ اور پھوپھا مولانا وجیہ احمد سے پڑھی، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں، پھر آپ نے اپنی

---

(۱) مولانا زین العابدین کا شمار اپنے زمانہ کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے، جو صحت کی ناموافقت کی وجہ سے بازنیس جاسکے اور ابتداء سے انشاء تک اپنے والد مولانا عبد اللہ صاحب سے ہی کسب علم کیا؛ البتہ طب کی تعلیم لکھنؤ میں حاصل کی، آپ گورنمنٹ طبیہ تھے اور اسی کو ذریعہ معاش بنا کر ہمیشہ فی سبیل اللہ علم دین کی خدمت کرتے رہے، قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ (سابق صدر مسلم پرسنل لا بورڈ) نے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں انھیں سے پڑھیں، اتباع سنت کا خاص اہتمام اور بدعت سے بہت ہی نفور تھا، عربی زبان و ادب کا بڑا عمدہ ذوق رکھتے تھے، ملی مسائل میں حبیۃ علماء، ہند کی طرف جھکاؤ تھا، دین ابراہیمی، سیرت مصطفیٰؐ اور مکام الحدیث جیسی تصانیف آپ کے علمی شاہکار ہیں۔

پڑوس کی بستی ”دوگرا“ میں قائم مدرسہ قاسم العلوم حسینیہ میں ایک دو سال تعلیم حاصل کی، یہاں مولانا عبدالحمید قاسمی (نیپال) آپ کے خاص استاذ تھے، متوسطات سے دورہ حدیث تک آپ کی تعلیم جامعہ رحمانی مونگیر میں ہوئی، یہاں مولانا شمس الحق صاحب، مولانا اکرام علی صاحب (جو بعد میں جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں شیخ الحدیث ہوئے) مولانا حبیب الرحمن قاسمی (جو اس وقت دارالعلوم حیدرآباد میں شیخ الحدیث ہیں) مولانا فضل الرحمن قاسمی (جو اس وقت دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد میں نائب شیخ الحدیث ہیں) اور مولانا فضل الرحمن رحمانی (جو بعد میں جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں شیخ الحدیث ہوئے) وغیرہ سے آپ نے خصوصی استفادہ کیا۔

جامعہ رحمانی مونگیر سے شعبان ۱۳۹۵ھ میں آپ فارغ ہوئے، پھر مکرر دورہ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شعبان ۱۳۹۶ھ میں یہاں سے فارغ ہوئے، دیوبند میں آپ نے بخاری جلد اول مولانا شریف حسن دیوبندیؒ سے اور جلد ثانی مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے پڑھی، ان کے علاوہ مولانا محمد حسین بہاریؒ، مولانا معراج الحق صاحبؒ، مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ، مفتی نظام الدین اعظمیؒ، مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ، مولانا محمد نعیم دیوبندیؒ اور مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ سے بھی مختلف کتابیں پڑھنے کا موقع ملا۔

دیوبند سے فراغت کے بعد آپ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ گئے اور وہاں دو سال (شوال ۱۳۹۶ھ تا شعبان ۱۳۹۸ھ) رہ کر قضاء و افتاء کی تربیت حاصل کی، تربیت قضاء میں آپ نے جناب محمد شفیع صاحب — جو اگرچہ پورے عالم نہیں تھے، مگر مفکر اسلام مولانا ابوالحسن محمد سجاد علیہ الرحمہ کی طویل صحبت کی وجہ سے قضاء کے باب میں بڑی مہارت رکھتے تھے — سے بھرپور استفادہ کیا اور وہیں آپ کو قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ صاحب سے بھی خصوصی استفادہ کا موقع ملا، یہاں پر خود مولانا کا ایک اقتباس اختصار کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے، آپ لکھتے ہیں :

اس حقیر کو حضرت قاضی صاحبؒ سے کچھ زیادہ اسباق پڑھنے کا موقع نہیں ملا؛ لیکن میری تربیت میں ان کا بڑا حصہ ہے، وہ مجھ

سے مختلف اور متنوع قسم کے کام لیتے اور غشاء یہ ہوتا کہ مختلف پہلوؤں سے میری تربیت ہو..... اس زمانہ میں میں نے کئی پروگراموں کے خطبہ استقبال، افتتاحی و صدارتی خطبات اور کتابوں کے پیش لفظ لکھے، میں پوچھتا کہ اس میں کیا لکھا جائے؟ تو فرماتے کہ ”میں کیوں بتاؤں، تم خود سوچو کہ موقع کی مناسبت سے کیا کیا باتیں آنی چاہئیں..... اس سے مجھے بڑا فائدہ ہوا اور اب اس طرح کی چیزیں کم وقت میں قلم برداشتہ لکھی جاسکتی ہیں۔ (۱)

### تدریسی خدمت

شوال ۱۳۹۷ھ میں آپ امیر ملت اسلامیہ آندھرا پردیش مولانا حمید الدین حسامی عاقلؒ کی دعوت پر تدریس کے لئے دارالعلوم حیدرآباد تشریف لائے، آپ کی حیدرآباد دکن آمد پر بے ساختہ زبان پر یہ شعر آتا ہے کہ :

وہ جو پھول اک کھلا کر دیا قاسمی چمن نے

بڑے پیار سے اٹھایا اسے دامن دکن نے

دارالعلوم حیدرآباد میں اس وقت شرح جامی تک ہی تعلیم تھی؛ چنانچہ رحمت عالم، شرح مآقاة عامل، قدوری اور شرح تہذیب کے اسباق آپ سے متعلق ہوئے اور بہت جلد یہاں کے مقبول اساتذہ میں آپ کا شمار ہونے لگا؛ لیکن کسی وجہ کر یہاں آپ کی طبیعت بھی نہیں لگ رہی تھی اور آدھر دارالعلوم سبیل السلام کے ذمہ داروں کا اصرار بھی تھا کہ آپ سبیل السلام آجائیں؛ چنانچہ مولانا عاقل صاحب کی اجازت سے ۱۳۹۸ھ کا تعلیمی سال پورا کر کے آپ سبیل السلام منتقل ہو گئے، یہاں بھی آپ کا درس بہت مقبول ہوا اور ایک ہی سال بعد شوال ۱۳۹۹ھ میں

(۱) قاضی عابد الاسلام قاسمی — حیات و خدمات: ۱۳۹۰

آپ کو یہاں کا صدر مدرس بنا دیا گیا، یہاں شعبان ۱۴۲۰ھ تک تقریباً ۲۲ سال آپ نے خدمت انجام دی، یہاں آپ کو رحمتِ عالم سے لے کر بخاری شریف تک درسِ نظامی کی تقریباً تمام کتابیں اور تمام فنون پڑھانے کا موقع ملا۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے تربیت اور افراد سازی کا بہترین ملکہ عطا فرمایا ہے اور خاص کر فقہ و فتاویٰ میں آپ کی تربیت مثالی؛ بلکہ بے مثال ہے؛ چنانچہ فقہ میں فضلاء مدارس کی تربیت کے لئے آپ کی تحریک پر شوال ۱۴۰۹ھ میں تخصص فی الفقہ (افتاء) کا شعبہ قائم ہوا اور اس کی پوری علمی صورت گری آپ ہی نے کی، پھر آپ نے اس انداز سے فضلاء کی تربیت فرمائی کہ پورے ملک میں اس شعبہ کو شہرت حاصل ہوئی اور سبیل السلام فضلاء مدارس کا مرجع بن گیا۔

### المعبد العالی الاسلامی کا قیام

شعبان ۱۴۲۰ھ میں آپ سبیل السلام سے مستعفی ہو گئے اور اکابر کے مشورہ سے فضلاء مدارس کی تربیت کے لئے ایک مستقل ادارہ ”المعبد العالی الاسلامی“ قائم فرمایا، جس میں مشقِ فتاویٰ کے علاوہ کئی اسباق آپ سے متعلق ہیں اور وقفہ وقفہ سے کسی خاص موضوع پر تمام طلبہ میں محاضرے بھی دیتے ہیں، سبیل السلام سے علاحدگی اور معبد کے قیام کے بعد دارالعلوم حیدرآباد کی انتظامیہ کے اصرار پر آپ وہاں ترمذی شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے اور وہاں کے تخصصات کے شعبوں کی نگرانی بھی فرماتے تھے؛ اس جزوی خدمت کا سلسلہ تقریباً دو سال چلا، پھر اپنی مصروفیات کی بنا پر دارالعلوم حیدرآباد کی جزوی خدمت سے سبکدوش ہو گئے اور پورے طور پر معبد ہی کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔

### امتيازات و خصوصیات

اللہ تعالیٰ نے مولانا کو گونا گوں خوبیوں سے نوازا ہے، تفسیرت، حدیث، رجال، سیر، فقہ، اصول فقہ، قواعد فقہیہ اور درسِ نظامی کے جملہ فنون پر آپ کی گہری نظر ہے، تاہم چند ایسی چیزیں جو آپ کو اپنے ہم عصروں سے ممتاز کرتی ہیں، ان کو درج ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے :

## ۱۔ وسعت مطالعہ

مولانا نے شروع سے ہی مطالعہ کا خاص اہتمام رکھا اور اس کے لئے کئی طرح کی مشقتوں کا سامنا کیا، زمانہ طالب علمی میں اپنی جیب خرچ سے رقم بچا کر کتابیں خریدتے اور اگر کتاب کئی جلدوں میں اور خطیر رقم کی متقاضی ہوں تو دیگر ساتھیوں کو رغبت دلا کر ان کے اشتراک سے خریدتے تھے، شروع زمانہ مدرس میں بھی آپ کی آمدنی کا ایک مناسب حصہ کتابوں کی خریداری اور علمی کاموں میں صرف ہوا اور آپ کا زیادہ وقت مطالعہ و کتب بینی میں گذرا، سیرت کی اردو کتاب ”رحمت عالم“ پڑھانے کے لئے آپ سیرت ابن ہشام اور سیرت کی دیگر بڑی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے، ترجمہ قرآن پڑھانے کے لئے ہر سال تفسیر کی کسی ایک مبسوط کتاب کے مطالعہ کا اہتمام کرتے تھے، بخاری اور ترمذی پڑھانے کے کئی کئی شروح حدیث کو مطالعہ میں رکھتے تھے، جو کتابیں مدرسہ کے کتب خانہ میں موجود نہیں ہوتیں، ان کے مطالعہ کے لئے شہر کی دوسری لائبریریوں کا رخ کرتے تھے؛ چنانچہ دارالعلوم حیدرآباد میں مدرسے کے زمانہ میں آپ نے حیدرآباد کی آصفیہ لائبریری سے خوب استفادہ کیا، آپ روزانہ عصر تا عشاء مذکورہ لائبریری میں مطالعہ فرماتے اور خاص مطالعہ کو نوٹ فرماتے تھے، مطالعہ کا شوق آپ کو آتے جاتے رہا ہوں میں بھی کتب بینی پر مجبور کرتا تھا؛ چنانچہ بسا اوقات مدرسہ سے گھر جاتے ہوئے موٹر (بائیک) از خود اس لئے نہیں چلاتے تھے؛ تاکہ پیچھے بیٹھ کر کتاب کا مطالعہ ممکن ہو سکے اور آج بھی ملاقاتیوں کے ہجوم اور مختلف مشغولیات کی وجہ سے گھر پر مطالعہ کا زیادہ وقت نہیں مل پاتا؛ لیکن جب آپ کسی سفر پر ہوتے ہیں تو آمد و رفت کا بیشتر وقت کسی مقالہ یا مسودہ کے مطالعہ میں گذرتا ہے، آپ کے مطالعہ کی کثرت ہی کا نتیجہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ کی جستجو کے لئے اپنے طلبہ کو حدیث، تفسیر اور فقہ وغیرہ کی مختلف کتابوں کے محل وقوع کی بر ملا نشان دہی فرمادیتے ہیں اور نئے پیش آنے والے مسائل کی نظیر تلاش کرنا آپ کے لئے مشکل نہیں ہوتا۔

## ۲۔ نئے مسائل کا مناسب حل

مولانا کی دوسری اہم خصوصیت نئے مسائل کا حل ہے، معاشرہ میں پیش آنے والے وہ مسائل جو قدیم فقہاء کی کتابوں میں موجود ہیں ان کو تلاش کرنا کسی قدر آسان ہے، مگر معاشرہ میں پیش آنے والے ایسے مسائل جن کی اصل حیثیت ہی متعین کرنا انتہائی دشوار ہوتا ہے، پھر اس پر قرآن و حدیث اور فقہی جزییات کو منطبق کرنا اور صحیح رائے قائم کرنا، جہاں علم میں وسعت، گہرائی اور تنوع کو چاہتا ہے، وہیں اعلیٰ ذہانت اور صحت مند و مضبوط فکر بھی درکار ہوتی ہے، مولانا کو اللہ تعالیٰ نے ان تمام مطلوبہ خوبیوں سے نوازا ہے؛ چنانچہ آپ پیش آنے والے کسی بھی مسئلہ کی تہہ تک بہت جلد پہنچ جاتے ہیں اور آپ کا ذہن اس مسئلہ کی حقیقت اور صحیح صورت حال کا اندازہ کر لیتا ہے، پھر آپ اپنی وسعت علمی کی بدولت اس مسئلہ کے تعلق سے صحیح رائے قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں؛ چنانچہ ”جدید فقہی مسائل“ کے عنوان سے پانچ جلدوں میں آپ کی تالیف، مختلف سیمیناروں کے موقع سے اہم مسائل میں آپ کی آراء اور زبانی تحریری پوچھے جانے والے روزمرہ کے سوالات کے جواب اس پر اچھی طرح شاہد ہیں، انہی وجہ سے بجا طور پر ملک میں آپ کو ”فقیہ العصر“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

نئے مسائل کے حل میں آپ کی مہارت جہاں خداداد ذہانت، بے پناہ محنت اور وسعت مطالعہ کی وجہ سے ہے، وہیں اس میں قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی صحبت اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی مولانا نظام الدین اعظمی کے فیض کا بھی حصہ ہے، مفتی نظام الدین اعظمی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے بعد حلقہ دیوبند میں نئے مسائل کی طرف سب سے زیادہ توجہ آپ نے ہی دی ہے — مولانا خالد سیف رحمانی کے اندر نئے مسائل کے حل کی صلاحیت پیدا کرنے میں مفتی نظام الدین اعظمی کی شاگردی اور جدید وسائل سے بھرپور شہر حیدرآباد میں آپ کی آمد پر کسی نے خوب کہا ہے کہ :

دست ”نظام“ سے جو پی کر کے آیا جی بھر

شیر ”نظام“ میں وہ ساغر لٹا رہا ہے



## ۳۔ نصوص سے اعتناء

احناف کے بارے میں عام طور سے دوسرے حلقوں کا یہ رجحان ہے کہ ان کے نزدیک نصوص کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور یہ مسائل میں اپنے فقہاء کی آراء کو ترجیح دیتے اور اسی کو حرف آخر سمجھتے ہیں، یہ مفروضہ اگرچہ تعصب اور عداوت و دشمنی پر مبنی اور حقیقت کے خلاف پروپیگنڈہ اور بے جا الزام ہے، مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارے بعض علماء کسی مسئلہ پر صریح نص رہنے کے باوجود بھی صرف فقہی عبارت کو پیش کر دینے پر اکتفا کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے لوگوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے اور ان کو پروپیگنڈہ کرنے کا موقع ملتا ہے — حضرت مولانا کسی بھی مسئلہ پر اگر نص موجود ہو تو پہلے نص پیش کرتے ہیں، پھر فقہاء کی عبارت بھی پیش کرتے ہیں، جس کے دو فائدے ہیں: حدیث پیش کرنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مسئلہ معلوم کرنے والے کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ہدایت اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے ہے اور اسی کے مطابق فقہی عبارت پیش کر دینے سے ان کو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ فقہ حنفی قرآن و حدیث سے کوئی الگ چیز نہیں ہے؛ بلکہ ہمارے فقہاء متبوعین نے قرآن و حدیث ہی سے مسائل کا استنباط کیا ہے، نیز حدیث کے بعد فقہی عبارت پیش کرنے سے جراب لکھنے والے پر بھی یہ اعتماد ہو جاتا ہے کہ اس نے آیات یا احادیث کی تشریح اپنی جانب سے نہیں کی ہے؛ بلکہ فہم آیات یا فہم حدیث میں متقدمین فقہاء پر اعتماد کیا ہے۔

## ۴۔ جائز متبادل پیش کرنا

لوگوں کے احوال و ضروریات سے آنکھیں موند کر کسی بھی مسئلہ پر صرف جائز یا ناجائز ہونے کا فتویٰ صادر کر دینا، نہ اُمت کے لئے خاص مفید ہوتا ہے نہ قابل عمل؛ اس لئے کہ بسا اوقات انسان اپنے مخصوص حالات اور ملکی و بین الاقوامی قانون کے تناظر میں بعض معاملات اور طریقہ کار پر مجبور رہتا ہے، ایسے وقت میں صرف اس فعل اور طریقہ کار کو ناجائز کہہ دینے کی وجہ سے اس کو ترک کرنا نہ آسان ہوتا ہے اور نہ نقصان سے خالی؛ اس لئے

ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے لئے دوسرا صحیح راستہ اور جائز متبادل پیش کیا جائے؛ تاکہ مہتلی بہ کے لئے اس جائز صورت کو اختیار کر کے ناجائز فعل و طریقہ کار سے بچ نکلنا آسان ہو۔ مولانا کے فتاویٰ اور جواب میں اس چیز کا خاص خیال ہوتا ہے، کسی چیز کو ناجائز لکھنے کے بعد اس کے شرعی پہلو کے ساتھ، عقلی پہلو سے بھی اس کی خرابیوں اور نقصانات کو واضح کرتے ہیں، پھر اس کا ایسا جائز متبادل پیش کرتے ہیں کہ مہتلی بہ کے لئے اس ناجائز فعل کو چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے۔

## ۵- آسان تر زبان و اسلوب

کسی بھی چیز کو لکھنے یا بولنے کا مقصد مخاطب کو وہ بات سمجھا دینا ہوتا ہے؛ لیکن بسا اوقات لوگ مسائل کے بیان میں اس طرح فقہی اصطلاحات اور عربی الفاظ کا استعمال کرتے ہیں کہ عام لوگوں کے لئے اس کا سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے، یا اسلوب ایسا گنجشک اور جملوں کی ترتیب ایسی پیچیدہ ہوتی ہے کہ مقصد تک مخاطب کی رسائی نہیں ہو پاتی یا دیر میں ہوتی ہے۔ مولانا اپنے درس، تقریر اور تحریر میں ایسی زبان اور ایسا اسلوب اختیار کرتے ہیں کہ عامی سے عامی آدمی بھی سمجھ لیتا ہے اور مطلب تک رسائی میں دشواری نہیں ہوتی؛ چنانچہ تجارت کی ایک شکل سے متعلق استفسار پر لکھتے ہیں:

اس طرح کے معاملات کو شریعت کی اصطلاح میں ”مضاربت“

کہتے ہیں، یعنی ایک شخص کا سرمایہ ہو، دوسرے شخص کی محنت

اور نفع میں دونوں شریک ہوں؛ لیکن اس معاملہ کے درست

ہونے کے لئے ضروری ہے کہ نفع کا تناسب بھی متعین ہو، مثلاً:

یوں بات ہو کہ جو نفع ہوگا اس کا 60% میں لوں گا اور 40%

آپ کو دوں گا، یہ صورت کہ اپنی مرضی سے جو بھی نفع چاہوں گا

دے دوں گا، درست نہیں۔ (۱)

ان کے علاوہ، نرم خوئی، تواضع، سادگی، چھوٹوں کی حوصلہ افزائی، حسبِ حال ہر ایک کی رعایت، قوت برداشت اور مسلکی رواداری، یعنی حقیقت میں تھلب اور علماء دیوبند کی حق پرستی کے اظہار کے ساتھ دوسرے مسلک و مشرب کے لوگوں سے اچھا برتاؤ اور ان کے ساتھ مل کر کام کرنا، یہ سب آپ کے قابلِ تقلید اوصاف ہیں۔

## دینی و فقہی خدمات

مولانا کی دینی و فقہی خدمات کو درج ذیل خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

### ۱۔ دینی اداروں کا قیام

مولانا کی دینی و فقہی خدمات کا ایک پہلو مختلف دینی و فقہی اداروں کا قیام اور اس کی کوشش ہے؛ چنانچہ مولانا نے مختلف مدارس سے عالیت اور فضیلت سے فارغ ہونے والے علماء کی مزید تربیت کے لئے ۲۰۰۰ء میں ”المعبد العالی الاسلامی حیدرآباد“ قائم فرمایا، جس میں تفسیر و حدیث اور انگریزی زبان کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ فقہ و فتاویٰ کی تربیت دی جاتی ہے (۱)، جو طلبہ حفظ کے بعد کسی مجبوری کی بنا پر آگے تعلیم جاری نہیں رکھ پاتے ہیں، یا جو عصری دانش گاہوں میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے، یا اپنی دوسری مصروفیات کے ساتھ دینی تعلیم کے خواہاں ہوں، ان کے لئے مولانا نے شہر حیدرآباد کے سہل الوصول علاقہ ”سعید آباد“ میں مدرسہ عبد اللہ ابن مسعود قائم فرمایا، جس میں مختلف عمر اور مختلف پیشوں سے جڑے افراد کو عصر تا عشاء پانچ سالہ عالیت کورس پڑھایا جاتا ہے، گھر کے ماحول کو دینی بنانے اور اسلامی خطوط پر بچوں کی تربیت کے لئے خواتین کی تعلیم انتہائی ضروری ہے؛ چنانچہ مولانا نے اپنے بعض شاگردوں بالخصوص مولانا کے نہایت معتمد شاگرد اور رفقاء کے اشتراک سے جامعہ عائشہ نسوان (مادنا پیٹ، حیدرآباد) قائم فرمایا جس میں طالبات کے لئے افتاء تک کی تعلیم کا نظم ہے، مولانا نے اپنے آبائی وطن جالے (ضلع دربھنگہ بہار) میں بھی ایک مدرسہ ”سبیل الفلاح“ کے نام سے قائم

(۱) المعبد العالی الاسلامی کا مفصل تعارف ساتویں باب میں ”فقہی ادارے“ کے تحت دیکھیں۔

فرمایا، جس میں عربی چہارم تک تعلیم ہوتی ہے اور طالبات کے لئے ”مدرسۃ الفالحات“ قائم فرمایا، جس میں دورہ حدیث تک تعلیم کا نظم ہے، اس کے علاوہ مدرسہ نور العلوم کوہیر (ضلع میدک، آندھرا پردیش)، مدرسہ تعلیم القرآن للبنات (نور خاں تعلیم، بیدو، کرناٹک)، مدرسہ الرشاد (بیگم پیٹ، حیدرآباد) وغیرہ کئی مدارس اور دینی درسگاہوں کے قیام میں آپ کا حصہ ہے۔

## ۲۔ فقہی رہنمائی

فقہ و فتاویٰ اور خاص کرنے مسائل میں آپ کی آراء پر ہندو بیرون ہند کے مسلمانوں کو بڑا اعتماد و اعتبار ہے؛ چنانچہ مختلف اداروں اور تنظیموں نے شرعی رہنمائی کے لئے آپ کو اپنا رکن بنایا ہے اور آپ قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ان کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے :

### (الف) مسلم پرسنل لا بورڈ

ہندوستان کی سب سے موثر اور ہمہ مسلکی پلیٹ فارم ”مسلم پرسنل لا بورڈ“ کی لیگل کمیٹی کے آپ رکن ہیں، جس میں عدالت سے پاس ہونے والے قوانین کا قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں جائزہ لیا جاتا ہے اور بعض مسائل میں اسلامی موقف کو عدالت کے سامنے پیش کرنے کے لئے قوانین اسلامی کو آپ مرتب بھی فرماتے ہیں، اس کے علاوہ بورڈ کی تفہیم شریعت کمیٹی، نکاح نامہ کمیٹی اور دارالقضاء کمیٹی کے بھی آپ رکن ہیں۔

### (ب) اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا ایک خالص فقہی ادارہ ہے، (۱) جو نئے پیش آنے والے مسائل پر غور و فکر کرنے اور ان کا شرعی حل پیش کرنے کے لئے ملکی و بین الاقوامی سطح پر خدمت انجام دے رہا ہے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اس ادارہ کے جنرل سکریٹری ہیں، آپ اپنے بعض رفقاء کے ساتھ نئے مسائل کی صورت کا تجزیہ کرتے ہیں، شرعی و فقہی اعتبار سے غور طلب

(۱) اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا تفصیلی تعارف ساتویں باب میں ”فقہی ادارے“ کے تحت دیکھیں۔

پہلوؤں سے متعلق سوالات مرتب کرتے ہیں اور علماء و مفتیان کی مختلف آراء اور مناقشوں کو سامنے رکھ کر تجاویز مرتب کرتے ہیں، اس کے علاوہ اکیڈمی کے تحت ہونے والے مختلف ورکشاپ میں علماء و طلبہ کے سامنے فقہی موضوعات پر محاضرات بھی پیش کرتے ہیں۔

### (ج) دارالقضاء امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش

مولانا کی فقہی و شرعی رہنمائی کا تیسرا پلیٹ فارم امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش کا دارالقضاء ہے، ۱۹۷۲ء میں جب آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا قیام عمل میں آیا تو اسی وقت یہ بات بھی طے پائی کہ ہندوستان کے طول و عرض میں امارت اور دارالقضاء کے نظام کو وسعت دی جائے؛ چنانچہ ۱۹۷۳ء میں ریاست آندھرا پردیش کے لئے ”امارت ملت اسلامیہ“ کا قیام عمل میں آیا، مولانا مفتی عبدالحمید صاحب، شیخ الجامعہ نظامیہ امیر اور مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقل و مولانا محمد حامد صدیقی (فاضل دیوبند) معاون امیر منتخب ہوئے، امارت کے قیام کے ساتھ ہی دارالقضاء کا نظام بھی قائم کیا گیا اور مفتی عبدالحمید صاحب امارت کے ساتھ ساتھ قضاء کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے، ان کی وفات کے بعد مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقل امیر منتخب ہوئے اور آپ ہی نے قضاء کی ذمہ داری بھی سنبھالی، پھر مولانا کی دعوت پر ۱۹۷۸ء میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی حیدر آباد شریف لائے اور انھوں نے مولانا کے حکم پر قضاء کی ذمہ داری سنبھالی، اس وقت سے امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش کا یہ دارالقضاء پوری فعالیت کے ساتھ کام کر رہا ہے، اس وقت مرکزی دارالقضاء میں کئی افراد کا عملہ ہے اور ریاست میں اس کی متعدد شاخیں بھی سرگرم خدمت ہیں، بعض مقدمات کورٹ میں چلیج بھی کئے گئے اور بحمد اللہ دارالقضاء کا فیصلہ برقرار رہا، اس دارالقضاء میں شہر حیدر آباد اور صوبہ آندھرا پردیش کے مختلف اضلاع، نیز بعض دوسرے علاقوں سے کثرت کے ساتھ مقدمات آتے ہیں اور مولانا کے فیصلہ پر لوگوں کو اعتماد و اطمینان ہوتا ہے، تقریباً ڈیڑھ ہزار مقدمات اب تک یہاں سے فیصلہ ہو چکے ہیں، نیز جن معاملات میں آپس میں صلح کرا دی گئی، وہ اس کے علاوہ ہیں۔

## (د) شرعی کالم روزنامہ ”منصف“

ہندوستان کے سب سے کثیر الاشاعت اردو روزنامہ ”منصف“ (حیدرآباد) کے جمعہ ایڈیشن میں آپ ۱۹۹۸ء سے مستقل کالم نگار ہیں، آپ ملک کے مختلف علاقوں سے آنے والے دینی و فقہی سوالات کے جواب لکھتے ہیں، جو ہر جمعہ کو ”آپ کے شرعی مسائل“ کے عنوان سے چھپتے ہیں، ۲۰۰۳ء تک کے سوالات و جوابات کو آپ کے ایک شاگرد نے ”کتاب الفتاویٰ“ کے نام سے مرتب بھی کر دیا ہے، جو چھ جلدوں میں مطبوع ہے اور ۲۰۰۳ء کے بعد کے جوابات کی ترتیب جاری ہے، نیز اسی اخبار میں ”شمع فردزاں“ کے عنوان سے عام اصلاحی موضوع پر بھی آپ کا مضمون چھپتا ہے، جن میں سے ۲۰۰۸ء تک کے مضامین ۶ جلدوں میں ”راہِ عمل“ اور ۲ جلدوں میں ”شمع فردزاں“ کے نام سے مطبوع ہیں۔

## (ه) سہ ماہی ”بحث و نظر“

”بحث و نظر“ عام ماہناموں اور رسائل و جرائد سے ہٹ کر ایک خالص فقہی رسالہ ہے، جسے ماضی قریب کے ممتاز فقیہ مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نے اپنی ادارت میں شروع کیا تھا، قاضی صاحب کی وفات (۲۰۰۲ء) کے بعد اس رسالہ کی ادارت آپ کے ذمہ آگئی اور آٹھ سالوں سے اس رسالہ کو اسی خوبی کے ساتھ آپ نکال رہے ہیں اور پورے ملک میں اسی طرح اس رسالہ کی طلب باقی ہے، ادھر کچھ عرصہ سے بعض قانونی دشواریوں کے سبب اس رسالہ کی اشاعت میں تاخیر ہو رہی ہے، اُمید ہے کہ جلد ہی اس دشواری کا ازالہ ہوگا اور یہ رسالہ پھر سے اہل علم اور فقہ و فتادئی سے مربوط لوگوں کی آنکھوں کا سرمہ بن سکے گا۔

## (و) مختلف اداروں کی شرعی ایڈوائزری

ملک و بیرون ملک کے مختلف اداروں نے آپ کو شرعی امور کا مشیر بنایا ہے؛ چنانچہ آپ ”النور تکافل“ (جنوبی افریقہ) نیز اینگلورینڈ کے شرعی ایڈوائزری بورڈ کے چیئرمین، تاسیس (بنگلور) کے رکن، ”اسلامی تجارت“ ممبئی کے رکن اور مختلف کمپنیوں میں شیئرز کی خرید و فروخت

کے لئے قائم مختلف اداروں (حیدر آباد) کے شریعہ بورڈ کے رکن ہیں، ان کے علاوہ اور بھی کئی اداروں میں آپ شرعی و فقہی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

### (ز) علمی و فقہی اسفار و ورکشاپ

مولانا مختلف اوقات میں مختلف پیشوں سے جڑے مسلمانوں کے لئے ورکشاپ کا بھی اہتمام کرتے ہیں، پہلے ارم کالج (حیدر آباد) میں ہفتہ واری فقہی مذاکرہ کیا کرتے تھے، جس میں کئی فقہی موضوع پر مولانا کا خطاب ہوتا، پھر شرکاء کے سوالات کے جوابات دیتے تھے، اس کے علاوہ تاجروں کے لئے مسائل تجارت پر، ڈاکٹروں کے لئے میڈیکل مسائل پر اور علماء کے لئے فقہ، اصول فقہ وغیرہ پر ورکشاپ کا انعقاد کرتے رہتے ہیں۔

آپ کے ملک و بیرون ملک کے اسفار بھی زیادہ تر فقہی نوعیت ہی کے ہوتے ہیں، جس میں سے بعض اسفار کی تفصیل آپ کے سفر ناموں کے مجموعہ ”متاع سفر“ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

### ۳۔ فقہ میں علماء کی تربیت

مولانا کی فقہی بصیرت اور آپ کی تربیت کا انداز ملک و بیرون ملک کے علماء کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے؛ چنانچہ آپ کے پاس باضابطہ تربیت پانے کے لئے امریکہ اور کناڈا وغیرہ کے علاوہ دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم ندوۃ العلماء سمیت مختلف دینی جامعات اور مدرسوں کے فضلاء ملک کے مختلف علاقوں سے آتے ہیں؛ چنانچہ آپ نے دارالعلوم حیدر آباد میں بھی تدریس کے ساتھ فقہ میں افتاء کے طلبہ کی تربیت فرمائی اور دارالعلوم سبیل السلام میں بھی اور اس وقت المعهد العالی الاسلامی حیدر آباد میں فضلاء کی تربیت فرماتے ہیں، مولانا ان فضلاء کی تربیت کے لئے درج ذیل طریقے اپناتے ہیں :

۱۔ اسباق: — مولانا نے چند اہم کتابوں کے اسباق بھی اپنے متعلق رکھے ہیں۔

۲۔ مشق فتاویٰ: — مولانا عموماً معاملات اور معاشرتی مسائل سے متعلق نئے



مسائل پر سوالات لکھواتے ہیں۔

۳- محاضرات: — وقفہ وقفہ سے مختلف فقہی موضوعات پر مفصل محاضرات بھی دیتے ہیں۔

۴- سمپوزیم: — مولانا تقریباً پندرہ بیس دنوں قبل کوئی موضوع طلبہ کے سپرد کر دیتے ہیں، پھر پروگرام رکھوا کر اس میں مقالات پیش کرواتے اور مناقشہ و اظہار خیال کا موقع دیتے ہیں، اس پروگرام کی صدارت، نظامت، نقاش، تجاویز وغیرہ سارے امور طلبہ از خود انجام دیتے ہیں اور مولانا پورے پروگرام کی راست نگرانی فرماتے ہیں۔

۵- مقالات کی ترتیب میں نگرانی: — ماضی کے علماء میں مولانا سید سلیمان ندوی وغیرہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جو بھی ان کے ساتھ رہا وہ ”مصنف“ ضرور ہو جاتا ہے، یہی چیز ہمیں حضرت الاستاذ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی میں بھی ملتی ہے، مولانا کے یہاں سال دوم کے طلبہ کے لئے کم سے کم دو صفحات کا مقالہ مرتب کرنا ضروری ہوتا ہے، جس کا عنوان طلبہ کی لیاقت اور رجحان کے مطابق مولانا خود منتخب کرتے ہیں، پھر مقالہ کی تکمیل تک تمام مراحل میں ان کی نگرانی، رہنمائی اور اصلاح بھی فرماتے ہیں؛ چنانچہ ان طلبہ کو جب لکھنے کا شعور آ جاتا ہے تو مدرس اور دوسرے مشاغل کے ساتھ بھی وہ تالیفی خدمت انجام دیتے رہتے ہیں، اس وقت آپ کے بعض تلامذہ کئی کئی کئی کتابوں کے مؤلف ہیں۔

ان فضلاء کے علاوہ بعض درسگاہوں کے مدرسین بھی ایک دو ماہ کے لئے آپ کے پاس تربیت پانے آتے ہیں اور بعض علماء — جو پہلے سے آپ کے شاگرد نہیں ہوتے ہیں — آپ کی نگرانی اور رہنمائی میں تصنیفی و تالیفی خدمت انجام دیتے ہیں۔

## ۴- فقہی تالیفات

مولانا نے فراغت کے بعد ہی سے فقہی مقالات لکھنے شروع کر دیئے تھے؛ چنانچہ فقہ کے بیشتر موضوعات پر آپ کے مقالات موجود ہیں؛ البتہ مولانا کی پہلی فقہی تالیف ”فیہ فیہ



پلاننگ اور اسلام“ (۱) ہے، اس کے علاوہ اب تک آپ کے جو مقالات طبع، وچکے اور کتابیں چھپ چکی ہیں، ان میں سے ہندیہ ہیں :

قاموس الفقہ (۵ جلدیں)، حلال و حرام، اسلام کا نظام عشر و زکوٰۃ، طلاق و تفریق، نیا مہدئے مسائل، مسجد کی شرعی حیثیت، خواتین کے مالی حقوق - شریعت اسلامی کی روشنی میں، جدید فقہی مسائل ۵ جلدیں، (جس کا عربی ترجمہ ”نوازل فقہیہ معاصرہ“ کے نام سے دو جلدوں میں مطبوع ہے) کتاب الفتاویٰ ۶ جلدیں، فقہ اسلامی - تدوین و تعارف، آسان اصول فقہ، معايير الحنفية في الاحتجاج بالسنة، قضايا فقهية معاصرة وأسلوب معالجتها، قضايا فقهية في الأقليات المسلمة وغيرہ۔

فقہ کے علاوہ مولانا کی غیر فقہی تالیفات میں سب سے موقر کام قرآن پاک کے ترجمہ و تشریح کا ہے، جس کے دس پارے: ”قرآن مجید - آسان ترجمہ و تشریح“ کے نام سے زیر طبع ہیں، ان کے علاوہ آسان اصول حدیث، خطبات بنگلور (پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم)، پیام سیرت - عصر حاضر کے تناظر میں، ۲۴ آیتیں، قرآن ایک الہامی کتاب، مروجہ بدعات - فقہاء اسلام کی نظر میں، عورت - اسلام کے سائے میں، مختصر سیرت ابن ہشام، غیر مسلم معاشرہ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان روابط، دعوت دین - مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل، حیات مجاہد، وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، راہِ عمل (یہ ۵ جلدوں میں مولانا کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو روزنامہ ”منصف“ حیدرآباد کے جمعہ ایڈیشن میں چھپتے ہیں)، شمع فروزاں (یہ بھی ۴ جلدوں میں روزنامہ ”منصف“ حیدرآباد کے مضامین کا مجموعہ ہے)، راہ اعتدال، متاع سفر، وغیرہ آپ کی کثیر الاشاعت تالیفات ہیں۔

(۱) ۱۹۷۶ء میں جب جبری لس بندی کی تحریک چلی تھی، اسی پس منظر میں ”ادارۃ البحوث المعجمیہ“ (جمعیت علماء ہند) نے ایک سوالنامہ مرتب کیا تھا، یہ کتاب اسی سوالنامہ کا جواب ہے، جسے مولانا کے ایک دوست مولانا احسن نیازی نے ”دارالتصنیف ابوبی“ ہاپوڑ سے چھاپا تھا، اب یہ کتاب ”جدید میڈیکل مسائل“ میں شامل ہے۔

## آپ کے ممتاز تلامذہ

آپ کی طویل تدریسی زندگی میں جن لوگوں نے براہ راست آپ سے استفادہ کیا، ان میں معہد کے اساتذہ — مفتی اشرف علی قاسمی، مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی، مفتی شاہد علی قاسمی — کے علاوہ مولانا عابد ندوی (مقیم جدہ) مولانا حافظ خواجہ نذیر الدین سمیلی (ناظم جامعہ عائشہ نسواں حیدرآباد) مولانا احمد عبدالحجیب ندوی قاسمی (مقیم شکاگو) مولانا ظفر عالم ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) مولانا خالد حسین صدیقی (ناظم دارالتر بیت رمول نیپال) مولانا ولی اللہ قاسمی (جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ) ڈاکٹر شہاب الدین سمیلی (اسٹنٹ پروفیسر) ایفل یونیورسٹی حیدرآباد) ڈاکٹر اسرار الحق سمیلی (لکچرر) ڈاکٹر احتشام الحق قاسمی (مقیم امریکہ) مولانا عبدالاحد قلاچی (مبئی) مولانا عمر قلاچی (جامعہ حسینیہ کوکن) وغیرہ اپنے اپنے میدان میں امتیازی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔

## عہدے اور مناصب

آپ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کے ناظم، آل انڈیا مسلم پرسنل بورڈ کے سکریٹری، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے جنرل سکریٹری، امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش کے قاضی شریعت، مجلس علمی دائرۃ المعارف العثمانیہ، مجلس علمیہ آندھرا پردیش اور امارت شرعیہ پھلواری شریف کے رکن، دینی مدارس بورڈ آندھرا پردیش کے جنرل سکریٹری، جامعہ عائشہ نسواں حیدرآباد کے صدر، دارالعلوم سمیل الفلاح جالے درجنگہ کے ناظم، النور ہندوستان اور جنوبی افریقہ وغیرہ کے مختلف اسلامی مالیاتی اداروں کے شرعی ایڈوائزر، سہ ماہی ”بحث و نظر“ کے مدیر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کی نصابی کمیٹی کے رکن، سنٹر فارس پیس اینڈ ٹرویسیج حیدرآباد کے سرپرست اور مختلف دینی مدارس اور ملی اداروں کے سرپرست ہیں۔



## مفتی حبیب اللہ قاسمی

مولانا حبیب اللہ صاحب کی پیدائش یکم مارچ ۱۹۵۸ء میں ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام حاجی شیخ یار مرحوم ہے، آپ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، پوسٹ سبھار پور، اعظم گڑھ (یوپی) میں رہتے ہیں اور آپ کے آبائی وطن کا پورا پتہ اس طرح ہے: مقام و پوسٹ جھٹکا ہی، دایا چککڑی بازار، ضلع مشرقی چمپارن، بہار۔

آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں ہوئی، جہاں آپ کے بڑے بھائی قاری محمد اطیع اللہ رہتے تھے، پھر آپ نے مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ (ضلع سہارنپور) میں داخلہ لیا اور عربی ششم تک وہاں تعلیم حاصل کی، ۱۹۷۷ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث میں داخلہ لیا اور ۱۹۷۸ء میں دارالعلوم ہی میں آپ نے افتاء بھی کیا۔

فراغت کے بعد آپ نے مدرسہ ریاض العلوم گورینی، جوینور (یوپی) میں تقریباً تیرہ سال تدریسی خدمت انجام دی، پھر ۱۹۹۴ء میں آپ نے جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور (اعظم گڑھ) کی بنیاد رکھی اور تاہنوز اسی مدرسہ میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مولانا حبیب اللہ صاحب کو فقہ و فتاویٰ سے خاص لگاؤ رہا ہے اور اس پہلو سے آپ کی نمایاں خدمات رہی ہیں؛ چنانچہ دارالعلوم دیوبند سے افتاء کی تربیت پانے کے بعد مدرسہ ریاض العلوم گورینی میں آپ نے ۱۳ سال تدریس کے ساتھ افتاء کی بھی خدمت انجام دی اور سترہ اٹھارہ سالوں سے دارالعلوم مہذب پور میں یہ خدمت انجام دے رہے ہیں، آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ بھی ۶ جلدوں میں ”حبیب الفتاویٰ“ کے نام سے مطبوع ہے، اس کے علاوہ قضاء کی خدمت بھی آپ نے مدرسہ ریاض العلوم گورینی، جامعہ حسینیہ لال دروازہ، جوینور اور محکمہ

شرعیہ میرٹھ مسجد، سرائے میر (اعظم گڑھ) میں انجام دی، فقہی سیمینار میں آپ کے مقالہ کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

آپ نے ایک درجن سے زیادہ کتابیں بھی تالیف فرمائی ہیں، جن میں فقہ کے موضوع پر: نيل القرقردين في المعرفة باليدین، احكام يوم الحک، نوٹ کی شرعی حیثیت، المسامی المککوره فی الدعاء بعد المکتوبہ، مستح لا ذہان (میت کے متعلق مسائل)، تحقیقات تھہ (مختلف رسائل و مقالات کا مجموعہ) اور حبیب القادری (۶ جلدیں) وغیرہ اور دیگر موضوعات پر: مہادیات حدیث، احب الکلام فی مسئلۃ السلام، التوسل بسید الرسل، جذب القلوب، والدین کا پیغام زوجین کے نام، تحفۃ السالکین، مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں، رسائل حبیب، صدائے بلبل (خطبات کا مجموعہ) خاص کر قابل ذکر ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد زکریا، مفتی محمود حسن گنگوہی، مفتی نظام الدین اعظمی، مولانا عبدالاحد، مولانا فخر الحسن، مولانا قاری شریف احمد اور مولانا فیاض احمد اور آپ کے ممتاز شاگردوں میں مفتی رشید احمد معرونی، مولانا محمد کوثر اعظمی، مفتی محمد طاہر قاسمی، مفتی عبدالقدوس اعظمی، مولانا حبیب اللہ بستوی، مفتی عزیر احمد گورکھپور، مولانا محمد عثمان جونپوری، مفتی اظہار الحق گریڈیہ، مولانا شمیم احمد غنیپالی اور مولانا عبدالحی حاجی پوری خاص کر قابل ذکر ہیں۔

مولانا حبیب اللہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات اور خوبیوں سے نوازا ہے اور خدمت دین کے لئے انھیں قبول فرمایا ہے؛ چنانچہ دین اور خدمت دین سے متعلق جو ذمہ داریاں اور مناصب اس وقت آپ سے متعلق ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

☆ بانی و مہتمم جامعہ دارالعلوم مہذب پور، اعظم گڑھ۔

☆ صدر مفتی جامعہ دارالعلوم مہذب پور، اعظم گڑھ۔

☆ صدر مجلس القضاء والدراسات العليا۔

☆ رئیس مجلس دعوت والا ارشاد۔

## مولانا انیس الرحمن قاسمی

مولانا محمد انیس الرحمن قاسمی ۶ جولائی ۱۹۶۰ء کو کٹہری، ضلع مغربی چپارن (بہار) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام محمد ابوالکلام مرحوم ہے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی میں ہوئی، ۱۹۷۳ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۷۸ء میں دورہ حدیث سے فراغت پائی، پھر ۱۹۷۹ء میں آپ نے دارالعلوم ہی میں افتاء بھی کیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ امارت شرعیہ پھلواڑی شریف پٹنہ سے وابستہ ہو گئے، وہاں آپ نے امارت کی نگرانی میں چلنے والے ادارہ ”المعبد العالی للتدرب فی القضاء والافتاء“ میں تدریسی خدمت بھی انجام دی اور مرکزی دارالقضاء میں نائب قاضی شریعت کی حیثیت سے بھی خدمت کی، اس وقت امارت شرعیہ کی نظامت آپ کے ذمہ ہے، اس کے علاوہ امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ کے سکریٹری، المعبد ٹرسٹ کے خزانچی، دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ ٹرسٹ کے رکن، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے رکن تاسیس، آل انڈیا ملی کونسل کے رکن، سینٹرل اسلامک ڈیولپمنٹ بینک (جدہ) کے ذوق ممبر اور وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ پٹنہ کے نائب صدر ہیں۔

آپ نے جن لوگوں سے کسب فیض کیا ان میں مولانا مشتاق احمد، مولانا معراج احمد اور مولانا شریف الحسن صاحب خاص کر قابل ذکر ہیں اور جن لوگوں نے آپ سے کسب فیض کیا ان میں مفتی سعید الرحمن قاسمی (نائب مفتی امارت شرعیہ)، مولانا انظار عالم، مولانا وحسی احمد قاسمی، مولانا سہیل اختر (معاونین قاضی امارت شرعیہ)، مولانا شاہد احمد (قاضی شریعت دھباد)،

مولانا نذیر احمد (قاضی شریعت امارت شرعیہ ارریہ)، مولانا ضمیر الدین (قاضی شریعت کلکتہ) اور مولانا رضاء اللہ قاسمی (امارت شرعیہ) کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

آپ نے فقہی اور غیر فقہی موضوعات پر متعدد کتابیں بھی تالیف فرمائی ہیں، جن میں

چند یہ ہیں :

- ۱- طہارت کے احکام و مسائل۔
- ۲- خلع کا اسلامی طریقہ۔
- ۳- لباس کے شرعی احکام۔
- ۴- غذا کے شرعی احکام۔
- ۵- تعمیرات کے شرعی احکام۔
- ۶- مصنفین زنداں۔
- ۷- اسلامی حقوق۔
- ۸- مکارم اخلاق۔
- ۹- مقالات سجاد۔
- ۱۰- خطبات جمعہ (اردو)۔
- ۱۱- الشیخ ابن تیمیہ وأفکاره (عربی)۔
- ۱۲- أخلاقیات الحرب فی السیرة النبویة (عربی)۔



## مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کی پیدائش ۱۷ نومبر ۱۹۵۸ء کو حسن پور کنکھشی، ضلع ویشالی (بہار) میں ہوئی، آپ کے والد گرامی کا نام محمد نور الہدیٰ ہے۔

ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد آپ نے دارالعلوم منو اور مفتاح العلوم منو میں تعلیم حاصل کی، ۱۹۷۹ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۲ء میں دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی، ۱۹۸۳ء میں دارالعلوم ہی میں آپ نے افتاء بھی کیا، اس کے علاوہ آپ نے مدرسہ احمدیہ ابابکر پور ویشالی اور بہار یونیورسٹی مظفر پور میں بھی تعلیم حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ دارالعلوم بریلہ (سمتی پور) میں مدرس مقرر ہوئے، پھر مدرسہ احمدیہ ابابکر پور ویشالی (بہار) میں آپ تدریس و افتاء کی خدمت پر مامور ہوئے، اس وقت آپ امارت شرعیہ پھلواری شریف پنڈہ میں مقیم ہیں اور امارت کے نائب ناظم کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں، اس کے علاوہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ اور آل انڈیا ملی کونسل کے آپ رکن ہیں، وفاق المدارس الاسلامیہ بہار و جھارکھنڈ کے آپ ناظم ہیں اور معبد العلوم الاسلامیہ ویشالی کے آپ بانی اور متعدد مدارس کے سرپرست ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں مولانا فیض الرحمن (دارالعلوم منو)، مولانا فیض الحسن مرحوم، مفتی سعید احمد پالن پوری، مولانا زبیر عالم مرحوم (دارالعلوم دیوبند) اور ابتدائی تعلیم کی معلمہ راشہ خاتون (جو آپ کی پھوپھی تھیں) خاص کر قابل ذکر ہیں اور آپ سے استفادہ کرنے والوں میں مولانا اظہار الحق قاسمی (مقیم بحرین)، مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری (استاذ دارالعلوم

سبیل السلام حیدر آباد)، مولانا ندیم اللہ ندوی، مولانا پرویز عالم ندوی اور مولانا طالب حسین ندوی (استاذ مدرسہ قاسمیہ، گیا) خاص کر قابل ذکر ہیں۔

مختلف موضوعات پر آپ کی متعدد کتابیں بھی طبع ہو چکی ہیں، جن میں :

- ۱- تفہیم السنن (۲ جلدیں)۔
- ۲- فقہ کے جدید مسائل۔
- ۳- فضلاء دارالعلوم اور ان کی قرآنی خدمات۔
- ۴- دین کی دعوت کا آسان طریقہ۔
- ۵- حضرت فاطمہؓ کے جہیز کی حقیقت۔
- ۶- بہار مدرسہ بورڈ — تاریخ و تجزیہ۔
- ۷- خاصیات ابواب۔
- ۸- حضرت تھانویؒ اور مولانا عبدالعزیز بسنتی کے علمی مراسلے۔
- ۹- تذکرہ مسلم مشاہیر ویشالی۔
- ۱۰- گلدستہ شادمانی۔
- ۱۱- شمیم جرنلٹ — حیات و خدمات۔
- ۱۲- عصر حاضر میں مسلمانوں کا نظام تعلیم — تجزیہ، مسائل اور حل۔
- ۱۳- نقد و نظر۔
- ۱۴- یادوں کے چراغ۔
- ۱۵- اذان مجاہد۔





## مفتی شبیر احمد قاسمی

مفتی شبیر احمد کی ولادت ۱۳۷۷ھ میں ہوئی، آپ کے والد کا نام خلیل الرحمن تھا، آپ کی ابتدائی تعلیم ۱۳۹۲ھ میں جامعہ مظہر العلوم بنارس میں ہوئی، پھر آپ مدرسہ قاسمیہ میرٹھ تشریف لے گئے، وہاں ۱۳۹۳ھ سے ۱۳۹۶ھ تک تین سال قیام رہا، وہاں آپ نے مختصر المعانی تک کی کتابیں پڑھیں۔

شوال ۱۳۹۶ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں جماعت پنجم میں داخلہ لیا، یہاں عربی ہفتم تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد دورہ حدیث (فضیلت) کی تعلیم ایک سال کے لئے موقوف کر دی اور ۱۴۰۰ھ میں اپنے پیر و مرشد عارف باللہ حضرت قاری سید صدیق احمد باندویؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے، تقریباً ایک سال وہاں قیام فرمایا اور پھر ۱۴۰۲ھ میں دوبارہ دارالعلوم میں موقوف علیہ (درجہ مشکوٰۃ) میں داخلہ لیا، شعبان ۱۴۰۴ھ میں دورہ حدیث سے آپ نے فراغت حاصل کی اور شوال میں دارالعلوم ہی کے شعبہ افتاء میں آپ کا داخلہ ہوا اور ایک سال اس شعبہ میں رہ کر فتاویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی۔

افتاء سے فراغت کے بعد ۱۴۰۵ھ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند ہی میں معین مدرس بنالیا گیا، دو سال آپ معین مدرس رہے، پھر آپ کو مدرسہ شاہی مراد آباد میں تدریس اور افتاء کی خدمت کے لئے مامور کر دیا گیا، آپ نے ۲۴ شعبان ۱۴۰۷ھ سے وہاں خدمات انجام دینی شروع کر دیں، مدرسہ شاہی میں فتاویٰ نویسی کے ساتھ شعبہ افتاء اور عالمیت کی بہت سی کتابیں بھی آپ کے زیر درس رہیں، چنانچہ سراجی، درمختار، الاشباہ والنظائر اور رسم المفتی کے علاوہ طحاوی شریف، موطا امام مالک، سنن نسائی اور ہدایہ وغیرہ کے اسباق آپ سے متعلق رہے، نیز

۱۳۱۱ھ سے سنن ترمذی (مکمل) اور صحیح مسلم کے اسباق بھی آپ سے متعلق کئے گئے۔

مدرسہ شاہی کا دارالافتاء ملک کے لئے محتاج تعارف نہیں، آپ اس دارالافتاء کے صدر مفتی اور ذمہ دار ہیں، آپ نے اب تک اپنے گہر بار قلم سے بہت سے ایسے فتاویٰ تحریر فرمائے ہیں کہ ان کو کبھی مرتب کیا جائے تو یہ آپ کا بڑا علمی و فقہی سرمایہ ہوگا، ان کے علاوہ فقہی اور غیر فقہی موضوعات پر کئی کتابیں بھی آپ نے تالیف فرمائی ہیں، اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، آپ کی چند تالیفات درج ذیل ہیں :

- ۱- تعلیق البخاری: — بخاری شریف میں تمام احادیث کے مراجع کو ایک جگہ اکٹھا کر کے نیچے تعلیق کے طور پر حوالے لکھ دیئے گئے ہیں اور جو حدیثیں بخاری شریف میں مکرر نہیں ہیں، وہ دوسری کتب حدیث کے حوالہ سے تخریج کی گئی ہیں۔
- ۲- ایضاح الطحاوی (۳ جلدیں): — یہ کتاب فن حدیث کی مشہور کتاب طحاوی شریف کی اردو شرح ہے، ہر جلد چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔
- ۳- تعلیق تقریرات رافعی: — فقہ حنفی کی مشہور کتاب رد المحتار (فتاویٰ شامی ۱۲ جلدوں) پر جو ”تقریرات رافعی“ ہے، اس پر آپ نے تعلیق اور حاشیہ کا کام کیا ہے۔
- ۴- ایضاح المسائل: — یہ کتاب عام مسلمانوں کو روزمرہ پیش آنے والے ۴۰۰ سے زائد مسائل پر مشتمل ہے۔
- ۵- ایضاح المناسک: — یہ کتاب حج و عمرہ کے اہم اور ضروری ۳۱۳ مسائل پر مشتمل ہے، جس کے کل صفحات (۶۷۹) ہیں۔
- ۶- ایضاح النوادر: — یہ کتاب ایکسپورٹ، امپورٹ، شیئرز، انشورنس، مسلم فنڈ، زکوٰۃ اور قضاء کے مسائل پر لکھی گئی ہے۔
- ۷- ایضاح المسائل: — اس کتاب میں تقلید، تلفیق، ضرورت و حاجت، عموم بلوئی اور عدول عن المذہب وغیرہ سے متعلق بحث کی گئی ہے۔
- ۸- مسائل قربانی و عقیقہ۔

۹- انوار ہدایت: — یہ سیرت کے مختلف موضوعات پر پچیس رسائل کا مجموعہ ہے۔

۱۰- حج و عمرہ کا آسان طریقہ۔

۱۱- غیر مقلدین کے چھپن اعتراضات کے جوابات: — غیر مقلدین کی طرف سے

مسلک حنفی پر ۵۶ اعتراضات پر مشتمل ایک اشتہار حریم شریفین میں بانٹا گیا تھا، اس کتاب میں اس اشتہار کا عکس اور تمام اعتراضات کا مدلل اور منصفانہ جواب دیا گیا ہے۔

۱۲- انوار زندگی: — یہ کتاب حدیث کی معتبر کتابوں سے چالیس درود شریف، بعض

دعاؤں اور سلوک کے بزرگوں کے معمولات پر مشتمل ہے۔

۱۳- انوار نبوت: — یہ سیرت النبی کے موضوع پر بیس رسائل کا مجموعہ ہے۔

۱۴- انوار رحمت: — جن مسائل میں قول راجح کو چھوڑ کر مرجوح قول اختیار کرنے

کی ضرورت پڑتی ہے، ایسے مسائل پر الگ الگ ۱۶ مضامین لکھے گئے تھے، یہ کتاب انھیں مضامین کا مجموعہ ہے ”اختلاف امتی رحمۃ“ کے پیش نظر اس کتاب کا نام ”انوار رحمت“ رکھا گیا

ہے۔



## مفتی نذیر احمد کشمیری

مفتی نذیر احمد کے والد کا نام حاجی ولی محمد ہے، آپ کی ولادت ۶/۲/۱۳۸۴ھ مطابق یکم جون ۱۹۶۵ء کو مقام بونجواہ، تحصیل کشنواڑ، ضلع ڈوڈہ جموں کشمیر میں ہوئی، آپ کا موجودہ قیام دارالعلوم رحمیہ بانڈی پورہ کشمیر میں ہے، جہاں آپ تدریس کی خدمت انجام دیتے ہیں۔

آپ نے حفظ قرآن کی تکمیل مدرسہ اصغریہ دیوبند میں کی اور عربی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ خادم العلوم باغوں والی (منظر نگر) میں حاصل کی، پھر آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۴۰۴ھ میں آپ نے دورہ حدیث کی تکمیل کی، پھر ایک سال دارالعلوم ہی کے شعبہ تربیت افتاء میں رہے، دارالعلوم سے فراغت کے بعد آپ قضاء کے حوالہ سے ملک گیر شہرت و عظمت کے حامل ادارہ امارت شرعیہ (پھلواری شریف، پٹنہ) تشریف لے گئے اور وہاں قضاء کی تربیت حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ دارالعلوم رحمیہ بانڈی پورہ (کشمیر) میں تدریس و افتاء اور قضاء کے کام کے لئے مقرر ہوئے اور تا حال اسی ادارہ میں خدمت انجام دے رہے ہیں، تدریس و افتاء اور کارِ قضاء کے علاوہ اور بھی دینی و ملی ذمہ داریاں آپ سے متعلق ہیں، چنانچہ آپ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن اساسی، رابطہ مدارس اسلامیہ شاخ جموں و کشمیر کے ناظم، مجلس فقہی جموں و کشمیر کے جنرل سیکریٹری اور ماہنامہ ”النور“ بانڈی پورہ کشمیر کی مجلس ادارت کے رکن ہیں اور بھمراہ تمام میدانوں میں اچھی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ نے دارالعلوم دیوبند سے افتاء کی تربیت حاصل کرنے کے بعد جب امارت

شرعیہ پھلواڑی شریف میں قضاء کی تربیت پائی توفیقہ و فتاویٰ میں آپ کی صلاحیت دو آئندہ ہو گئی اور آپ نے اپنی صلاحیت کا خوب خوب استعمال کیا اور تعلیم سے فراغت کے بعد ہی سے افتاء کی خدمت میں مشغول ہو گئے، نیز مختلف علمی و فقہی مجلات اور فقہی سیمیناروں میں علمی و تحقیقی مقالات لکھتے رہے، اس وقت کشمیر کے ایک کثیر الاشاعت روزنامہ ”کشمیر عظمیٰ“ کے ”فقہی سوال و جواب“ کے آپ مستقل کالم نگار ہیں اور مختلف حلقوں سے آنے والے سوالات کے تشفی بخش جوابات دے کر امت کے لئے بڑی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

آپ کا مزاج گوفقی ہے؛ لیکن فقہی سوالات کی کثرت کی وجہ سے مستقل کسی فقہی موضوع پر آپ نے کوئی کتاب نہیں لکھی؛ البتہ مقامی حالات کی وجہ سے آپ نے رومرزاہیت وغیرہ پر قلم اٹھایا ہے اور چند کتابیں لکھی ہیں جو اس طرح ہیں :

۱۔ مرزا قادیانی کے جھوٹ۔

۲۔ مرزا قادیانی نہ مہدی نہ مسیح۔

۳۔ مرزاہیت کا رد — اصول اور طریقہ بحث۔

۴۔ اسلام اور ایڈز سے تحفظ کا طریقہ۔

آپ اپنے اساتذہ میں حضرت شیخ عبدالحق اعظمی (نائب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)، مفتی سعید احمد پالن پوری (موجودہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)، مولانا ریاست علی بجنوری، مولانا جمیل احمد اور مولانا شبیر احمد (دیوبند) وغیرہم کی تعلیم اور طریقہ تربیت سے زیادہ متاثر ہوئے اور خصوصی فیض حاصل کیا۔



## مفتی محمد جنید عالم قاسمی

آپ کی پیدائش شوال ۱۳۸۲ھ میں مغربی چمپارن (بہار) میں ہوئی، آپ کے والد کا نام الحاج محمد شفیع مرحوم ہے اور آپ کے وطن کا پورا پتہ اس طرح ہے: مقام بھوگاڑی، ڈاک خانہ بروا، وایا مجھولیا، ضلع مغربی چمپارن، بہار۔

ناظرہ قرآن پاک تک آپ کی ابتدائی تعلیم گاؤں ہی کے مکتب میں ہوئی، اس کے بعد آپ نے حفظ کی تعلیم کے لئے مثالی؛ بلکہ بے مثال ادارہ جامعہ اسلامیہ قرآنیہ، سمرا (مغربی چمپارن) کا انتخاب کیا اور وہاں رہ کر حفظ قرآن کی تکمیل فرمائی، پھر درس نظامی کی تعلیم کے لئے آپ نے کانپور کا سفر کیا اور مدرسہ جامع العلوم پٹنکا پور، کانپور (یوپی) میں عربی دوم تک تعلیم حاصل کی، عربی سوم کی تعلیم آپ نے عارف باللہ حضرت قاری سید صدیق احمد صاحبؒ کے مدرسہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ میں حاصل کی، باندہ سے آپ ندوہ چلے گئے اور عالیت تک کی تعلیم آپ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حاصل کی۔

عالیت کی تکمیل کے بعد آپ نے ۱۹۸۶ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث (فضیلت) میں داخلہ لیا اور وہاں سے فراغت حاصل کی، پھر دوسرے سال ۱۹۸۷ء میں دارالعلوم دیوبند ہی میں آپ نے افتاء کیا اور فقہ و فتاویٰ میں اُمت کی رہنمائی کا سبق سیکھا۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد ہی سے آپ امارت شرعیہ (پھلواری شریف، پٹنہ) چلے آئے اور یہاں مختلف اوقات میں مختلف شعبوں سے وابستہ رہے؛ چنانچہ آپ نے تحفۃ القرآن امارت شرعیہ میں حفظ کی تعلیم دی اور اس وقت علماء کی فقہی تربیت کے لئے قاضی

مجاہد الاسلام قاسمیؒ کے قائم کردہ اور امارت شرعیہ کی زیر نگرانی چلنے والے ادارہ ”المعهد العالي للدریس فی القضاء والافتاء“ میں تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں اور شرح عقود رسم المفتی، درمختار (کتاب الوقف) سراجی، اور ادب المفتی والمستفتی کا درس آپ سے متعلق ہے، نیز امارت شرعیہ ہی کی نگرانی میں چلنے والے مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ میں مشکوٰۃ شریف کا بھی درس دے رہے ہیں، آپ کا درس طلبہ میں بے حد مقبول ہے اور آپ کے تربیت یافتہ علماء ملک و بیرون ملک میں اچھی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

کم گوئی اور سادگی کے ساتھ علم میں گہرائی آپ کا امتیاز ہے اور آپ کو مختلف علوم و فنون میں یکساں دسترس حاصل ہے، تاہم آپ نے فقہ و فتاویٰ کو خاص کر اپنی محنت اور توجہ کا مرکز بنایا ہے؛ چنانچہ آپ اپنی اسی لیاقت کی بنا پر امارت شرعیہ جیسے موقر، با اعتماد اور مرجع خاص و عام ادارہ کے شعبہ افتاء میں صدر مفتی ہیں اور ۱۴۰۷ھ سے تاہنوز مسلسل یہاں آنے والے استفتاء کا جواب بھی دیتے ہیں اور افتاء میں نوجوان علماء و فضلاء کی تربیت بھی فرماتے ہیں۔

آپ کے درجہ حفظ کے استاذ حافظ غلیل احمد صاحب اور قاری بشیر احمد صاحب ہیں، آپ نے کانپور میں مولانا ذکیل احمد جامعی، مولانا تکلیل احمد اور مولانا مبین الحق مرحوم سے عربی درجات کی کتابیں پڑھیں، باندہ میں آپ نے قاری صدیق صاحب، مولانا انتظام حسین صاحب، مولانا نفیس اکبر صاحب، مولانا عبید اللہ اسعدی اور مولانا حبیب احمد (جانشین قاری صدیق صاحب) سے پڑھا، ندوہ میں حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ، مولانا شفیق الرحمن، مفتی ظہور عالم، مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا سعید الرحمن اعظمی، مولانا محمد زکریا اور مولانا عبداللہ حسنی آپ کے اساتذہ میں ہیں اور دارالعلوم دیوبند میں آپ نے مولانا حسین احمد (ملا بہاری)، مفتی سعید احمد پالن پوری، مولانا محمد ارشد مدنی، شیخ نصیر احمد صاحب، شیخ عبدالحق صاحب، مولانا نعمت اللہ صاحب، مفتی نظام الدین صاحب، مفتی محمد ظفر الدین مفتاحی، مولانا کفیل احمد نشاط اور مولانا حبیب الرحمن صاحب سے حدیث اور افتاء کی کتابیں پڑھیں۔

آپ سے جن علماء اور طلبہ نے فیض حاصل کیا، ان میں مفتی ثناء اللہ (استاذ مدرسہ

اشرف العلوم، کنہواں، سینٹا مرچی)، مفتی الہام، مفتی احکام (استاذ جامعہ اسلامیہ قرآنہ، سمر)، مفتی سعید الرحمن (نائب مفتی امارت شرعیہ، پٹنہ)، مفتی صفی اللہ (دارالافتاء امارت شرعیہ)، مولانا مرسل احمد (دارالافتاء امارت شرعیہ)، مفتی وصی احمد، مفتی انظار احمد (معاون قاضی امارت شرعیہ)، مفتی منت اللہ (صدر مدرس دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ)، مفتی ارشد (قاضی شریعت کشن گنج)، مفتی ثار احمد (قاضی شریعت مدرسہ اسلامیہ، بتیا)، مولانا ضمیر الدین (قاضی شریعت، کلکتہ)، قاضی اطہر جاوید (قاضی شریعت، ڈھاکہ مشرقی چمپارن) مفتی محمد ہارون (پالن پور، گجرات)، مولانا محمد مجتبیٰ (ہانسوٹ، گجرات)، قاضی محمد کامل (قاضی شریعت، دہلی)، مفتی محمد اسلم (کناڈا)، مفتی محمد شعیب جوشب (ساؤتھ افریقہ) اور مفتی جعفر علی (استاذ مدرسہ اشاعت العلوم اکل کوا) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

فقہ و فتاویٰ میں جہاں آپ علماء و فضلاء کی تربیت اور عوام کی رہنمائی فرما رہے ہیں، وہیں آپ نے وقف، مشینی ذبیحہ، حقوق کی بیع، ولایت و کفایت، ضبط تولید، نکاح، عشر و زکوٰۃ، فتاویٰ نویسی کی اہمیت اور مفتی کی ذمہ داریاں اور ان جیسے مختلف تحقیق طلب موضوعات پر فقہی مقالات بھی لکھے ہیں، جن کو مختلف رسالوں نے چھاپا اور علماء نے قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔

اس وقت آپ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں مقیم ہیں اور مختلف ذمہ داریاں آپ سے متعلق ہیں، آپ امارت شرعیہ کے صدر مفتی، دارالعلوم الاسلامیہ (پھلواری شریف پٹنہ) کے سکریٹری، مدرسہ عائشہ (ہارون نگر پھلواری شریف) کے بانی و ناظم اور جامعہ اسلامیہ قرآنہ، سمر (مغربی چمپارن) کے ناظم تعلیمات ہیں اور ان تمام شعبوں میں آپ کی خدمات قابل تحسین ہیں۔





## مفتی ظہیر احمد کانپور

مفتی ظہیر احمد کے والد کا نام محمد سلیم صاحب ہے، آپ اصلاً مدھیہ پردیش کے رہنے والے ہیں؛ لیکن تعلیم و تدریس کی خاطر اب مستقل کانپور میں رہنے لگے ہیں اور وہاں کے ایک نوخیز مگر رو بہ ترقی ادارہ ”اشاعت العلوم“ (قلی بازار) میں تدریس و افتاء کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

حفظ وغیرہ کی ابتدائی تعلیم آپ نے مدرسہ سعیدیہ سرونج، ضلع وریشہ (مدھیہ پردیش) میں حاصل کی، پھر عربی کی تعلیم کے لئے آپ نے ۱۹۷۹ء میں مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ (یوپی) میں داخلہ لیا اور عربی ششم تک یہاں تعلیم حاصل کی، ۱۹۸۴ء کے اواخر میں آپ کا داخلہ دارالعلوم دیوبند میں عربی ہفتم (درجہ مشکوٰۃ) میں ہوا اور ۱۹۸۶ء کے اوائل میں دورہ حدیث سے فراغت ہوئی، پھر ایک سال (۱۹۸۶ء کے اواخر اور ۱۹۸۷ء کے اوائل میں) یہیں آپ نے افتاء کیا۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد کانپور کے مشہور ادارہ جامع العلوم پٹنہ پور میں بطور مدرس آپ کا تقرر ہوا؛ لیکن آپ جامع العلوم میں کچھ ہی دن قیام کر سکے، پھر کانپور ہی کے ایک دوسرے ادارہ مدرسہ ضیاء العلوم (قلی بازار) چلے گئے، ۱۹۹۱ء میں آپ نے مزید تعلیم کی غرض سے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی پاکستان کا سفر کیا جہاں ۱۹۹۶ء میں آپ کا کورس پورا ہوا، پھر جب ہندوستان لوٹے تو ۱۹۹۷ء میں دارالعلوم موہن پورہ (ناگپور) آگرہ میں خدمت انجام دینے لگے، یہاں ایک سال رہ کر ۱۹۹۸ء میں جامعہ اسلامیہ دارالعلوم آگرہ میں خدمت انجام دی، دارالعلوم آگرہ میں ۲۰۰۰ء تک آپ کی خدمت جاری رہی، پھر آپ کانپور مدرسہ اشاعت العلوم (قلی بازار) تشریف لے آئے اور تا حال یہیں تدریس و افتاء کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آپ دارالعلوم دیوبند سے فراغت اور افتاء کی تربیت حاصل کرنے کے بعد ہی سے مسلسل فتاویٰ نویسی کی خدمت انجام دے رہے ہیں، مختلف علمی جرائد اور فقہی سیمیناروں میں آپ کے علمی و تحقیقی مقالات کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، آپ جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے قائم کردہ محکمہ شرعیہ میں، نیز شہر کانپور کے مشہور و معروف قاضی و مفتی حضرت مولانا محمد منظور صاحب مظاہری کی نگرانی میں قائم دارالقضاء (پبلی مسجد کانپور) میں قضاء کی خدمت بھی انجام دے رہے ہیں۔

فقہ کے موضوع پر بہت سارے مقالات و مضامین کے علاوہ آپ کی کئی کتابیں بھی زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم کے درمیان مقبولیت حاصل کر چکی ہیں؛ چنانچہ آپ نے بچوں کی طرف سے پائے جانے والے جرائم کے متعلق ملکی قانون اور شرعی احکام کے موازنہ پر ایک کتاب ”احکام جرائم الصبیان فی الشریعة الاسلامیة والقانون الہندی دراسة ومقارنة“ کے نام سے مرتب فرمائی اور اسلام میں ملکیت کے قانون سے متعلق ایک کتاب ”الملکیۃ فی الاسلام“ کے نام سے لکھی ہے، ان کے علاوہ الاقتصاد فی الاسلام، ابطال طرق العلة اور قربانی کے مسائل (ہندی) بھی آپ کے قلمی شاہکار ہیں۔

آپ کے ابتدائی اساتذہ میں حافظ سعید احمد (سرونج) وسطی کی تعلیم میں عارف باللہ حضرت قاری صدیق احمد باندوی، مفتی عبید اللہ اسعدی، مولانا انتظام الحق وغیرہ اور آپ کے علیا کے اساتذہ میں مولانا نعمت اللہ اعظمی، مفتی سعید احمد پالن پوری (دیوبند) اور ڈاکٹر محمود احمد غازی (نائب رئیس الجامعہ الاسلامیہ، اسلام آباد پاکستان) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، آپ سے کسب فیض کرنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے، تاہم آپ کے ممتاز تلامذہ میں مفتی عبد الرشید قاسمی (استاذ مدرسہ جامع العلوم کانپور)، مولانا فرید الدین صاحب (استاذ مدرسہ اشرف العلوم جامعہ کانپور)، محمد شاہد جو پوری (مقیم حال قطر) اور مفتی محمد ساجد صاحب (استاذ عربی ادب دارالعلوم دیوبند) کے نام خاص کر قابل ذکر ہیں۔

## مفتی محمد طاہر قاسمی

مفتی محمد طاہر صاحب ۱۵ دسمبر ۱۹۶۸ء کو گوتم بدھ نگر، غازی آباد میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام علی رضا ہے اور آپ کے وطن کا پورا پتہ اس طرح ہے: موضع گدالہ فیس نمبر: ۲ نوئیڈہ، پوسٹ این، ای، پی، زیڈ (N.E.P.Z) ضلع گوتم بدھ نگر (سابق ضلع غازی آباد) اتر پردیش۔

آپ نے ابتدائی تعلیم جامعہ عربیہ تعلیم الدین پبلیڈہ، ضلع غازی آباد میں حاصل کی، پھر آپ مدرسہ خادم العلوم باغوں والی (ضلع مظفر نگر) تشریف لے گئے اور عربی ہفتم تک وہاں تعلیم حاصل کی۔

۱۴۰۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث میں آپ کا داخلہ ہوا، دورہ حدیث کے بعد آپ نے دارالعلوم ہی میں افتاء بھی کیا اور پھر مزید دو سال ”تدریب افتاء“ میں بھی رہے، غرض دارالعلوم دیوبند کی آغوش میں آپ نے چار سال تربیت پائی، جن میں سے بیشتر حصہ فقہ و فتاویٰ کی تربیت پانے میں گذرا۔

دارالعلوم سے تعلیمی سلسلہ ختم کرتے کے بعد آپ نے سب سے پہلے اپنی مادر علمی جامعہ عربیہ تعلیم الدین (غازی آباد) میں تدریسی خدمت انجام دی، یہ سلسلہ تین سال تک رہا، اس کے بعد فقہ و فتاویٰ میں آپ کی تربیت سے فائدہ اٹھانے کے لئے دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء میں آپ کا تقرر ہو گیا اور وہاں استفتاء کے جواب کے علاوہ شعبہ افتاء کے طلبہ کی الاشباہ والنظائر کا سبق بھی آپ سے متعلق رہا، دارالعلوم دیوبند میں بھی آپ کا قیام تین سال رہا، پھر مظاہر علوم سہارنپور میں علیا کی مختلف کتابیں پڑھانے کے لئے آپ کو بلا لیا گیا اور آپ

وہاں چلے گئے، اس وقت آپ مظاہر علوم میں چودہ سال سے مسلسل تدریس اور افتاء کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آپ نے جن اساتذہ سے کسب فیض کیا ان میں مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، مفتی نظام الدین اعظمیؒ اور مفتی سعید احمد پالن پوری خاص کر قابل ذکر ہیں اور آپ کے شاگردوں میں مفتی صبح احقر کشن گنج (استاذ حدیث مدرسہ ہو جانی آسام)، مفتی فرید احمد دیولا (گجرات)، مفتی صلاح الدین (مفتی مدرسہ رفیق العلوم و ناظم جامع العلوم آمبور، مدراس)، مفتی شمس الدین (مفتی مدرسہ شاہ ولی اللہ بنگلور)، مفتی اقبال احمد (مہتمم مدرسہ احیاء العلوم، مدراس) اور مولانا محمد عثمان (مدرسہ حسینیہ ممکور، کرناٹک) خاص کر ممتاز ہیں۔



## مفتی محمد سلمان منصور پوری

مفتی محمد سلمان صاحب کی ولادت ۱۱ فروری ۱۹۶۷ء کو ہوئی، آپ حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری مدظلہ العالی (سابق نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند و موجودہ صدر جمعیۃ علماء ہند) کے فرزند اکبر ہیں، آپ کا آبائی وطن محلہ دربار منصور پور مظفر نگر ہے۔

عربی سوم تک کی ابتدائی تعلیم آپ نے جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ میں حاصل کی، ۱۴۰۲ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں عربی چہارم میں داخلہ لیا، ۱۴۰۷ھ میں دورہ حدیث کی تکمیل کی اور سالانہ امتحان میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے، ۱۴۰۸ھ میں دارالعلوم ہی میں آپ نے افتاء کیا اور ۱۴۰۹، ۱۴۱۰ھ میں آپ یہیں تدریب الافتاء کے شعبے میں رہے، دارالعلوم میں آپ نے مختلف درجات میں جن اساتذہ سے پڑھا ان میں حضرت مولانا محمود حسن گنگوہی، حضرت مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری، حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی اور موجودہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تعلیمی زندگی سے فراغت کے بعد آپ نے اولاً دارالعلوم دیوبند ہی میں معین مدرس کے طور پر تدریسی خدمت انجام دی، پھر جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد میں تدریس و افتاء کے لئے آپ کا تقرر ہوا اور تا حال آپ اسی ادارہ میں خدمت انجام دے رہے ہیں، مدرسہ شاہی میں مختلف اوقات میں مسلم شریف، ترمذی شریف، طحاوی شریف، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد، شمائل ترمذی، ہدایہ آخرین، مقامات حریری وغیرہ اور شعبۂ افتاء میں شرح عقود رسم المفتی اور الاشباہ والنظائر کے اسباق آپ سے متعلق رہے۔

مختلف جہات سے دین کی خدمت کے ساتھ فقہ و فتاویٰ آپ کی محنت کا مخصوص میدان اور آپ کی توجہ کا خاص مرکز رہا ہے، چنانچہ فضیلت کی تکمیل کے بعد خاص اسی فن میں تربیت

کے لئے آپ نے اپنے کو دو تین سالوں کے لئے فارغ کیا اور فقہ و فتاویٰ کی لائن سے امامت کا درجہ رکھنے والے اکابر سے تربیت حاصل کی، یہی وجہ ہے کہ تدریسی زندگی کے آغاز سے ہی افتاء کی خدمت آپ سے متعلق کی گئی اور مدرسہ شاہی میں تدریس کے ساتھ نائب مفتی کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا، اس وقت آپ تدریس کے علاوہ عوامی استفتاءات کے جواب بھی لکھتے ہیں اور شعبہ افتاء کے طلبہ کی تربیت کا بھی فریضہ انجام دیتے ہیں، نیز مدرسہ شاہی کے ترجمان ماہنامہ ”ندائے شاہی“ کا فقہی کالم بھی آپ ہی لکھتے ہیں، آپ کی علمی گہرائی و گیرائی اور آپ کے صلاح و تقویٰ کی وجہ سے لوگوں میں آپ کے فتاویٰ اور آپ کی آراء کو بڑا اعتماد و استناد حاصل ہے۔

تدریس و افتاء کے علاوہ ضلع مراد آباد کے محکمہ شرعیہ میں رکن کی حیثیت سے آپ قضاء کی خدمت بھی انجام دیتے ہیں اور ماہنامہ ”ندائے شاہی“ (جو اپنے مشمولات کے تنوع اور اشاعت کی پابندی کے حوالہ سے اپنی ایک پہچان رکھتا ہے) کی ترویج بھی آپ ہی سے متعلق ہے، نیز آپ جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن بھی ہیں اور علاقے بلکہ ملک بھر میں زبان و بیان کے ذریعہ دعوت دین اور معاشرہ کی اصلاح میں بھی آپ کا اہم رول ہے۔

فقہی اور اصلاحی موضوعات پر آپ کی قلمی خدمات بھی ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں؛ چنانچہ فقہ کے موضوع پر تحفہ رمضان، دینی مسائل اور ان کا حل، فتاویٰ نویسی کے رہنما اصول، فتاویٰ شیخ الاسلام اور کتاب المسائل آپ کی گرانقدر تصانیف ہیں اور تفسیر، تاریخ، اصلاح وغیرہ کے موضوع پر یہ قیمتی تصانیف آپ کے علمی و قلمی شاہکار ہیں: اللہ سے شرم کیجئے، اللہ والوں کی مقبولیت کا راز، دعوت فکر و عمل، لمحات فکریہ، ذکر رفتگاں، قادیانی مغالطے، رد مرزائیت کے زریں اصول، تحریک آزادی ہند میں مسلم علماء اور عوام کا کردار، پیکر عزم، ہمت استاذ اور شاگرد، نور نبوت، اسلامی معاشرت، شمائل رسول، حجاج کرام کے لئے ضروری ہدایت، درس سورہ فاتحہ — ان کے علاوہ ماہنامہ ”ندائے شاہی“ کے چار ضخیم نمبرات: تاریخ شاہی نمبر، حج و زیارت نمبر، نعت النبی نمبر اور فدائے ملت نمبر بھی آپ نے ہی ترتیب دیئے ہیں۔

## مولانا اختر امام عادل قاسمی

مولانا اختر امام عادل ۱۰ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ کو منور اشرف، ضلع سستی پور (بہار) میں پیدا ہوئے آپ کا تعلق منور اشرف کے علمی اور روحانی خانوادے سے ہے، آپ مولانا محفوظ الرحمن صاحب کے صاحبزادے ہیں۔

آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ خیر العلوم بردوئی (سستی پور) میں ہوئی، پھر آپ نے مدرسہ بشارت العلوم کھرایاں پتھرا (درجنگ) میں تعلیم حاصل کی، مدرسہ بشارت العلوم کے بعد آپ نے تعلیم کی غرض سے الہ باد کا سفر کیا اور مدرسہ وصیۃ العلوم میں داخل ہوئے، کچھ دنوں آپ نے مدرسہ دینیہ غازی پور میں بھی تعلیم حاصل کی، پھر ۱۹۸۵ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۷ء میں آپ یہاں سے فارغ ہوئے۔

آپ کے اساتذہ میں مفتی محمد ظفر الدین مفتاحی، مفتی سعید احمد پالن پوری، مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی اور مولانا اعجاز احمد اعظمی (صدر المدرسین مدرسہ شیخ الاسلام، شیخوپورہ، اعظم گڑھ) خاص کر قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم ہی میں معین المدرسین کی حیثیت سے خدمت انجام دی، پھر آپ مدرسہ سراج العلوم سیوان (بہار) میں مدرس و مفتی مقرر ہوئے، پھر دارالعلوم حیدرآباد اور دارالعلوم سبیل السلام (حیدرآباد) میں تدریس و افتاء کی خدمت پر مامور ہوئے، چند سالوں قبل آپ نے اپنے گاؤں میں ”جامعہ ربانی“ کے نام سے ایک مدرسہ قائم فرمایا، اس وقت آپ وہیں خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آپ نے فقہی اور غیر فقہی موضوعات پر متعدد قیمتی کتابیں بھی تالیف فرمائی ہیں، جن

میں سے چند یہ ہیں :

- ۱- غیر مسلم ملکوں میں مسلمانوں کے مسائل۔
- ۲- حضرت شاہ ولی اللہ اپنے فقہی نظریات و خدمات کے آئینے میں۔
- ۳- قوانین عالم میں اسلامی قانون کا اعتبار۔
- ۴- حقوق انسانی کا اسلامی منشور۔
- ۵- منصب صحابہؓ۔
- ۶- حجاز سے دیوبند تک۔
- ۷- موجودہ عہدِ زوال میں مسلمانوں کے لئے اسلامی ہدایات۔





## مفتی اقبال احمد قاسمی

مفتی اقبال احمد کی پیدائش ۲۰ اپریل ۱۹۶۹ء، ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ کو ہوئی، آپ کے والد گرامی کا نام حکیم مختار احمد ہے، آپ ضلع کانپور کے ایک گاؤں ”تہرؤ دھا“ کے رہنے

والے ہیں۔

مفتی صاحب نے ناظرہ اور دینیات وغیرہ کی تعلیم اپنے گھر پر ہی حاصل کی، حفظ آپ نے مدرسہ حیات العلوم خانپور اٹادہ میں کیا اور عربی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ مظہر العلوم بکین منج کانپور میں حاصل کی، مدرسہ مظہر العلوم میں آپ کا قیام دو سال رہا، پھر آپ جامعہ عربیہ ہتھورا (باندہ) چلے گئے اور عربی ہفتم (مشکوٰۃ) تک وہاں تعلیم حاصل کی، اسی دوران آپ نے بروایت حفص قراءت کی بھی سند حاصل کی اور قراءت سبعہ کا بھی ابتدائی حصہ پڑھا، ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء میں دورہ حدیث سے آپ کی فراغت ہوئی، ۱۴۱۱ھ میں آپ نے یہیں افتاء بھی کیا، جس میں آپ کو اول پوزیشن سے کامیابی ملی، پھر مزید دو سال (۱۴۱۲-۱۴۱۳ھ) آپ دارالعلوم ہی میں تدریس فی الالقاء کے شعبہ میں رہے۔

فراغت کے بعد ۱۴۱۳-۱۴۱۵ھ میں آپ نے دو سال معین المدرسین کے طور پر دارالعلوم میں تدریسی خدمت انجام دی، جس میں سال چہارم تک کی کتابیں پڑھانے کا آپ کو موقع ملا، پھر آپ کی ابتدائی مادر علمی مدرسہ مظہر العلوم کانپور میں صدر المدرسین اور مفتی کی حیثیت سے آپ کی تقرری ہوئی، یہاں آپ کو عربی ششم تک (اس مدرسہ میں عربی ششم تک کی ہی تعلیم ہے) کی متعدد چھوٹی بڑی کتابیں پڑھانے کا موقع ملا اور تاہنوز آپ یہیں تدریس

واقفہ کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

شہر کانپور کے مفتی اعظم اور قاضی القضاۃ مفتی محمد منظور صاحب مظاہری (رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند) کی پیرانہ سالی اور ضعف و علالت کی وجہ سے آپ کی افتاء کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں اور اہم مسائل میں لوگوں کا رُجوع اب آپ کی طرف ہونے لگا ہے، اس کے علاوہ محکمہ شرعیہ دارالقضاء جمعیت علماء کے رکن کی حیثیت سے بھی آپ خدمت انجام دے رہے ہیں اور شہر کی ایک مسجد میں درس قرآن کا سلسلہ بھی جاری ہے، نیز آپ علماء کونسل کانپور کے سکریٹری، مرکزی رویت ہلال کمیٹی (کانپور) اور انجمن فروغ سنت کے جنرل سکریٹری، مدرسہ فیض العلوم پکھڑایاں اور مدرسہ منہاج العلوم امرودھا (ضلع کانپور) کے ذمہ دار (مہتمم) ہیں۔

آپ نے جن اساتذہ سے خصوصی استفادہ کیا، ان میں آپ کے استاذ و شیخ حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی، مفتی سعید احمد پالن پوری (موجودہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)، مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی اور مفتی ظفر الدین مفتاحی (سابق مفتی دارالعلوم دیوبند) و مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند) خاص کر قابل ذکر ہیں۔

جن لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا، ان میں مولانا محمد احمد ابن مفتی عبدالرزاق صاحب (بھوپال)، مولانا محمد عفان منصور پوری ابن قاری محمد عثمان منصور پوری، مفتی محمد حسان (گورکھپور)، مولانا محمد زاہد قاسمی (کلک، اڑیسہ) اور مفتی محمد سعد نور (کانپور) کے نام خاص کر قابل ذکر ہیں، راقم الحروف کو بھی درجہ فاری سے عربی سوم تک کی متعدد کتابیں آپ سے پڑھنے کا شرف ملا اور آپ کی شفقت اور خصوصی توجہات حاصل رہیں۔

شہر کانپور اور دیہات میں متعدد دینی، علمی، فقہی، دعوتی اور اصلاحی کاموں سے وابستگی کی بنا پر آپ کو یکسوئی کے ساتھ باضابطہ تصنیف و تالیف کا موقع تو نہیں مل پایا، تاہم چند فقہی اور غیر فقہی مقالات و رسائل آپ نے مرتب فرمائے ہیں، جو اس طرح ہیں

- ۱- طلاق کب، کیوں اور کیسے؟ (صفحات: ۴۸)۔
  - ۲- رہنمائے حج و عمرہ (صفحات: ۷۲)۔
  - ۳- غلط عقائد (صفحات: ۷۸)۔
  - ۴- حضرت مولانا صدیق باندوی کے سچے واقعات (صفحات تقریباً دوسو، یہ مقالہ زیر طبع ہے)۔
- ان کے علاوہ اسلامک فکد اکیڈمی انڈیا اور ادارۃ الباحث الفقہیہ کے سیمیناروں میں لکھے گئے درجنوں فقہی مقالات، مذکورہ اداروں کی مطبوعات میں شامل ہیں۔



## مراجع و مصادر

### قوانیات

سن و قات	اسماء مصنفین	اسماء کتب	
		قرآن مجید	۱
۵۲۰۶	علامہ فخر الدین رازی	تفسیر کبیر	۲
۵۱۲۵	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی	تفسیر مظہری	۳
	مولانا محمد برہان الدین سنہلی	چند اہم کتب تفسیر اور قرآن مجید کے ترجمے	۴

### احادیث

۵۲۵۶	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	صحیح بخاری	۵
۵۲۶۱	مسلم بن الحجاج بن مسلم قشیری	صحیح مسلم	۶
۵۳۰۳	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	سنن ترمذی	۷
۵۲۷۵	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	سنن ابی داؤد	۸
۵۳۶۰	سلیمان بن احمد طبرانی	المعجم الکبیر	۹
۵۲۱۱	ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی	معنف عبد الرزاق	۱۰
۵۲۴۱	امام احمد بن حنبل	مسند احمد بن حنبل	۱۱
۵۸۰۷	نور الدین بن ابی بکر صیغی	مجمع الزوائد	۱۲
	محمد بن عبد اللہ حاکم نساپوری	مستدرک حاکم	۱۳
۵۸۵۲	احمد بن علی بن حجر عسقلانی	فتح الباری	۱۴

۱۵	مرقات الفاتح	علی بن سلطان محمد قاری	۱۰۱۲ھ
۱۶	اعلام السنن	مولانا ظفر احمد قحانوی	
۱۷	بذل الجہود	مولانا خلیل احمد سہارنپوری	۱۳۳۶ھ
۱۸	المطیعی والسخیہ	ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ

### فقہیات

۱۹	المدخل الی مذہب الامام احمد بن حنبل	عبد القادر بن احمد	۱۳۳۶ھ
۲۰	اصول المزدودی	امام فخر الاسلام علی بن محمد یزدوی حنفی	۳۸۳ھ
۲۱	ارشاد الجہول الی تحقیق الحق من علم الاصول	محمد بن علی بن محمد الشوکانی	۱۲۵۰ھ
۲۲	تیسیر التقریر	شیخ محمد امین بادشاہ	۹۷۸ھ
۲۳	فتاویٰ تاتارخانیہ	عالم بن العلامہ الانصاری دہلوی	
۲۴	فتاویٰ رشیدیہ	مولانا رشید احمد گنگوہی	
۲۵	فتاویٰ خلیفہ	مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی	
۲۶	عزیز القادوسی	مفتی عزیز الرحمن عثمانی	
۲۷	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمن عثمانی	
۲۸	امداد المقتضین	مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی	
۲۹	کفایۃ المفتی	مفتی کفایت اللہ دہلوی	
۳۰	فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود حسن گنگوہی	
۳۱	منتخب نظام القادوسی	مفتی نظام الدین اعظمی	
۳۲	احسن القادوسی	مفتی رشید احمد کراچی پاکستان	
۳۳	فتاویٰ رحیمیہ	مفتی عبدالرحیم لاہوری	
۳۴	کتاب القادوسی	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	

## تاریخ و تذکرہ

۳۵	تاریخ المد الاسلامی	
۳۶	تاریخ ابن خلدون	عبدالرحمن بن خلدون
۳۷	امام ابو حنیفہ اور ان کے اصلی کارنامے	
۳۸	مولانا محمد قاسم نانوتوی — احوال و آثار	نورالحق راشد کاندھلوی
۳۹	حیات نانوتوی	
۴۰	تاریخ دارالعلوم دیوبند	سید محبوب رضوی
۴۱	علامہ دیوبند	
۴۲	تذکرۃ الرشید	
۴۳	تذکرۃ الخلیل	
۴۴	بزم اشرف کے چراغ	
۴۵	یاد رفتگان	سید سلیمان ندوی
۴۶	مفتی اعظم کی یاد	
۴۷	مفتی اعظم ہند	ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری
۴۸	ظفر المصلین باحوال المصنفین	مولانا محمد حنیف گنگوہی
۴۹	زندگی کا علمی سفر	مفتی ظفر الدین منٹاچی
۵۰	چند نامور علماء	مولانا بدر الحسن قاسمی
۵۱	مناہج سفر	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

## وسائل و جرائد

۵۲	ماہنامہ نمائے شای	”تاریخ شای نمبر ۱۹۹۲ء“
۵۳	سہ ماہی نگر اسلامی ہستی	”معاصر فقہ اسلامی نمبر ۱۹۹۹ء“
۵۴	سہ ماہی بحث و نظر	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی — حیات و خدمات
۵۵	امارت شرمیہ — شبہات و جوابات	مولانا شاہ بدر الدین مجیبی

۵۶	امارت شریعہ تعارف خدمات اور سرگرمیاں	
۵۷	اسلامک فقہ اکیڈمی - تعارف اور کارگروہ	
۵۸	تعارف المعهد العالي للتحریب فی القضاء والافتاء	
۵۹	تعارف المعهد العالي الاسلامی حیدرآباد	

### متفرقات

۶۰	لسان العرب	علامہ ابن منظور
۶۱	انقاموس المجدید	مولانا وحید الزماں کیرانوی
۶۲	فیروز اللغات	مولوی فیروز الدین
۶۳	رحمۃ اللہ الولد	مفتی سعید احمد پالن پوری
۶۴	کلمۃ الحق	
۶۵	انفاس عیسیٰ	
۶۶	دعوت الصالحین	مولانا اشرف علی تھانوی
۶۷	بوادر النوادر	مولانا اشرف علی تھانوی
۶۸	الدراسات الاسلامیہ	
۶۹	کتاب التعریفات	
۷۰	اشرف المقالات	
۷۱	حسن العزیز	
۷۲	اشرف المعلومات	
۷۳	معاشرتی مسائل - دین فطرت کی روشنی میں	مولانا محمد برہان الدین سنہلی
۷۴	تفسیر کارواں (طلبہ دارالعلوم کی ڈائری)	طلبہ دارالعلوم دیوبند ۲۰۰۸ء